حیاۃ الموات فی بیانِ سماعِ الاموات

مُردے سُنتے اور پہچانتے ہیں؟

تصنیف

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تخریج و حاشیہ

ڈاکٹر قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود چشتی رضوی

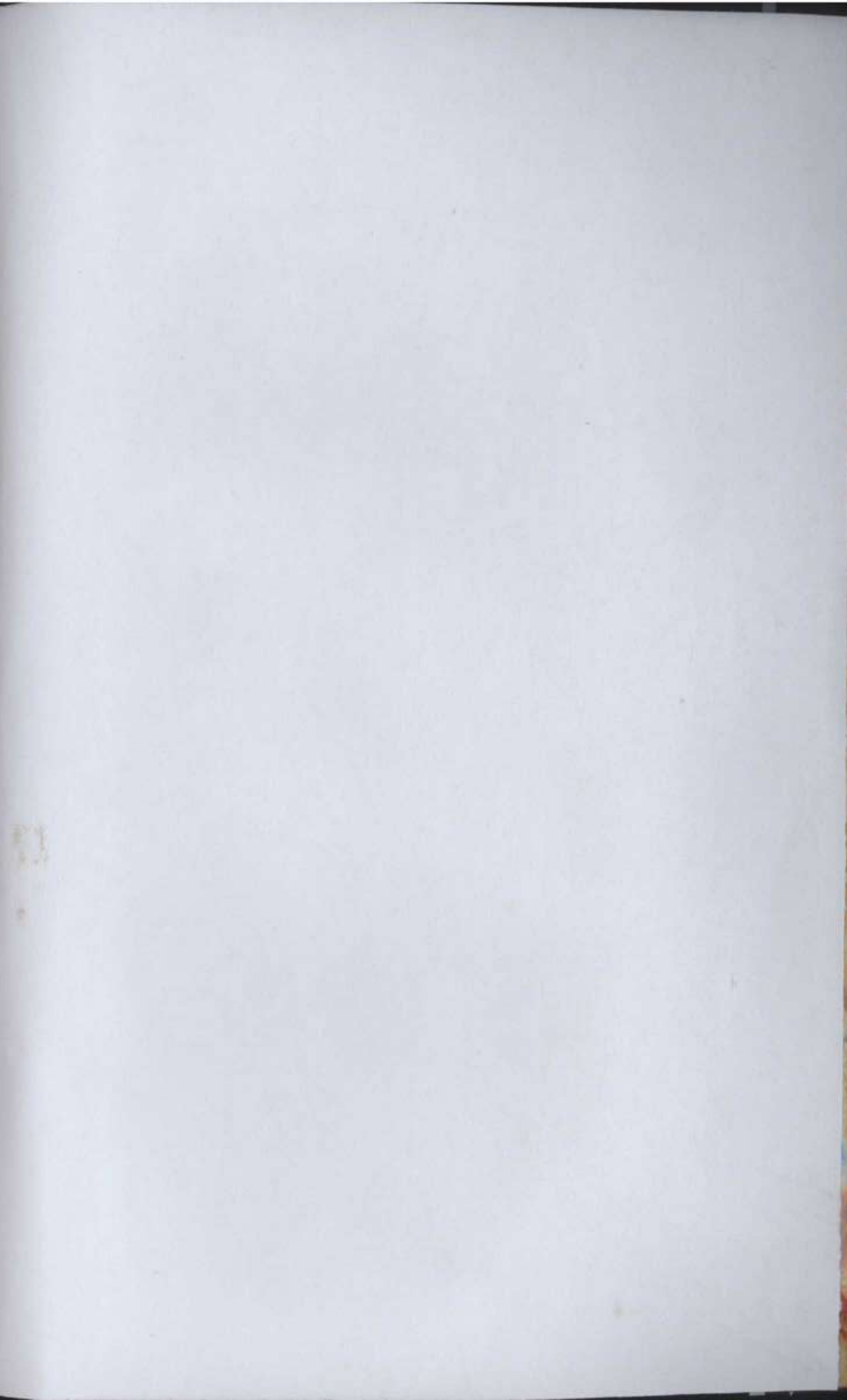
بانی و ناظم اعلیٰ، دار العلوم اسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان

باہتمام

ضیغم اہل سنت مقدام العلماء الاعزین

حضرت علامہ مولانا سید مظفر حسین شاہ قادری صاحب مدظلہ العالی

بزمِ علم و دانش (انٹرنیشنل)



حَیَاةُ الْمَوَاتِ فِی بَیَانِ سَمَاعِ الْاَمْوَات

مُردے سُنتے اور پہچانتے ہیں؟

تصنیف

شیخ الاسلام والمسلمین
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تخریج و حاشیہ

ڈاکٹر قاری ابو احمد مُحمّد ارشد مسعود چشتی رضوی
فاضل تنظیم المدارس، دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ پاکستان

باہتمام

شیخ اہل سنت مقدام العلماء الاخیار
حضرت علامہ مولانا سید مظفر حسین شاہ قادری صاحب مدظلہ العالی

بزمِ علم و دانش (انٹرنیشنل)

نام کتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مردے سنتے اور پہچانتے ہیں؟

مصنف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ

تخریج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر قاری محمد ارشد مسعود چشتی رضوی

باہتمام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ضیغم اہلسنت حضرت علامہ مولانا سید مظفر حسین شاہ صاحب

صفحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 728

اشاعت اول ۔۔۔۔۔۔ صفر المظفر ۱۴۳۹ھ / اکتوبر ۲۰۱۷ء

قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بزم علم ودانش انٹرنیشنل کراچی

ملنے کا پتا

بزم علم ودانش انٹرنیشنل کراچی

مکتبہ برکات المدینہ جامع مسجد بہار شریعت بہادر آباد کراچی

مکتبہ غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی

دار القلم اسلامک ریسرچ سنٹر واہنڈو گوجرانوالہ

مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

نعت

از: امام اہلسنت امام احمد رضا محقق محدث قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بنایا
تجھے حمد ہے خدایا

وہ کنواری پاک مریم وہ نَفَخۡتُ فیہ کا دم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا
وہی سب سے افضل آیا

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پائے کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

کبھی خاک پر پڑا ہے سرِ چرخ زیرِ پا ہے
کبھی پیشِ در کھڑا ہے سرِ بندگی جھکایا
تو قدم میں عرش پایا

ارے اے خدا کے بندو کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
میرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا
نہ کوئی گیا نہ آیا

ہمیں اے رضا تیرے دل کا پتہ چلا بمشکل
درِ روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھ کیسا پایا

فہرست مقاصد وفصول کتاب مستطاب حیاۃ الموات

فہرست مقاصد وفصول کتاب مستطاب حیاۃ الموات

فہرست مقاصد وفصول کتاب مستطاب حیاۃ الموات

فہرست رسالہ الوفاق المتین بین سماع الدفین

فہرست رسالہ الوفاق المتین بین سماع الدفین

فہرست آیات قرآنیہ۔حیاۃ الموات

فہرست آیات قرآنیہ۔ حیاۃ الموات

فہرست الأحادیث والآثار۔ حیاۃ الموات

فہرست الأحادیث والآثار۔ حیاۃ الموات

فهرست الأحاديث والآثار۔ حياة الموات

فہرست الأحادیث والآثار۔ حیاۃ الموات

فہرست آیات قرآنیہ۔ الوفاق المتین

فہرست آیات قرآنیہ۔ الوفاق المتین

فهرست الأحاديث والآثار۔ الوفاق المتين

فہرست الأحادیث والآثار۔ الوفاق المتین

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین

اما بعد:

آج سے تقریباً پندرہ (15) سال قبل راقم الحروف جب قبلہ سیدی استاذی محدث کبیر مناظر اسلام حضرت العلام مولانا مفتی محمد عباس رضوی مدظلہ العالی کی خدمت مبارکہ میں ہوتا تھا بعض احباب کے بار بار بعض احادیثِ مبارکہ بالخصوص جو امامِ اہل سنّت، شہنشاہِ علم وفن، مجددِ دین وملت الشاہ الشیخ سیدی اعلیحضرت امام احمد رضا خان نور اللہ مرقدہ محدث بریلی کی بعض کتب میں مندرج ہیں کے حوالہ جات سے متعلق دریافت کرنے پر بعض کتبِ اعلیٰ حضرت کی تخریج کا کام شروع کیا تاکہ ان کتب اور ان میں مندرج احادیث وآثار واقوال وحوالہ جات سے عام قاری بھی فائدہ اُٹھائے اور اہل علم بھی تخریج حدیث میں وقت صَرف کرنے کے بجائے دوسرے علمی کاموں میں وقت صَرف کریں۔

پس ابتداءً **الأمن والعلی** (مطبوع)، بعض **رسائل علم غیب** جن میں سے چند (مطبوع) ہیں اور **حیاۃ الموات** (بایدیکم) وغیرہ شامل ہیں، اللہ عزوجل کی توفیق سے یہ کام تقریباً تین سال تک جاری وساری رہا جس میں کافی حد تک حوالہ جات کی تخریج میں کامیابی نصیب ہوئی مگر بعد میں مراحلِ اشاعت اور بعض دوسری مصروفیات نے اس کام کو جاری رکھنا دُشوار بنا دیا، جس کے بعد راقم الحروف بعض دوسری تحریروں کی طرف متوجہ ہوا جس میں افاداتِ حضور محدث کبیر، مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی شامل ہیں جن کو بنام **مناظرے ہی مناظرے** (مطبوع)، **ہشت مسئلہ** (مطبوع) **دلائل محفل میلاد النبی** صلی اللہ علیہ

وسلم (مطبوع) وغیرہ اور ان کے ساتھ ساتھ امام ابن المقری ؒ اور ابن الأعرابی کے **ھاتھ پاؤں کے بوسہ** کے متعلق رسائل (مطبوع)، اور **نماز میں ھاتھ کھاں باندھیں** (مطبوع)؟، **دعا بعد نماز جنازہ** (مطبوع)، **القول الجلی فی صلوۃ النبی** صلی اللہ علیہ وسلم (غیر مطبوع) وغیرہ تیار کیں اور اسی دوران راقم متحدہ عرب امارات چلا گیا اسی عرصہ میں قبلہ استاذ محترم کے وسیلہ سے مخدوم اہل سنت محترم جناب رفیق احمد برکاتی پردیسی صاحب دام اقبالہ کے تعاون کتبِ کثیرہ حاصل ہوئیں، جس کے بعد قبلہ استاذ محترم کے زیر سایہ مزید کچھ وقت گزارنے کا شرف حاصل ہوا جس دوران حضرت علامہ قاری ابو عمار عبد المجید صاحب مدظلہ کی تحریک پر **پانچ بت** نامی مقالہ بتوفیق ربانی پایہ تکمیل تک پہنچا جو کہ بعد میں 2009ء کو طبع ہوا۔

وطن واپسی پر مذکورہ کتبِ اعلی حضرت کی جو تخریج باقی تھی اس کو مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ **خصائص الکبری** امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (غیر مطبوع) اور **الشفا** امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (غیر مطبوع) کی تخریج کا کام بھی شروع کر دیا اسی دوران مختلف مضامین **متعلقات شرک و بدعت** اور **مسائل نماز** وغیرہ پر کام کیا (جو کہ تقریبا 2100 صفحات پر مشتمل تین جلدیں ہیں، غیر مطبوع) یونہی ارشاد الحق اثری صاحب کے **فاتحہ خلف الامام** کے مسئلہ میں سورۃ الاعراف کی آیت مبارکہ:

"وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ"۔ پر وارد کردہ اعتراضات کے جوابات پر تقریباً تین سو (300) صفحات پر بھی کام کیا مگر اشاعت وغیرہ جیسے دوسرے معاملات کی وجہ سے بعض اوقات ڈھارس ٹوٹ جاتی تو وقت مطالعہ و تقریر وغیرہ میں ہی گزرتا چلا گیا جس میں قبلہ استاذ محترم مدظلہ اکثر فرمایا کرتے تھے قاری صاحب (یہ ان کی شفقت ہے) اشاعت کی وجہ سے دل برداشتہ کیوں ہوتے ہیں طباعت ہماری

ذمہ داری نہیں ہے ہم جو کر سکتے ہیں اس کے مکلف ہیں اور محترم جناب رانا نعیم اللہ خان صاحب دام اقبالہ اکثر فرمایا کرتے کہ آپ یہ سلسلہ جاری رکھیں ان شاء اللہ طبع ہو جائیں گی

پس اسی طرح سستی و کاہلی میں وقت کرتا گیا اسی دوران زبیر علیزئی کی بے وقت کی راگنی کا دم بند کرنے کے لیے **براھین رضوی** (مطبوع) اور بعد میں **ضربات الحنفیۃ علی ھامات الوھابیۃ** (مطبوع) تحریر کیں، پس چند سال قبل مرکز الاویس حیدر آباد سندھ میں دورہ فہم دین کورس میں حاضری ہوئی جس میں بالمشافہ پہلی بار ضیغمِ اہل سنّت، فخر السادات، مقدام العلماء الاغیرین حضرت علامہ مولانا پیر سید مظفر شاہ صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ازراہِ شفقت تحریر حوالہ سے کاموں کے متعلق پوچھا بتانے پر فرمانے لگے کہ **حقیقت توسل** آپ تیار کر دیں ہم اس کی اشاعت کا اہتمام کرتے ہیں مگر راقم نے عرض کی حضور اُس وہ اشاعت کے لیے کافی عرصہ سے پروگریسو بکس کے مالکان چوہدری غلام رسول صاحب کے صاحبزادہ جواد رسول صاحب کو دی ہوئی ہے جس کی پروف ریڈنگ بھی ہو چکی ہے اُمید ہے کہ وہ جلد شائع کر دیں گے اسی دوران بعض علماء کی آمد کی وجہ اور وقت کی قلت کے باعث مزید تفصیل سے گفتگو نہ ہو سکی البتہ یہ عرض کیا کہ حضرت کمپوزر سے معلوم کر کے عرض کر دوں گا کہ کون کون سے تیار ہیں مگر واپسی پر بعض دینی و دُنیاوی مصروفیات کی وجہ سے اس طرف زیادہ توجہ نہ ہو سکی اسی دوران محترم جناب حضرت علامہ ظفر رضوی صاحب مدظلہ نے ایک مضمون بھجوایا جس کے متعلق کچھ تحریر کرنے کا حکم دیا مگر ابھی وہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا تھا کہ راقم کو متحدہ عرب امارات جانا پڑا گیا وہاں سے واپسی پر اس کو **المقیاس فی تحقیق اثر ابن عباس** رضی اللہ عنہما کے نام سے مختصراً تیار کر کے ان کو بھجوایا جو حیدر آباد سے انہوں نے قبلہ سید مظفر شاہ صاحب دام اقبالہ کے تعاون سے شائع کیا۔

امسال قبل از رمضان المبارک قبلہ شاہ صاحب دام برکاتہ خطاب کے سلسلہ میں سرزمین گوجرانوالہ تشریف لائے تو ملاقات کا شرف حاصل ہوا جس میں دوران گفتگو حضرت نے فرمایا آپ کے پاس ذات سیدی اعلی حضرت کے حوالہ سے کون کون سے کام موجود ہیں میرے عرض کرنے پر فوراً فرمایا کہ حیاۃ الموات جیسی بے مثال کتاب پر کام آپ جتنی جلد ہو سکے یہ ہمیں دیں ہم بزمِ علم ودانش کی طرف سے شائع کرتے ہیں فقیر نے حامی بھرتے ہوئے عرض کی کہ کافی عرصہ ہوگیا اس پر کام کیے ہوئے ایک نظر دیکھ کر پیش کر دیتا ہوں۔ آپ کا دین متین کی خدمت اور سیدی اعلی حضرت رضی اللہ عنہ سے محبت کا جذبہ جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ کراچی واپسی پر چند روز ہی گزرے ہونگے کہ حضرت نے راقم سے رابطہ فرما کر پوچھا کہ آپ نے ابھی تک بھیجی نہیں، میں نے عرض کی حضرت اس کی تخریج تو تقریبا موجود ہے مگر اشاعت کے تقاضوں پر سیٹنگ اور تیاری مکمل نہیں جس کے لیے کچھ وقت درکار ہے فرمایا اچھا جلد از جلد تیار کر کے بتائیں اسی دوران محترم جناب میثم عباس قادری صاحب سے دوران گفتگو معلوم ہوا کہ ان کے پاس حیاۃ الموات کا طبع دوم جو کہ بریلی شریف سے شائع شدہ ہے موجود ہے اس کو سامنے رکھ کر تقابل کر لیا جائے اسی دوران فقیر کے شفیق ومحترم چچا جان میاں محمد یوسف بھٹی کا انتقال ہو گیا اللہ رب العزت ان کی بخشش ومغفرت فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم الآمین صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس اسی طرح اس کی اشاعت میں تاخیر ہوتی گئی مگر قبلہ شاہ صاحب اکثر رابطہ فرماتے رہے اور جلد از جلد تیاری کا حکم فرماتے رہے، مگر اللہ رب العالمین کی طرف سے مقرر کردہ وقت پر اب یہ کاوش آپ احباب کے ہاتھوں میں ہے اس میں موجود جو بھی خوبی ملاحظہ فرمائیں وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور جو بھی کمی وکوتاہی ہوگی وہ بشری تقاضوں کے باعث راقم کی طرف سے تصور ہوگی، راقم نے اپنی استطاعت وقوت کے مطابق کوشش

کی ہے کہ اس سے اغلاط کو دور کیا جا سکے مگر الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کے تحت آپ احباب سے عرض ہے کہ جہاں کوئی کمی و غلطی جانے فقیر کو مطلع فرما دیں تا کہ آئندہ اس کا ازالہ کیا جا سکے۔

کچھ تخریج و حاشیہ کے بارے میں

جیسا کہ پیچھے عرض کیا گیا کہ اس تخریج سے مقصد صرف حوالہ جات کی نشان دہی کرنا تھا نہ کہ اپنی تحقیق کو پیش کرنا حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ سیدی اعلی حضرت نے جہاں جس روایت کے بارے میں کوئی قول یا حکم ذکر کیا ہے اس کو کسی بزرگ کے حوالہ سے بیان کر دیا جائے الا یہ کہ کہیں کچھ کلام ذکر دیے گئے ہیں۔

تخریج میں بعض مقامات پر حوالہ جاتی نسخوں میں فرق بھی موجود ہے جس کا سبب یہ ہے کہ راقم الحروف نے جب ابتداءً اس کی تخریج شروع کی تھی تو اس وقت قبلہ استاد محترم کی لائبریری سے استفادہ کیا وہاں موجود بعض کتب کے مطبوع نسخوں اور بعد میں اپنے پاس موجود کتب جو کہ بعد میں دستیاب ہوئیں کے مطبوع نسخوں میں فرق ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ نظر ثانی کے وقت مکتبہ الشاملہ بھی استعمال کیا گیا ہے۔

یہ بھی یاد رہے راقم نے اس کتاب کے متن کی تصحیح کے لیے ابتداءً چار نسخے سامنے رکھے جن میں بنیاد مطبع اہلسنت و جماعت واقع بریلی شریف کے نسخہ کو بنایا گیا ہے اور اس کے ساتھ معاونت کے لیے حامد اینڈ کمپنی لاہور، فتاوی رضویہ جدید میں موجود نسخہ، رضا فاؤ ڈیشن کا نسخہ، دوران میں ایک نسخہ کا اضافہ ہوا جو کہ اعظمیہ پبلی کیشنز کی طرف سے شائع کیا گیا تھا، بریلی شریف کے نسخہ کے لیے رمز "ب" جبکہ حامد اینڈ کمپنی کے نسخہ کے لیے رمز "ح"، فتاوی رضویہ میں موجود نسخہ کے لیے رمز "فر"، رضا فاؤنڈیشن کے نسخہ کے لیے رمز "ر" اور اعظمیہ کے لیے رمز "الف" استعمال کی گئی ہیں، شروع میں خیال یہ تھا کہ پوری کتاب کے

متن کو سامنے رکھتے ہوئے نشاندہی کی جائے مگر طوالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعد میں راقم نے آیات و احادیث، آثارِ صحابہ و تابعین میں تصحیح متن میں نشاندہی کر دی ہے کہ فلاں نسخہ میں ایسے ہے اور فلاں میں یوں باقی کو ترک کر دیا ہے جس سے مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ مذکورہ نسخوں کے ناشرین ان مقامات پر تصحیح کر لیں۔

یاد رہے کہ بعض مقامات پر حاشیہ بھی لگایا گیا ہے اور بعض مقامات پر آئمہ و علماء کا مختصر تعارف بھی ذکر کیا گیا ہے۔ سیدی اعلی حضرت کے حاشیہ کے لیے (☆) کو استعمال کیا گیا ہے جبکہ بعض جگہ صرف ☆ لگا کر کسی امر کی نشان دہی کی گئی ہے جو کہ راقم کی طرف سے ہے ،یونہی بعض مقامات پر [ ] یا () میں عبارت کی تصحیح میں استعمال کیا گیا ہے، جبکہ تراجم فتاوی رضویہ جدید سے لیے گئے ہیں الا یہ کہ کہیں کہیں خود کر دیا گیا ہے۔

آخر میں راقم ان تمام بزرگوں واحباب کا شکر گزار ہے جن کی رہنمائی اور شفقت و دعاؤں سے راقم اس قابل ہوا بالخصوص اپنے والد مکرم حضرت علامہ مولانا قاری محمد اشرف چشتی صاحب اطال اللہ عمرہ وعلمہ وعملہ ورزقنی بمنہ برہ جنھوں نے بچپن سے لے کر ہر موقع پر کبھی پیار و محبت سے اور کبھی سختی سے راہِ حق کی طرف میری رہنمائی فرمائی اور ہر وقت اپنی دعاؤں میں یاد رکھا اور رکھتے ہیں جن کی دعائیں راقم کے لیے کامیابی و کامرانی کا سبب و ذریعہ ہیں اور اپنے تمام اساتذہ بالخصوص محدث کبیر حضرت العلام مولانا مفتی محمد عباس رضوی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کا جنھوں نے راقم کو نہ صرف مطالعہ احادیث و اصول حدیث کی لگن لگائی بلکہ حصول کتب میں بھی بہت زیادہ معاونت اور ہر مشکل وقت میں اصلاحی و علمی رہنمائی فرمائی اور فرماتے ہیں۔

اور اپنے برادرِ عزیز حضرت علامہ قاری شہزاد خان صاحب حافظ آبادی، اور فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ مولانا محمد عدنان چشتی صاحب کا جو اکثر علمی و تحقیقی کاموں میں راقم

کے ساتھ معاونت ومشاورت میں اپنے قیمتی وقت صَرف کرتے ہیں۔

یونہی راقم تہہ دل سے مشکور ہے سرپرست بزم علم ودانش ضیغم اہل سنت حضرت علامہ پیر سید مظفر شاہ صاحب دام اقبالہ کا جنہوں نے نہ صرف اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام فرمایا بلکہ ہرلحہ ممکنہ تعاون فرماتے ہیں اوران کے متعلقین ومعاونین کا بھی جواس کار خیر میں ان کے شانہ بشانہ ایسے دور میں خدمت دین متین کے جذبہ کے ساتھ چل رہے ہیں جس میں مشاغل دُنیا نے لوگوں کو نہ صرف مال وزر کو جمع کرنے میں لگا دیا ہے بلکہ خدمت دین متین سے بہت دور دیا ہے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ پروردگار راقم الحروف اوراس کے والدین، اساتذہ اور معاونین کے لیے اس کاوش کو ذریعہ نجات بنائے آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم الامین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

ابواحمد محمد ارشد مسعود چشتی رضوی۔ 22\08\2017

بانی وناظم اعلی: دارالقلم اسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان۔ 03006522335

[illegible]

[illegible] 22/08/2017 [illegible]

[illegible] 03006623366 [illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

از قلم: مناظر اہل سنت حضرت علامہ ومولانا مفتی

محمد اختر رضا خان صاحب مصباحی مجددی مدظلہ العالی، مہراج گنج (انڈیا)

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی اس عظیم اور عبقری شخصیت کا نام ہے جو احقاق حق وابطالِ باطل نیز دین وسنیت کی ترویج واشاعت اور بے لوث خدمات کے حوالے سے قطعا محتاج تعارف نہیں۔ آپ جیسا جامع العلوم وسیع النظر اور کثیر التصانیف اور متبحر عالم آپ کے زمانے سے لیکر آج تک دوسرا کوئی نظر نہیں آتا اور کیوں نہ ہو کہ آپ مروجہ تمام علوم دینیہ مثلا: علم القرآن، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، کلام، تصوف، تاریخ، سیرت، معانی، بیان، بدیع، عروض، منطق، فلسفہ، توقیت، ریاضی، میں یکتائے زمانہ تھے۔ طب، علم جفر، تکسیر، زیجات، جبر ومقابلہ، لوگارثم، جیومیٹری، مثلث کروی وغیرہ علوم میں بھی آپ کامل مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے پچاس سے زائد علوم وفنون میں تقریبا ایک ہزار تصانیف کا ذخیرہ بطور یادگار چھوڑا ہے، بلکہ ہر فن میں اپنی قیمتی تحقیقاتِ سے چار چاند لگا دیے ہیں آپ کی ذات لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد کی مکمل مصداق تھی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے تبحر علمی کا اعتراف صرف عجم ہی کو نہیں بلکہ علماء عرب کو بھی ہے، چنانچہ حافظ کتب حرم مکہ علامہ سید اسماعیل خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کے بعض فتاوی کا مطالعہ کیا تو برجستہ پکار اُٹھے: "واللہ أقول والحق أقول أنه لو رأها ابو حنيفة النعمان لأقرت عينه ولجعل مؤلفها من جملة الأصحاب"۔

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ ان فتاوی کو دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور ان فتاوی کے مؤلف یعنی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے تلامذہ میں شامل کر لیتے۔

(فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں 84 بحوالہ الاجازات المتینۃ ص 9)

بلکہ لطف کی بات تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو آپ سے شدید اختلافات تھے وہ بھی آپ کی فقاہت اور علوم اسلامیہ میں آپ کی بے مثال مہارت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے

مولوی ابوالحسن علی ندوی کے والد مولوی عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: "برع فی العلم وفاق أقرانه فی كثير من الفنون لا سيما الفقه والأصول".

(الإعلام بمن فی تاريخ الهند من الأعلام المسمى بـ(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر) ج بعنوان المفتی احمد رضا البريلوی).

یعنی بیشتر علوم وفنون میں خصوصاً فقہ اور اصول فقہ میں اپنے معاصرین پر فائق تھے۔

ناظم ندوہ مولوی ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں: "يندر نظيره فی عصره فی الاطلاع على الفقه الحنفی وجزئياته، يشهد بذلك مجموع فتاواه و كتابه كفل الفقيه الفاهم فی أحكام قرطاس الدراهم الذی ألفه فی مكة سنة ثلاث وعشرين وثلاثمائة وألف". (نزهة الخواطر ج۸ ص۴۱)

ان کے زمانے میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید ہی کوئی ان کا ہم پلہ ہو اس حقیقت پر ان کا فتاوی اور ان کی کتاب کفل الفقیہ شاہد ہے جو انہوں نے 1323ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی۔ سبحان الله الفضل ما شهدت به الاعداء

مگر پھر بھی دل کا نفاق کہیں نہ کہیں ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ چنانچہ یہی علی میاں ندوی اپنی جماعتی روش سے مجبور ہو کر امام اہل سنت کی تنقیص شان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قلیل البضاعۃ فی الحدیث والتفسیر".
یعنی امام احمد رضا کی اہلیت حدیث وتفسیر میں بہت کم تھی۔
امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علی میاں ندوی کے اس غیر منصفانہ بلکہ خالص متعصبانہ تبصرے پر چشم کشا اور حقیقت افروز گفتگو تو ہم آگے کے سطور میں کریں گے ان شاء اللہ مگر اس مقام پر اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ناظم ندوہ کا یہ تبصرہ اگر عالم سکر میں نہیں تھا تو بلاشبہ یہ ان کے حسد قلبی کا نتیجہ ہی ہے جو دن کے اجالے میں چمکتے ہوئے سورج کا انکار کر رہے ہیں۔ امام احمد رضا کی تصانیف وتحریرات کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ امام احمد رضا مروجہ تمام علوم اسلامیہ میں مہارت تامہ رکھنے کے باوجود علم القرآن، علم الحدیث اور علم الفقہ میں اپنی مثال آپ تھے اور خاص کر علم حدیث میں تو آپ امیر المؤمنین فی الحدیث کے مرتبہ پر فائز تھے کہ آپ کے زمانے سے لیکر آج تک آپ جیسا کوئی محدث پیدا نہیں ہوا۔
حضرت علامہ ومولانا محمد حنیف خان صاحب رضوی صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف نے امام احمد رضا محدث بریلوی کی تصانیف وتحریرات سے تقریبا 3663 احادیث کو جمع کیا جسے امام اہل سنت نے تقریبا چار سو کتب احادیث سے اخذ کیا ہے اس سے علم حدیث میں آپ کی وسعت اطلاع اور اس فن میں آپ کی مہارت تامہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔
جب بھی کسی مسئلہ پر قلم اُٹھاتے تو اپنے موقف کی تائید میں آیات قرآنیہ پیش فرماتے بعدہ احادیث نبویہ وفعل صحابہ کرام بعدہ آئمہ مجتہدین وعلماء معتمدین ومتقدمین کی کتب معتبرہ مستندہ کے حوالے مع اصل عربی متن وعبارت پیش کرتے اور ایک ایک مسئلے کے ثبوت میں سینکڑوں حوالے درج فرماتے، مثال کے طور پر غائب کی نماز جنازہ پڑھنے اور نماز جنازہ

کی تکرار کے تعلق سے جب آپ سے استفتاء ہوا تو آپ نے اس کے جواب میں دو رسالے تحریر فرمائے (1) النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز (1315ھ) اور الھادی الحاجب عن جنازۃ الغائب (1326ھ) ان دونوں کتابوں میں سے آخر الذکر کتاب میں آپ نے درمختار، غنیۃ شرح منیہ، نور الایضاح، فتاوی عالمگیری، نہایہ شرح ھدایہ، ھدایہ، جوھرہ نیرہ، تبیین الحقائق، کافی، شرح وافی، بحر الرائق، مراقی الفلاح، محیط، وقایہ، نقایہ، تنویر الابصار، فتح القدیر، طحاوی شرح معانی الآثار، فتح المعین، برجندی وغیرہ تقریبا دو سو تیس (230) معتبر کتابوں کے حوالے نقل فرمائے اور ان حوالوں کی احادیث کی روشنی میں تطبیق فرما کر مسئلہ ایسا صاف اور واضح کر دیا کہ کسی کو شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔

الحمد للہ! اب تک آپ کی یہ کتاب لاجواب ہے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود بھی مخالفین ابتک اس کا جواب نہ دے سکے اور ان شاء اللہ کبھی بھی نہیں دے سکیں گے۔ آپ کی تحریرات کو پڑھنے سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ نے قرآن مجید کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا قرآن فہمی کے لیے جتنے علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر آپ کو گہرا عبور حاصل تھا۔

شان نزول، ناسخ ومنسوخ، تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالحدیث، تفسیر الصحابۃ اور استنباط احکام کے اصول سے پوری طرح واقفیت تھی بلکہ میرا دعوی ہے کہ اگر قرآن مجید کے مختلف تراجم سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے اور پھر ان تراجم کا موازنہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن صرف ترجمہ قرآن نہیں بلکہ صحیح معنوں میں شان الوھیت اور شان رسالت کی عظمت کا پاسبان بھی ہے۔ حضرت علامہ ومولانا محمد وصی سورتی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ایک استفتاء بھجوایا (آپ مرجع العلماء تھے بڑے بڑے علماء بھی آپ

سے استفادہ فرماتے حتی کہ آپ سے استفادہ کرنے والوں میں ایک چوتھائی تعداد تو صرف آپ کے ہم عصر علماء کی ہے) جس میں یہ سوال قائم کیا گیا تھا کہ کیا شرقی افق سے سیاہی نمودار ہوتے ہی مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ یا سیاہی کے بلند ہونے پر مغرب کا وقت ہوگا؟۔ امام احمد رضا اس کے جواب میں رقمطراز ہیں کہ:

سورج کی ٹکیا کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہی سیاہی شرقی افق سے کئی گز بلند ہو جاتی ہے ،آپ فرماتے ہیں: اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں۔ الحمد للہ عجائب قرآن منتہی نہیں۔ ایک ذرا غور سے نظر کیجیے تو آیہ کریمہ: "تولج الّیل فی النھار و تولج النھار فی الّیل"۔ کے مطالعِ رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایہ زمین کی سیاہی کو حکیمِ قدیر عز جلالہ، دن میں داخل فرماتا ہے ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمتِ شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔ (فتاوی رضویہ ج۲ ص ۲٦٣۔۲٦٤)

محدث اعظم ھند حضرت علامہ و مولانا سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"علمُ القرآن کا اندازہ صرف اعلی حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجیے جو اکثر گھروں میں موجود ہے۔ اور جس کی کوئی مثال سابق عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا۔ جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر در حقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے"۔ (مقالات یوم رضا ج۱ ص ٤١)

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ کی ایک کتاب نماز جمعہ کی اذان ثانی کے موضوع پر ہے، اس میں لفظ بین یدیہ کے معنی کی وضاحت کے سلسلے میں فرماتے ہیں: "اس لفظ کی تفصیل حاضر و شاہد سے کی جاتی ہے"۔ پھر اس لفظ

کے محل وقوع اور مواضع استعمال کے سلسلے میں قرآن عظیم سے شہادتیں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "میں نے تتبع اور تلاش سے قرآن عظیم میں ۳۸ جگہ اس لفظ کو پایا جن میں ۲۰ مقامات پر اس لفظ کی قرب پر کوئی دلالت نہیں۔ اور ایک جگہ اپنے حقیقی معنی قرب کے لیے آیا ہے۔ (یعنی دونوں ہاتھوں کے درمیان) اور ۱۷ جگہ قربت کے معنی کے لیے آیا ہے مگر ان معنی قرب میں بھی تفاوت عظیم ہے کہ اتصال حقیقی سے پانچ سو برس کی راہ تک کے لیے یہ لفظ بولا گیا ہے "۔ پھر تفسیر، لغت اور محاورات سے ۷۔۸ صفحات میں اس کی توضیح و تعیین فرمائی ہے، اور ثبوت فراہم کیے ہیں تو اس مسئلے میں تحریر کا موضوع ایک خالص فقہی مسئلہ ہے لیکن قرآن عظیم کی اڑتیس آیتوں کی توضیح و تفسیر میں آپ نے علوم وفنون کے جو دریا بہائے ہیں یہ بحثیں پڑھ کر قرآن عظیم سے شغف رکھنے والوں کی روح جھوم اُٹھتی ہے۔

مفتی بحر العلوم صاحب قبلہ مزید فرماتے ہیں کہ: ایک دوسری کتاب " **المبین ختم النبیین** "میں آیت مبارکہ خاتم النبیین پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "قرآن عظیم میں صرف ۶۶ پیغمبروں کے نام مذکور ہیں اور تین پیغمبروں کا ذکر مبہم طریقے پر ہوا ہے، اور تیس آیتیں ایسی ہیں جن میں رسول کا ذکر بطور استغراق ہوا ہے اور ایسے چھ مقامات ہیں جہاں رسولوں کا بے قید و عموم ذکر ہوا ہے "۔ ملخصا۔

مذکورہ بالا توضیحات کی روشنی میں آیت مبارکہ "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین " کے الف لام کی تحقیق یہ سب قرآن عظیم کی آیت مذکورہ پر آنکھیں روشن کرنے والے تفسیری مباحث ہیں۔ آیت ممتحنہ کی توضیح میں اور اس کے پس منظر میں مسئلہ ترک موالات پر سینکڑوں صفحے کا ایک مکمل رسالہ آپ کے حقیقت نگار قلم کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اخیر میں حضرت مفتی بحر العلوم قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے علم القرآن اور علم التفسیر کے تعلق سے امام احمد رضا کے نہایت قیمتی اور لاجواب افادات پر حقیقت پسندانہ تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

"یہ اور اعلیٰ حضرت کی تحریروں کے انبار میں اس موضوع سے متعلق بے شمار مواد ملے گا جسے ترتیب اور سلیقہ سے ایک جگہ کتابی صورت میں جمع کر کے شائع کر دیا جائے تو یہ ایک وقیع تقریری وثیقہ ہوگا جس میں ریسرچ اسکالروں کے ساتھ عام مسلمانوں کا بھی بھلا ہوگا"۔
(تقریظ بے مثیل جامع الاحادیث مقدمہ ص ۱۹۔۲۰)

امام احمد رضا اپنے وقت کے جلیل القدر فقیہ اور بڑے پائے کے محدث بھی تھے بلکہ علم حدیث میں ہر حیثیت سے یگانہ روزگار اور اپنی مثال آپ تھے، علم حدیث اور اس کے متعلقات پر اتنی وسیع اور گہری نظر رکھتے تھے کہ اب محسوس ہوتا ہے کہ ساری عمر صرف اسی فن کی تحصیل میں گذاری ہے۔ طرق حدیث، مشکلات حدیث، ناسخ ومنسوخ، راجح ومرجوح، طرق تطبیق، وجوہ استدلال، اقسام حدیث، اور اسماء الرجال یہ سب امور اُنہیں مستحضر رہتے تھے چنانچہ محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں، ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی بھی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح وتعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے اُٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا۔ اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔
(مقالات یوم رضا ج۱ ص ۴۱)

آپ کا خاص شغف تو قلم وقرطاس سے تھا (اپنی عمر شریف کے اڑسٹھ سال میں چون سال مسلسل لکھتے رہے نتیجۃً تقریباً ایک ہزار کتب ورسائل کا قیمتی سرمایہ اُمت محمدیہ کو عطا کیا) خطاب وبیان سے عموماً تعلق کم ہی رہا مگر علم حدیث میں آپ کی تبحر علمی کا اندازہ اس بات

سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب ۱۳۰۳ھ ۱۸۸۶ء میں شہر پیلی بھیت میں مدرسۃ الحدیث کا تاسیسی جلسہ منعقد ہوا جس میں ملک کے طول وعرض سے کثیر تعداد میں علماء اہل سنّت نے شرکت فرمائی بالخصوص علمائے سہارنپور، کانپور، رام پور، جونپور اور علمائے بدایون کی موجودگی میں جب حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ نے آپ سے تقریر کرنے کی فرمائش کی تو امام احمد رضا نے خاص علم حدیث کے موضوع پر مسلسل تین گھنٹے تک ایسا پر مغز اور مدلل خطاب فرمایا کہ علم حدیث میں آپ کی تبحر علمی کو دیکھ کر خود علماء دنگ رہ گئے، ملخصاً۔ (امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں ص ۱۳۲)

بنگال سے ایک سوال آیا کہ ہمارے علاقے میں ہیضہ، چیچک، قحط سالی وغیرہ آجائے تو لوگ بلا کے دفع کے لیے چاول، گیہوں وغیرہ جمع کر کے پکاتے ہیں علماء کو بلا کر کھلاتے ہیں اور خود محلے والے بھی کھاتے ہیں، کیا یہ طعام ان کے لیے کھانا جائز ہے؟۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ یہ طریقہ اور اہل دعوت کے لیے اس طعام کا کھانا جائز ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی ہرگز ممانعت نہیں ہے اس دعوے پر ساٹھ حدیثیں بطور دلیل پیش کیں یہ حدیث بھی پیش کی :"الدرجات افشاء السلام واطعام الطعام والصلوۃ باللیل والناس نیام "۔ اللہ تعالی کے ہاں درجات بلند کرنے والے امور ہیں سلام کا پھیلانا اور ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور رات کو نماز پڑھنا جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ پھر اس کی تخریج کی طرف توجہ فرمائی تو فرمایا کہ یہ حدیث مشہور و مستفیض کا ایک حصہ ہے جس میں بیان کیا ہیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی کی زیارت ہوئی اور اللہ تعالی نے اپنا دست قدرت اپنی شان کے مطابق آپ کے کندھوں کے درمیان رکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :"فتجلی لی کل شیئ وعرفت "۔ ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔ اب اس حدیث کے حوالے

ملاحظہ ہوں: رواہ امام الائمۃ ابوحنیفۃ والامام احمد وعبدالرزاق فی مصنفہ والترمذی والطبرانی عن ابن عباس ۔واحمد والطبرانی وابن مردویۃ عن معاذ بن جبل ۔وابن خزیمۃ والدارمی والبغوی وابن السکن وابونعیم وابن بسطۃ عن عبدالرحمن بن عایش ۔والطبرانی عنہ عن صحابی ۔والبزار عن ابن عمر وعن ثوبان ۔والطبرانی عن ابی امامۃ ۔وابن قانع عن ابی عبیدۃ بن الجراح ۔والدراقطنی وابوبکر النیسابوری فی الزیادات عن انس ۔وابوالفرج تعلیقا عن ابی ھریرۃ ۔وابن ابی شیبۃ مرسلا عن عبدالرحمن بن سابط (رضی اللہ عنھم اجمعین)

اخیر میں فرماتے ہیں کہ: ہم نے اس حدیث کو اس کے طرق کے تفصیل اور اختلاف الفاظ کو اپنی مبارک کتاب "سلطنت مصطفی فی ملکوت کل الوری" میں بیان کیا ہے۔

امام احمد رضا نے تخریج احادیث کے اداب پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام "الروض البھیج فی آداب التخریج" ہے۔مولوی رحمن علی اس رسالہ مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں: اگر اس سے قبل اس فن میں کوئی کتاب نہیں ملتی تو مصنف کو اس فن کا موجد کہہ سکتے ہیں۔(ملخصا فتاوی رضویہ مترجم جلد اوّل ص ۹۔۱۰)

علم حدیث کے جملہ فنون میں فن اسماء الرجال نہایت ہی مشکل فن مانا جاتا ہے صرف اس فن میں مہارت حاصل کرنے میں زندگی کا بیشتر حصہ صرف ہو جاتا ہے مگر اس فن میں بھی امام احمد رضا کی مہارت تامہ کا یہ عالم تھا کہ جب کسی طرف حدیث یا راوی حدیث پر بحث کرتے تو اس کا طبقہ ودرجہ طے کرنے میں دلائل وشواھد کے انبار لگا دیتے تھے روایتوں اور سندوں سے صفحے کے صفحے بھر دیتے تھے اور جرح وتعدیل و نیز معرفت وتمحیص حدیث پر جو بحث فرماتے ہیں وہ بڑے بڑے محدثین میں بھی بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے، مثال کے طور پر:

سادات کرام اور حضرات بنی ھاشم کوزکوۃ دینا حرام ہے اس مسئلے کی تحقیق میں آپ نے ایک مستقل کتاب " الزهر الباسم فی حرمة الزکوة علی بنی هاشم "تصنیف فرمائی ہے، اس کتاب میں آپ نے علم حدیث کے دریا بہا کر اپنی عبقریت کا طرہ امتیاز قائم کر دیا ہے۔ ایک حدیث کو بیان کر کے صرف ایک دو یا پانچ دس کتابوں کے حوالے نہیں بلکہ پچاسوں حوالے درج کرنا امام احمد رضا کے لیے کوئی دشوار مرحلہ نہیں تھا۔ جس کی نظیر فتاوی رضویہ شریف ج ٤ ص ٤٨٦ پر مرقوم وہ حدیث ہے جس میں بنی ہاشم اور سادات کرام پر زکوۃ کی حرمت کا بیان ہے۔ اس حدیث کی صحت میں امام احمد رضا نے ٢٥ راویان حدیث کے اسماء گرامی اور ان کی روایت کردہ یہ حدیث کون کون سی کتاب میں درج ہے وہ بھی ذکر فرما دیا ہے۔ (مقدمہ جامع الاحادیث ص ٣٣-٣٤)

اسی طرح ایک سوال پیش ہوا کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ اس موضوع پر غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی معیار الحق میں کلام کر چکے تھے اس لیے امام احمد رضا بریلوی نے اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی اور ایک سو چونتیس (١٣٤) صفحات پر مشتمل رسالہ " حاجز البحرین "تصنیف فرمائی۔ رسالہ کیا ہے علم حدیث اور علم اسماء الرجال کا بحر امواج ہے اس کا مطالعہ از حد مفید ہے۔ غیر مقلدین کو علم حدیث کا مدعی ہونے کے باوجود اس کا جواب دینے کی جرأت نہیں ہو سکی۔

امام نسائی حضرت رافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا وہ تیزی کے ساتھ سفر کر رہے تھے، شفق غروب ہونے والی تھی کہ اُتر کر نماز مغرب ادا کی پھر عشاء کی تکبیر اس وقت کہی جب شفق غروب ہو چکی تھی اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو نمازیں ایک وقت میں جمع نہیں کیں، بلکہ صورۃً اور عملاً جمع کیں۔ یہ بات میاں صاحب کے موقف کے خلاف تھی انہوں نے اس پر

اعتراض کیا کہ امام نسائی کی روایت میں ایک راوی ولید بن قاسم ہیں اور ان سے روایت میں خطا ہوتی تھی، تقریب میں ہے: صدوق یخطئ۔ اس اعتراض پر امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد وجوہ سے گرفت فرمائی۔

(۱) یہ تحریف ہے امام نسائی نے ولید کا فقط نام ذکر کیا تھا میاں صاحب نے ازراہ چالاکی اسی نام اور اسی طبقے کا ایک راوی متعین کرلیا جو امام نسائی کے راویوں میں سے ہے اور جس پر کسی قدر تنقید بھی کی گئی ہے، حالانکہ یہ راوی ولید ابن قاسم نہیں بلکہ ولید ابن مسلم ہیں، جو صحیح مسلم کے رجال اور آئمہ ثقات اور حفاظ اعلام میں سے ہیں۔ ہاں وہ تدلیس کرتے ہیں، لیکن اس کا کیا نقصان کہ اس جگہ وہ صاف حدثنی نافع فرمارہے ہیں۔

(۲) اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ وہ ابن قاسم ہی ہیں تاہم وہ مستحق رد نہیں امام احمد نے ان کی توثیق کی ہے، ان سے روایت کی، محدثین کو ان سے حدیث لکھنے کا حکم دیا۔ ابن عدی نے کہا جب وہ کسی ثقہ سے روایت کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں ہے۔

(۳) پھر امام احمد رضا نے حاشیہ میں قلم برداشتہ صحیحین کے ۱۳۱ ایسے راویوں کے نام گنوا دیے جن کے بارے میں اسماء الرجال کی کتابوں میں اخطاء یا کثیر الخطاء کے الفاظ وارد ہیں

(٤) حسان بن حسان بصری صحیح بخاری کے راوی ہیں ان کے بارے میں تقریب میں ہے صدوق یخطئ۔ ان کے بعد حسان بن حسان واسطی کے بارے میں لکھا ہے: ابن مندہ نے انہیں وہم کی بنا پر حسان بصری سمجھ لیا حالانکہ حسان واسطی ضعیف ہیں دیکھیے پہلے حسان بصری کو صدوق یخطئ کہنے کے باوجود واضح طور پر کہہ دیا کہ وہ ضعیف نہیں ہیں۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج اوّل ص ۱۱۔۱۲)

امام احمد رضا محدث بریلوی کی حدیث دانی کا جلوہ اگر کسی کو دیکھنا ہو تو وہ آپ کی مندرجہ ذیل کتابوں کا بالخصوص مطالعہ کرے ان شاء اللہ دل منور ہوگا، آنکھیں روشن ہوں گی اور

مخالفین کے جھوٹے پروپیگنڈوں کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

(۱) الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ ۱۳۱۳ھ

(۲) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین۔ ۱۳۱۳ھ۔

(۳) اکمل البحث علی اھل الحدث۔ ۱۳۲۱ھ

(٤) نبذۃ عن مدارج طبقات الحدیث۔ ۱۳۱۳ھ

(٥) الھاد الکاف فی حکم الضعاف، ۱۳۱۳ھ

(٦) الروض البھیج فی آداب التخریج، ۱۲۹۹ھ

(۷) النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب، ۱۲۹٦ھ

(۸) منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین، ۱۳۱۳ھ

(۹) النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید ۱۳۰۵ھ

(۱۰) الافاضات الرضویۃ فی اصول الحدیث۔

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ امام احمد رضا نے آئمہ متقدمین کی مندرجہ ذیل کتب احادیث، اصول احادیث اور کتب اسماء الرجال پر حواشی بھی ارقام فرمائے ہیں ان حواشی میں ایک خاص خوبی یہ بھی ہے کہ یہ حواشی عام مصنفین کے حواشی کی طرح صرف اصل کتاب کے متن وشرح سے ماخوذ نہیں بلکہ خود آپ کے افادات واضافات ہونے کی وجہ سے مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، تیسیر شرح جامع صغیر، تقریب التھذیب، سنن دارمی شریف، کتاب الاسماء والصفات، موضوعات کبیر، الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، تذکرۃ الحفاظ، خلاصہ تھذیب الکمال، میزان الاعتدال، تھذیب التھذیب، کشف الاحوال فی نقد الرجال، اللالی المصنوعۃ فی الاحادیث

الموضوعۃ، التعقبات علی الموضوعات، شرح نخبۃ الفکر، مجمع بحار الانوار، کنز العمال، کتاب الآثار، کتاب الحج، مسند امام اعظم، مسند امام احمد ابن حنبل، طحاوی شریف، خصائص کبری، الکشف عن تجاوز ھذہ الامۃ من الالف وغیرہ۔

بلا شبہ یہ سب علم حدیث میں امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت بصیرت تعمق نظری کا نتیجہ ہے۔ علوم حدیث میں آپ کو جو ملکہ اور مہارت تامہ حاصل تھا وہ اس باب میں آپ کی عبارات کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے کہیں اختصار کے ساتھ ضمناً اور کہیں تفصیل کے ساتھ مستقلاً آپ نے علوم حدیث پر ایسی معرکۃ الاراء ابحاث فرمائی ہیں کہ ان ابحاث علمیہ کو دیکھ کر یہ کہنا قطعاً بجا ہوگا کہ اگر ان بحثوں کو امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، اور امام احمد ابن حنبل جیسے محدثین ملاحظہ فرماتے تو امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سینے سے لگا کر دعا دیتے اور ان کی صلاحیتوں کو صد آفرین کہہ کر سراہتے۔

(ملخصاً مقدمہ جامع الاحادیث ص ۳۴-۳۵-۳۶)

لاریب امام احمد رضا بریلوی اپنے وقت کے جلیل القدر عالم دین بے نظیر محدث تھے علم حدیث میں آپ کی انہیں خدمات جلیلہ کو دیکھ کر علماء حرمین شریفین نے باصرار آپ سے حدیث کی سندیں لیں (جس کا تفصیلی بیان الاجازۃ المتینۃ لعلماء مکۃ والمدینۃ ۱۳۲۴ھ، اور الاجازۃ الرضویۃ لمبجل مکۃ البھیۃ ۱۳۲۳ھ میں موجود ہے) بلکہ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی شریف کے جید عالم شیخ یسین احمد الخیاری نے آپ کو امام المحدثین قرار دیا (الدولۃ المکیۃ مع (تقریظا) کراچی) اور حافظ کتب حرم شیخ اسماعیل مکی نے تو آپ کو شیخ المحدثین علی الاطلاق کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ (رسائل رضویہ ۷۲ ص۲۶۰ لاہور ۱۹۷۶ء)

مخالفین نے تو امام احمد رضا کی حدیث دانی اور علم حدیث کے تعلق سے آپ کی خدمات جلیلہ پر پردہ ڈالنے کی جان توڑ کوشش کی بلکہ اپنے جھوٹے پروپیگنڈوں سے دُنیا کو گمراہ کرنے میں

کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی مگر بھلا ہو علماء اہل سنت و جماعت کا جنہوں نے اس پہلو پر بھی شاندار کارہائے نمایاں انجام دیکر مخالفین کے جھوٹے پروپیگنڈے کی حقیقت دُنیا پر واضح کر دی نتیجۃً اس محاذ پر بھی انہیں منہ کی کھانی پڑی چنانچہ اس پہلو پر سب سے پہلا اور عظیم کارنامہ ملک العلماء حضرت علامہ ومولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دیا جنہوں نے فتاوی رضویہ اور دیگر کتب سے احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کر کے صحیح البھاری کے نام سے چھ (٦) جلدوں میں مرتب فرمایا۔ دوسرا عظیم کارنامہ حضرت علامہ ومولانا مفتی عیسی صاحب قبلہ نیر شیخ الحدیث دار العلوم مظہر العلوم گرسہائے گنج ضلع قنوج یوپی انڈیا نے انجام دیا جنہوں نے سالوں کی محنت شاقہ کے بعد فتاوی رضویہ کی جملہ احادیث کو فقہی ابواب پر ترتیب دے کر اپنے افادات کے اضافے کے ساتھ امام احمد رضا اور علم حدیث کے نام سے چار ضخیم جلدیں مرتب فرمائیں اور اس سلسلے کا تیسرا عظیم الشان اور بے مثال کارنامہ حضرت علامہ و مولانا محمد حنیف خان صاحب قبلہ صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف نے سالہا سال کی جان توڑ محنت کے بعد فتاوی رضویہ اور امام احمد رضا کی دیگر تصانیف سے احادیث نبویہ کا بڑا عظیم ذخیرہ جمع کر کے المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویۃ جامع الاحادیث کے نام سے مرتب فرمایا جس میں تقریباً چار ہزار احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کو بڑی عرق ریزی سے جمع کیا نیز ان کی جملہ تخریجات کو بھی درج فرمایا ہے آپ کی یہ کتاب بڑے سائز کے تقریباً چار ہزار صفحات اور چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ جو بلاشبہ رضویات کے باب میں آپ کا بڑا زبردست کارنامہ ہے اللہ تعالی ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ زیر نظر کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات امام احمد رضا کی معرکۃ الآراء تصانیف میں سے ایک لاجواب تصنیف ہے، واقعہ یہ ہوا کہ جمادی الآخرۃ 1305ھ کو امام اہل سنّت سیدی سرکار اعلی حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ایک استفتاء مع جواب کے بغرض

تصدیق واظہار ادعائے طلب تحقیق پیش ہوا جس میں مزارات اولیاء پر حاضری، فاتحہ خوانی اور اہل اللہ کی حاجت روائی وسماع الاموات کے تعلق سے سوال تھا چونکہ جواب کے چند اہم گوشوں سے امام احمد رضا کو سخت اختلاف تھا اس لیے مسئلے کی تنقیح کے لیے آپ نے قلم اُٹھایا اور ماہ رجب 1305ھ کی چند تاریخوں میں ہی یہ متہم بالشان رسالہ امت محمدیہ کو عطا فرمایا۔ کتاب کیا ہے اپنے موضوع پر علم وحکمت کی بحر ناپیدا کنار ہے کتاب اللہ عزوجل، احادیث مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، اقوال آئمہ اور تصریحات فقہاء وکتب معتبرہ معتمدہ سے دلائل وبراہین کا نہ تھمنے والا ایک سیل رواں ہے جو یقینا بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت دینے والا اور اہل ایمان کے ایمان کو مزید روشن کرنے والا ہے جو بلاشبہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ امام احمد رضا کے زمانے میں آج کل کی طرح احادیث کی تخریج کا رواج نہ تھا۔ عموماً تخریج احادیث کی نسبت آئمہ محدثین یا کتب حدیث کی طرف کردینے پر ہی اکتفا کیا جاتا تھا (کما لایخفی علی اہل العلم) مگر لائق مبارک باد اور قابل تحسین ہیں ڈاکٹر قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود چشتی صاحب قبلہ (اطال اللہ عمرہ وعم فیوضہ) بانی وناظم اعلی دار القلم اسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان جنہوں نے بڑی عرق ریزی، جان سوزی، لگن اور خلوص کے ساتھ امام اہل سنّت کے اس مبارک رسالے پر اپنے گرانقدر اور نہایت قیمتی تحشیہ وتخریج کا اضافہ کر کے اس رسالے کی افادیت میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب موصوف کی حاشیہ نگاری اور تخریجات کو متعدد مقامات سے پڑھا سچ کہتا ہوں دل جھوم اُٹھا بے ساختہ دل سے دعائیں نکلنے لگیں ڈاکٹر صاحب موصوف نے واقعی کمال کر دیا ہے۔

امام اہلِ سنّت کے حاسدین بالخصوص (آپ کی حدیث دانی پر بے جا انگشت نمائی کرنے والوں) کو ایسا زناٹے دار تھپڑ رسید کیا ہے جس کے درد سے وہ زندگی بھر کراہتے رہیں گے، موصوف کا یہ کارنامہ کئی وجود سے امتیازی شان کا حامل ہے۔

(۱) جملہ آیات قرآنیہ کو آیت نمبر اور سورہ کی تعیین کے ساتھ رقم فرمادیا ہے۔

(۲) امام اہل سنّت کے اس رسالے میں درج شدہ احادیث کے جتنے حوالے مل سکتے تھے تقریباً تمام حوالوں کو جلد نمبر صفحہ نمبر اور حدیث نمبر کی قید کے ساتھ قلمبند فرمادیا ہے

(۳) احادیث کا حوالہ دیتے وقت صفحات کے صفحات بھر دیے ہیں چنانچہ بعض بعض مقامات پر تو حوالوں کی تعداد پچاس سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔

(٤) حتی کہ جہاں کہیں فی الباب عن فلاں عن فلان عن فلان آیا ہے وہاں ان تمام راویان حدیث کی (اس باب کی) جملہ روایات کی تخریج بھی اسی مذکورہ نہج پر کرڈالی ہے۔

(٥) جہاں کہیں امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کو روایت بالمعنی کے طریقے پر بیان کیا ہے (بلاشبہ امام اہل سنّت جیسے عظیم محدث اور فقیہ کو روایت بالمعنی کا پورا حق حاصل تھا) ان تمام مقامات کی نشاندہی کر کے ان احادیث کے اصل متون کو بھی کتب حدیث کے حوالوں کے ساتھ (بقید جلد نمبر، صفحہ نمبر و حدیث نمبر) بیان فرمادیا ہے۔

(٦) متعدد مقامات پر پوری پوری حدیث نقل کر کے افادۃً اس کا ترجمہ بھی لکھ دیا ہے

(۷) اکثر و بیشتر مقامات پر احادیث کے حوالوں کے ساتھ اس حدیث کا درجہ بھی متعین کر دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے یا ضعیف۔

(۸) بہت حد تک مشکل الفاظ کے معانی کی وضاحت بھی کردی ہے۔

(۹) موقع و محل سے عندالضرورت سند حدیث پر بھی مکمل محدثانہ رنگ میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔

(۱۰) بعض مقامات پر اہل سنّت و جماعت کے موقف کے خلاف پیش کیے جانے والے اعتراضات کا نہایت علمی اور مدلل جواب مرحمت فرمایا ہے جسے پڑھ کر طبیعت باغ باغ ہو جاتی ہے۔

(۱۱) امام اہل سنت نے اپنے موقف کے اثبات میں جتنی کتب کی عبارات کو بطور استدلال پیش فرمایا ہے ڈاکٹر صاحب موصوف نے تقریباً ان تمام عبارات کو حوالوں سے مزین کر دیا ہے نیز جگہ جگہ اپنے قیمتی افادات کا اضافہ فرما کر اس مبارک رسالے کی تزئین و تحسین کا حق ادا کر دیا ہے جو عوام و خواص سبھی کے لیے قابل استفادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب موصوف کے اس عظیم کارنامے کو قبول فرمائے ان کے علم میں عمر میں عمل میں خوب برکتیں پیدا فرمائے اور جملہ اہل سنّت و جماعت کی طرف سے موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی الہ واصحابہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم۔

محمد اختر رضا مصباحی مجددی

خادم التدریس والافتاء دار العلوم مخدومیہ۔ وخطیب وامام مخدومیہ مسجد جوگیشوری، ممبئی انڈیا۔ 1438ھ\11\30، 23 اگست 2017ء۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأثرات

ضیغمِ اہل سنت، پیر طریقت، رہبر شریعت، فخر السادت، حضرت العلام مولانا

پیر سید مظفر شاہ صاحب قادری زاد اللہ عزہ وشرفہ وعلمہ الی یوم المعاد

اسلامی عقائد ہمیشہ ایک ہی رہے ہیں وجودِ باری تعالی، بنوت ورسالت، کتب سماویہ، ملائکہ، تقدیر، جنت ودوزخ وغیرہ اس دین کے بنیادی معتقدات ہیں جتنے انبیاءِ کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے خلق خدا کو ان ہی مقدس نظریات کی طرف دعوت دیتے رہے، حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسی علیہم السلام تک یہاں تک کہ ہمارے آقا ومولی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ جن پر رب کریم عزوجل نے نبوت ورسالت کے مرتبے اور زمانے کا اختتام فرمایا اور خاتم النبیین کا تاج آپ کی جبینِ مقدس پر سمایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی نظریہ اور عقیدہ کی تبلیغ واشاعت فرمائی۔

مگر ابلیس اور اس کے چیلے کب یہ چاہتے تھے کہ مخلوق اہل حق سے وابستگی اختیار کر کے دائمی نعمتوں کی مستحق بنے، ابلیسی قوتوں نے اپنا پورا زور اس بات پر لگا دیا کہ ان بنیادی عقیدوں میں کچھ نہ کچھ معنوی تحریف اور تبدیلی کریں تاکہ دینِ حق کا اصل پیغام مستور ومجوب ہو جائے اور لوگ صراطِ مستقیم کو نہ پا سکیں۔ اس لیے دین اور شریعت مصطفی علیہ السلام کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر متحد اور منظم رہنے کا اہل ایمان کو درس بابار دیا گیا جیسا کہ آل عمران آیت 103 میں ارشادِ باری تعالی ہوا۔ اور ہر اس بات اور نظریہ سے خود کو دور رہنے کا حکم دیا جو مسلمانوں کے اجماعِ عمل وقول کے خلاف ہو جیسا کہ سورۃ النساء آیت 115 میں ارشاد ہوا:

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور کیا

ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ (کنز الایمان) یہ آیت دلیل ہے اس کی کہ اجماعِ اُمت حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں جیسے کہ کتاب وسنّت کی مخالفت جائز نہیں (مدارک)۔

اور اس سے ثابت ہوا کہ طریق مسلمین ہی صراطِ مستقیم ہے، حدیث شریف میں وارد ہوا کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ سوادِ اعظم یعنی بڑی جماعت کی اتباع کرو جو جماعتِ مسلمین سے جُدا ہوا وہ دوزخی ہے۔ اس سے واضح ہے کہ حق مذہب اہل سنّت و جماعت ہے (فرمان صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ)۔ برصغیر کی ممتاز اور بزرگ شخصیت سرکارِ مجددِ الف ثانی شیخ احمد سرہندی نور اللہ مرقدہ اپنے مبارک مکتوبات میں ایک بنیادی اور اصل نصیحت فرماتے ہیں کہ: چاہیے اہل سنّت کے معتقدات پر مدارِ اعتقاد رکھیں اور زید وعمرو کی باتوں پر توجہ نہ دیں، بدمذھبوں کے خودساختہ خیالات وتوہمات پر مدارِ کار رکھنا خود کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی اتباع ضروری ہے تاکہ اُمیدِ نجات پیدا ہو۔ (مکتوبات دفتر اوّل مکتوب 251)

مراد ان تمام باتوں کی یہ ہے کہ اہل سنّت ایک تسلسل کا نام ہے جو کہ ما أنا عليه وأصحابي سے تعبیر وظاہر ہے۔ کسی فرد اور غیر معروف کی رائے سے کنارہ ہو کر اجماع اور اکثر اُمّت کے اقوال واحوال کی اتباع اہل سنّت و جماعت ہے۔ اُمّتِ مصطفی علیہ الصلاۃ والسلام کے مشاہیر علماء و مشائخ کا تسلسل جسے نصیب ہوا وہ سُنّی ہوا اور جماعت ہوا۔ اس وضاحت سے ہمارا مدعا پورے طور پر واضح ہوگیا کہ حق ہر دور میں اہل سنّت و جماعت کے ساتھ رہا ہے اور آج بھی یہ جماعت عالمِ اسلام کے جمہور علماء پر مشتمل ہے اور مسلمانوں کی عام اکثریت بھی اسی روش پر قائم ہے۔

چودھویں صدی ہجری میں ان اجماعی نظریات کی حفاظت اور ترجمانی امامِ اہل سنّت مجدّدِ دین وملّت، عظیم البرکت امام احمد رضا قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دی۔ اس وقت آپ حضرات کے ہاتھوں میں جو کتاب ہے یہ بھی ان عظیم نظریاتِ اہل سنّت کا اجماعی نظریہ ہے جس کی حفاظت امامِ اہل سنّت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں فرمائی۔

مسئلہ سماع موتی ہو یا مسئلہ توسل یہ اہل سنّت کا وہ بیان ہے جس کو ہر دور میں اہل حق نے قبول کیا اور اس کی اشاعت میں اپنا بھرپور حصہ ملایا۔ شیخ الاسلام امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قد اجمع أهل السنة على اثبات الحياة فی القبور (شفا السقام)

ترجمہ: اہل سنّت کا حیات فی القبور کے ثبوت پر اجماع اور اتفاق ہے۔

اس مبارک کتاب میں امام اہل سنّت نے حیاتِ قبور و توسل اور دیگر ضروری نظریاتی ابحاث کو اجلّہ آئمہ کے مسلّم ارشادات سے مزین فرما کر اجماع اُمّت کے تحفظ کا حق ادا فرمایا۔

اس عظیم الشان کتاب کی تحقیقی و علمی تخریج و قدرے تسہیل کا کام محدث عصر، مناظر اہل سنّت حضرت علامہ قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود چشتی رضوی (مد اللہ ظلہ) نے سر انجام دیا، جناب نے اس سے پہلے بھی درجنوں علمی اور شاندار کتب کی تخریج و تحریر فرمائی ہے۔

جس کا علمی و تحقیقی حلقوں میں خوب شہرہ رہا امام اہل سنّت کی ایک بے مثال و مبارک تحریر **الامن والعلی** کی انتہائی شاندار تحقیق و تخریج کا کام بھی آپ نے سر انجام دیا ہے، امامِ اہل سنّت کے مسئلہ علمِ غیب پر تحریر کردہ کئی رسائل کی تحقیق و تخریج بھی آپ نے فرمائی۔

محدث عصر، جناب علامہ ابو احمد محمد ارشد مسعود صاحب قبلہ کی ایک اور بے مثال تحریر **پانچ بت** لائق مطالعہ ہے جس میں خارجی ذہنیت کا علمی تعاقب کیا گیا ہے اور حضرات انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اولیاءِ عظام کے مزارات اور اُن سے توسل کے خلاف خارجی نظریات کا انتہائی مضبوط دلائل سے تعاقب کیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے اللہ رب العزت کے محبوب و برگزیدہ بندوں کی محبت قلب میں اور زیادہ مستحکم ہو جاتی ہے۔

اللہ جل وعلا قبلہ کو درازی عمر بالخیر عطاء فرمائے اور بزمِ علم و دانش کی اس کوشش کو اپنی جناب میں قبول فرمائے، آمین۔ احقر الوری ابوحفص **سیّد مظفر شاہ قادری**

سرپرست بزمِ علم و دانش

حیاۃُ الموات فی بیانِ سماعِ الاموات

مُردے سنتے اور پہچانتے ہیں؟

تصنیف

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ

تخریج وحاشیہ

ڈاکٹر قاری ابواحمد محمد ارشد مسعود چشتی رضوی

بانی مرکز الفقہ الحنفی، دارالعلوم اسلامیہ ریسرچ سنٹر پاکستان

باہتمام

شیخ اہل سنت مقدام العلماء الاخیرین

حضرت علامہ مولانا سید مظفر حسین شاہ قادری صاحب مدظلہ العالی

بزمِ علم و دانش (انٹرنیشنل)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ۔ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ۔ وَاَعۡطَاہُ سَمۡعًا وَبَصَرًا وَعِلۡمًا فَزَانَ ۔ وَجَعَلَہٗ مَظۡھَرًا لِصِفَاتِ الرَّحۡمٰنِ ۔ وَلَمۡ یَجۡعَلۡہُ مَعۡدُوۡمًا بِفَنَاءِ الۡاَبۡدَانِ۔

تمام تعریف اللہ عزوجل کیلئے ہیں جس نے انسان کو پیدا کیا، اسے بیان سکھایا اور اس کو سماعت، بصارت اور علم دے کر سنوارا۔ اس کو رحمان کی صفات کا مظہر بنایا، اور بدنوں کے فنا ہونے سے اس کو معدوم نہ فرمایا۔

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الۡاَتَمَّانُ الۡاَکۡمَلَانُ ۔ عَلَی السَّمِیۡعِ الۡبَصِیۡرِ الۡعَلِیۡمِ الۡخَبِیۡرِ الۡمَلِکِ الۡمُسۡتَعَانِ اَلۡمَوۡلَی الۡکَرِیۡمِ الرَّؤُفِ الرَّحِیۡمِ الۡعَظِیۡمِ الشَّانِ ۔ سَیِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّافِذِ حُکۡمُہٗ فِیۡ عَوَالِمِ الۡاَمۡکَانِ ۔ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَابۡنِہٖ الۡغَوۡثِ الۡبَاھِرِ السُّلۡطَانِ ۔ اَلۡحَیِّ الۡمُنۡعَمِ فِی الۡقَبۡرِ الۡمُکَرَّمِ بِفَضۡلِ الۡمَنَّانِ ۔

اور زیادہ تام و کامل تر درود و سلام ہو ان پر جو سننے، دیکھنے، جاننے، خبر دینے والے سلطان ہیں، جن سے مدد مانگی جاتی ہے، جو کریم آقا، بڑے مہربان، رحم کرنے والے، بڑی شان والے ہیں، ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جن کا حکم امکان کے جہانوں میں نافذ ہے، اور ان کی آل واصحاب اور ان کے فرزند، روشن دلیل والے غوث پر، جو بہت احسان فرمانے والے رب کے فضل سے قبر مکرم میں زندہ، انعام یافتہ ہیں۔

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ شَهَادَةً يُّحَيّٰ بِهَا وَجْهُ الدَّيَّانِ۔	اور میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ ایسی گواہی جس سے جزا دینے والے رب کو تحیت پیش کی جائے۔
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ شَهَادَةً تُوْرِدُنَا مَوَارِدَ الرِّضْوَانِ۔	اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ ایسی شہادت جو ہمیں رضوان کے مقامات میں اُتارے۔
فَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ وَ بَارَكَ وَ اَنْعَمَ عَلٰى هٰذَا الْحَبِيْبِ الْقَرِيْبِ الْمُلْتَجٰى اَلْبَعِيْدِ الْمُرْتَقٰى الرَّفِيْعِ الْمَكَانِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ عَيَالِهٖ وَ حِزْبِهٖ اُوْلِى الْعِلْمِ وَالْعِرْفَانِ ۔ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ وَبِهِمْ وَلَهُمْ يَا جَلِيْلَ الْاِحْسَانِ ۔ وَجَمِيْلَ الْاِمْتِنَانِ ۔ اٰمِيْن اٰمِيْن اِلٰهَ الْحَقِّ اٰمِيْن. ط۔	پس خدا کا درود وسلام اور برکت وانعام ہو اُس محبوب علیہ السلام پر جو التجا کیلئے قریب، منزلِ ارتقا میں بعید، بلند مرتبے والے ہیں اور اُن کی آل واصحاب و عیال اور علم وعرفان والی جماعت اور اُن کے ساتھ، اُن کے طفیل، اُن کے سبب ہم پر بھی، اے بزرگ احسان، جمیل امتنان والے، قبول فرما، قبول فرما، اے معبود برحق قبول فرما!

اما بعد!

یہ معدود سطریں ہیں یا منضود سلکین۔(1)

تنقیح مسئلہ علم وسماع موتی وطلبِ دعا بمشاہد اولیاء میں، جنہیں افقر الفقراء احقر الوریٰ عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی، سنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی اَصْلَحَ اللّٰهُ عَمَلَهٗ وَحَقَّقَ اَمَلَهٗ نے اوائل ماہِ رجب ۱۳۰۵ھ ہجریہ کی چند تاریخوں میں رنگِ تحریر دیا اور بلحاظِ تاریخ "حَیَاۃُ الْمَوَاتِ فِیْ بَیَانِ سَمَاعِ الْاَمْوَاتِ" سے مسمّٰی کیا۔

اس سے پہلے کہ فقیر غفرلہٗ نے چند کلمے مسمّٰی بہ "اَلْاِهْلَالُ بِفَیْضِ الْاَوْلِیَاءِ بَعْدَ الْوِصَالِ" [سن تالیف: 1303ھ] جمع کئے تھے، اُن کے اکثر مطالب ومضامین بھی اِس رسالہ کے بعض انواع وفصول میں مندرج ہوئے۔

اب یہ عجالہ نہ صرف علم وسماع موتی کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللہ تعالیٰ خوب واضح کرے گا کہ حضراتِ اولیاء بعد الوصال زندہ اور اُن کے تصرف وکرامات پائندہ اور اُن کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں، خادموں، محبوں، معتقدوں کے ساتھ وہی امداد واعانت ویاری، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْقَدِیْرِ الْبَارِیْ۔

یہ رسالہ حق سے متصل، باطل سے مُنفصل، مقدمہ وسہ مقصد وخاتمہ پر مشتمل

وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَیْهِ التَّعْوِیْلُ۔

---

(1) [ایک دوسرے سے ملی موتیوں کی لڑی]۔

مقدمہ

باعثِ تالیف میں سلخ (1) جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ کو ایک مسئلہ بغرضِ تصدیق واظہار اِدعائے طلبِ تحقیق فقیر کے پاس آیا، صورتِ سوال یہ تھی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

چہ می فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین در یں باب — کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں

کہ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا، اُس وقت یہ کلمہ زبان سے نکلا کہ اے بزرگ، برگزیدۂ درگاہِ کبریائی! آپ اللہ پاک سے میرے واسطے دُعا کیجئے کہ حاجت میری فلانی برآوے کیونکہ آپ بزرگ ہیں بطفیلِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، واسطے اللہ کے حاجت برآوے۔ بعد کو کچھ فاتحہ و درود شریف پڑھا اور پیشتر میں پڑھا۔ یوں مزارگاہ میں جانا اور دُعا مانگنا اور زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

زیادہ والسلام، فقط انتہیٰ بلفظہٖ

اس پر بعض اجلہ مخادیم کا جواب مزیّن بمہر ودستخط جناب تھا، جس میں صاف صاف صورتِ مذکورہ کو شرک اور ادنیٰ درجہ شائبہ شرک قرار دیا، اور دلیل میں ایک نئے طور پر اصحابِ قبور کے انکارِ سماع بلکہ استحالہ وامتناع (2) سے کام لیا، تحریر شریف یہ ہے:

(1) (قمری مہینے کا آخری دن)

(2) (محال وناممکن ہونے سے کام لیا گیا)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس میں شک نہیں کہ زیارتِ قبورِ مومنین خاصۃً بزرگانِ دین اور پڑھنا درود شریف اور سورہ فاتحہ وغیرہ کا اور ثوابِ خیرات، اموات کو بخشنا مندوب و مسنون ہے، جس پر حدیث شریف جناب سیّد الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم

.. كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوهَا... ـ(1) میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا تو اب تم اُن کی زیارت کرو۔

---

(1)(هو قطعة من حديث بريدة بن الحصيب الأسلمي رضى الله عنه.

أخرجه عبد الرزاق في المصنف 3\569(6708)، وابن الجعد في مسنده 293 (1989)، و(2079)، وابن أبي شيبة في المصنف 3\29(11804)، وأحمد في مسنده 5\355(23293)، و356.357(23405)، ومسلم في الصحيح، كِتَابُ الْجَنَائِزِ(977)، و كتاب الْأَضَاحِيّ(1977)، وأبو داود في السنن، بَابٌ فِي زِيَارَةِ الْقُبورِ 503(3235)، و(3698)، والترمذي في السنن، بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخصَةِ فِي زِيَارَةِ القُبورِ(1054) والنسائي في السنن 305 (2034.2035)، وفي السنن الكبرى 3\69و 225، والبزار في مسنده 10\312(4435)، وابن الجارود في المنتقى (863)، وأبو عوانة في المستخرج 5\84ـ83، والطبراني في الأوسط 3\219(2966)، وفي الكبير 2\19(1152)، وفي مسند الشاميين 3\347(2442)، وابن شاهين في ناسخ الحديث و منسوخه 275(309)، وابن حبان في الصحيح 12\213(5391)، و12\222(5400)، والروياني في مسنده 1\71، والبغوي في شرح السنة 5\462(1553)، والبيهقي في السنن الكبرى 9\491، والآخرون. وقال الترمذي: وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَابنِ ==

مَسْعُودٍ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنهم۔ حَدِيثُ بُرَيْدَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حدیث علی المرتضی رضی اللہ عنہ

أخرجه ابن ابی شيبة في المصنف 29\3 (11806)، وأحمد في مسنده 145\1 (1236.1237)، وأبو يعلى في مسنده 240\1 (278)، والعقيلي في الضعفاء الكبير 54\2، و ابن عدي في الكامل 159\3، وفي نسخة 90\4، والآخرون۔ صحيح لغيره۔

حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

أخرجه عبد الرزاق فی المصنف 572\3 (6714)، وابن أبی شيبة في المسند 29\3 (11809)، وفي مسنده 212\1 (312)، و أحمد في مسنده (4319)، والبخاري في تاريخ الكبير 287\2، وابن ماجه في السنن، بَابُ مَا جَاءَ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ 231 (1571)، وفي نسخة: 113، و أبو يعلى في مسنده 202\9 (5299)، والشاشي في مسنده 295\1 (397)، وابن حبان في الصحيح 261\3، والدارقطني في السنن 259\4، والحاكم في المستدرک 336\2، وأبو نعيم في تاريخ أصبهان 442\1، والبيهقي في السنن الكبرى 129\4، والذهبي فی السير 42\17، والآخرون۔ صحيح لغيره۔

حدیث أنس بن مالک رضی اللہ عنہ

أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف 29\3 (11805)، وأحمد في مسنده 237\3 (13521)، و 250 (13650)، وأبو يعلى في مسنده 372.373\6 ()، والحاكم في المستدرک 531\1 (1388) و 532 (1393.1394)، والبيهقي في السنن الكبرى 129\4، والمقدسي في المختارة 320.321\6، والآخرون۔==

وقال الهيثمي فی مجمع الزوائد 5\65: رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَأَبُو يَعْلَى، وَالْبَزَّارُ بِاخْتِصَارٍ وَفِيهِ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ الْجَابِرُ وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ وَقَالَ أَحْمَدُ: لَا بَأْسَ بِهِ وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ.

حدیث أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ

أخرجه أحمد في مسنده 3\38، و 63، و 66، وعبد بن حميد في مسنده 1\303 (985)، والطحاوي فی شرح مشكل الآثار 12\181 (4744)، والحاكم في المستدرک 1\530 (1386)، والبيهقي في السنن الكبرى 4\129، والآخرون۔ وقال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔ وقال الهيثمي فی مجمع الزوائد 3\58: رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ. وقال: رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ، رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

أخرجه ابن عدي في الكامل 3\15، والخطيب في تاريخ بغداد 13\264، وابن عساكر في تاريخ دمشق 59\450، وغيرهما۔

حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

أخرجه ربيع في مسنده 194 (481)، والطبراني في الأوسط 3\133 (2709)، وفي الكبير 11\253 (11653)۔ وقال الهيثمي في مجمع الزوائد 3\59: رواه الطبراني في الكبير والأوسط وفيه النضر أبو عمر وهو ضعيف جدا۔ وقال 5\66: رواه البزار وفيه يزيد بن أبي زياد وهو ضعيف يكتب حديثه وبقية رجاله ثقات۔

حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

أخرجه الطبراني في الأوسط 7\52 (6833)، وفي الصغير 2\116 (879)، وفي مسند الشاميين 1\348 (604)، و 2\215 (1213)، وقال الهيثمي في ==

مجمع الزوائد :رواه الطبراني في الصغير والأوسط وفيه يزيد بن جابر الأزدي والد عبدالرحمن الحافظ ولم أجد من ترجمة وبقية رجاله ثقات۔

قلت :له متابع وهو سليمان بن موسى كمافي مسند الشاميين 2\215(1213)۔ وهو موثق كماقال عثمان الدارمي عن دحيم: ثقة، وقال أبو حاتم: محله الصدق وفي حديثه بعض الإضطراب ولا أعلم أحدا من أصحاب مكحول أفقه منه ولا أثبت منه ۔۔وقال ابن عدي: وهو عندي ثبت صدوق۔۔وقال ابن سعد: ثقة۔۔۔وذكره ابن حبان في الثقات، وقال يحى بن معين ليحى بن أكثم سليمان بن موسى ثقة وحديثه صحيح عندنا۔ولكن قال البخاري : عنده مناكير، وقال النسائي: أحد الفقهاء، وليس بالقوي في الحديث۔(انظر تهذيب التهذيب لابن حجر 4\198)

حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ

أخرجه الطبراني في الكبير 2\94 (1419)، وقال الهيثمى فى مجمع الزوائد 3\59:رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَفِيهِ يَزِيدُ بْنُ رَبِيعَةَ الرَّحَبِيُّ، وَهُوَ ضَعِيفٌ.

حدیث زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ

أخرجه الطبراني في الكبير 5\82 (4648)، وابن عساكر في تاريخ دمشق 34\364.

حدیث أم سلمۃ رضی اللہ عنہا

أخرجه الطبراني في الكبير 23\278 (602)، وقال الهيثمى فى مجمع الزوائد 3\58:رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَفِيهِ يَحْيَى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ، وَهُوَ ضَعِيفٌ.

حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا

أخرجه البخاري في التاريخ الكبير 6\247)۔

وفي الباب أحاديث أخرى. انظر: مجمع الزوائد، والتلخيص الحبير وغيرهما۔

نص صریح ناطق، لیکن بزرگانِ اہل قبور کو خطاب طلبِ دُعائے حاجت روائی خود کرنا خالی از شائبہ وشبہ شرک نہیں، کیونکہ جب درمیان زائر اور مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماعِ اصوات اور بصارتِ صور محال، اگرچہ بعض اموات کو بوجہ (☆) قطع تعلق از مادۂ زیادتِ (☆) ادراک بھی حاصل ہو۔ لیکن یہ مستلزم اِس کو نہیں کہ بلاتوجہ خاص جس کا انکشافِ حال خارج از علمِ زائر اور بحیز اختیارِ پروردگار عالم ہے بروقتِ دُعا زائر کے وہ بزرگ اُس کی دُعا کو سن لیں، جب زائر بلا حصولِ علم مرتکب سوال کا ہے تو گویا سائل نے اہلِ قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے اور نہیں ہے یہ اعتقاد مگر شرک اور ادنیٰ درجہ شائبہ وشبہہ شرک تو بالضرور ہوا، جس سے احتراز واجتناب لازم وواجب۔

(☆) عجیب لطیفۂ غیبی اقول وباللہ التوفیق، ذی علم اگرچہ لغزش کریں پھر بھی سخن حق اُن کے کلام میں اپنی جھلک دکھا ہی جاتا ہے۔ یہ بوجہ مولوی صاحب نے ایسے فرمائے جس نے مذہبِ حق کی وجہ موجہ ظاہر کردی، میں عرض کروں جب زیارتِ ادراک کی وجہ علائقِ مادی کا انقطاع ہے تو وہ عموماً ہر میت کو حاصل کہ موت خود اسی قطع تعلق مادی کا نام ہے، تو بعض اموات کی تخصیص محض بے وجہ، بلکہ تمام اموات کو حاصل ہونا چاہیے اور بے شک ایسا ہے۔ اسی لئے اکابر محققین تصریح فرماتے ہیں کہ موت کے بعد کا ادراک بہ نسبت ادراکِ حیات کے صاف تر اور روشن تر ہے۔ مقصدِ اخیر میں اِس کی بعض تصریحیں آئیں گی۔ زیادہ نہیں تو نوع دوم مقصد سوم مقال چہارم میں شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کا قول ملاحظہ ہوجائے۔ منہ۔

(☆) مولوی صاحب اس کلام سے شاہ عبدالعزیز صاحب کے اُس قول کی طرف مشیر ہیں جس کا ایک پارہ نوع ۲ مقصد ۳ مقال ۱۶ میں مذکور ہوگا۔ اور تتمہ جس نے آدھی وہابیت کا کام تمام کردیا۔ عنقریب سوال ۱۵ میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالی، اُس میں شاہ صاحب نے بے شائبہ شبہہ ثابت مانا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اولیائے کرام کے مدارک کو ایسی وسعت دیتا ہے، مولوی صاحب ==

فرقانِ حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریحِ تام موجود از انجملہ ہے، سورۃ یوسف میں ہے:

{وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ}(1) اور ان میں اکثر خدا کو نہیں مانتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

اور حدیث شریف میں ہے:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ. (2) جس نے غیر خدا کی قسم کھائی اس نے شرک کا کام کیا۔

اور اس حرمت کا سبب سوائے اس کے نہیں کہ حالف کی اس قسمِ غیر خدا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں غیرِ خدا کو بھی نفع وضرر رساں جانتا ہے جو معناً شرک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مہر شریف

== کے لفظ یہاں ایسے واقع ہوئے جو اقرار وانکار دونوں کا پہلو دیں، خیر اگر شاہ صاحب کو اس قول میں خاطی پائیں اور اپنی اگرچہ کو اساغت یا فرض ہی پر محمول رکھیں تاہم ہمیں مضر نہیں، نہ آپ کے کلام کی اصلاح کرسکتا ہے کماسترى، ان شاء اللہ تعالیٰ، منہ۔

(1)(سورۃ یوسف:106)

(2)(قلت:(وَفِي رواية: فَقَدْ كَفَرَ.

أخرجه أحمد في مسنده (6072)، والترمذي في السنن، أَبْوَاب النُّذُورِ وَالأَيْمَانِ (1535)، وأبو داود في السنن، كِتَاب الأَيْمَانِ وَالنُّذُورِ (3251)، وأبو عوانة في المستخرج 4\44(5967)، وابن حبان في الصحيح 200\199.200 (4358)، والحاكم في المستدرك 1\65(45)، و1\117(169)، و4\330 ==

==(7814)، من طريق الحَسَنِ بن عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَعْدِ بنِ عُبَيْدَةَ، سَمِعَ ابنُ عُمَرَ، رَجُلًا يَقُولُ: وَالكَعْبَةِ فَقَالَ: لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللهِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ وَأَشْرَكَ۔ بلفظ أحمد

أخرجه الطيالسى فى مسنده 3\412(2008)، ومن طريقه ابن الجعد فى مسنده 140(895)، من طريق شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، وَالْأَعْمَشِ،۔۔۔سَمِعَا سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ، يُحَدِّثُ عَنِ ابنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّ رَجُلًا، سَأَلَهُ عَنِ الرَّجُلِ، يَحْلِفُ بِالْكَعْبَةِ، فَقَالَ: لَا تَحْلِفْ بِالْكَعْبَةِ وَلَكِنِ احْلِفْ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ، فَإِنَّ عُمَرَ كَانَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ۔

أحمد في مسنده (5593)، و(6073)، والبزار في مسنده 12\22(5390)، والبيهقي فى السنن الكبرى 10\52، من طريق شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بنِ عُبَيْدَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابنِ عُمَرَ رضي الله عنهما فَقُمْتُ وَتَرَكْتُ رَجُلًا عِنْدَهُ مِنْ كِنْدَةَ، فَأَتَيْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: فَجَاءَ الْكِنْدِيُّ فَزِعًا فَقَالَ: جَاءَ ابْنَ عُمَرَ رَجُلٌ فَقَالَ: أَحْلِفُ بِالْكَعْبَةِ، فَقَالَ: لَا، وَلَكِنِ احْلِفْ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ، فَإِنَّ عُمَرَ كَانَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْلِفْ بِأَبِيكَ، فَإِنَّهُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ۔

والبزار في مسنده 12\23(5393)، من طريق سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ ابنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فقد أشرك.

أحمد في مسنده (5375)، من طريق شَيْبَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بنِ عُبَيْدَةَ قَالَ: جَلَسْتُ أَنَا وَمُحَمَّدٌ الْكِنْدِيُّ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ثُمَّ قُمْتُ مِنْ عِنْدِهِ، فَجَلَسْتُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: فَجَاءَ صَاحِبِي وَقَدِ اصْفَرَّ وَجْهُهُ وَتَغَيَّرَ لَوْنُهُ، فَقَالَ: قُمْ إِلَيَّ، قُلْتُ: أَلَمْ أَكُنْ جَالِسًا مَعَكَ السَّاعَةَ؟ فَقَالَ سَعِيدٌ: قُمْ إِلَى صَاحِبِكَ، قَالَ: فَقُمْتُ إِلَيْهِ. ==

== فَقَالَ: أَلَمْ تَسْمَعْ إِلَى مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ؟ قُلْتُ: وَمَا قَالَ؟ قَالَ: أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَعَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ أَحْلِفَ بِالْكَعْبَةِ؟ قَالَ: وَلِمَ تَحْلِفُ بِالْكَعْبَةِ؟ إِذَا حَلَفْتَ بِالْكَعْبَةِ فَاحْلِفْ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ، فَإِنَّ عُمَرَ كَانَ إِذَا حَلَفَ قَالَ: كَلَّا وَأَبِي فَحَلَفَ بِهَا يَوْمًا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لا تَحْلِفْ بِأَبِيكَ، وَلَا بِغَيْرِ اللهِ، فَإِنَّهُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ.

أخرجه أبو نعيم في الحلية 9\253، من طريق شَيْبَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ مُحَمَّدٍ الْكِنْدِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَحْلِفْ بِأَبِيكَ وَلَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللهِ فَإِنَّهُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ۔

وأخرجه ابن بشران في الأمالى (1226)، والخطيب فى تالي تلخيص المتشابه 1\270(154) من طريق يَزِيدَ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ۔

وأخرجه الطبراني في الكبير 13\205(13923)، من طريق العوّام بن حَوْشَب، عن إبراهيم التَّيمي، عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: سمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ۔

أخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار 2\297(826)، من طريق سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: لَا وَأَبِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ بِشَيْءٍ دُونَ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ۔

أخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار 2\300(831)، من طريق جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي مِنْ كِنْدَةَ جُلُوسًا عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَقُمْتُ فَجَلَسْتُ إِلَى ابْنِ الْمُسَيِّبِ فَأَتَانِي صَاحِبِي فَقَالَ: قُمْ إِلَيَّ، وَقَدْ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ، فَقُلْتُ لَهُ: أَلَيْسَ إِنَّمَا فَارَقْتُكَ قُبَيْلُ؟ قَالَ سَعِيدٌ: قُمْ إِلَى صَاحِبِكَ، =

== فَقُمتُ إلَيهِ، فَقَالَ: أَلَمْ تَرَ إلَى مَا قَالَ ابنُ عُمَرَ؟ فَقُلْتُ: وَمَا قَالَ؟ قَالَ: أَتَاهُ رَجلٌ فَقَالَ: أَحْلِفُ بِالْكَعْبَةِ؟ قَالَ لَا، وَلِمَ تَحْلِفُ بِالْكَعْبَةِ؟ احْلِفْ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ فَإِنَّ عُمَرَ حَلَفَ بِأَبِيهِ عِندَ النَّبِيِّ عَلَيهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ: "لَا تَحْلِفْ بِأَبِيكَ، فَإِنَّهُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ۔

وأخرجه عبد الله بن المبارک فی مسنده (171)، و أحمد في مسنده (5346)، من طريق مُوسَى بنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ عُمَرَ رضي الله عنهما ـ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ بِغَيرِ اللهِ فَقَالَ فِيهِ قَوْلًا شَدِيدًا۔

قال الترمذي: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَفُسِّرَ هَذَا الحَدِيثُ عِندَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ: أَنَّ قَوْلَهُ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ عَلَى التَّغْلِيظِ، وَالحُجَّةُ فِي ذَلِكَ حَدِيثُ ابنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ عُمَرَ يَقُولُ: وَأَبِي وَأَبِي، فَقَالَ: أَلَا إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَالَ فِي حَلِفِهِ وَاللَّاتِ، وَالعُزَّى فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. هَذَا مِثْلُ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الرِّيَاءَ شِرْكٌ وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ هَذِهِ الآيَةَ: {فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا} الآيَةَ، قَالَ: لَا يُرَائِي.

قال الطحاوي في شرح مشكل الآثار 2\300: فَوَقَفْنَا عَلَى أَنَّ مَنْصُورَ بْنَ الْمُعْتَمِرِ قَدْ زَادَ فِي إِسْنَادِ هَذَا الْحَدِيثِ عَلَى الْأَعْمَشِ، وَعَلَى سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ رَجُلًا مَجْهُولًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ ابْنِ عُمَرَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ فَفَسَدَ بِذَلِكَ إِسْنَادُهُ غَيْرَ أَنَّا قَدْ ذَكَرْنَا فِي تَأْوِيلِهِ مَا إِنْ صَحَّ كَانَ تَأْوِيلُهُ الَّذِي تَأَوَّلْنَاهُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَاهُ فِيهِ، وَاللهَ نَسْأَلُهُ التَّوْفِيقَ.

وقال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، فَقَدِ احْتَجَّا بِمِثْلِ هَذَا الْإِسْنَادِ وَخَرَّجَاهُ فِي الْكِتَابِ، وَلَيْسَ لَهُ عِلَّةٌ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَلَهُ شَاهِدٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، فَقَدِ احْتَجَّ بِشَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ النَّخَعِيِّ۔

وقال الذهبی فی تلخیص المستدرک: علی شرطهما رواه ابن راهویه عنه هکذا۔=

وقال البيهقي: وَهٰذَا مِمَّا لَمْ يَسْمَعْهُ سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ مِنِ ابْنِ عُمَرَ۔

وقال الدارقطني فى العلل 233. 13\234:وسئل عن حديث أبي عبد الرحمن السلمي، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عليه وسلم، قال: لا تحلف بأبيك، ولا بغير الله، فإنه من حلف بغير الله فقد أشرك.فقال: يرويه سعد بن عبيدة، واختلف عنه؛ فرواه محمد بن فضيل، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أبي عبد الرحمن، عن ابن عمر.وخالفه الثوري، وعبد الله بن داود، الخريبي، فروياه عن الأعمش، عن سعد بن عبيدة، أنه سمع من ابن عمر.

وَرَوَاهُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، وَاخْتُلِفَ عَنْهُ؛

فَرَوَاهُ شيبان، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ محمد الكندي، عن ابن عمر.

وخالفه الثوري، ويزيد بن عطاء، فروياه عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ ابن عمر.

وقيل: عن الثوري، عن أبيه، والأعمش، ومنصور، وجابر الجعفي، عن سعد بن عبيدة، عن ابن عمر.وكذلك رواه الحسن بن عبيد الله، عن سعد بن عبيدة، عن ابن عمر.

وقال عمر بن عبيد، عن سعيد بن مسروق، عن رجل لم يسمه، عن ابن عمر، وهو سعد بن عبيدة، وسماه الثوري، عن أبيه.

اللہ عزوجل کے علاوہ اور کسی کی قسم اُٹھانے سے قسم نہیں پڑتی، البتہ اگر کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم اُٹھائے یا کعبہ یا فرشتہ جبرئیل یا کسی ولی وغیرہ عظیم شخصیت کی تو قسم نہیں پڑے گی پس ایسی قسم توڑ دی جائے تو اس کا کفارہ بھی نہیں ہے۔ مگر اس قسم یعنی کسی عظیم شخصیت کی قسم اُٹھانے میں اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کا اعتقاد ہو (یعنی توڑنے پر کفارہ لازم وواجب جانے) تو یہ شرک ہے اور اگر اس قسم سے کسی نبی یا رسول وغیرہ کی توہین ہوتی ہو تو یہ کفر ہے لیکن اگر ایسی کوئی بات پیش نظر نہیں، بلکہ محض قسم کھانے کا ارادہ ہے تو اس میں مسالک مختلف ہیں۔ تفصیل کے ملاحظہ فرمائیں: الفقه على المذاهب الأربعة 2\71)

اس جواب کو دیکھ کر زیادہ تر حیرت یہ ہوئی کہ مولوی صاحب کی کوئی تحریر ان خلافاتِ محدثہ (1) میں آج تک نظر سے نہ گزری تھی۔

گمان یوں تھا کہ قصداً احتراز فرماتے ہیں بلکہ غلو منکرین کو خود بھی لائق انکار ٹھہراتے ہیں۔ طرفہ تر یہ کہ پہلی بسم اللہ قلم کو اذنِ رقم ملا تو یوں کہ طرزِ ارشاد فریقین کے مضاد، پھر سراپا ناتمامی تقریب و ناکامی مدعاء و اجنبیت دلیل و بے تعلقی دعویٰ اگرچہ حضراتِ نجدیہ کا قدیمی دستور، مگر فضیلت سے بغایت دور، فقیر کو بعض وجوہ سے مولوی صاحب کی رعایت ایک حد تک منظور، ولہذا ان سطور میں نامِ نامی مستور و نا مسطور، مگر اظہارِ حق بنص قرآن ضرور، اور حدیث صحیح میں

اَلدِّيْنُ النُّصح لِكُلِّ مُسْلِمٍ (2) (دین ہر مسلم کی خیر خواہی ہے) ماثور۔

---

(1) (فر: خلاف محدثہ ہے)

(2) (مجھے ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت نہیں ملی۔ یہ روایت بالمعنی بیان کی گئی ہے۔ البتہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے: بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الدِّينُ النَّصِيحَةُ: لِلهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ المُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ" وَقَوْلِهِ تَعَالَى: {إِذَا نَصَحُوا لِلهِ وَرَسُولِهِ} [التوبة: 91]۔ اور اس باب میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. (13\1, کراچی، وفی نسخۃ: جزء 121 (57)، اور صفحہ 14، وفی نسخۃ 121 (58) پر زیاد بن علاقہ کی طریق سے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

،،۔۔۔فَإِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: أُبَايِعُكَ عَلَى الإِسْلاَمِ فَشَرَطَ عَلَيَّ: وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فَبَايَعْتُهُ عَلَى هَذَا۔۔۔ وأخرجه الشافعي في مسنده 233، ==

==والطيالسي في مسنده 91(660)، وعبد الرزاق في المصنف 4\6(9819)، والحميدي في مسنده 348\2(794)،وفي نسخة: 46\2(842)،وأحمد في مسنده(19199،و19258)،ومسلم فى الصحيح 55\1، كراچى وفي نسخة (56)، والنسائي في السنن، كِتَابُ الْبَيْعَةِ (4156)، وفي السنن الكبرى 423\4 (7777)، وأبو عوانة 45\1 (105) و 433\4(7221)،والخرائطي في مكارم الأخلاق 249(766)،و250(767)، وأبو يعلى في مسنده 498\13(7509)، والطبرانى فى الكبير 349. 350\2(2466. 2467) ،وأبو نعيم في الحلية 237\7، والبيهقى فى السنن الكبرى 145. 146\8،وفي الآداب (189)،والبغوي في شرح السنة 91.92\13 (3511.3512) اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جس کا ذکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے کہ: بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الدِّينُ النَّصِيحَةُ: لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ"

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح 54\1(55) میں حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ۔

وأخرجه الشافعي في مسنده 233،وابن أبي شيبة في مسنده 320\2(820)، والحميدي في مسنده 369\2(837)،وأحمد في مسنده(16940. 16941)، وابن الجعد فى مسنده 392(2681) ،والعدني فى الإيمان (69)،والنسائي في السنن (4197. 4198)،وأبو داود في السنن،بَاب فِي النَّصِيحَةِ (4944)، وابن المقرئ في المعجم 293(946)، وأبو عوانة في المستخرج 44\1، وابن حبان في الصحيح 435\10(4574. 4575)، والروياني في مسنده 486. 487\2، والقضاعي فى مسند الشهاب 44. 45\1(17. 18)،وفي الباب أحاديث أخرى.

میرا مقصد تھا کہ اس مسئلہ میں تحقیق بالغ و تنقیح بازغ سے کام لوں، اس تفصیل جامع و تحریر لامع سے اختتام دوں کہ براہین اثبات کا حصر وافی ہو، ازہاق شبہات کا احاطہ کافی ہو، مگر جب دیکھا کہ خود جواب جناب مذہب منکرین سے منزلوں دور، اور اکثر اوہام جو اِدھر سے پیش ہوتے ہیں آپ ہی کی تحریر سے ہباءً منثور، تو مجھے بہت کفایت مؤنت و کمی مشقت ہوئی اور آخر رائے اس پر ٹھہری کہ بالفعل جناب کی تقریر خاص پر جو اعتراضات میرے ذہن میں ہیں گزارش کر کے چند آثار واحادیث و اقوال علمائے قدیم وحدیث ونبذے بحث اصل مدعا، یعنی ارواح طیبہ سے طلب دُعا اور بعد وصال اُن کا فیض ونوال لکھ کر ختم کلام کروں؟ اور بقیہ تحقیقات باہرہ وتدقیقات قاہرہ جو بحمد اللہ حاضر خاطر بندۂ قاصر ہیں، انہیں بشرط جواب مولوی صاحب دور آئندہ پر محمول رکھوں۔

با ایں ہمہ یہ مختصر رسالہ ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کر دے گا کہ مولوی صاحب (☆) کی یہ چند سطری تحریر اور اس پر مع اُن کے اصل مذہب (☆) کے چار سو وجہ سے دار و گیر وَاللّٰهُ الْمُعِيْنُ وَبِهٖ اُسْتُعِيْنَ. اللہ تعالی مددگار ہے اور اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے

(☆) (ب، ح) (اس رسالہ کا پہلا ہی نسخہ رجب 1305ھ میں مولوی صاحب کی خدمت حاضر کر دیا گیا مدتوں عزم جواب کا جوش رہا مگر پھر صدائے برنخاست یہاں تک کہ شوال 1312ھ میں مولوی صاحب نے انتقال کیا اب ان کو خود ہی معلوم ہو گیا ہوگا کہ مردے دیکھتے سنتے سمجھتے ہیں یا مر کر پتھر ہو جاتے ہیں ۱۲ منہ سلطان احمد خان۔

(☆) (اصل مذہب سے کبرائے مذہب مولوی صاحب کی تصریح مراد ہے کہ میت جماد ہے ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

اَلْمَقْصَدُ الْاَوَّلُ فِی الْاِعْتِرَاضَاتِ وَاِزَاحَۃِ الشُّبُھَاتِ

پہلا مقصد اعتراضات اور ازالۂ شبہات میں

میرا مقصد تھا کہ اس مسئلہ میں تحقیق بالغ و تنقیحِ بازغ سے کام لوں، اس تفصیل جامع و تحریرِ لامع سے اختتام دوں کہ براہینِ اثبات کا حصر وافی ہو، ازہاقِ شبہات کا احاطہ کافی ہو، مگر جب دیکھا کہ خود جواب جناب مذہبِ منکرین سے منزلوں دور، اور اکثر اوہام جو اُدھر سے پیش ہوتے ہیں آپ ہی کی تحریر سے ہباءً منثور، تو مجھے بہت کفایت مؤنت وکمی مشقت ہوئی اور آخر رائے اس پر ٹھہری کہ بالفعل جناب کی تقریر خاص پر جو اعتراضات میرے ذہن میں ہیں گزارش کر کے چند آثار واحادیث و اقوالِ علمائے قدیم وحدیث ونبذے بحث اصل مدعا، یعنی ارواحِ طیبہ سے طلبِ دُعا اور بعد وصال اُن کا فیض ونوال لکھ کر ختم کلام کروں اور بقیہ تحقیقاتِ باہرہ وتدقیقاتِ قاہرہ جو بحمد اللہ حاضر خاطر بندۂ قاصر ہیں، انہیں بشرطِ جواب مولوی صاحب دور آئندہ پر محمول رکھوں۔

بااین ہمہ یہ مختصر رسالہ ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کردے گا کہ مولوی صاحب (☆) کی یہ چند سطری تحریر اور اس پر مع اُن کے اصل مذہب (☆) کے چار سو وجہ سے دارو گیر وَاللّٰهُ الْمُعِيْنُ وَبِهٖ اُسْتُعِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے

(☆) (ب، ح) (اس رسالہ کا پہلا ہی نسخہ رجب 1305ھ میں مولوی صاحب کی خدمت حاضر کردیا گیا مدتوں عزم جواب کا جوش رہا مگر پھر صدائے برنخاست یہاں تک کہ شوال 1312ھ میں مولوی صاحب نے انتقال کیا اب ان کو خود ہی معلوم ہو گیا ہوگا کہ مردے دیکھتے سنتے سمجھتے ہیں یا مرکر پتھر ہوجاتے ہیں ۱۲ منہ سلطان احمد خان۔

(☆) (اصل مذہب سے کبرائے مذہب مولوی صاحب کی تصریح مراد ہے کہ میت جماد ہے ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

اَلْمَقْصُدُ الْاَوَّلُ فِی الْاِعْتِرَاضَاتِ وَاِزَاحَةِ الشُّبُهَاتِ

پہلا مقصد اعتراضات اور ازالۂ شبہات میں

اور اِس میں دونوع ہیں:

نوعِ اوّل: اعتراضاتِ مقصودہ میں

شاید مولوی صاحب نامِ اعتراضات☆ سے ناراض ہوں لہذا مناسب کہ پیرایہ سوال میں اعتراض ہوں۔

فَاَقُوْلُ وَبِاللهِ التَّوْفِيْقُ وَبِهِ الْوُصُوْلُ اِلٰى ذُرَى التَّحْقِيْقِ ۔ پس میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق اور اسی کی مدد سے تحقیق کی بلندیوں تک رسائی ہے۔

سوال (1)

جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سننی، صورت دیکھنی محال ٹھہرائی۔ اس سے مراد محال عقلی یا شرعی یا عادی۔

بر تقدیرِ اوّل کاش کوئی برہانِ قاطع اُس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ یہ حائل، مانع احساس نہ ہو، اگر کہئے نہ تو:

"اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" (1) بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

کا کیا جواب؟ اور فرمایئے ہاں تو استحالہ کہاں؟ ...... بر تقدیر ثانی آیاتِ قرآنیہ و☆ احادیثِ صحیحہ سے ثابت کیجیے کہ جب تک یہ حجاب حائل رہیں گے ابصار و سماع نہ ہو سکیں گے، الفاظ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں۔ بر تقدیر ثالث عادتِ اہلِ دُنیا مراد یا عادتِ اہل برزخ، درصورتِ اوّل کیا دلیل ہے کہ مانع دُنیوی عائق برزخ بھی ہے۔ کیا جناب کے نزدیک برزخ دُنیا کا ایک رنگ ہے؟

☆(ب، ح: اعتراض۔ وفر، ر: اعتراضات۔ ☆ (ب، ح: یا۔ فر، ر: و)

(1)(سورۃ البقرۃ:20.106.109)

اہل دُنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے مگر بطور خرقِ عادت اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں، حتیٰ کہ کفار بھی۔ احادیث نکیرین چھپنے کی چیز نہیں۔ درصورتِ دوم: جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیونکر جانی، اموات نے تو آکر بیان ہی نہ کیا اور طریقے سے علم ہوا تو ارشاد ہو اور ماموں کہ دعویٰ بتمام ہا زیرِ لحاظ رہے۔

سوال (2)

اسی تشقیق سے احد الشقین الاوّلین مراد تو آپ ہی کا آخر کلام اُس کا اوّل راد کہ محال عقلی، صالح تعلق اذن نہیں۔ اور محالِ شرعی سے ہرگز اذن متعلق نہ ہوگا۔

وبرشقِ ثالث اس کا اعتقادِ ممکن کا اعتقاد کہ ہر محالِ عادی، ممکن عقلی ہے اور شرکِ اعظم محالاتِ عقلیہ کا اعتقاد، تو اعتقادِ ممکن عقلی کا شرک ہونا محالِ عقلی بیّن الفساد "وَبِعِبَارَةٍ أُخْرٰى أَوْضَحُ وَأَجْلٰى" اور دوسری عبارت کے ساتھ زیادہ واضح وروشن ہے۔ جناب کی پچھلی عبارت صاف گواہ کہ بعض اموات کو ایسی زیادتِ ادراک عطا ہوتی ہے کہ وہ توجہ خاص کریں تو باذن اللہ دُعائے زائر سن سکتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے یا نہیں کہ یہ قوت انہیں ہر وقت کیلئے بخشے...... برتقدیرِ انکار سخت مشکل۔

"أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ" (1) تو کیا ہم پہلی تخلیق سے تھک گئے۔

درصورتِ اقرار، میت یہ وصف ملنے سے خدا کا شریک ہوگیا یا نہیں؟ میں جانتا ہوں ہاں نہ کہئے گا، اور جب نہ کی ٹھہری تو میں عرض کروں، وہ وصف جس کے ثبوت سے خدا کی شرکت لازم نہ آئی، اُس کے اثبات سے خدا کا شریک ہونا ☆ کیونکر قرار پایا؟

(1) (سورۃ ق:15)۔ ☆ (ب، ح: کرنا۔ فر، ر: ہونا)

اور جس کی حقیقت شرک نہیں اُس کا گویا شائبہ کیونکر ہوا؟

سوال (3)

کیا آدمی اُسی کام کو اپنے لیے حلال جانے جس کے بکار آمد ہونے پر یقین رکھتا ہو، باقی کو حرام سمجھے یا صرف اُمید کافی اگرچہ علم نہ ہو۔

درصورتِ اولیٰ واجب کہ نماز روزہ اور تمام اعمالِ حسنہ کو حرام جانیں کہ وہ بے قبول بکار آمد نہیں اور ہم میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اعمال قطعاً مقبول......

درصورتِ ثانیہ جب آپ کے نزدیک بھی بعض اکابر کا ایسا قوی الادراک (☆) ہونا مسلم کہ بتوجہ خاص باذن اللہ دُعائے زائر سن لیں تو وہاں کرمِ الٰہی سے ہر وقت اُمید وتوقع موجود کہ سننے کا علم نہیں، تو نہ سننے پر بھی جزم نہیں۔ پھر کلام کیوں کر ناروا ہوسکتا ہے۔ جناب کو اپنا اطلاق حکم ملحوظِ خاطر عاطر رہے۔

سوال (4)

یہ تو ظاہر ہے کہ سائل جن کے دروازوں پر سوال کرتے ہیں وہ ہر وقت فراخ دست نہیں ہوتے۔ اب ان سائلوں کو حضرت کے اعتقاد میں ہر شخص کے حال خانہ پر اطلاع و وقوف ہے یا نہیں۔

اگر کہیے ہاں تو جس طرح جناب کے نزدیک زائر بیچاروں نے حضراتِ اولیاء کو سمیع و بصیر علی الاطلاق مانا یونہی (☆) آپ نے اِن بھیک مانگنے والوں، جوگیوں، سادھوؤں

(☆) اگر تسلیم تحقیقی ہے تو امر ظاہر اور بطور تجویز وتقدیر ہے تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ صورت مان کر پھر اس کلام کی کیا گنجائش ہے یہ نکتہ محفوظ رہنا چاہیے ۱۲ منہ

(☆) تشبیہ مقصود بالذات ہے کہ یہ سوال نقض اجمالی ہے ورنہ ہمارے نزدیک نہ صرف اتنا علم و =

کو علیم وخبیر علی الاطلاق جانا، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ۔

اور اگر فرمائیے نہ، تو جبکہ سائل بلاحصولِ علم مرتکب سوال ہوتے ہیں۔ آپ کے طور پر گویا اہل بیوت کو معطی وقدیر علی الاطلاق قرار دیتے ہیں یا نہیں۔۔۔۔

برتقدیرِ اوّل واجب ہوا کہ سوال شرک نہ ہو، تو ادنیٰ درجہ شائبہ وشبہ شرک ضرور ہو حالانکہ بہت اکابر علماء واولیاء ☆ نے وقتِ حاجت اُس پر اقدام فرمایا ہے، حضرت ابوسعید خراز قدس سرہٗ العزیز جن کی عظمتِ عرفان وجلالتِ شان آفتابِ نیمروز سے اظہر، ہنگامۂ فاقہ ہاتھ پھیلاتے اور شیئاً للہ فرماتے (1)۔۔۔ یونہی سید الطائفہ جنید بغدادی کے استاد حضرت ابوحفص حداد وحضرت ابراہیم ادہم وامام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے وقتِ ضرورتِ شرعیہ سوال منقول، نقل کل ذالک العلامۃ المناوي في التیسیر (☆) یہ سب علامہ مناوی نے تیسیر میں نقل کیا ہے۔

== خبر مطلق نہ فقط اُتنا سمع وبصر مطلق۔ ۱۲ منہ۔ ☆ (ب، ح: اولیاء وعلماء)

(1) (قوت القلوب في معاملة المحبوب ووصف طريق المريد إلى مقام التوحيد 2\347.346، بلفظ: قد كان أبو سعيد الخراز يمدّ يده عند الفاقة ويقول: ثم شيء لله. وانظر: الرسالة القشيرية، باب الفتوة 2\438، والتيسير بشرح الجامع الصغير 2\241)

(☆) (تَحتَ قَوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ سَأَلَ مِنْ غَيْرِ فَقْرٍ فَكَأَنَّمَا يَأْكُلُ الْجَمْرَ ۱۲ منه۔

ذكره الهندي في كنز العمال 6\503(16729)، لفظ له۔ وعزاه إلى أحمد وابن خزيمة والضياء عن حبشي بن جنادة۔ أخرجه ابن خزيمة في صحيحه 4\100 (2446) بلفظ: مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الْجَمْرَ۔ وأخرجه أحمد في مسنده 4\165، والطبراني في الكبير 4\15 والطحاوي في شرح معاني الآثار 2\19۔

کتب فقہیہ شاہد عادل کہ بعض صور میں علمائے کرام نے سوال فرض بتایا ہے۔(1)
معاذ اللہ! یہ آپ کے طور پر شرک یا شائبہ شرک کا فرض ہونا ہوگا۔ بر تقدیرِ ثانی زائر
بیچارہ بلا حصولِ علم سوال کرنے پر کیوں اُن الفاظ کا مصداق ہوا۔

سوال (5)

جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جا کر جس وقت بات کیجیے سن لے۔ اس قدر سے
اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا یا نہیں؟
اگر کہیے ہاں! تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے
کہ دولت خانہ پر جا کر جب کسی نے بات کی ہے آپ کے کان تک پہنچی ہے۔ اور
فرمایئے نہ، تو مزار پر جا کر سمیع علی الاطلاق جاننا کیونکر سمجھا گیا!

سوال (6)

زمانہ وجودِ مخاطب کے استغراقِ اَزمِنہ باوصفِ خصوصِ مکان کو جناب نے مثبت سمع علی
الاطلاق ٹھہرایا تو استغراق ازمنہ وجود وامکنہ دُنیا بدرجہ اولیٰ موجب ہوگا۔
اب کیا جواب ہے اُس حدیث سے کہ امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی و عقیلی اور
ابن النجار و ابن عساکر و ابوالقاسم اصبہانی (رحمۃ اللہ علیہم) نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما
سے روایت کی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا:

---

(1) (کذا فی المحیط البرھانی 8\130: إذا کان المحتاج عاجزاً عن الکسب، ولکنه قادر علی أن یخرج ویطوف علی الأبواب، فإنه یفترض علیه ذلك، حتی إذا لم یفعل ذلك وقد هلك کان آثماً عند الله. وانظر : کتاب الکسب لمحمد بن الحسن الشیبانی ص88، والمبسوط للسرخسی 30\271، وغیرهما.

إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالَى مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ (زاد الطبراني: كُلَّهَا) قَائِمٌ عَلَى قَبْرِي (زاد: إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ) فَمَا مِنْ اَحَدٍ يُّصَلِّيْ عَلَيَّ صَلٰوةً اِلَّا اُبَلِّغْنِيْهَا۔ (1) (خصائص الكبرى)

بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہان کی بات سن لینی عطا کی ہے وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے، جو کوئی بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے یہ مجھ سے عرض کرتا ہے.

(1) (أخرجه الحارث فى مسنده 962\2 (1063), وابن الأعرابي في المعجم 84 (124), ومن طريقهما محمد بن عبد الرحمن النميري في الإعلام بفضل الصلاة علي النبى والسلام 133، من طريق عَبْدُ الْعَزِيزِ بنُ أَبَانَ, عَنْ نُعَيْمِ بْنِ ضَمْضَمٍ الْعَامِرِيِّ, ثنا عِمْرَانُ بنُ حِمْيَرِيٍّ الْجُعْفِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ " اللّٰهَ أَعْطَانِي مَلَكًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَقُومُ عَلَى قَبْرِي إِذَا أَنَا مُتُّ, فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ عَبْدٌ صَلَاةً إِلَّا قَالَ: يَا مُحَمَّدُ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ يُصَلِّي عَلَيْكَ يُسَمِّيهِ بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ فَيُصَلِّي اللّٰهُ عَلَيْهِ مَكَانَهَا عَشْرًا "(وذكره الحافظ في المطالب العالية (3326), والبوصيري في الإتحاف الخيرة المهرة (6285)

وأخرجه البزار فى مسنده 254.255\4 (125.126), وابن أبي عاصم فى الصلاة علي النبي (51)، والبخاري في التاريخ الكبير 416\6، وأحمد بن عبد الواحد المقدسي البخاري في جزء من تخريجه (ق 7)، من طريق أبو أحمد محمد بن عبد الله الزبيرى وسفيان بن عيينة، قَالَ: نا نُعَيْمُ بْنُ ضَمْضَمٍ، عَنِ ابْنِ الْحِمْيَرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِقَبْرِي مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ، فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ أَحَدٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَبْلَغَنِي بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ، هَذَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ قَدْ صَلَّى عَلَيْكَ.

وأخرجه القاضى بدر بن الهيثم فى حديثه (جمهرة الأجزاء الحديثية 227)(4)==

وابن المقري في المعجم 223(718)، من طريق عِصمَةُ بنُ عَبدِ اللهِ الأَسَدِيُّ، ثنا نُعَيمُ بنُ ضَمضَمٍ، عَن عِمرَانَ بنِ الحِميَرِيِّ قَالَ: قَالَ عَمَّارُ بنُ يَاسِرٍ وَأَنَا وَهُوَ مُقبِلَانِ مَا بَينَ الحِيرَةِ وَالكُوفَةِ: يَا عِمرَانُ بنَ الحِميَرِيِّ أَلَا أُخبِرُكَ بِمَا سَمِعتُ مِن رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: قُلتُ: بَلَى، فَأَخبَرَنِي قَالَ: قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَعطَى مَلَكًا مِنَ المَلَائِكَةِ أَسمَاءَ الخَلقِ، فَهُوَ قَائِمٌ عَلَى قَبرِي إِلَى يَومِ القِيَامَةِ، لَا يُصَلِّي عَلَيَّ أَحَدٌ صَلَاةً إِلَّا سَمَّاهُ بِاسمِهِ وَاسمِ أَبِيهِ، فَقَالَ: يَا أَحمَدُ صَلَّى عَلَيكَ فُلَانُ ابنُ فُلَانٍ، قَد كَفَلَ لِي الرَّبُّ سُبحَانَهُ أَن أَرُدَّ عَلَيهِ بِكُلِّ صَلَاةٍ عَشرًا.

وأخرجه أبو الشيخ فى العظمة 762 .763\2، والطبراني في الكبير والروياني في مسنده كما في جلاء الأفهام 107 .108، من طريق قَبِيصَةُ بنُ عُقبَةَ، عَن نُعَيمِ بنِ ضَمضَمٍ، حَدَّثَنَا ابنُ الحِميَرِيِّ، قَالَ: قَالَ لِي عَمَّارُ بنُ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ: أَلَا أُحَدِّثُكَ عَن رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ؟ قُلتُ: بَلَى، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَلَكًا أَعطَاهُ أَسمَاءَ الخَلَائِقِ كُلِّهِم، فَهُوَ قَائِمٌ عَلَى قَبرِي إِذَا مُتُّ إِلَى يَومِ القِيَامَةِ، فَلَيسَ أَحَدٌ مِن أُمَّتِي صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً إِلَّا سَمَّاهُ بِاسمِهِ وَاسمِ أَبِيهِ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ تَسلِيمًا كَثِيرًا، صَلَّى عَلَيكَ فُلَانٌ، فَيُصَلِّي الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى ذَلِكَ الرَّجُلِ بِكُلِّ وَاحِدٍ عَشرًا".

وأخرجه العقيلي في الضعفاء 248\3، من طريق عَلِيُّ بنُ القَاسِمِ الكِندِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا نُعَيمُ بنُ ضَمضَمٍ، عَن عِمرَانَ بنِ خُمَيرِيٍّ الجُعفِيِّ قَالَ: قَالَ عَمَّارُ بنُ يَاسِرٍ: أَلَا أُحَدِّثُكُم عَن حَبِيبِي، رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِي: "يَا عَمَّارُ، إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَعطَى مَلَكًا مِنَ المَلَائِكَةِ أَسمَاعَ الخَلَائِقِ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى قَبرِي إِذَا أَنَا مُتُّ، فَلَيسَ أَحَدٌ مِن أُمَّتِي يُصَلِّي عَلَيَّ صَلَاةً إِلَّا سَمَّاهُ بِاسمِهِ وَاسمِ أَبِيهِ: يَا مُحَمَّدُ، فُلَانُ بنُ فُلَانٍ صَلَّى عَلَيكَ يَومَ كَذَا كَذَا، قَالَ: وَيَكفُلُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ أَن يُصَلِّيَ عَلَى ذَلِكَ=

الْعَبْدِ عِشْرِينَ بِكُلِّ صَلَاةٍ"۔

وأخرجه الطوسي فى مختصر الأحكام (المستخرج على جامع الترمذي) 259. 260\2، والسبكي في طبقات الشافعية الكبرى 125\1، من طريق يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَرْحَبِيُّ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ ابن إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ قَالَ نَا نُعَيمُ بْنُ ضَمْضَمٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم يَقُولُ إن الله مَلَكًا أَعْطَاهُ اللَّهُ سَمعَ الْعِبَادِ كُلِّهِمْ وَأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ صَلاةً إلا أَبْلَغَنِيهَا وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيَّ أَحَدٌ إلا صَلَّى عَلَيْهِ عَشْرًا مِثْلَهَا وَإِنَّ اللَّهَ أَعْطَانِي ذَلِكَ۔

وذكره ابن أبي خاتم فى الجرح والتعديل 296\6, وابن عدي في الكامل 170\6, والهيثمي في مجمع الزوائد 162\10, وابن عساكر في تاريخه كما في تهذيبه لإبن منظور الأفريقى 416\2، والسخاوي فى القول البديع 246. 247، وعزاه إلى ابن الجراح فى أماليه۔

اس حدیث مبارکہ کے تحت قبلہ علامہ مفتی محمد عباس رضوی مدظلہ العالی رقمطراز ہیں

تو اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایک فرشتہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی آوازیں سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ جب ایک فرشتہ مدینہ شریف میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا ہو کر ساری کائنات کی آوازیں سن سکتا ہے اور یہ شرک نہیں تو پھر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کے بارے میں شک کرنا اور اس کو شرک کہنا کہاں کی مسلمانی ہے؟

حضرت علامہ عبدالرؤف المناوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"أى قوة يقتدر بها على سماع ما ينطق به كل مخلوق من إنس وجن وغيرهما" (فيض القدير شرح الجامع الصغير 483\2)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ انسان اور جن اور اس کے سوا تمام =

مخلوق الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو سنتا ہے۔

[التیسیر بشرح الجامع الصغیر 1\330 میں ہے کہ:

"أَي قوّة يقتدر بهَا على سَماع مَا ينْطق بِهِ كل مَخْلُوق من انس وجن وَغير همَا فِي أَي مَوضِع كَانَ"

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ انسان اور جن اور اس کے سوا تمام مخلوق الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو سنتا ہے۔ یعنی چاہے وہ آواز کہیں کی بھی ہو (دور و نزدیک کسی جگہ کی قید نہیں ہے)]

حضرت علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"أي: قوة يقتدر بها على سماع ما ينطق به كل مخلوق من إنس وجن وغيرهما"

یعنی اس کو اتنی قوت دی گئی ہے کہ وہ کائنات کی جملہ مخلوق کے جو منہ سے نکلتا ہے جن وانس وغیرھما سے وہ اسے سننے کی قدرت رکھتا ہے۔

(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية 5\336، وفي نسخة: 7\372)

علامہ ابن القیم نے تحریر کیا ہے:

"وَقد صَحَّ عَنهُ أَن الله وكل بقبره مَلَائِكَة يبلغونه عَن أمته السَّلَام"

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر پر فرشتے موکل فرمائے ہیں جو کہ آپ کی امت کا سلام آپ کو پہنچاتے ہیں

(كتاب الروح 73، وفي نسخة: 140 المسألة السادسة)

تو حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دور و نزدیک سے سننا اور ہر مخلوق کی آواز سننا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس کی عطا اور مہربانی کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے جسے وہ چاہے یہ طاقت عنایت فرمادے۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ.

تو یہاں سے ان لوگوں کی جہالت بھی آشکار ہوتی ہے کہ جو فوراً ایسے معاملات پر شرک کا ==

فتویٰ جڑ کر خود گمراہی کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔ یہ قوتِ سماعت ایک ایسے فرشتے کی ہے جو کہ ہمارے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ غلام اور امتی ہے۔ جب یہ امتی کا حال ہے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہوگا؟

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی

یہ تو شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا

قبر شریف پر کھڑے فرشتے کا اسم مبارک

اس مبارک فرشتے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر موکل ہے کے نام کے بارے میں بعض کتابوں میں ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الملک المؤکل بقبر النبي صلی اللہ علیه وسلم الذي أعطی أسماع الخلائق وقیل أسماؤهم اسمه مطروس"۔(الکنز المدفون للسیوطی 366)

وہ فرشتہ جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر موکل ہے جس کو تمام مخلوق کی آواز سننے کی طاقت عنایت فرمائی گئی ہے کہا گیا ہے کہ ان کے نام ہیں اور اس موکل فرشتہ کا نام مطروس (علیہ السلام) ہے۔ جبکہ اس کے برعکس حضرت علامہ مجد الدین الفیروزآبادی اور حضرت علامہ شمس الدین السخاوی نے ابن بشکوال کے حوالہ سے اس مبارک فرشتہ کا نام "منطروس" نقل فرمایا ہے۔ملاحظہ فرمائیں: (الصلات والبشر 103، و القول البدیع 116، والدر المنضود لابن حجر الهیتمی 150)

ممکن ہے کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے میم کے بعد نون چھوٹ گیا ہو۔ یا اس کے اُلٹ بھی ہوسکتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اعتراض

اس حدیث شریف پر ایک تو اعتراض یہ کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ =

نے کیا ہے "تفرد به إسماعيل بن إبراهيم إسنادا ومتنا"۔(ميزان الاعتدال 1\213)
کہ اس روایت میں نعیم بن ضمضم سے اسماعیل بن ابراہیم روایت کرنے میں متفرد ہے۔(اور وہ ہے بھی ضعیف)

جواب

حیرت ہے کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جیسا متبحر عالم دین فرما رہا ہے کہ اس حدیث میں اسماعیل بن ابراہیم متفرد ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کے متابع امام بزار رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں، ابو احمد اور امام سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور ابن الاعرابی رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں اس کا متابع، ابو خالد القرشی یعنی عبدالعزیر بن ابان ہے۔ اور امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں اس کا متابع علی بن القاسم الکندی ہے۔ اور امام ابوالشیخ ابن حیان رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں اس کا متابع قبیصہ بن عقبہ ہے، اور امام ابن المقری رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں عصمۃ بن عبداللہ ہے۔ جب اس کے اتنے متابع موجود ہیں تو پھر یہ اعتراض بالکل بے کار ہے کہ اس میں اسماعیل بن ابراہیم متفرد ہے۔

دوسرا اعتراض

اس روایت کی سند میں نعیم بن ضمضم ہے جس کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:
"ضعفه بعضهم"۔ اس کو بعض نے ضعیف کہا ہے۔

جواب

سوال یہ ہے کہ وہ بعض کون ہیں کہ جنہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے جب تک جارح کا پتہ نہ ہو جرح بیکار ہے۔

حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"وما عرفت إلى الآن من ضعفه"۔
(لسان الميزان 6\169، وفي نسخة: 8\289)
میں ابھی تک نہیں جان سکا کہ اس کو ضعیف کہنے والا کون ہے۔

تیسرا اعتراض ==

اس روایت میں عمران بن الحمیر ی جس کے بارے میں امام منذری فرماتے ہیں:
لایعرف۔ یعنی یہ مجہول ہے کون ہے پتہ نہیں ہے۔(الترغیب والترھیب، ۲/۵۰۰)

جواب

یہ راوی مجہول نہیں بلکہ ثقہ ہے جیسا کہ امام سخاوی فرماتے ہیں: "بل ھو معروف"۔ یعنی یہ مجہول نہیں بلکہ معروف ہے۔(القول البدیع 112، وفي نسخة:119)

امام ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ملاحظہ فرمائیں (کتاب الثقات 5\223)

مولوی عبدالرحمن مبارکپوری نے لکھا ہے:

"فإن المحدثين قد اعتمدوا بثقات ابن حبان وصرحوا بأنه يرتفع الجهالة عمن قيل انه مجهول بتوثيقه۔(ابکار المنن فی تنقید آثار السنن 139 باب فی القرآۃ خلف الامام)

بے شک محدثین نے ابن حبان کی ثقات پر اعتماد کیا ہے اور انہوں نے صراحت کی ہے کہ ابن حبان کا کتاب الثقات میں ذکر کرنا راوی کو جہالت سے نکال دیتا ہے (یعنی اس راوی سے جہالت اُٹھ جاتی ہے)

اور پھر اس حدیث کے شواہد بھی موجود ہیں لہذا یہ اپنے شواہد کے ساتھ حسن یا صحیح ہے:

شاہدنمبر(1)

قَالَ الديلمي أَنبَأنَا وَالِدي أَنبَأنَا أبو الفضل الكَرَابِيسِي أَنبَأنَا أَبو العَبَاس بن تزكان حَدَّثنَا مُوسَى بن سَعِيد حَدَّثَنَا أَحْمَد بن حَمَّاد بن سفيان حدَّثنِي مُحَمَّد بن عَبْد الله بن صالِح المَرْوَزِيِّ حَدَّثَنَا بَكر بن خراش عَن قطر بن خليفة عَن أبي الطُّفَيل عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيق قَالَ قَالَ رَسُول الله: أَكْثِرُوا الصَّلاةَ عَلَيَّ فَإِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِي مَلَكًا عِنْدَ قَبْرِي فَإِذَا صَلَّى عَلَى رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي قَالَ لِي ذَٰلِكَ الْمَلَكُ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ فُلانَ بْنَ فُلانٍ صَلَّى عَلَيْكَ السَّاعَةَ

(الديلمي في مسند الفردوس بحواله كنز العمال 1\494، وشرح الزرقانی 5\335، واللالئ المصنوعة للسيوطي، المناقب 1\284) ==

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر فرمایا ہے پس جب میری اُمت میں سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں بن فلاں نے اس گھڑی آپ پر درود پڑھا ہے۔

[نوٹ: اس روایت کو نامور غیر مقلد علامہ ناصر البانی نے اپنے سلسلة الأحاديث الصحيحة 43.44\4 (1530) میں ذکر کیا ہے، اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کو اس کے شاہد میں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: "فالحديث بهذا الشاهد وغيره مما في معناه حسن إن شاء الله تعالى". محمد ارشد مسعود عفی عنہ]

شاہد نمبر (2)

" عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَّى الله عَلَيْهِ عَشْرًا بِهَا مَلَكٌ مُوَكَّلٌ بِهَا حَتَّى يُبَلِّغَنِيهَا"

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں فرمائیں گے۔ اور ایک فرشتہ مقرر ہے جو کہ مجھے وہ درود شریف پہنچا دیتا ہے۔ (المعجم الكبير للطبراني 134\8 (7611)) [مسند الشاميين للطبراني 324\4 (3445)، ومن طريقه الشجري في الأمالي 170\1 (638)] (انتهى كلامه)۔

شاهد نمبر (3)

"عَنْ أَيُّوبَ قَالَ: بَلَغَنِي - وَاللَّهُ أَعْلَمُ - أَنَّ مَلَكًا مُوَكَّلٌ بِكُلِّ مَنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ حَتَّى يُبَلِّغَهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". (فضل الصلاة على النبي للقاضي (24)۔

قلت: إسناده صحيح، وهو مرفوع في صورة مقطوع لأن لفظه لا يدرك بعقل.

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: مجھے یہ خبر پہنچی ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے ==

علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ عبدالرؤف شرح جامع صغیر میں "اَعْطَاہُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ" کی شرح میں یوں فرماتے ہیں:

"اَیْ قُوَّۃٌ یَقْتَدِرُ بِھَا عَلٰی سِمَاعِ مَا یَنْطِقُ بِہٖ کُلُّ مَخْلُوْقٍ مِنْ اِنْسٍ وَجِنٍّ وَغَیْرِھَا زَادَ الْمَنَاوِیُّ فِیْ اَیِّ مَوْضِعٍ کَانَ"۔ (1)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اُس فرشتے کو ایسی قوت دی ہے کہ انسان جن وغیرہما تمام مخلوقِ الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اُسے سب کے سننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو۔

اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کی، حضور

== کہ ایک فرشتہ اس کام پر مقرر کیا گیا ہے جو کوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا ہے تو وہ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچا دیتا ہے۔

شاهد نمبر (4)

"عَنْ یَزِیْدَ الرَّقَاشِیِّ: إِنَّ مَلَکًا مُوَکَّلٌ بِمَنْ صَلَّی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ یُبَلِّغَ عَنْهُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فُلَانًا مِنْ أُمَّتِكَ صَلَّی عَلَیْكَ"۔

(أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف 2\253(8699)، و 6\326(31992)، وانظر: فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وآله وسلم للقاضي بتخريجي (27)

حضرت یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بیشک ایک فرشتہ مقرر کیا گیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے والے کا درود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اس طرح پہنچا دیتا ہے کہ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے فلاں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا ہے۔

(2)(شرح الزرقانی علی المواهب 5\335، والتیسیر بشرح الجامع الصغیر 2\330)

پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

" اَكْثِرُوْا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى وَكَّلَ بِيْ مَلَكًا عِنْدَ قَبْرِيْ فَاِذَا صَلّٰى عَلَيَّ رَجُلٌ مِنْ اُمَّتِيْ قَالَ لِيْ ذَالِكَ الْمَلَكُ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ يُصَلِّيْ عَلَيْكَ السَّاعَةَ". (1)

مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مزار پر ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جب کوئی اُمتی میرا مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ سے عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ بَارِكْ عَلٰى هٰذَا الْحَبِيْبِ الْمُجْتَبٰى وَالشَّفِيْعِ الْمُرْتَجٰى وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ وَ عُلَمَاءِ مِلَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ صَلٰوةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقٰى بِبَقَائِكَ كَمَا هُوَ اَهْلٌ لَهٗ وَ كَمَا اَنْتَ اَهْلٌ لَهٗ اٰمِيْنَ اٰمِيْنَ اِلٰهُ الْحَقِّ اٰمِيْنَ۔

اے اللہ! درود اور برکت نازل فرما اُس حبیب پر جو برگزیدہ ہیں اور اُس شفیع پر جن سے کرم کی اُمید ہے اور اُن کی آل، اصحاب، اُن کی اُمت کے اولیاء، اُن کی ملت کے علماء سب پر ایسا درود جسے تیرے دوام کے ساتھ دوام اور تیری بقا کے ساتھ بقا ہو، ایسا درود جس کے وہ اہل ہیں اور جو تیری شان کے لائق ہو، قبول فرما، قبول فرما، اے معبود برحق قبول فرما۔

---

(1) (الديلمي في مسند الفردوس بحواله كنز العمال 1\494، شرح الزرقاني على المواهب 5\335، واللالئ المصنوعة للسيوطي، المناقب 1\284، وصححه الألباني فى سلسلة الأحاديث الصحيحة 4\43.44(1530)

جاں میدہم درآرزوا ے قاصدآخر بازگو   درمجلس آں نازنین حرفے گراز مامیرود

اے قاصد! اس آرزو میں جان دے رہا ہوں کہ اُس محبوب کی مجلس میں پھر ایک بات پہنچادوا گر پہنچ سکے۔

بھلا ارشاد ہو، اولیائے کرام تو خاص خاضرانِ مزار کی بات سننے پر سمیع علی الاطلاق ہوئے جاتے ہیں۔ یہ بندۂ خدا کہ بارگاہِ عرش جاہ سلطانی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے جدانہیں ہوتا اور وہیں کھڑے کھڑے ایک وقت میں شرقاً غرباً جنوباً شمالاً تمام دُنیا کی آوازیں سنتا ہے اُسے کیا قرار دیا جائے گا؟۔آپ کو تو کیا کہوں مگر اُن نجدی شرک فروشوں نے نہ خدا کی قدرت دیکھی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرما سکتا ہے، نہ اُس کی عظمتِ صفات سمجھی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر شرک کا ماتھا ٹھنکتا ہے۔

"وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ" (1)   انہوں نے خدا کی قدر نہ جانی جیسا کہ اس کی قدر کا حق تھا۔

سوال (7)

کیا بات سننے کیلئے صورت دیکھنی بھی ضرور، جب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں اور فرشتہ مذکور آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق بلکہ اُس سے بھی کچھ زائد، ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکر مفہوم ہوا۔ عموم واطلاق تو بالائے طاق۔

سوال (8)

بفرضِ لزومِ سماعِ کلام کو مطلق بصر درکار، جو رؤیتِ مخاطب سے حاصل۔ یا بصر مطلق علی الاوّل ملازمت باطل، وعلی الثانی لازم کہ تمام مخلوقِ الٰہی بہری اور کسی بات کا سننا کسی

(1) (سورۃ الحج: 74)

غیر خدا کیلئے ماننا مطلقاً مستلزم شرک ہو، تو سب مشرک ہیں یا ہر ذی سمع، بصیر علی الاطلاق تو آفت اشد ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

سوال (9)

اُن اولیاء کی زیادتِ ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سن لیں تو اُسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں، آپ خود عدمِ استلزام فرماتے ہیں نہ استلزامِ عدم، تو دونوں صورت میں محتمل رہیں۔ پھر ایک امر محتمل پر جزمِ شرک کیونکر ہو سکتا ہے۔ غایت یہ کہ بے دلیل ہو تو غلط سہی، کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے؟

سوال (10)

مجھے نہیں معلوم کہ قرآنِ عظیم میں ایک جگہ بھی بیان فرمایا ہو کہ مزارات پر جا کر کلام و خطاب کرنا شرک یا حرام ہے۔ یا اتنا ہی ارشاد ہوا ہو جو ایسا کرتا ہے گویا اصحابِ قبور کو سمیع یا بصیر علی الاطلاق مانتا ہے، اور حضرت کی صحتِ استدلال انہیں اُمور پر مبنی۔

آپ فرماتے ہیں فرقانِ حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریحِ تام موجود۔ میں مقاماتِ متعددہ کی تکلیف نہیں دیتا، ایک ہی آیت فرما دیجئے جس میں صاف صاف مضمون مذکور مزبور ہو۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

سوال (11)

سورۂ یوسف کی آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی اُس کا ترجمہ و مطلب میں کیوں عرض کروں مولوی اسماعیل سے سنئے۔ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے:

{اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں}۔ یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان

کار کھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں۔ انتہی۔(1)

خدارا! اس میں مزاراتِ اولیاء پر جانے یا اُن سے کلام و خطاب کرنے کا کون سا حرف ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ! نام کو بُو بھی نہیں، تصریحِ تام تو بڑی چیز ہے۔ پھر اُس آیت نے جناب کا کون سا دعویٰ ثابت کیا یا حضارِ مزار(2) کو کیا الزام دیا۔ اگر ایسے ہی بے علاقہ استناد کا نام تصریحِ تام، تو ہر شخص اپنے دعوے پر قرآنِ عظیم کی آیت پیش کر سکتا ہے۔ مثلاً فلسفی کہے: توسیطِ عقول حق ہے ورنہ لازم آئے کہ تمام اشیائے متکثرہ اُس واحد حقیقی سے بالذات صادر ہوئی ہوں اور یہ خدائے عزوجل پر افتراء۔

"فَاِنَّ الْوَاحِدَ لَا یَصْدُرُ عَنْہُ اِلَّا الْوَاحِدُ" کیونکہ واحد سے واحد ہی صادر ہو سکتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ پر افتراء حرامِ قطعی۔ قرآنِ حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریحِ تام موجود از انجملہ ہے۔ سورۂ انعام میں:

" اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰہِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ "(3) بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

یا نصرانی کہے انکارِ تثلیث گناہِ عظیم ہے کہ تثلیث آیت انجیل محرف سے ثابت۔ آیت الٰہیہ کی تکذیب موجب عذابِ شدید۔

(1)(تقویۃ الایمان، صفحہ 42، اشاعت السنۃ جمیعۃ اہل حدیث مغربی پاکستان شیش محل روڈ لاہور، وتقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان 11، مکتبہ تھانوی دیوبند)

(2)(حاضرین، موجودہ لوگ)

(3)(سورۃ یونس: 69، سورۃ النحل: 116)

فرقان حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریحِ تام موجود از انجملہ ہے، سورۂ عنکبوت میں:

" وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ" (1) اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر ظالم۔

ارشاد فرمایئے کیا ان تقریروں سے اُن کی استدلال تام ہو گئی اور اُن کے جھوٹے دعوے معاذ اللہ قرآنِ عظیم نے ثابت کر دیئے؟ حَاشَ لِلّٰهِ، وَاَسْتَغْفِرُ اللهَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ...

میں نہیں چاہتا کہ عیاذاً باللہ فلان وہمان کی طرح آیاتِ الٰہیہ کو اُن کے محل وموقع سے بیگانہ کر کے بزورِ زبان دوسری طرف پھیرا جائے ورنہ حضراتِ منکرین کے مقابل آیہ کریمہ:

" كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ "(2) جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے۔

بہت اچھی طرح پیش ہو سکتی ہے اور وہ اس آیت کی بہ نسبت جو آپ نے تلاوت کی ہزار درجہ زیادہ محل وموقع سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اہل قبور سے کافر لوگ نا اُمید ہو بیٹھے۔ اب غور کر لیا جائے کہ کون لوگ اہل قبور سے اُمید رکھتے ہیں اور کون یاس کے ہاتھوں آس توڑے بیٹھے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

---

(1)(سورۃ عنکبوت:49)

(2)(سورۃ الممتحنۃ:13)

صِنف آخر من هذا النوع

(اسی نوع کی ایک اور قسم)

یہاں اُن اکابر خاندانِ عزیزی کے بعض اقوال رنگِ تحریر فرمائیں گے جنہوں نے بے حصولِ علم ارتکابِ سوال جائز رکھا اور مولوی صاحب کے طور پر شرک خالص یا ہارے درجہ☆ شائبہ شرک میں گرفتار ہوئے۔

سوال(12)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہمعات میں حدیثِ نفس کا علاج بتاتے ہیں:

بارواح طیبه مشائخ متوجه شود و برائے ایشاں فاتحه خواند یا به زیارت قبرِ ایشاں رود۔ واز انجا انجذاب دریوزه کنند۔(1)	مشائخ کی پاک روحوں کی طرف متوجہ ہو اور ان کیلئے فاتحہ پڑھے یا ان کے مزارات کی زیارت کو جائے اور وہاں سے بھیک مانگے۔

اقول اوّلاً: جناب کے نزدیک مزاراتِ اولیاء سے بھیک مانگنے کا کیا حکم ہے۔ افسوس!☆ وہاں تو اُن سے دُعا منگوانا شرک ہوا جاتا تھا یہاں خود اُن سے بھیک مانگی جاتی ہے۔

ثانیاً: کسی سے بھیک مانگی یونہی معقول کہ وہ اس کی عرض سنے اور اُس کی طرف

☆(ب،ح: درجہ۔ فر،ر: درجے) ☆(ب،ح: افسوس)

(1)(همعات، همعه 8 ص34)

توجہ کرے، ورنہ دیواروں پتھروں سے کیا بھیک مانگنا۔ مگر آپ فرما چکے کہ: "توجہ خاص کا انکشافِ حال خارج از علم زائر و بحیز اختیار پروردگار عالم ہے"۔

اب جو یہ بھیک مانگنے والا شاہ صاحب کے حکم سے بے حصولِ علم مرتکب سوال کا ہے اس نے گویا اہلِ قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا یا نہیں؟

اور شاہ صاحب نے یہ شرک خالص یا شائبہ شرک تعلیم کیا یا نہیں؟ اور ایسی چیز کا سکھانے والا کافر یا مشرک یا بدعتی بدمذہب ہوا یا نہیں؟ **بَيِّنُوْا تُوْجَرُوْا**

ثالثاً: انہوں نے مزار پر جا کر گدائی تو پیچھے بتائی، پہلے گھر ہی بیٹھے ارواحِ طیبہ کی طرف توجہ کرا رہے ہیں، اب تو اطلاق کا پانی سر سے گزر گیا۔

سوال (13)

انہی شاہ صاحب نے ایک رُباعی لکھی:

آنانکہ زادناس بہیمی جستند   بالجہ انوار قدم پیوستند

فیض قدس از ہمت ایشاں می جو

درواز فیض قدس ایشاں ہستند (1)

جو لوگ نفسِ حیوانی کی آلودگیوں سے باہر ہو گئے وہ ذاتِ قدیم کے انوار کی گہرائیوں سے جا ملے، فیضِ قدس اُن کی ہمت سے طلب کرو، فیضِ قدس کا دروازہ یہی لوگ ہیں۔

اور مکتوب شرح رُباعیات میں خود اس کی شرح یوں کی: یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ درتہذیب روح وسر نفع بلیغ دارد (2)

☆ (ب، ح: گزر گیا۔ فر، ر: اونچا ہو گیا)

(1.2) (مکتوبات ولی اللہ از کلمات طیبات، مکتوب بست دوم 194)

یعنی مشائخ کی ارواحِ طیبہ کی جانب توجہ روح اور باطن کو سنوارنے میں نفع بلیغ رکھتی ہے۔

اقول: کیا اچھا نفع بلیغ ہے کہ بلا حصول علم اُن کی ہمت سے فیض چاہ کر مشرک ہو گئے۔

سوال (14)

یہی شاہ صاحب ''قول الجمیل'' میں لکھتے ہیں، اُن کی عبارت عربی لا کر ترجمہ کروں اس سے یہی بہتر ہے کہ مولوی خرم علی صاحب بلہوری مصنف ''نصیحۃ المسلین'' کا ترجمہ نقل کروں۔

یہ صاحب بھی عمائد و کبرائے منکرین سے ہیں'' شفاء العلیل ''میں کہتے ہیں:

''مشائخ چشتیہ نے فرمایا قبرستان میں میت کے سامنے کعبہ معظّمہ کو پشت دے کر بیٹھے، گیارہ بار سورہ فاتحہ پڑھے پھر میت سے قریب ہو پھر کہے یا روح اور یا روح الروح کی دل میں ضرب کرے، یہاں تک کہ کشائش و نور پائے پھر منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحبِ قبر سے ہو اس کے دل پر'' اھ ملخصا۔(1)

اقول اوّلا: اس ندائے یا روح کا حکم ارشاد ہو۔

ثانیاً: یہ سائلانِ فیض جو بتقریر☆ و تسلیم و اشاعت و تعلیم شاہ صاحب و مترجم صاحب جب چاہا بلا حصولِ علم قبور کے سامنے یا روح یا روح کرنے اور فیض مانگنے بیٹھ گئے۔ آپ کے طور پر اہل قبور کو سمیع و بصیر و معطی و مفیض علی الاطلاق مان کر اور ماتن و مترجم بتا جتا کر مشرک ہوئے یا نہیں؟

☆(ب، ح: بتقریر۔ فر، ر: تقریر)

(1) (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل پانچویں فصل 85.86)

سوال (15)

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں، وہیں جہاں انہوں نے بعض خواص اولیاء کو ایسی زیادتِ ادراک ملنی لکھی ہے یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی ازانہا مے نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہامی طلبند و مے یابند۔(1)

اُویسی لوگ اپنے کمالاتِ باطنی کا مقصد اُن سے حاصل کرتے ہیں، اور اہل حاجات ومقاصد اپنی مشکلوں کا حل اُن سے مانگتے اور پاتے ہیں۔

کہئے زیادتِ ادراکِ مسلم، مگر توجہ خاص کا انکشافِ حال تو خارج از علمِ طالب و☆ بحیز اختیار پروردگار عالم ہے پھر اویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں کیونکر مصداق اُن لفظوں کے نہ ہوئے اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ شرک ملتی ہے کیونکر صحیح ومقبول ٹھہری۔ یہی شاہ صاحب اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب سے ناقل اویسیت کی نسبت قوی صحیح ہے شیخ ابوعلی فارمدی کو ابوالحسن خرقانی سے روحی فیض ہے اور ان کو بایزید بسطامی کی روحانیت سے اور ان کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے۔[رحمۃ اللہ علیہم، ورضی اللہ عنہ] اھ نقله البلهوري في شفاء العليل(2)

☆(ب، ح: علم طالب ذبحیز۔ فر، ر: علم طالب بحیز)

(1)(تفسیر فتح العزیز، پارہ عم، 206 بحوالہ فتاوی رضویة جدید 678\9)

(2)(شفاء العليل ترجمه القول الجميل، گیارھویں فصل، 217)

ثانیاً: ذرا شاہ صاحب کے پچھلے لفظ کہ اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل اُن سے مانگتے اور پاتے ہیں۔ ملحوظِ خاطر رہیں، کس دھوم دھام سے ارواحِ اولیاء کو حاجت روا مشکل کشا بتایا ہے۔ واللہ! کہا سچ، اگرچہ برا مانیں ناواقف۔ ع

اَلنَّاسُ اَعْدَآءٌ لِمَا جَهِلُوْا

لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔

غوثِ اعظم بمن بے سرو ساماں مددے

قبلہ دیں مددے کعبہ ایمان مددے

غوثِ اعظم! مجھ بے سروسامان کی مدد فرمائیں، قبلہ دیں! مدد فرمائیں، کعبہ ایمان! مدد فرمائیں۔

سوال (16)

اُسی تفسیر عزیزی میں دفن کو نعمتِ الٰہی ٹھہرا کر اس کے منافع وفوائد میں لکھتے ہیں:

از اولیائے مدفونین انتفاع واستفادہ جاریست۔(1)

مدفون اولیاء سے نفع پانا اور فائدہ طلب کرنا جاری ہے۔

اقول اوّلاً: انتفاع تک خیر تھی کہ بے مقصد منتفع بھی ممکن، استفادہ نے غضب کر دیا کہ وہ نہیں، مگر طلبِ فائدہ، پھر کیا اچھا نفع [illegible]ن میں نکا [illegible] کہ بندگانِ خدا بے حصولِ علم مرتکب سوال ہو کر معاذ اللہ مشرک ہوتے ہیں۔

ثانیاً: لفظ "جاری ست" پر لحاظ رہے کہ اس سے مراد نہیں مگر مسلمانوں میں جاری ہونا اور جو مسلمانوں میں جاری، ہرگز شرک نہیں کہ جن میں شرک جاری ہرگز مسلمان نہیں۔

(1) (تفسیر فتح العزیز، پارہ عم 143، بحوالہ فتاوی رضویہ جدید 9\688)

سوال(17)

مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنہیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقہ احمدیہ وداعی سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھتے ہیں۔ اور حاشیہ مکتوباتِ ولویہ پر انہیں شاہ صاحب سے اُن کی نسبت منقول ہندوعرب وولایت میں ایسا متبع کتاب وسنت نہیں بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے الخ۔ ملخصاً مترجماً۔

یہ مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں [☆فر،ر: تحریر] فرماتے ہیں:

نسبت مابجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللّٰه وجهه می رسد، و فقیر را نیازی خاص بآنجناب ثابت است۔ در وقت عروض عارضه جسمانی توجه بآنحضرت واقع می شود و سبب حصول شفا می گردد۔(1)	امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ تک نسبت پہنچتی ہے اور فقیر کو اُس جناب سے خاص نیاز حاصل ہے۔ جب کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہوتا ہے تو آنحضور کی جانب میری توجہ ہوتی ہے اور شفایابی کا سبب بنتی ہے۔

سوال(18)

آگے فرماتے ہیں:

یکبار قصیده که مطلعش اینست ۔ ایک بار وہ قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے.

(1)(مکاتیب مرزا مظہر از کلمات طیبات، ملفوظات مرزا صاحب 78)

فروغ چشم آگاہی امیر المومنین حیدر

زانگشت ید اللٰہی امیر المومنین حیدر

بجناب ایشاں عرض نمودم نوازشہا فرمودند اھ(1)

چشم معرفت کو روشنی عطاء ہوا ے امیر المومنین حیدر! خدائی ہاتھ والی انگشت سے، اے امیر المومنین حیدر! حضرت کی بارگاہ میں عرض کیا تو بڑی نوازشیں فرمائیں اھ۔

اقول اوّلاً: جب جناب مرزا صاحب امراض میں بارگاہِ مشکل کشائی کی طرف توجہ کرتے تھے اُنہیں کیا خبر تھی کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الاسنی اس وقت میری طرف متوجہ ہیں یا میری طرف سے التفات فرمائیں گے۔

ثانیا: یونہی جب قصیدہ عرض کرنے بیٹھے کیا جانتے تھے کہ حضرت والا اِس وقت سن لیں گے تو ان سب اوقات میں بے حصولِ علم، مرتکبِ عرض وتوجہ ہو کر اُنہوں نے جناب اسد اللہ ہی کو سمیع وبصیر علی الاطلاق ٹھہرایا، اور حضرت کے طور پر وہ بر القب پایا یا نہیں؟

ثالثاً: مزار پر جا کر کلام وخطاب تو وہ آفت تھا۔ مرزا صاحب جو بے حضورِ مزار ہی توجہیں کرتے قصیدے سناتے اُن کیلئے حکم کچھ زیادہ سخت ہوگا یا نہیں؟۔

رابعاً: اس نیازی خاص پر بھی نظر رہے کہ یہ معالجہ کرے گا اُن جہال کے وہم کا جو لفظ نیاز ☆ کو خاص بجناب بے نیاز مانتے اور اسی بناء پر فاتحہ، فاتحہ حضرات اولیاء کو نیاز کہنا شرک وحرام جانتے ہیں۔

☆(ب، ح: لفظ نیاز۔ فر، ر: نیاز کے لفظ)

(1)(مکاتیب مرزا مظہر از کلمات طیبات، ملفوظات مرزا صاحب 78)

خامساً: یہ بڑی گزارش تو باقی ہی رہ گئی کہ دفع امراض کیلئے ارواحِ طیبہ کی طرف توجہ استمداد بالغیر تو نہیں۔ اور جناب کے نزدیک بھلا ایسا شخص اتباعِ شریعت میں یکتا و بے نظیر جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا، بالائے طاق، سرے سے متبع سنت بلکہ از روئے ایمان تقویۃ الایمان، راساً مسلم وموحد کہا جائے گا یا نہیں۔

سوال(19)

شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت کیا حکم ہے؟ وہ بھی اس شرکِ عالمگیر سے محفوظ نہ رہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب ''قول الجمیل'' میں لکھتے ہیں:

"وایضًا تَاَدَّبَ شَیْخُنَا عَبْدُالرَّحِیْمِ عَلٰی رُوْحِ جَدِّہٖ لِاُمِّہٖ الشَّیْخ رَفِیْعِ الدِّیْنِ مُحَمَّدٍ"۔(1)

''شفاء العلیل''(1) میں اس کا ترجمہ یوں کیا: ''اور بھی ہمارے مرشد شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا شیخ رفیع الدین محمد☆ کی روح سے''۔ اور حاشا یہ فیض یوں نہ تھا کہ اُدھر سے بے طلب آیا ہو، بلکہ یہی جا کر قبر پر متوجہ ہوا کرتے۔

خود شاہ ولی اللہ اپنے والد ماجد سے ''انفاس العارفین'' میں ناقل:

می فرمودند مرا در مبدء حال بمزار شیخ رفیع الدین الفتے پیدا شد☆ ۔ آنجا می رفتم و بقبر شاں متوجہ می شدم.	فرماتے تھے مجھے ابتدائے حال میں شیخ رفیع الدین کے مزار سے ایک اُلفت پیدا ہو گئی۔ وہاں جاتا اور اُن کی قبر کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ الخ۔(2)

☆(ب، ح، فر: رفیع الدین کی۔ ر: رفیع الدین محمد) ☆(ر: شدہ)

(1)(شفاء العلیل گیارھویں فصل، 219) (2)(انفاس العارفین، مترجم 36)

یارب! جب مولوی اسماعیل کے اساتذہ ومشائخ سب گرفتارِ شرک ہوئے یہ اُنہیں کے خوشہ چین، اُنہیں کے نام لیوا، اُن کے مداح، اُن کے مقلد کیونکر مومن موحد رہے۔

" وَحُسْنُ نَبَاتِ الْاَرْضِ مِنْ كَرَمِ الْبَذْرِ "۔

زمین کا پودہ عمدہ جب ہی ہوتا ہے کہ بیج اچھا ہو۔

صنف آخر من هذا النوع

(اسی نوع کی ایک اور قسم)

اس میں وہ سوالات مذکور ہوں گے جو مولوی صاحب کے استدلال دوم یعنی تمسک بحدیث مَنْ حَلَفَ الخ سے متعلق ہیں۔

سوال (20)

حدیث: "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ" ۔(1)

کی جو عمدہ شرح افادہ فرمائی، ذرا کتبِ ائمہ حدیث وفقہ پر نظر کر کے ارشاد ہو جائے کہ کلماتِ علماء سے کہاں تک موافق ہے۔ فقیر بہت ممنون احسان ہوگا اگر ایک عالم معتمد کی تحریر سے بھی آپ نے اپنا بیان مطابق کر دکھایا۔ الفاظ شریفہ پیش نظر رہیں کہ "اس حرمت کا سبب سوا اس کے نہیں"۔ الخ

سوال (21)

اعتقادِ نفع وضرر پر قسم کی دلالت، کس قسم کی دلالت، آیا لغۃً اِس کے معنی سے یہ امر مفہوم یا عقلاً خواہ عرفاً لازم وملزوم کہ آدمی اُسی کی قسم کھائے جس سے نفع وضرر کی اُمید رکھے۔

---

(1) (أخرجه الطحاوی فی شرح مشکل الآثار 2\300، وقال: "لم يُرِدْ بِهِ الشِّرْكَ

الذی يَخْرُجُ بِهِ من الإِسْلاَمِ حتی يَكُونَ بِهِ صَاحِبُهُ خَارِجًا من الإِسْلاَمِ وَلَكِنَّهُ أُرِيدَ أَنْ لاَ يَنْبَغِي أَنْ يُحْلَفَ بِغَيْرِ اللهِ تَعَالَى وكان من حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ قد جَعَلَ ما حَلَفَ بِهِ كما اللهَ تَعَالَى مَحْلُوفًا بِهِ وكان بِذَلِكَ قد جَعَلَ من حَلَفَ بِهِ أو ما حَلَفَ بِهِ شَرِيكًا فِيمَا يَحْلِفُ بِهِ وَذَلِكَ عَظِيمٌ فَجُعِلَ مُشْرِكًا بِذَلِكَ شِرْكًا غير الشِّرْكِ الذی يَكُونُ بِهِ كَافِرًا بِاللهِ تَعَالَى خَارِجًا من الإِسْلاَمِ وَمِثْلُ ذلك ما قد رُوِيَ عنه فی الطِّيَرَةِ كما ....عن عبد اللهِ بن مَسْعُودٍ قال قال رسول اللهِ صلی الله عليه وسلم الطِّيَرَةُ شِرْكٌ وما مِنَّا وَلَكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ..... فلم يَكُنِ الْمُرَادُ بِذَلِكَ الشِّرْكِ الكفرَ بِاللهِ تَعَالَى وَلَكِنْ كان الْمُرَادُ بِهِ أَنَّ شيئا تَوَلَّى اللهُ عز وجل فِعْلَهُ قِيلَ فيه إِنْ شِئْتَ فَعَلَهُ كان كَذَا مِمَّا يُتَطَيَّرُ بِهِ فَمِثْلُ ذلك الشِّرْكُ الْمَذْكُورُ فی الحديث الأَوَّلِ هو من جِنْسِ هذا الشِّرْكِ لاَ من الشِّرْكِ بِاللهِ تَعَالَى الذی يُوجِبُ الْكُفْرَ بِهِ ثُمَّ تَأَمَّلْنَا حَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ الذی قد رَوَيْنَاهُ فی هذا الْبَابِ من حَدِيثَيِ الأَعْمَشِ وَسَعِيدِ بن مَرْزُوقٍ عن سَعْدِ بن عُبَيْدَةَ فَوَجَدْنَاهُ فَاسِدَ الإِسْنَادِ وَذَلِكَ لأَنَّ ابْنَ مَرْزُوقٍ قال حدثنا وَهْبٌ حدثنا شُعْبَةُ عن مَنْصُورٍ عن سَعْدِ بن عُبَيْدَةَ قال كنت عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُ عِنْدَهُ رَجُلاً من كِنْدَةَ فَأَتَيْتُ سَعِيدَ بن الْمُسَيِّبِ فَجَاءَ فَزِعًا ....وَأَنَّ يَزِيدَ بن سِنَانٍ حدثنا قال حدثنا الْحَسَنُ بن عُمَرَ بن شَقِيقٍ حدثنا جَرِيرُ بن عبد الْحَمِيدِ عن مَنْصُورٍ عن سَعْدِ بن عُبَيْدَةَ قال كنت أنا وَصَاحِبٌ لی من كِنْدَةَ جُلُوسًا عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَقُمْتُ فَجَلَسْتُ إِلَى ابْنِ الْمُسَيِّبِ فَأَتَانِي صَاحِبِي.........فَوَقَفْنَا على أَنَّ مَنْصُورَ بن الْمُعْتَمِرِ قد زَادَ فی إِسْنَادِ هذا الحديث على الأَعْمَشِ وَعَلَى سَعِيدِ بن مَسْرُوقٍ عن سَعْدِ بن عُبَيْدَةَ رَجُلاً مَجْهُولاً بَيْنَهُ وَبَيْنَ ابْنِ عُمَرَ فی هذا الحديث فَفَسَدَ بِذَلِكَ إِسْنَادُهُ غير أَنَّا قد ذَكَرْنَا فی تَأْوِيلِهِ ما إِنْ صَحَّ كان تَأْوِيلُهُ الذی تَأَوَّلْنَاهُ عليه ما ذَكَرْنَاهُ فيه وَاللهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى نَسْأَلُهُ التَّوْفِيقَ۔

صدر اسلام میں جو صحابہ کرام [رضی اللہ تعالیٰ عنہم] کعبہ معظّمہ کی قسم کھاتے۔ کما رواہ النسائی وغیرہ (1) اُس وقت وہ کعبہ کی نسبت کیا اعتقاد (☆) رکھتے تھے؟ بینوا توجروا۔

سوال (22)

غیر خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقاً شرک ہے یا خاص اُس صورت میں کہ اُسے نفع وضرر میں مستقل بالذات مانے۔

برتقدیر اوّل یہ وہ شرک ہے جس سے عالم میں کوئی محفوظ نہیں۔ جہان شہد کو نافع اور زہر

(☆) (ذکر نسخ نافع نہ ہوگا، کیا شرک وتوحید میں بھی نسخ جاری ہے ۱۲ منہ (م)

(1) (أخرجه النسائي في السنن ، كِتَاب الْأَيْمَانِ وَالنُّذُورِ، الْحَلِف بِالْكَعْبَةِ 550.551 (3775)، وفي نسخة: 143\2، كراچی، وفي السنن الكبرى 124\3 (4714)، و 254\6 (10822)، وفي عمل اليوم والليلة 545 (986.987)، وأحمد في مسنده (27093)، والشيباني في الآحاد والمثاني 180\6 (3408)، وإسحاق بن راهويه في مسنده 254\5 (2407)، والطبراني في الكبير 25\14 (7)، وابن المقري في المعجم 249 (813)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار 220\1، والحاكم في المستدرك 331\4 (7815)، والبيهقي في السنن الكبرى 306.307\3۔ من حديث قُتَيلَةَ امْرَأَةٍ مِنْ جُهَيْنَةَ: أَنَّ يَهُودِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّكُمْ تُنَدِّدُونَ، وَإِنَّكُمْ تُشْرِكُونَ تَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللهُ وَشِئْتَ، وَتَقُولُونَ: وَالْكَعْبَةِ، " فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادُوا أَنْ يَحْلِفُوا أَنْ يَقُولُوا: وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَيَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ شِئْتَ " بلفظ النسائي۔ وقال الحاكم: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ"، ووافقه الذهبي)

کو مضر جانتا ہے۔ سچے دوست سے نفع کی اُمید، پکے دشمن سے ضرر کا خوف رکھتا ہے۔ عالم کی خدمت، حاکم کی اطاعت اسی لئے کرتے ہیں کہ دینی یا دُنیوی نفع کی توقع ہے۔ مخالفِ مذہب سے احتیاط، سانپ سے احتراز اسی لئے رکھتے ہیں کہ روحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے۔ خود قرآنِ عظیم ارشاد فرماتا ہے:

"آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا" (1) تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے اُن میں کون تمہیں نفع دینے میں زیادہ نزدیک ہے۔

اور فرماتا ہے:

" وَمَا هُمْ بِضَآرِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ" (2) اور اس سے کسی کو ضرر نہ پہنچائیں گے بے حکم خدا کے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی، حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

" مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ". (3) تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع دے سکے وہ ☆ نفع دے۔

☆(ب، ح: وہ نفع دے۔ فر، ر: نفع دے)

(1)(سورۃ النساء: 11) (2)(سورۃ البقرۃ: 102)

(3)(أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب السَّلَامِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ--- (2199)، وفي نسخة: 2\224 کراچی، وابن أبي شيبة في المصنف 5\42 (23530)، وعبد بن حميد في مسنده 1\314(1026)، أحمد في مسنده 3\315

امام احمد وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ بسند حسن مالک بن قیس رضی اللہ عنہ سے راوی: حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللهُ بِهِ، وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللهُ عَلَيْهِ". (1) جو کسی کو ضرر دے گا اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا۔ اور جو کسی پر سختی کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے مشقت میں ڈالے گا۔

==(14231، و14382، و14584، و15102)، والنسائي في السنن الكبرى 74\7 (7498)، والخرائطي في المكارم الأخلاق 345(1069)، والطحاوي في شرح معانى الاثار 328\4، و أبو يعلى في مسنده 424\3(1914)، و9\4 (2006)، و 196\4(2299)، وابن حبان في الصحيح 290\2 (532)، و457\13 (6091)، و463.464\13(6097)، والحاكم في المستدرك 460\4، والبيهقي في السنن الكبرى 348.349\9، وفى الشعب الايمان 79\2، وابن عساكر في المعجم 335\1، والذهبي في معجم الشيوخ 379، كلهم من حديث جابر بن عبد الله رضى الله عنه۔

(1)(أخرجه أحمد في مسنده 453\3(15755)، وأبو داود في السنن، بَابٌ مِنَ الْقَضَاءِ، (3635)، والترمذي في السنن، أَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الخِيَانَةِ وَالغِشِّ (1940)، و287\1، كراچی، وابن ماجة في السنن، كِتَابُ الْأَحْكَامِ، بَابُ مَنْ بَنَى فِي حَقِّهِ مَا يَضُرُّ بِجَارِهِ (2342)، وابن أبي عاصم الشيباني في الآحاد والمثاني 188\4)(2169)، والخائطي في مساوئ الأخلاق 34(38)، و274(583)، والدولابي في الكنى والأسماء 117\1(240)، والطبراني في الكبير 330\22=

حاکم کی حدیث میں ہے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے حجر اسود کی نسبت فرمایا:

"بَلَى يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّهُ☆ يَضُرُّ وَيَنْفَعُ". (الحدیث) (1) کیوں نہیں اے امیر المومنین! یہ پتھر نقصان دے گا اور نفع پہنچائے گا۔

== (829، و830)، وابن قانع في معجم الصحابة 2\354(895)، والبيهقي في السنن الكبرى 6\70، و10\133، وابن الأبار في معجم أصحاب القاضي 185، كلهم من حديث مالك بن أبي قيس۔ وقال الترمذي: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

☆(ب، ح، فر: بدون انه۔ ر: انه وهو الصواب)

(1)(أخرجه الحاكم في المستدرك 1\457، وفي نسخة: 2\110(1725)، والأزرقي في أخبار مكة 323.324، والرافعي في التدوين في أخبار قزوين 3\150، والبيهقى فى الشعب الايمان 3\451(4040)، وابن عساكر في تاريخ دمشق 42\406. اس روایت کی سند میں علماء نے کلام کیا جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری 3\462 میں، مگر وہ نفس مسئلہ میں مضر نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسند صحیح ثابت ہے کہ: "قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ هَذَا الْحَجَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا، وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ، يَشْهَدُ عَلَى مَنْ يَسْتَلِمُهُ بِحَقٍّ.

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ پتھر (حجر اسود) قیامت کے دن آئے گا اور اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھتا ہوگا اور زبان ہوگی جس سے وہ بات کرے گا وہ ہر اس شخص کے حق میں گواہی دے گا جس نے اس کا استلام کیا ہوگا۔

أخرجه ابن ماجه في السنن، كِتَابُ الْمَنَاسِكِ، بَابُ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ (2944)، والترمذي في السنن، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَجَرِ الأَسْوَدِ، (961)، وأحمد في مسنده (2215، و2398، و2643، و2796، و3511)، والأزرقي في أخبار مكة 1\323، و324، =

والدارمي في السنن (1881)، والفاكهي في أخبار مكة 1\82 ، وابن خزيمة في الصحيح 4\220(2735.2736)، وأبو يعلى في مسنده 5\107(2719)، وابن حبان في الصحيح 0\25(3711.3712)، والطبراني في الكبير 12\63 (12479) ، وأبو نعيم في الحلية 4\306، و 6\243 ، والحاكم في المستدرك 1\627 ، والبيهقي في السنن الكبرى 5\122۔ والآخرون۔

كلهم من حديث ابن عباس رضي الله عنهما۔

وقال الترمذي: "هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ"۔ وقال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَلَهُ شَاهِدٌ صَحِيحٌ"۔

وأخرجه الترمذي في السنن، (877)، بلفظ: "قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَزَلَ الحَجَرُ الأَسْوَدُ مِنَ الجَنَّةِ، وَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ (وفی روایة : أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ) فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ" .

وقال: وَفِي البَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي هُرَيْرَةَ.: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

وأخرجه ابن خزيمة في الصحيح 4\219(2733)، والطبراني في الكبير 11\453 (12285)، والآخرون، من حديث ابن عباس رضي الله عنهما۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حجر اسود جنت سے اُترا تھا اس وقت وہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا اور ایک روایت میں ہے کہ برف سے بھی زیادہ سفید تھا، پس بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ روز قیامت جس کے بارے میں بھائی لوگوں کا خیال ہے کہ اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اگر اُس دن استلام کرنے والے، چومنے والوں کے حق میں بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہو کر اگر یہی پتھر اُن کے حق میں گواہی دے گا تو یہ اُن کے لئے بیکار تو نہیں ہوگی، پھر اُس سفید دودھ سے زیادہ سفید پتھر کا بنی آدم کے گناہوں کا چوس لینا بے فائدہ ہی تو نہیں۔

برتقدیر ثانی: واقع ونفس الامر اس گمان کے خلاف پر شاہد عادل، لاکھوں آدمی اپنے یا اپنے محبوب کے سر یا آنکھوں یا جان کی قسم کھاتے ہیں اور ہرگز اُن کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں بالاستقلال ہمارے نفع وضرر کی مالک ہیں۔ نہ ہرگز سامع کا ذہن اس طرف جاتا ہے بھلا حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں:

لَعَمْرِیْ وَ مَا عَمْرِیْ عَلَیَّ بِهَیِّنٍ
لَقَدْ نَطَقَتْ بُطْلاً عَلَیَّ الْاَقَارِعُ (1)

"میری زندگی کی قسم! اور میری زندگی کوئی معمولی چیز نہیں۔ بلاشبہ اژدہوں (دشمنوں) نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے"۔

اور جناب کے نزدیک اِس سے کیا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے؟۔

اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا (2) وغیرہما پیشوایان دین رضی اللہ عنہم اجمعین سے اپنے باپ اور اپنی جان کی قسم کھانی مروی کہ خادمِ حدیث پر مخفی نہیں۔

---

(1) (دیوان نابغہ جعدی 34، وامالي ابن الشجري 1\344)

(2) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے قاسم بن محمد سے روایت کی ہے کہ یمن کا رہنے والا ایک آدمی جس کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے تھے مدینہ منورہ آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں مقیم ہوا تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس یمن کے حاکم کی شکایت کی کہ اُس نے مجھ پر ظلم کیا ہے، جبکہ وہ تورات کو نمازیں پڑھا کرتا تھا " فَيَقُولُ أَبُو بَكْرٍ: وَأَبِيكَ. مَا لَيْلُكَ بِلَيْلِ سَارِقٍ ". تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے باپ کی قسم! پھر تو تم راتوں کو

چوری نہیں کرتے ہو گے ۔۔۔ اِلخ ۔(أخرجه مالک في الموطأ، کتاب الحدود، جامع القطع (3089)، وبروایة أبي مصعب الزهري 38\2(1808)، وبروایة الشیباني 239(689)، والشافعي في مسنده 336، والبیهقي في السنن الکبری 475\8، والبغوي في شرح السنة324\10(2602)۔

☆ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو عام الرمادہ میں اپنے دورِ خلافت میں خط لکھا تو اس میں لکھا:

"مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، إِلَى الْعَاصِ بْنِ الْعَاصِ لَعَمْرِي مَا تُبَالِي إِذَا سَمِنْتَ، وَمَنْ قِبَلَكَ أَنْ أَعْجَفَ أَنَا وَمَنْ قِبَلِي، وَيَا غَوْثَاهُ" ۔۔اِلخ ۔

(أخرجه ابن خزیمة في الصحیح 68\4(2367)، وانظر: الأمن والعلی بتخریجی۔

یعنی اللہ عزوجل کے بندہ امیر المؤمنین عمر کی طرف سے عاص بن عاص کی طرف، مجھے اپنی زندگی کی قسم! اے عمرو! جب تم اور تمہارے ملک والے فربہ ہوں تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے کمزور وناتواں رہیں، اے فریاد کو پہنچ ۔

☆ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح، بَابُ بَيَانِ عَدَدِ عُمَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَمَانِهِنَّ، (1255)، اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن کبری 236\4(4208) میں روایت کیا ہے، حضرت عروہ بن زبیر اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان جب رسول اللہ ﷺ کے عمرہ کے بارے گفتگو ہوئی تو ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

" يَغْفِرُ اللهُ لِأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، لَعَمْرِي، مَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ، وَمَا اعْتَمَرَ مِنْ عُمْرَةٍ إِلَّا وَإِنَّهُ لَمَعَهُ"۔

یعنی اللہ عزوجل ابوعبدالرحمن کی مغفرت فرمائے، میری زندگی کی قسم! آپ ﷺ نے رجب میں عمرہ نہیں کیا، اور آپ ﷺ نے جتنے بھی عمرے کیے وہ یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اُن میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

سوال (23)

خیر قسم غیر سے تو آپ کے نزدیک یہ صرف ظاہر ہی ہوتا تھا کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع وضرر رسان جانتا ہے۔ بگمانِ جناب اتنی ہی بات پر شرعِ مطہر میں بنائے تحریم ہوئی حالانکہ اس کے دل کا حال خدا جانے۔

اب اُن کی نسبت حکم ارشاد ہو، جو صاف صاف بالتصریح غیر خدا کو نہ فقط نفع وضرر رسان بلکہ مالک نفع وضرر بتائیں۔ اور وہ بھی کسے، اُس شقی کو جو مدعی الوہیت رہا ہو۔ اور برسوں خرانِ بے عقل نے اُسے پوجا ہو، وہ کون، فرعون بے عون۔ نَسْأَلُ اللّٰهَ عَنْ حَالِهِ الصَّوْنَ۔ "خدا سے دعا ہے کہ ہمیں اس کی حالت سے بچائے"۔

شاہ عبدالعزیز صاحب [رحمۃ اللہ علیہ] اس امر کے ثبوت میں کہ سامری والوں کی گوسالہ پرستی قبطیوں کی فرعون پرستی سے بدتر تھی۔ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

تعظیم بادشاہ صاحب اقتدار کہ مالکِ نفع و ضرر باشد فی الجملہ وجہ معقولیت دارد۔ وگوسالہ لا یعقل کہ در بلادت وحمق ضرب المثل است ہیچ وجہ شایان تعظیم نیست۔(1)	ایسے صاحب اقتدار بادشاہ کی تعظیم جو نفع وضرر کا مالک ہو فی الجملہ ایک وجہ معقولیت رکھتی ہے مگر بے عقل گائے کا بچھڑا جو بلادت اور بیوقوفی میں ضرب المثل ہے کسی طرح قابل تعظیم نہیں۔

(1) (تفسیر عزیزی، سورۃ البقرۃ، بیان رفتن موسی علیہ السلام برائے آوردن کتاب إلخ 238، بحوالہ فتاوی رضویہ جدید 9\293)

سوال(24)

یہ تو آئندہ عرض کروں گا کہ طلبِ دُعا کو اعتقادِ نفع وضرر سے کتنا تعلق۔ بالفعل اسے یونہی فرض کرکے گزارش کرلوں کہ دُعا منگوانے میں تو وہ اعتقادِ نفع وضرر نکالا، جو معنیً شرک، حالانکہ وہ خود اُن سے کسی حاجت کی خواستگاری نہیں۔ پھر:

(۱) اُن کے مزاراتِ عظیمۃ البرکات پر حاضر ہوکر خود اُن سے بھیک مانگنا۔

(۲) یا رُوح یا رُوح پکار کر اُن کے فیض کا منتظر رہنا۔

(۳) اپنی مشکلوں کا اُن سے حل چاہنا۔

(۴) بیمار پڑیں تو شفا ملنے کو اُن کی طرف توجہ کرنا کہ ابھی صنف سابق میں منقول ہوئے اُن میں کتنا اعتقادِ نفع وضرر ثابت ہوتا ہے اور

(۵) لفظ انتفاع واستمداد خود بمعنے نفع یافتن وفائدہ خواستن۔ اس کا قصد بے اعتقادِ نفع، کس عاقل سے معقول، ہاں ہاں، انصاف کیجئے تو دُعا طلبی سے دریوزہ گری وحاجت خواہی کہیں زیادہ ہے۔ اس میں صرف نیت سائل پر مدار تفرقہ ہے، اگر سبب ظاہری و مظہر عون باری جانا تو خالص حق، اور معاذ اللہ مستقل مانا تو نرا شرک۔

بخلاف طلبِ دُعا کہ وہاں نفسِ کلام مطلوب منہ کی غلامی و بندگی اور حضرت غنی جل جلالہٗ کی طرف محتاجی پر دلیل واضح۔

یہاں تک کہ توہّم استقلال سے اس کا اجتماع محال " كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى أُولِي النُّهٰى " جیسا کہ اہل عقل پر مخفی نہیں۔

بایں ہمہ اگر یہ شرک ہے تو اُس کیلئے تو کوئی لفظ مجھے شرک سے بدتر ملتا بھی نہیں جس کا مصداق [☆ب، ح: اسے] ٹھہراؤں۔ ع

ضَاقَ عَنْ وَصْفِكُمْ نِطَاقُ الْبَيَانِ آپ کے وصف سے بیان کا دائرہ تنگ ہے۔

سوال (25)

اگر مان بھی لیں کہ غیر خدا کی قسم اسی لئے حرام ہوئی تو اس کو مسئلہ دائرہ سے کیا علاقہ۔ کیا کسی سے دُعا کیلئے کہنے میں بھی اُسی طرح کے نفع وضرر کا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جو معناً شرک ہے۔

(1) خود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے دُعا چاہی جب وہ مکہ معظّمہ جاتے تھے۔ ارشاد فرمایا:

"لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ" اے بھائی! اپنی دُعا میں ہمیں نہ بھول جانا۔ (1)

(1) (أخرجه أبو داود في السنن، في الصلوة، بَابُ الدُّعَاءِ، 234(1498)، والترمذي في السنن والطيالسي في مسنده ص 4(10)، وابن ماجه في السنن (2894)، والفاكهي في أخبار مكة 1\407(875)، والبزار في مسنده 1\231 (119.120)، وعبد بن حميد في مسنده 241(740)، والخرائطی فی مکارم الأخلاق 255(785)، وابن سعد في الطبقات الكبرى 3\273، وابن عدي في الكامل 5\227، وفي نسخة 5\1868، وابن السني في عمل اليوم والليلة (385)، والبيهقي في السنن الكبرى 5\251، وفي الدعوات الكبير 2\218، وفي الشعب (8641)، والمقدسي في الأحاديث المختارة 1\294 .293 .292(181و182 و183و184) والسمعاني في الأدب الإملاء والإستملاء 36، كلهم من حديث عمر وعبد الله بن عمر رضي الله عنهما۔ وقال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

احمد وابن ماجہ کی روایت میں ہے، فرمایا:

"يَا أُخَيَّ أَشْرِكْنَا فِي صَالِحِ دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا" (1) بھائی! اپنی نیک دُعا میں ہمیں بھی شریک کر لینا اور بھول نہ جانا۔

(2) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ تھی جب دفنِ میت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہر کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرماتے:

"اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَاسْئَلُوا لَهُ التَّثْبِيت ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ". (2) اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور اس کے ثابت رہنے کی دُعا مانگو کہ اب اُس سے سوال ہوگا۔

رواہ ابو داؤد والحاکم والبیہقی بسند حسن عن عثمان الغنی رضی اللہ عنہ۔

---

(1)(أخرجه أحمد في مسنده 2\59 (5229)، وابن ماجه في السنن، كتاب الحج، فضل دعاء الحاج (2894)، والطيالسي في مسنده (10)، وأبو يعلى في مسنده 9\405، والخطيب في تاريخ بغداد 11\396.397، والبيهقي في السنن الكبرى 5\412، والمقدسي في المختارة 1\292۔ وقال الهيثمي في المجمع 3\211: رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو يَعْلَى، وَفِيهِ عَاصِمُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَاصِمٍ، وَفِيهِ كَلَامٌ كَثِيرٌ لِغَفْلَتِهِ، وَقَدْ وُثِّقَ.

(2)(أخرجه أبو داود في السنن، كِتَاب الْجَنَائِزِ، بَاب الِاسْتِغْفَارِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِلْمَيِّتِ فِي وَقْتِ الِانْصِرَافِ (3221)، والحاكم في المستدرك 1\526 (1372)، والبيهقي في السنن الكبرى 4\93، وفي إثبات عذاب القبر 47 (40)، باختلاف اللفظ۔

وأخرجه أحمد في فضائل الصحابة 1\475 (773)، وعبد الله بن أحمد في فضائل عثمان بن عفان 110.111 (63)، وفي زوائد الزهد 106، وفي السنة 2\598 (1425)، والبزار في مسنده 2\91 (445)، وابن السني في عمل اليوم==

(3) امام احمد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِذَا لَقِيتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَصَافِحْهُ. وَمُرْهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتَهُ. فَإِنَّهُ مَغْفُورٌ لَّهُ". (1)

جب تو حاجی سے ملے سلام و مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں جائے اپنی مغفرت کی دُعا اس سے منگوا کہ وہ بخشا ہوا ہے۔

(4) حضور نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا:

" فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَأمُرْهُ فَلْيَسْتَغْفِرِ لَهُ". (2) (خصائص)

تم میں جو اُسے پائے اپنے لئے اُس سے دُعائے بخشش کرائے۔

أخرجه مسلم والبيهقي عن عمر الفاروق رضي الله عنه۔

= = والليلة (585)، والشجري في الأمالي (ترتيب الأمالي الخميسية) 2\421 (2978)، وابن المنذر في الأوسط 5\458 (3210)، والقضاعي في مسندالشهاب 1\172 و248، والبغوي في شرح السنة 5\418، واللالكائي في شرح أصول إعتقاد أهل السنة (2123)، والرافعي في التدوين في أخبار قزوين 1\205، والمقدسي في الأحاديث المختارة 1\522 (388)۔ وقال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ" ووافقه الذهبي۔ وانظر كتابي: "جامع إيصال الثواب"۔

(1) (أخرجه أحمد في مسنده 2\69، و2\128، والفاكهي في أخبار مكة 1\427 (925)، وأبو محمد في طبقات المحدثين بأصبهان 3\177.176 (303)۔ وقال الهيثمي في المجمع 4\16: رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَفِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْبَيْلَمَانِيِّ، وَهُوَ ضَعِيفٌ.

(2) (أخرجه مسلم في الصحيح، بَابُ مِنْ فَضَائِلِ أُوَيْسٍ الْقَرَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ = =

ایک روایت میں ہے حضرت فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو بالتخصیص بھی حکم ہوا اُن سے

== 312\2، وفي نسخة (2542)، والبغوي في شرح السنة 205\14 (4005) من طريق، أَسَيرِ بنِ جَابِرٍ عنه، بلفظ: ... "فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ". وذكره السيوطي في الخصائص الكبرى 220\2، وعزاه إلى مسلم۔

وأخرجه البيهقي في الدلائل 375\6، من طريق أُسَيرِ بنِ جَابِرٍ عنه، بلفظ: "---فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَأْمُرْهُ فَلْيَسْتَغْفِرِ اللهَ لَكُمْ".

وأخرجه ابن المبارك في الزهد 480، أبواب زيادات الزهد لنعيم بن حماد، وفي مسنده 18 (34)، وابن أبي شيبة في المصنف 397\6 (32344)، ابن سعد في الطبقات الكبرى 161\6، وأبو نعيم في معرفة الصحابة 289\1 (1002)، وفي الحلية الأولياء 79.80\2 من طريق، أُسَيرِ بنِ جَابِرٍ عنه، بلفظ: ---"فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَمُرُوهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ". وفي رواية: فَلْيَسْتَغْفِرْ لَهُ.

وأخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى 163\6، ومسلم في الصحيح (2542)، والبزار في مسنده 479.480\1 (342)، وأبو نعيم في معرفة الصحابة 290\1 (1004)، والحاكم في المستدرك 456\3 (5719)، وابن عدى فى الكامل 111\2، واللالكائى في كرامات الأولياء (55)، والبيهقي في الدلائل 377\6، وقوام السنة في سير السلف الصالحين 683، وابن عساكر في تاريخ دمشق 416\9، من طريق، أُسَيرِ بنِ جَابِرٍ عنه، بلفظ: ---"فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن يَسْتَغْفِرَ لَكَ فافعل".

وأخرجه أبو يعلى في مسنده 187.188\1 (212)، وأبو نعيم في معرفة الصحابة 290\1 (1005)، وابن حبان في المجروحين 152\3، والبيهقي في الدلائل 378\6، وابن عساكر في تاريخ دمشق 421\9، من طريق صعصعة بن معاوية، عنه۔ بلفظ: ---"فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَهُ".

دُعا کرانا کہ وہ اللہ کے حضور عزت والے ہیں۔ اخرجه الخطیب وابن عساکر (1)

(۵) حسب الحکم امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے دعا چاہی۔

أخرجه ابن سعد والحاكم وأبوعوانه والروياني والبيهقي في الدلائل وأبو نعيم في الحلية كلهم من طريق أسير بن جابر عن عمر رضی اللہ عنه (2)

اسے بطریق اسیر بن جابر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ابن سعد، حاکم، ابوعوانہ، رویانی، بیہقی نے دلائل میں ورابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا۔

(6) ایک روایت میں ہے امیر المومنین فاروق و امیر المومنین مرتضیٰ رضی اللہ عنہما

---

(1) (أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق 9\430.431، وفيه: --- وأمره أن يدعو لك فإنه كريم على ربه بار بوالدته لو يقسم على الله لأبره يشفع لمثل ربيعة ومضر ... وقال: الخطيب: هذا حديث غريب جدا من رواية يحي بن سعيد الأنصاري عن سعيد بن المسيب بن حزن القرشي، عن عمر بن الخطاب لم أكتبه إلا من هذا الوجه۔ وذكره علي المتقي في كنز العمال 14\7.8 (37827)۔ وعزاه إلى أبي القاسم الخرقي في فوائده، والخطيب وابن عساكر۔)

وأخرجه ابن أبي خيثمة في التاريخ الكبير 3\210، وابن عساكر فى تاريخ دمشق 9\430، وفيه: ---فَإِذَا لَقِيتَهُ فَسْأَلْهُ يَسْتَغْفِرُ لَكَ يَا عُمَرُ.

(2) (أخرجه ابن سعد في الطبقات 6\162، والحاكم في المستدرك 3\403، وفي نسخة: 3\456 (5719)، وأبو عوانة، والروياني كما في كنز العمال 14\4 (37823)، والبيهقي في الدلائل 6\376، وأبو نعيم في الحلية 2\80، وقد تقدم تخريجه، بلفظ: "فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ. قَالَ: فَاسْتَغْفِرْ لِي، فَاسْتَغْفَرَ لَهُ".

دونوں کو حضرت اویس سے طلبِ دُعا کا حکم تھا۔ دونوں صاحبوں نے اپنے لئے دُعا کرائی۔ اخرجہ ابن عساکر (اسے ابن عساکر نے روایت کیا)(1)

(7) امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف اور امام بیہقی دلائل النبوۃ کی مجلد یا زدہم میں بسند صحیح (☆) أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ مَالِكِ الدَّارِ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ اَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَجَاءَ رَجُلٌ (☆) یعنی عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا، ایک صاحب یعنی حضرت

---

(1) (أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق 9\422.425 وفيه: "ان رسول الله ﷺ أمرنا أن نقرئك السلام وأن نسألك أن تدعو لنا قال إن دعائى فى شرق الأرض ومغربها لجميع المؤمنين والمؤمنات فقالا ادع لنا فدعا لهما وللمؤمنين والمؤمنات ...-"۔ وقال:

وروي هذا الحديث من وجه آخر عن الضحاك، عن أبي هريرة بدلا من ابن عباس۔

وفي رواية أبي هريرة: "-..يَا عُمَرُ وَيَا عَلِيُّ إِذَا أَنْتُمَا لَقِيتُمَاهُ فَاطْلُبَا إِلَيْهِ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكُمَا، يَغْفِرِ اللهُ تَعَالَى لَكُمَا ....."-

وأخرجه أبو نعيم في الحلية 2\82، والرافعي في التدوين في أخبار قزوين 1\92.93، وقوام السنة في سير السلف الصالحين 685)

(☆)(نص على صحة الإمام القسطلاني في المواهب ١٢ منه۔ {المواهب 3\374}

امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اس کے صحیح ہونے کی تصریح فرمائی۔

(☆)(هو بلال بن الحارث المزنى الصحابى كما عند سيف فى كتاب الفتوح ١٢ زرقانی شرح مواهب (م){شرح الزرقاني على المواهب 11\150} وہ بلال بن = =

اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَسْقِ اللّٰہَ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الْمَنَامِ فَقِیْلَ لَهٗ ☆اِئْتِ عُمَرَ فَاَقْرِأْهُ السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُ اَنَّكُمْ مُسْتَقِیُوْنَ☆ ....۔الحدیث (1)

بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ عنہ نے مزار اقدس حضور ملجاء بیکساں ﷺ پر حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! اپنی اُمت کیلئے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں رحمت عالم ﷺ اُن صحابی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اُسے سلام پہنچا اور رلوگوں کو خبر دے کہ پانی آیا چاہتا ہے۔

= الحارث مزنی صحابی ہیں جیسا کہ سیف کی کتاب الفتوح میں ہے ۱۲ ازرقانی شرح مواہب۔)

☆(ب،ح: فقال ائت عمر۔فر،ر: فقیل لہ) ☆(ب: سیسقون۔ح: یسبقون۔فر،ر مستقیون)

(1)(أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، فضائل عمر 12\32، كراچی - و 7\482.483، ملتان۔ وفي نسخة 6\369(31993)بيروت۔والبيهقي في الدلائل 7\47، وأخرجه ابن أبي خيثمة في التاريخ الكبير 2\80،والخليلي فی الارشاد 2\313.314،وابن عساكر في تاريخ دمشق الكبير 44\345، وذكره الذهبي في تاريخ الاسلام عهد الخلفاء الراشدين 273،و الحافظ في الفتح 2\495، وفي نسخة: 3\629.630۔وقال: وروی بن أَبِي شَيْبَةَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ مَالِكِ الدَّارِيِّ وَكَانَ خَازِنُ ... وقال : وَقَدْ رَوَی سَيْفٌ فِي الْفُتُوحِ أَنَّ الَّذِي رَأَی الْمَنَامَ الْمَذْكُورَ هُوَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيُّ أَحَدُ الصَّحَابَةِ =

شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں یہ حدیث نقل کر کے کہتے ہیں، رواه أبو عمر في الإستيعاب۔ (1) (اسے ابوعمر بن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کیا۔)

تنبیہ نبیہ: یہ چند حدیثیں ہیں احیائے حقیقی سے طلب دعا میں۔

اور اموات سے طلب کی قدرے بحث کہ اصل مسئلہ مسئولہ سائل ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔ یہاں ایک نکتہ ہمیشہ یادرکھنا چاہیئے کہ جو بات شرک ہے اس کے حکم میں احیاء واموات وانس وجن وملک ☆ وغیرہم تمام مخلوقِ الٰہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہوسکتا تو امورِ شرک میں حیات وموت سے تفرقہ، جیسا کہ اس طائفہ جدیدہ کا شیوہ قدیمہ ہے۔ دائرہ عقل وشرع دونوں سے خروج، کیا زندے خدا کے شریک ہوسکتے ہیں۔ صرف شراکتِ اموات ہی ممنوع ہے۔

مولوی صاحب اپنی مقیس علیہ یعنی قسم غیر کو ملاحظہ کریں کہ حلال نہیں تو مردے زندے کسی کے لئے حلال نہیں۔ یونہی اگر طلبِ دُعا میں شرک ہوتو ہر گز یہ حکم فقط اموات سے خاص نہ ہوگا۔ بلکہ یقیناً احیاء سے دُعا کرانی بھی حرام ٹھہرے گی کہ خدا کا شریک نہ ہوسکنے میں زندے مردے سب ایک سے۔

ولہذا شیخ الشیوخ علماءِ ہند مولانا وبرکتنا سیدی شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرمایا:

= وابن كثير في البداية والنهاية 7\111، وفي نسخة: 7\98۔ وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ.)

☆ (ب، ح: جن وملک۔ فر، ر: جن وملائک)

(1) (قرة العينين، نوع چهلم 19، وابن عبد البر في الاستيعاب 3\1149، وفي نسخة: 475، باب حرف العين، ترجمة: عمر بن الخطاب رضي الله عنه۔ وقال = =

اگر ایں معنی که در امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجه بما سوائے حق باشد چنانکه منکر زعم میکند پس باید که منع کرده شود۔ توسل و طلبِ دُعا از صالحان ودوستان خدا در حالتِ حیات نیز وایں ممنوع نیست بلکه مستحب و مستحن است باتفاق و شائع است در دین۔ (1)	یہ معنی جو ہم نے امداد اور مدد طلبی میں بیان کیا اگر شرک کا موجب اور غیر اللہ کی طرف توجہ قرار پائے جیسا کہ منکر خیال رکھتا ہے تو چاہیئے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی توسل اور دعا طلبی سے منع کیا جائے۔ حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں عام ہے۔

عزیز! یہ نکتہ بہت کارآمد ہے اور اکثر اوہام وشبہات کا رَد۔ فَاحفِظْ تَحَفَّظْ وَ تَحَظّٰی مِنَ الرُّشْدِ بِاَوْفٰی حَظٍّ۔ اسے یاد رکھو گے تو محفوظ رہو گے اور ہدایت سے بھرپور حصہ پاؤ گے۔

= المحقق عادل مرشد: وسندہ جید، مزید ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب: حقیقت توسل)

(1) (اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، فصل اول، 3\401)

نوعِ دوم

مخالفاتِ مولوی صاحب وہم مذہبانِ مولوی صاحب میں۔

یہاں اس امر کا ثبوت ہوگا کہ مولوی صاحب کی تحریر مذہب منکرین سے بھی موافق نہیں۔ بوجوہِ عدیدہ و اصول و فروعِ طائفہ جدیدہ سے صریح مخالفت اور مذہب مہذب اہل حق سے بعض باتوں میں گونہ موافقت فرمائی ہے۔ پھر یہی نہیں کہ صرف ہم مذہبوں ہی سے خلاف ہو اور خود مولوی صاحب اُن مخالفات کا بخوشی التزام فرمالیں نہیں، نہیں، بلکہ بہت وہ بھی ہیں جو نادانستہ سرزد ہوگئیں کہ ظاہر ہوئے پر خود بھی آپ کو گوارا نہ ہوں اور اگر تسلیم فرمالیں تو اس سے کیا بہتر۔ دیکھئے تو، یہیں کتنے مسائل نزاعیہ طے ہوئے جاتے ہیں۔

مخالفت (1)

مولوی صاحب فرماتے ہیں: زیارت قبور مومنین خاصۃً بزرگان دین مندوب و مسنون ہے۔ یہ خصوصیت ہمارے طور پر بیشک حق، مگر صاحب مائۃ مسائل کے بالکل خلاف۔ انہوں نے جو قسم زیارت شرعاً بلا کراہت جائز مانی اُس میں مزاراتِ عالیہ حضراتِ اولیاء اور ہر شرابی زنا کار کی قبر یکساں جانی۔ حیث قال:

دریں قسم زیارت کردن قبر ولی و غیر ولی و شہید و غیر شہید و صالح و فاسق و غنی وفقیر برابر است۔(1)

اس قسم میں ولی، شہید، غیر شہید، صالح، فاسق، غنی اور فقیر سب کی قبر کی زیارت یکساں ہے۔

(1) (مائۃ مسائل، سوال سیز دیم، 23.24، بحوالہ فتاوی رضویہ جدید 9\697)

پھر اُس برابری پر بھی صبر نہ آیا آگے اُلٹی ترقی معکوس کر کے فرمایا:

بلکه از زیارتِ قبور اغنیا و ملوک زیاده تر عبرت حاصل می گردد۔(1)	بلکہ مالداروں اور بادشاہوں کی قبروں کی زیارت سے زیادہ عبرت حاصل ہوتی ہے۔

مطلب یہ کہ جس (☆) فائدہ کیلئے شرع نے زیارتِ قبور جائز کی ہے وہ مزاراتِ اولیاء میں ہرگز ایسا نہیں جیسا روپے والوں کی قبروں میں ہے۔ تو آدمی کو چاہیئے وہیں جائے جہاں دو آنے زیادہ پائے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ o

(☆) (اقول: وباللہ التوفیق ان مرد عاقل محرر مائۃ مسائل سے پوچھا چاہئے کہ اگر تمہارا بیان حق ہے تو واجب تھا کہ حضور سید عالم ﷺ اگر قبور اُحد و بقیع پر سوبار رونق افروز ہوئے تو بادشاہوں جباروں کے مقابر پر دوسو بار تشریف لے گئے ہوتے تاکہ اُمت کو اختیار انفع وافضل کی طرف ارشاد فرماتے یا نہ سہی، برابر ہی سہی، کم ہی سہی، کبھی ہی سہی، ایک ہی بار ثابت کرو کہ حضور اقدس ﷺ کسی بادشاہ کی خاک پر تشریف فرما ہوئے ہوں یا قبر غنی کی بوجہ غنا تخصیص فرمائی ہو۔ پھر سخت عجب ہے کہ جس خالص امر کیلئے حضور نے زیارتِ قبور جائز فرمائی اس کا حصول جہاں بیشتر اور منفعت شرعیہ اتم واوفر اُسی کو دائماً ترک فرمائیں، نہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہرگز رواج پائے پھر ہر قرن وطبقہ کے اہل اسلام ہمیشہ زیارتِ مزاراتِ صلحاء رحمۃ اللہ علیہم کا اہتمام واعتناء رکھیں، نہ یہ کہ فلاں بادشاہ یا سیٹھ کی گور پر چلو وہاں نفع زائد ملے گا۔ حق یہ ہے کہ مزاراتِ عالیہ حضراتِ اولیاء کرام قدست اسرارہم پر امرِ عبرت میں بھی ترجیح، ممنوع اور مشروعیت زیارت کی غرض اس میں منحصر ہونا قطعاً باطل ومدفوع، خود انہیں حضرت کی مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ کی بعض عبارات مقصد سوم میں ملیں گی۔ جو ظاہر کردیں گی کہ صاحب مائۃ مسائل نَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدَاہُ (پہلے جو لکھ چکے اُسے بھول گئے۔) واللہ سبحانہ و تعالی أعلم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالی۔

(1) (مائۃ مسائل، سوال سیزدیم، 23.24، بحوالہ فتاوی رضویہ جدید 697\9)

مخالفت (2)

مولوی صاحب وقتِ زیارتِ قبور درود و فاتحہ پڑھ کر اموات کو ثواب بخشنا مندوب و مسنون فرماتے ہیں۔ بہت اچھا، قرآن و حدیث سے درود و فاتحہ کی خصوصیت ثابت کر دکھائیں یا قرونِ ثلاثہ میں اس تخصیص کا رواج بتائیں، ورنہ ندب و استنان در کنار اُصولِ طائفہ پر "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ"(1) میں داخل ٹھہرائیں۔

مخالفت (3)

سوالِ سائل میں درود و فاتحہ کا معاً پڑھنا مذکور تھا اور اُسی پر حضرت کا جواب وارد۔ بالفرض اگر فرداً فرداً اُن کا پڑھنا ثابت بھی فرمالیں تو اُصولِ طائفہ پر ہیئات اجتماعیہ محل کلام رہیں گی۔ اس بناء پر آپ کو حکمِ بدعت دینا تھا یا تسلیم فرمایئے کہ بعد حسن آحاد حسن مجموع میں کلام نہیں جب تک خصوصِ اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔

---

(1)(أخرجه مسلم في الصحيح 285\1. 284، بلفظ: "وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" بدون: و كل ضلالة فى النار.

ولكن ذكره البيهقي في المدخل إلى السنن الكبرى ص 185، وقال: رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيحِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُثَنَّى، وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ عَنْ جَعْفَرٍ قَالَ فِيهِ: "وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ".

وأخرجه النسائي في السنن، كِتَاب صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ 245(1570)، وفي الكبرى 550\1، و 449\3، ابن خزيمة في الصحيح 143\3(1785)، والمروزي في السنة 29(79)، والطبراني في الكبير 97\9، و أبو نعيم في الحلية 189\3، والبيهقي في الاعتقاد 229۔)

مخالفت (4)

متکلمین طائفہ کی تقریریں گواہ کہ جو فعل فی نفسہٖ حسن ہو مگر عوام میں اُن کے زعم پر خلط مفاسد کے ساتھ جاری۔ وہ اصل کو ممنوع ٹھہراتے ہیں، نہ کہ مفاسد سے منع۔ اور اصل کی تجویز کریں، جب آپ کے نزدیک زیارتِ مزاراتِ متبر کہ بطور شرک رائج کہ استمداد مذکور شائع ومشہور۔☆

تو اُصولِ طائفہ پر اصل زیارت کو حرام کہنا تھا، نہ مندوب ومسنون۔

مخالفت (5)

مولوی اسحاق مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں:

اذان دادن بعداز دفن بدعت و مکروه است زیرا که معهود از سنت نیست و انچه معهود از سنت نیست بموجب روایات کتب فقه مکروه می باشد۔ وعبارة الکتب هذا یکره عند القبر مالم یعهد من السنة والمعهود منها لیس إلازیارته والدعاء عنده قائما کما في فتح القدیر و البحر الرائق

دفن کے بعد اذان دینا بدعت اور مکروہ ہے اس لئے کہ سنت سے معہود نہیں، اور جو کچھ سنت سے معہود نہ ہو کتبِ فقہ کی روایات کے مطابق مکروہ ہوتا ہے اور کتابوں کی عبارت یہ ہے قبر کے پاس جو سنت سے معہود نہیں مکروہ ہے، اور سنت سے معہود صرف یہ ہے کہ زیارت اور وہاں کھڑے ہو کر دُعا ہو جیسا کہ فتح القدیر، البحر الرائق، النہر الفائق، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

☆ (ب، ح: شائع ومشہور۔ فر، ر: شائع وشہور، وہو تصحیف)

والنہر الفائق والفتاوی العالمگیری۔(1)

اگرچہ ان عبارات کا مطلب جو صاحبِ مائۃ مسائل نے ٹھہرایا انہیں کتابوں کی بہت عبارتوں سے مردود۔ مگر عجب ہے کہ جناب نے اس کلیہ پر عمل فرما کر وقتِ زیارت درود وفاتحہ پڑھ کر ثواب بخشنے کو کیوں نہ مکروہ فرمایا۔

مخالفت (6)

جناب نے امتناعِ رویت وسماع کو ان حجبِ عدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا یہ ابتنی باعلی ندا منادی کہ اموات کو في أنفسهم قوتِ سمع وابصار حاصل ہے مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت وصورت کا ادراک نہیں ہوتا ورنہ اگر خود اُن میں راساً یہ قوتیں نہ ہوتیں تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی۔ دیوارِ بیت کی نسبت کوئی نہ کہے گا کہ باہر کی چیزیں اس وجہ سے نہیں دیکھتے کہ بیچ میں آڑ ہے۔ اب متکلمین طائفہ سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس تخصیص کے مقر ہوں گے یا راساً منکر۔

معلم ثانی منکرین ہند یعنی مولوی اسحاق دہلوی سے سوال ہوا:

سماعت موتی سوائے سلام جائز است۔

(سوائے سلام کے مردے کا سننا جائز ہے؟)

جواب دیا: ثابت نیست۔(2)

جواب دیا: (ثابت نہیں۔)

کیا آدمی اُسی وقت میت ہوتا ہے جب قبر میں رکھ کر مٹی دے دیں۔

(1) (مائۃ مسائل، سوال بست وھشتم 60، بحوالہ فتاوی رضویہ جدید 9\699)

(2) (مائۃ مسائل، سوال بست وھشتم 50.51، بحوالہ فتاوی رضویہ جدید أیضا)

مخالفت (7)

جب آپ کے نزدیک مانع ادراک حیلولت خاک۔ تو جب تک مٹی نہ دی ہو یا جہاں دفن ہے اس طرح کرتے ہوں کہ باہر کی آواز اندر جانے سے روک نہ ہو، جیسے علامہ ابن الحاج مدخل میں اہل مصر کا رواج بتاتے ہیں کہ اموات کی قبریں نہیں بناتے بلکہ تہ خانوں میں رکھ آتے ہیں اور اُن کیلئے دروازے ہوتے ہیں کہ جب چاہو اندر جاؤ باہر آؤ۔ وہاں کیلئے حکم شرعی ☆ ارشاد ہو۔ اگر ایسی جگہ کوئی یوں پکارے اور اموات سے دُعا کرنے کو کہے تو قطعاً مشرک یا شائبہ وشبہ شرک میں گرفتار ہو گا یا نہیں؟ متکلمین طائفہ تو ہرگز نہ مانیں گے آپ اپنے کلام کا لحاظ فرمائیں۔

مخالفت (8)

الحمدللہ کہ جناب کا طرز کلام اوّل سے آخر تک شاہد عدل کہ آیت کریمہ

"إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ" (1) بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے۔

کو نفی سماع سے کچھ علاقہ نہیں، نہ ہرگز اس سے یہ معنی مفہوم۔ ورنہ کلام جناب کلام اللہ کے صریح خلاف ہوگا۔

اوّلاً: آیہ کریمہ یقیناً عام، پس اگر اُس سے نفی سماع مستفاد ہو تو قطعاً سلبِ کلی پر دلالت کرے گی۔ پھر آپ ارشادِ ربانی کے خلاف بعضِ اموات کیلئے ایجاب کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

ثانیاً: اس تقدیر پر مفادِ آیت یہ ہوگا کہ نفسِ موت منافی سماع ہے نہ یہ کہ موتی کو اصل

☆(ب،ح: حکم شرعی۔ فر،ر: حکم الٰہی) (1)(سورۃ النمل:80)

قوت حاصل، اور عدمِ ادراک بوجہ حائل۔ پھر آپ کیونکر برخلافِ قرآن حیلولت حجب پر بنائے کار رکھتے ہیں۔

لاجرم واضح ہوا کہ آیہ کریمہ کے صحیح معنی ذہنِ سامی میں ہیں اور آپ خوب سمجھ چکے ہیں کہ اُس میں سماع کا اصلاً ذکر نہیں کما هو الحق الناصع۔ جیسا کہ یہی حق خالص ہے۔ اور عجب نہیں کہ اسی لئے آپ نے آیہ کریمہ کا ذکر نہ فرمایا۔ ورنہ اس کے ہوتے بیگانہ باتوں کی کیا حاجت ہوتی۔

لہٰذا فقیر نے بھی اس بحث کو بشرطیکہ مولوی صاحب جواب میں اس کی طرف رجعت فرمائیں۔ جواب الجواب پر محول رکھا۔ واللہ الموفق۔

مگر ازانجا کہ مقام خالی نہ رہے بتوفیقہ تعالیٰ بعض جوابوں کی طرف اشارہ کروں۔ فاقول وباللہ استعین۔ پس میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے مدد کا طالب ہوں۔

جوابِ اوّل

آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے، نہ نفی سماع۔ پھر اُسے محل نزع سے کیا علاقہ۔ نظیر اُس کی آیہ کریمہ:

"إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ" (1) بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو۔

ہے۔ اسی لئے جس طرح وہاں فرمایا:

"وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ" (2) اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

(1) (سورۃ القصص: 56)

(2) (سورۃ البقرۃ: 272، وسورۃ القصص: 56)

یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے۔

یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا:

"إِنَّ اللهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ" (1) بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے۔

وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سننا تمہاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

فَالْآيَةُ مِنْ قَبِيلِ: "إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ". (2)

یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے۔ بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

جواب دوم

نفی سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنیٰ سمعِ قبول و انتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے کہ، وہ میری نہیں سنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقتاً کان تک آواز نہیں جاتی، بلکہ صاف یہی مقصود کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں، اور سننے سے اُسے نفع نہیں ہوتا۔ آیہ کریمہ میں اسی معنی کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیہ کریمہ "إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى" کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل:

"إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا تم نہیں سناتے مگر انہیں جو ہماری آیتوں

(1) (سورۃ الفاطر: 22)

(2) (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجہاد، باب حکم الاسراء، 7\475)

فَهُمْ مُسْلِمُونَ" (1) پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

اور پُر ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کا وقت یہی زندگی دُنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام

"آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ" (2) کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا۔

تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھایئے نہیں مانتے۔

علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا:

" اَلسَّمَاعُ الْمَنْفِيُّ فِي الْآيَةِ (3) بِمَعْنَى السَّمَاعِ النَّافِعِ وَقَدْ اَشَارَ إِلَى ذَالِكَ الْحَافِظُ الْجَلَالُ السَّيُوْطِيُّ بِقَوْلِهٖ". (4)

آیت میں جس سننے کی نفی کی گئی ہے وہ سماع نافع کے معنی میں ہے اور اس کی طرف حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس کلام سے اشارہ فرمایا ہے:

سماعُ مَوْتی کلامَ الخَلْقِ حَقٌّ قَدْ☆ جَاءَتْ بِهٖ عِنْدَنَا الْاٰثَارُ فِي الْكُتُبِ

☆(ب،ح: حق قد جاءت ۔ فر، ر: قاطبة)

(1) (سورۃ النمل: 81، وسورۃ الروم: 53) (2) (سورۃ یونس: 91)

(3) (یعنی سورۃ النمل آیت: 80 " إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى " اور سورۃ فاطر آیت: 22 "وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ")۔

(4) (السیرۃ الحلبیۃ، باب غزوۃ الکبری، 2\250)

مردوں کا کلامِ مخلوق سننا حق ہے اس سے متعلق ہمارے پاس کتابوں میں آثار وارد ہیں۔

وَآيَتُ النَّفْيِ مَعْنَا هَا سَمَاعُ هُدًى لَا يَقْبَلُوْنَ وَلَا يَصِغُوْنَ لِلْأَدَبِ

اور آیت نفی کا معنی سماع ہدایت ہے یعنی وہ قبول نہیں کرتے اور ادب کی بات پر کان نہیں دھرتے۔(1)

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیہ سورۃ فاطر میں فرمایا:

" شُبِّهَ الْكُفَّارُ بِالْمَوْتٰى حَيْثُ لَا يَنْتَفِعُوْنَ بِمَسْمُوْعِهِمْ "۔(2)

کفار کو مردوں سے اس لئے تشبیہ دی گئی کہ وہ جو سنتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔

مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

" [وَ] النَّفْيُ مَنْصَبٌ☆ عَلٰى نَفْيِ النَّفْعِ لَا عَلٰى مُطْلَقِ السَّمْعِ "(3)

اور مطلق سننے کی نفی نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ ان کا سننا نفع بخش نہیں ہوتا۔

جواب سوم

مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے، موتی سے، موتی کون ہیں؟ ابدان، کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔

---

(1)(الحاوي للفتاوی للسیوطي، مَبْحَثُ الْمَعَادِ، اللُّمْعَةُ فِي أَجْوِبَةِ الْأَسْئِلَةِ السَّبْعَةِ، 2\211، بلفظ: سَمَاعُ مَوْتَى كَلَامَ الْخَلْقِ مُعْتَقَدٌ...إلخ.

☆(ب،ح:منتصب)

(2)(تفسیر مدارک التنزیل 3\239، وفي نسخة: 972، والبحر المدید 4\533)

(3)(مرقاة المفاتیح، باب حکم الاسراء 7\519، وفي نسخة 7\475)

اہلسنّت و جماعت کا یہی مذہب ہے جس کی تصریحات بعونہ تعالیٰ تمہید و فصل اوّل و دوم، نوع اوّل مقصد سوم میں آئیں گی۔

ہاں کس سے نفی فرمائی ہے؟ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ سے، یعنی جو قبر میں ہے، قبر میں کون ہے؟ جسم، کہ روحیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عز و اکرام میں ہیں، جس طرح ارواحِ کفار سجین یا نار یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقاماتِ ذلت و آلام میں۔ امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

"لَانَدَّعِیْ اَنَّ الْمَوْصُوْفَ بِالْمَوْتِ مَوْصُوْفٌ بِالسَّمَاعِ اِنَّمَا السَّمَاعُ بَعْدَ الْمَوْتِ لِحَیٍّ وَ ھُوَ الرُّوْحُ"۔ (1)

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ جو موت سے متصف ہے وہی سننے سے بھی متصف ہے، مرنے کے بعد سننا ایک ذی حیات کا کام ہے جو روح ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب برادرِ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمہ :"وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ" فرماتے ہیں: حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو، وہ سنتے ہیں، بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سن سکتا ہے۔ (2)

یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعہ کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے، پھر اُن کی تصریحیں کلمات علماء میں دیکھیں۔ کما سمِعْتَ وللہ الحمد۔ جیسا کہ تم نے سنا اور حمد اللہ ہی کیلئے ہے۔ اور ابھی ائمہ علماء کے جواب اور بھی ہیں۔

---

(1) (شفاء السقام، الباب التاسع، الفصل الخامس 209)

(2) (موضح القرآن، 697، لاہور)

وَفِیمَا ذَکَرْنَا کَفَایَۃً لِمَنْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ اِنَّ اللہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاءُ وَ یَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطِ الْحَمِیْدِ۔

اور جو اس میں ہم نے بیان کیا وہ کافی ہے اس کیلئے جو سنے اور متوجہ ہو، بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے اور حمید کے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

مخالفت (9)

سائل نے مطلق کہا تھا کہ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا جو اپنے ارسال واطلاق سے شہر میں جانے اور سفر کر کے جانے دونوں کو شامل، کما لا یخفی۔ اور آپ نے بھی یونہی بر سبیلِ اطلاق زیارتِ قبور کی تحسین فرمائی اور سند میں حدیث بھی وہ ذکر کی جس میں امر بزیارت مطلق وارد۔

یہ اطلاقات مذہبِ جمہور اہلِ حق سے تو بے شک موافق۔ مگر مشرب طائفہ میں آپ پر لازم تھا کہ بلا سفر کے قید لگا دیتے، ورنہ سائل و دیگر ناظرین اگر اطلاق دیکھ کر زیارتِ مزارات کو جانا مطلق جائز سمجھے تو مانعین کے نزدیک اُن کا یہ وبال اطلاقِ فتویٰ کے ذمہ رہے گا۔

فقیر اگر تدقیق نظر سے کام لے تو ابھی بہت کچھ ہے مگر نگاہِ انصاف مبذول ہو تو چودہ سطروں پر پینتیس کیا کم ہیں۔ واللہ الھادی۔

اَلْمَقْصَدُ الثَّانِيْ فِي الْأَحَادِيْثِ

(مقصد دوم احادیث میں)

اگرچہ حیات وادراک وسماع وابصار ارواح میں احادیث وآثار اس درجہ کثرت ووفور سے وارد جن کے استیعاب کو ایک مجلد عظیم ودفتر ضخیم درکار اور خود اُن کے احاطہ واستقصا کی طرف راہ کہاں، مگر یہاں بقدرِ حاجت صرف ساٹھ حدیثوں پر اقتصار اور مثل مقصد اوّل اُس میں بھی دو نوع پر انقسامِ گفتار۔

نوعِ اوّل

بعد موت بقائے روح وصفات وافعال روح میں یہاں وہ حدیثیں مذکور ہوں گی، جن سے ثابت کہ روح فنا نہیں ہوتی اور اس کے افعال وادراکات جیسے دیکھنا، سننا، بولنا، سمجھنا، آنا جانا، چلنا پھرنا سب بدستور رہتے ہیں۔ بلکہ اُس کی قوتیں بعد مرگ اور صاف وتیز ہو جاتی ہیں۔ حالتِ حیات میں جو کام ان آلات خاکی یعنی آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان سے لیتے تھے اب بغیر اُن کے کرتی ہے۔ اگرچہ جسم مثالی کی یاوری ☆ سہی۔ ہر چند اس مطلبِ نفیس کے ثبوت میں وہ بے شمار احادیث و آثار سب حجۃ کافیہ دلائل شافیہ جن میں:

(1) بعد انتقال عقل وہوش بدستور رہنا۔

(2) روح کا پس از مرگ آسمانوں پر جانا۔

(3) اپنے رب کے حضور سجدے میں گرنا۔

(4) فرشتوں کو دیکھنا۔

(5) اُن کی باتیں سننا۔

☆ (فر، ر: یاد آوری)

(6) اُن سے باتیں کرنا۔

(7) اپنے منازلِ جنت کا پیش نظر رہنا۔

(8) نیک ہمسائیوں سے نفع پانا۔

(9) بدہمسایوں سے ایذا اُٹھانا۔

(10) ملائکہ کا اُن کے پاس تحفے لانا۔

(11) اُن کی مزاج پرسی کو آیا کرنا☆۔

(12) اُن کا منتظر صدقات رہنا۔

(13) قبر کا اُن سے بزبانِ فصیح باتیں کرنا۔

(14) اُن کے منتہائے نظر تک وسیع ہونا۔

(15) زندوں کے اعمال انہیں سنائے جانا۔

(16) نیکیوں پر خوش ہونا، برائیوں پر غم کرنا۔

(17) پسماندوں کیلئے دُعائیں مانگنا۔

(18) اُن کے ملنے کا مشتاق رہنا۔

(19) روحوں کا باہم ملنا جلنا۔

(20) ہر گونہ کلام کے دفتر کھلنا۔

(21) منزلوں کی فصل سے آپس کی ملاقات کو جانا۔

(22) اگلے اموات کا مردہ نو کے استقبال کو آنا۔

(23) اس کا گزرے قریبوں کو دیکھ کر پہچاننا، اُن سے مل کر شاد ہونا۔

☆(فر،ر: مزاج پرسی کو آنا)

(24) اُن کا اس سے باقی عزیزوں دوستوں کے حال پوچھنا۔

(25) آپس میں خوبیِ کفن سے مفاخرت کرنا۔

(26) بُرے کفن والے کا ہم چشموں میں شرمانا۔

(27) اپنے اعمالِ حسنہ یا سیۂ کو دیکھنا۔

(28) اُن کی صحبت سے اُنس و فرحت یا معاذ اللہ خوف و وحشت پانا۔

(29) عالم دین کا علم شریعت۔

(30) اہلسنّت کا مذہب سنت۔

(31) مسلمان کے دل خوش کرنے والے کا اس سرور و فرحت سے صحبتِ دلکشا رکھنا۔

(32) تالیِ قرآن کا قرآن عظیم کی پاکیزہ طلعت سے صحبتِ دلکشا رکھنا۔

(33) دشمنانِ عثمان کا اپنی قبروں میں عیاذاً باللہ دجال لعین پر ایمان لانا۔

(34) نیک بندوں کا خدمتِ اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم و عباد الصالحین میں حاضر ہونا۔

(35) اپنی قبور میں نمازیں پڑھنا۔

(36) حج کرنا لبیک کہنا۔

(37) تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا۔

(38) بلکہ ملائکہ کا اُنہیں تمام و کمال قرآنِ عظیم حفظ کرانا۔

(39) اپنے رب جل جلالہٗ سے باتیں کرنا۔

(40) رب تبارک و تعالیٰ کا اُن سے کلام جانفزا فرمانا۔

(41) بیل اور مچھلی کا لڑتے ہوئے اُن کے سامنے آنا تماشا دیکھ کر جی بہلانا۔

(42) جنت کی نہروں میں غوطے لگانا۔

(43) جو تلاوتِ قرآن میں مشغول مرے قرآن عظیم کا ہر وقت اُن کی دلجوئی فرمانا۔

ہر صبح وشام اُن کے اہل وعیال کی خبریں انہیں پہنچانا۔

(44) دودھ پیتے شہزادے کا انتقال ہوا، جنت کی دائیاں مقرر ہونا، مدتِ رضاعت تمام فرمانا۔

(45) نیکوں کا شوقِ قیامت میں جلدی کرنا۔

(46) بدوں کا نامِ قیامت سے گھبرانا۔

(47) مقتولانِ راہ خدا کے دل میں دوبارہ قتل کی آرزو ہونا۔

(48) مسلمانوں کا سبز یا سپید پرندوں کے روپ میں جہاں چاہنا اُڑتے پھرنا۔

(49) جنت کے پھل پانی کھانا پینا۔

(50) سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا۔ اللھم ارزقنا۔

اوران کے سوا بہت سے اُمور وارد ہوئے جو اُن کے علم وادراک وسمع وبصر وکلام وسیر وغیرہا صفات واحوالِ حیات پر برہان ساطع، بلکہ تمام آیات واحادیث عذابِ قبر و نعیمِ قبر، اس مدعا پر حجتِ قاطع، جسے ان تمام باتوں پر اطلاع تفصیلی منظور ہو تصانیف ائمہ دین خصوصاً کتاب مستطاب ,,شرح الصدور بکشف حال الموتی والقبور،، تصنیفِ لطیف امام اجل خاتمۃ الحفاظ المحققین امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ المکین کی طرف رجوع کرے۔

مگر میں اس نوع میں صرف وہ چند حدیثیں ذکر کروں گا جن میں ارواح کا بعد انتقال اہل دُنیا کو دیکھنا، اُن سے باتیں کرنا، اُن کی باتیں سننا اور اسی قسم کے امور متعلقہ بدنیا مذکور ہیں۔ اور ان میں بھی وقائع جزئیہ نہ لکھوں گا کہ کوئی کہے:

وَاقِعَةُ حَالٍ لَا عُمُوْمَ لَهَا ایک واقعہ حال ہے جو عام نہیں ہوتا۔
اگرچہ دقیق النظر کو اُن سے دلیل کی ترتیب اور اتمام تقریب دشوار نہ ہو۔ معہذا پھر اُن میں وہ کثرت جن کا ایراد موجب اطالت، لہٰذا صرف انہیں بعض اُمور کلیہ کی روایت پر اقتصار چاہتا ہوں جو ایک عام طور پر حالِ ارواح میں وارد ہوئے۔

میرے لئے ان احادیثِ نوع اوّل میں دو غرضیں ہیں:

اوّلاً

جب بعد فراقِ بدن اُن کا علم و ادراک وسمع و بصر ثابت ہوا تو یہ بعینہٖ مسئلہ مقصودہ کا ثبوت ہے کہ اُسی وقت سے نام میت اُن پر صادق ہوتا ہے۔ قبر میں بند ہونے نہ ہونے کو اس میں دخل نہیں، تو عام منکرین پر حجت ہوں گے۔

ثانیاً

جب اُن سے ثابت ہوگا کہ روح بعد موت اپنے صفات وافعال پر باقی اور اُن آلات جسمانیہ سے مستغنی، تو اس وقت خاص مولوی صاحب کے مقابل یوں گزارش ہوسکتی ہے کہ جس پر جناب مٹی وغیرہ کے حائل وحجاب دیکھ رہے ہیں وہ جسم خاکی ہے نہ کہ روح پاک، اور سمع و بصر و علم وخبر جس کے اوصاف ہیں وہ جان پاک ہے نہ تودۂ خاک۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم۔

حدیث (1)

امام اجل ☆ عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ، عبداللہ (☆) بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے موقوف اور امام اجل احمد بن حنبل اپنی مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابو نعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی: " وَالْمَوْقُوْفُ ابْسَطُ لَفْظًا وَأَتَمُّ مَعْنًى وَأَنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ فِي الْبَابِ كَمِثْلِ الْمَرْفُوْعِ وَهٰذَا لَفْظُ الْإِمَامِ ☆ ابْنِ الْمُبَارَكِ".

یعنی اور موقوف باعتبار لفظ زیادہ مبسوط اور باعتبار معنی زیادہ تام ہے اور تو جانتا ہے کہ اس باب میں موقوف بھی مرفوع کا حکم رکھتی ہے، اور یہ لفظ امام عبداللہ بن مبارک کی روایت کے ہیں:

☆ (ب، ر: اجل۔ فر: اجل۔ ح: الکل) ☆ (ب، ح: الامام۔ فر، ر: امام)

(☆) (صحابی ابن صحابی رضی اللہ عنہما ۱۲ منہ م)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بن عاص، آپ کی کنیت ابو محمد، ابو عبدالرحمن اور کہا گیا ہے کہ ابو نصیر ہے، اور مشہور ابو محمد ہے۔ آپ کا پہلا نام عاص تھا جب اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام عبداللہ رکھا۔ آپ کا شمار اصحاب آلوف (یعنی رسول اللہ ﷺ سے 2000 دو ہزار سے زیادہ احادیث مبارکہ روایت کرنے والے) ہوتا ہے۔ یونہی آپ کا شمار عبادلہ (یعنی عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم) میں ہوتا ہے۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ کرہ ارض پر سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کو انہوں نے ہی کتاب کی شکل میں لکھا۔ آپ اپنے والد سے پہلے اسلام لائے، فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل اپنے والد کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ آپ بہت زیادہ عبادت گزار، اور متقی و پرہیزگار تھے، بکثرت تلاوت قرآن کرنے والے، رسول اللہ ﷺ انہیں ان کے والد سے =

"إِنَّ الدُّنْيَا جَنَّةُ الْكَافِرِ وَسِجْنُ الْمُؤْمِنِ، وَإِنَّمَا مَثَلُ الْمُؤْمِنِ حِينَ تَخْرُجُ نَفْسُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَ فِي سِجْنٍ، فَأُخْرِجَ ☆ مِنْهُ فَجَعَلَ يَتَقَلَّبُ فِي الْأَرْضِ، وَيَتَفَسَّحُ فِيهَا" (1)

بے شک دُنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے، اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اُس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔

☆(ب، ح، ر، فر: فأخرج، وأيضا في شرح الصدور للسيوطي، لكن في الزهد لابن المبارك: فخرج)

=افضل سمجھتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حفظ کے علاوہ بہت احادیث لکھی تھیں جس کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "فإنه كان يكتب عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم وكنت لا أكتب." یعنی پس وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث لکھ لیتے تھے اور میں نہیں لکھ سکتا تھا۔ اہل کتاب کا ایک وسیع کتب خانہ ان کو مل گیا تھا جس کا انہوں نے بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا اور بڑی نادر معلومات فراہم کیں، مصر کے گورنر رہے، ایک جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی ان سے روایت کرنے والی ہے۔ ملاحظہ ہوں:

(تاريخ دمشق 31\290.207، والإستيعاب في معرفة الأصحاب 3\959.956، وطبقات الكبرى لابن سعد 2\373، والإصابة لابن حجر 4\167.165، وتهذيب الكمال 15\362.357، وسير أعلام النبلاء للذهبي 3\94.79، وتذكرة الحفاظ للذهبي (19)، والعقد الثمين في تاريخ البلد الأمين لتقى الدين الفاسي 396. 4\397، وتذكرة الحفاظ وتبصرة الأيقاظ لابن المبرد 134)

(1)(أخرجه ابن المبارك في الزهد والرقائق 212.211 (597)، ومن طريقه

و لفظ أبي بكر هكذا" اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ، فَإِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ يُخَلّٰى سَرَبُهُ☆ يَسْرَحُ حَيْثُ شَاءَ".	اور روایت ابوبکر (یعنی ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں) جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

☆(ب، ح، فر: وفي شرح الصدور: سربه۔ ر، وفي المصنف لابن أبي شيبة: يخلى به)

= الخطيب في تاريخ بغداد 11\348، وابن أبي الدنيا في الزهد 94(192)، وفي ذم الدنيا (108)، من طريق شَرِيْك بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضي الله عنه، موقوفا۔

وأخرجه ابن أبي شيبة في المصنف 13\335، كراچی، و 7\129 (34722) الرياض، وفي نسخة 8\189، ومن طريقه الخطابي فی غريب الحديث 2\492، وأبو داود في الزهد 257(288)، والخطيب في تاريخ بغداد 12\428، كلهم من طريق شُعْبَةَ، عَنْ يَعْلَى، عَنْ يَحْيَى بْنِ قَمْطَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضي الله عنه، موقافا۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے اس روایت کو موقوفا روایت کرنے والے دو (2) روای ہیں یحیی بن قمطہ اور عطاء العامری ہیں:

(1) یحیی بن قمطہ کو امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الثقات 5\4529، اور امام احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ نے الثقات 475، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے التاریخ الکبیر 8\299، جبکہ امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے الجرح والتعدیل 9\181، میں ذکر کیا اور آخر الذکر دونوں نے کوئی کلمہ جرح وتعدیل ذکر نہیں کیا۔

جبکہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روایت کو المستدرک 2\660(3119)، وفی نسخۃ: 2\295(3065) میں بیان کیا اور کہا: " هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ" اور تلخیص میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام حاکم کی موافقت فرمائی ہے۔ ==

---

(2) عطاء العامری کو امام ابن حبان نے کتاب الثقات 5\202 میں ذکر کیا جبکہ میزان الاعتدال 3\78 میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لا یعرف إلا بابنه. جبکہ مجمع الزوائد 2\105 (2613)، میں امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "وَيَعْلَى بْنُ عَطَاءِ الْعَامِرِيُّ وَأَبُوهُ ثِقَتَانِ". حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب التہذیب 392 میں مقبول کہا۔ جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الادب المفرد، امام ابو داود نے السنن (160)، امام ترمذی نے السنن (1395)، امام نسائی نے السنن (3987) وغیرہم نے اس سے روایت لی ہیں اور البانی نے ترمذی، نسائی میں موجود اس کی روایت کی تصحیح کی ہے۔

(3) عطاء العامری اور یحیی بن قمطہ سے روایت کرنے والے یعلی بن عطاء العامری ہیں جب کی توثیق ایک جماعت نے کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(تهذيب التهذيب 11\404، وتهذيب الكمال 32\395.394، وسير اعلام النبلاء 5\201، وتاريخ دمشق 74\197.196)

(4) یعلی بن عطاء سے روایت کرنے والے امام شعبہ اور شریک بن عبد اللہ، پس معلوم ہوا کہ یہ روایت باعتبار موقوف صحیح ہے۔

(أخرجه ابن المبارک في الزهد (598)، بلفظ: "الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَتُهُ، فَإِذَا فَارَقَ الدُّنْيَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسَّنَةَ" ۔وأحمد في مسنده 2\97 (6855)، وفي الزهد70 (144)، والحاكم في المستدرک 4\351 (7882)، وعبد بن حميد في مسنده 1\137 (346)، وأبو نعيم في الحلية الأولياء 8\185، وابن أبي حاتم في العلل 2\141 (1917)، وفي نسخة 5\197.196، والبغوى في شرح السنة 14\297 (4106). كلهم مختصرا إلا ابن أبي حاتم عنده مطولا۔

وأورده الهيثمي في المجمع الزوائد 10\289.288، وقال: رواه أحمد والطبراني باختصار، ورجال أحمد رجال الصحيح غير عبد الله بن جنادة، وهو ثقة۔ = =

قلت: عبداللہ بن جنادہ کا ذکر امام بخاری رحمہ اللہ نے ,, التاریخ الکبیر 5\62،، پر کیا اور اس پر کوئی جرح نہیں کی اور اسی طرح ابن ابی حاتم نے اس کا ذکر ,, الجرح والتعدیل 5\25،، پر کیا لیکن اس پر کوئی جرح نہیں کی اور امام ابن حبان نے اس کو ثقات 7\23 میں ذکر کیا ہے۔،اور اسی بات کا ذکر ابوالمحاسن الحسینی نے ,, الاکمال 231،، میں پر کیا ہے۔

(☆) وفی الباب: عن أبي هريرة رضي الله عنه

أخرجه مسلم فی الصحیح، كِتَابُ الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، 2\407 (2956) بلفظ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ، وَجَنَّةُ الْكَافِرِ".

و أخرجه أحمد في مسنده 2\323، و389، و485، و في الزهد 37،، وابن أبي عاصم في الزهد (142)، والترمذی في السنن، أَبْوَابُ الزُّهْدِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 2\58 (2324)، وابن ماجه في السنن، كِتَابُ الزُّهْدِ 303 (4113)، والبزار في مسنده 15\69 (8298)، وابن أبي الدنيا في الزهد (5)، وأبو يعلى في مسنده 11\151.152 (6465)، و404 (6526)، وابن حبان في الصحيح 463. 2\464 (687.688)، والطبراني في الأوسط 3\157 (2782)، وأبو نعيم في الحلية 6\350، والبغوی فی شرح السنة 14\297 (4104.4105)، والآخرون۔

(☆) وعن ابن عمر رضی الله عنهما

أخرجه محمد بن سلامة القضاعي في مسند الشهاب 1\118 (145)، بلفظ: عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ، وَجَنَّةُ الْكَافِرِ".

وأخرجه البزار في مسنده 12\288 (6108)، وابن أبي عاصم في الزهد 69 (143)، والطبراني في الأوسط 9\65 (9136)، وأبو نعيم في أخبار أصبهان=

= 1\399، الشجري في أماليه (ترتيب الأمالي الخميسية) 2\226(2223)، و2\226(2381)، والخطيب فی تاریخه 6\401۔

قال الهيثمي في المجمع 10\289: رَوَاهُ الْبَزَّارُ بِسَنَدَيْنِ أَحَدُهُمَا ضَعِيفٌ، وَالْآخَرُ فِيهِ جَمَاعَةٌ لَمْ أَعْرِفْهُمْ.

(☆) وعن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ

أخرجه البزار في مسنده 6\461(2498)، بلفظ: "إِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا أَطْوَلُهُمْ جُوعًا فِي الْآخِرَةِ يَا سُلَيْمَانُ، الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ"۔

وأخرجه ابن أبي الدنيا في الجوع (3)، وفي الزهد (4)، وابن ماجه في السنن، بَابُ الِاقْتِصَادِ فِي الْأَكْلِ، وَكَرَاهَةِ الشِّبَعِ (3351)، والطبراني في الكبير 6\236 (6087)، و268 (6183)، والحاكم في المستدرک 3\604، وفی نسخة 3\699 (6545)، وأبو نعيم في الحلية 1\199 .198، وأبو يعلى في مسنده كما في المطالب العالية (3137)، وصححه الحاكم في المستدرک، فتعقبه الذهبي بقوله: الوراق تركه الدارقطني وغيره۔

قال الهيثمي في المجمع 10\289: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ، وَهُوَ مَتْرُوكٌ، وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الْبَزَّارُ.۔

(☆) وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہ أخرجه ابن عدي في الكامل 4\1638، والطبراني في الأوسط 9\150(9385)۔

(☆) وعن معاذ بن جبل رضي اللہ عنہ، أخرجه أبو بكر المعروف بقاضی المارستان 3\1409(735)۔

(☆) وعن علي رضي اللہ عنہ أخرجه الشجري في أماليه (ترتيب الأمالي الخميسية) 2\223(2210)۔

حدیث(2)

سیدی محمد بن علی ☆ ترمذی، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" مَا شَبَّهَتْ خُرُوجُ الْمُؤْمِنِ مِنَ یعنی دنیا سے مسلمان کا جانا(☆) ایسا

وعن الحسن بن أبی الحسن البصری ،مرسلا ، أخرجه ابن المبارک في الزهد (123)، و الذهبی في معجم الشيوخ 582۔

☆(ر،فر: محمد علی ترمذی، والصواب محمد بن علی الترمذی)

(☆)(فائدہ: اسی کے مؤید دو حدیثیں اور ہیں مرسل سلیم بن عامر و عمر بن دینار سے أخرجهما ابن أبي الدنيا ۔(م)

جن دو روایات کی طرف سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) من مُرسل سليم بن عَامر الجنائزي:

"إن مثل الْمُؤمن فِي الدُّنْيَا كَمثل الْجَنِين فِي بطن أمه إِذا خرج من بَطنهَا بَكَى على مخرجه حَتَّى إِذا رأى الضَّوْء وَوضع لم يحب أَن يرجع إِلَى مَكَانَهُ وَ كَذَلِكَ الْمُؤمن يجزع من الْمَوْت فَإِذا أفضى إِلَى ربه لم يحب أَن يرجع إِلَى الدُّنْيَا كَمَا لَا يحب الْجَنِين أَن يرجع إِلَى بطن أمه".

(نقله السيوطي في شرح الصدور 333، وفي بشرى الكئيب 335، ومحمد بن عبد الوهاب النجدي في أحكام تمني الموت 60)

یعنی مومن کی مثال دُنیا میں اس بچے کی طرح ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے تو اپنے پہلے مقام کی جدائی کی وجہ سے روتا ہے یہانتک کہ جب وہ دُنیا کی روشنیاں دیکھ لیتا ہے اور ماں کا دودھ پی لیتا ہے تو وہ واپس اپنے پہلے مقام کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرتا اور اسی طرح

الدُّنْیَا... إِلَّا مِثْلَ خُرُوجِ الصَّبِيِّ	ہے جیسے بچے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا
مِنْ بَطْنِ أُمِّهِ مِنْ ذَلِكَ الْغَمِّ	اس دم گھٹنے اور اندھیری کی جگہ سے اس
وَالظُّلْمَةِ إِلَى رَوْحِ الدُّنْيَا"۔ (1)	فضائے وسیع دُنیا میں آنا۔

== مومن بھی موت سے گھبراتا ہے اور جب وہ اپنے رب کے حضور چلا جاتا ہے تو وہ دُنیا کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرتا جیسے بچہ پیدائش کے بعد اپنی ماں کے پیٹ میں واپس لوٹنا پسند نہیں کرتا۔

(2) من مُرسل عَمرو بن دِینَار:

" أن رجلا مَاتَ فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :" أصبح هَذَا مرتحلا من الدُّنْيَا فَإِن كَانَ قد رَضِي فَلَا يسره أَن يرجع إِلَى الدُّنْيَا كَمَا لَا يسر أحدكُم أَن يرجع إِلَى بطن أمه "۔ (نقله السيوطی فی شرح الصدور 333، وبشری الکئیب 335)

یعنی ایک آدمی فوت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ اس پر راضی ہے تو دُنیا کی طرف لوٹنا کبھی بھی پسند نہیں کرے گا جس طرح تم میں سے کوئی یہ پسند نہیں کرتا کہ اپنی ماں کے بطن کی طرف لوٹے۔

وقال العراقي في تخريج إحياء علوم الدين (إتحاف السادة المتقين 14\310): رواه ابن أبي الدنيا من حديث عمرو بن دينار مرسلاً، ورجاله ثقات.)

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

" مَا شَبَّهَتْ خُرُوجُ الْمُؤْمِنِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَى الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلَ خُرُوجِ الصَّبِيِّ مِنْ بَطْنِ أُمِّهِ مِنْ ذَلِكَ الْغَمِّ إِلَى رَوْحِ الدُّنْيَا" ۔ (أخرجه أبو نعيم في الحلية 7\23)

یعنی دُنیا سے مسلمان کا آخرت کی طرف جانا ایسا ہے جیسے بچے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا اس دم گھٹنے سے اس دُنیا کی وسیع فضا میں آنا۔

(1) (أخرجه الحكيم الترمذي في نوادر الأصول، الأصل الثالث والخمسون 75، دار صادر بيروت، و 1\376، دار الجيل بيروت، ونقله الهندي في كنز العمال==

اسی لئے علماء فرماتے ہیں دُنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحم مادر کو دُنیا سے، پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دُنیا کو برزخ سے۔

اب اس سے برزخ ودُنیا کے علوم وادراکات میں فرق سمجھ لیجئے۔ وہی نسبت چاہیے جو علم جنین کو علم اہل دُنیا سے، واقعی روح طائر ہے اور بدن قفس، اور علم پرواز، پنجرے میں پرند کی پرفشانی کتنی؟ ہاں جب کھڑکی سے باہر آیا اُس وقت اُس کی جولانیاں قابل دید ہیں۔

== 15\570 (42212)، والزبيدي في إتحاف السادة المتقين 14\311، والمناوي في فيض القدير 5\450، والسيوطي في شرح الصدور 333، وفي بشرى الكئيب 335، ومحمد بن عبد الوهاب النجدي في الأحكام تمني الموت 60۔

وقال المناوي في فيض القدير: وفيه محمد بن مخلد الرعيني قال في اللسان قال ابن عدي حدث بالأباطيل عن كل من روى عنه، وقال الدارقطني: متروك الحديث۔

وقال ابن عدي في الكامل 6\2260: يحدث عن مالك وغيره بالبواطيل ۔ ۔۔۔ولمحمد بن مخلد غير ما ذكرت من الحديث وهو منكر الحديث عن كل من يروى عنه۔

ولكن قال الخليلي في الإرشاد 1\264: أبو أسلم محمد بن مخلد الرعينيى روى عن مالك أحاديث لا يتابع عليها يتفرد بها وهو صالح۔

وقال أبو حاتم في الجرح والتعديل 8\93: لم أر في حديثه منكرا۔ وانظر: بيان الوهم والإيهام لابن القطان 3\64۔

اور حاصل کلام یہ کہ سلیم بن عامر، عمرو بن دینار اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم کی مراسیل کی وجہ سے اس روایت کو تقویت حاصل ہوتی ہے جس کے سبب یہ روایت بھی ترقی حاصل کرجاتی ہے۔

حدیث (3)

صحیح بخاری وصحیح مسلم ☆ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

" إِذَا وُضِعَتِ الجِنَازَةُ، وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ ☆: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا. يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَ الإِنْسَانُ صَعِقَ ☆ " .(1)

جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اُسے اپنی گردنوں پر اُٹھاتے ہیں پس اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ، اور اگر بد ہوتا ہے، تو کہتا ہے ہائے خرابی اُس کی کہاں لئے جاتے ہو ہر شے اس کی آواز سنتی ہے مگر انسان کہ وہ سنے تو بے ہوش ہوجائے۔

☆ (ذكر صحيح مسلم في نسخ الأربعة يعني ب، ح، ر، فر، لكن لم اطلع فيه)

☆ (وفي رواية: لأهلها كما في نسخة فر، ر، لكن في: ب، ح ،بدون "لأهلها".)

☆ (وفي رواية: لصعق كما في نسخة، فر، ر، لكن في: ب، بدون "اللام يعني صعق".

وفي: ح، صعتى وهو تصحيف، وفي الصحيح البخاري كلاهما)

(1) (أخرجه أحمد في مسنده 3\41(11372)، و3\58(11552)، وعبد بن حميد في مسنده 291(933)، والبخاري في الصحيح، كِتَابُ الجَنَائِزِ، بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ الجِنَازَةَ دُونَ النِّسَاءِ 1\172، وفي نسخة (1314، وبَابُ السُّرْعَةِ بِالْجِنَازَةِ 1316)، وبَابُ كَلاَمِ المَيِّتِ عَلَى الجَنَازَةِ 2\100(1380)، والنسائي في السنن، كِتَابُ الجَنَائِزِ، السُّرْعَةُ بِالْجَنَازَةِ 289 (1911)، وفي السنن الكبرى 1\624(2036)، وأبو يعلى في مسنده 2\454(1265)، وابن حبان في الصحيح

اقول: اگر چہ اہلسنّت کا مسلک ہے کہ نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول ہوں گے۔ جب تک کہ اس میں مخذور نہ ہو۔ لہذا ہم اس کلامِ جنازہ کو یوں بھی کلامِ حقیقی پر محمول کرتے۔ مگر بحمد اللہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پچھلے لفظوں سے نص کو مفسر فرما دیا کہ ہر شے اُس کی آواز سنتی ہے اب کسی طرح مجالِ تاویل وتشکیک باقی نہ رہی، وللہ الحمد۔

حدیث (4)

ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا: "إِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ عَلَى سَرِيرِهِ ..." الحدیث۔ (1) مانند حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ۔

== 7\311(3038)، و7\312(3039)، وابن بشران في الأمالي 339(786)، والبيهقي في السنن الكبرى 4\21، وفي اثبات عذاب القبر (42)، والبغوي في شرح السنة 5\325(1482)۔

وأخرجه بنحوه موقوفاً عبد الرزاق في المصنف 3\441(6250)، وابن أبي شيبة في المصنف 3\53(12050)، وابن المنذر في الأوسط 5\379(3033)، من سريق الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ نُبَيْحٍ قَالَ: قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ:

"مَا مِنْ جِنَازَةٍ إِلَّا تُنَاشِدُ حَمَلَتَهَا. إِنْ كَانَتْ مُؤْمِنَةً وَاللهُ رَاضٍ عَنْهَا قَالَتْ: " أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ إِلَّا أَسْرَعْتُمُونِي. وَإِنْ كَانَتْ كَافِرَةً بِاللهِ وَاللهُ عَلَيْهَا سَاخِطٌ قَالَتْ: أُنْشِدُكُمْ بِاللهِ إِلَّا رَجَعْتُمْ بِي. فَمَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَهُوَ يَسْمَعُهُ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ. فَلَوْ أَنَّ الْإِنْسَانَ سَمِعَهُ خَرِعَ وَجَزِعَ. الْخَرَعُ يَعْنِي الضَّعْفَ وَالْهَيْبَةَ". ورجاله ثقات.

(1) (أخرجه أبو داود الطيالسي في مسنده 307(2336)، وفي نسخة: 4\98(2457)، بلفظ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ قَالَ: قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ قَالَ: يَا وَيْلَهُ،

أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِيْ ".وأخرجه أحمد في مسنده 2\292(7914)، و 2\474 (10137)،و2\500(10493)،وأحمدبن منيع كمافي الإتحاف الخيرة المهرة (1937)، وابن سعد في الطبقات الكبرى 4\338، والبخاري في التاريخ الكبير 9\37،وفي الكنى 37(323)، والنسائي في السنن ، كِتَابُ الجَنَائِزِ، السُّرْعَةُ بِالْجَنَازَةِ 289(1910)، وفي نسخة:(1908)، وفي السنن الكبرى 1\624 (2035) ، وفي نسخة : 2\415 (2046)، وابن أبي حاتم في الجرح والتعديل 9\379،وعبد الله بن محمد بن أبي مريم في مما أسند سفيان الثوري (ق22)، والطحاوي في شرح معاني الآثار 1\478،والطبراني في مسند الشاميين 3\159(1990)، وابن حبان في الصحيح 7\378 (3111)، والدارقطني في العلل 11\73(2132)، و 11\177(2203)، وابن زبر الربعي في وصايا العلماء عند حضور الموت57.58، وابن مندة في الكنى 384(3418)،وابن عساكر في تاريخ دمشق 67\381.382، والمزي في تهذيب الكمال 17\444، كلهم من حديث أبي هريرة رضي الله عنه۔

وقال ابن حبان في صحيحه: "رَوَى هَذَا الْخَبَرَ سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. فَالطَّرِيقَانِ جَمِيعًا مَحْفُوظَانِ، وَمَتْنُ خَبَرِ أَبِي سَعِيدٍ أَتَمُّ مِنْ خَبَرِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي أَوَّلِ هَذَا الْبَابِ".

وقال الحافظ في الفتح 3\182 ، وفي نسخة: 1\829 :قَوْلُهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ لِسَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ فِيهِ إِسْنَادٌ آخَرُ رَوَاهُ بن أَبِي ذِئْبٍ عَنْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أخرجه النَّسَائِيّ وابن حِبَّانَ وَقَالَ الطَّرِيقَانِ جَمِيعًا مَحْفُوظَانِ قَوْلُهُ إِذَا وضعت الْجِنَازَةُ فِي رِوَايَةِ بن أَبِي ذِئْبٍ الْمَذْكُورَةِ إِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ عَلَى السَّرِيرِ فَدَلَّ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْجِنَازَةِ الْمَيِّتُ۔

حدیث (5)

امام احمد وابن ابی الدنیا وطبرانی ومروزی وابن مندہ، ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ مَنْ يُغَسِّلُهُ، وَيَحْمِلُهُ، وَمَنْ يُكَفِّنُهُ، وَمَنْ يُدَلِّيهِ فِي حُفْرَتِهِ" (1)

بے شک مردہ اسے پہچانتا ہے جو اُس کو غسل دے اور جو اُس کو اُٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو اُس کو قبر میں اُتارے۔

---

(1)(أخرجه أحمد في مسنده 3\3(11010)،وفي نسخة :(10997)، و(11600)،ومسدد في مسنده كما في الإتحاف الخيرة(1876)،وابن أبي الدنيا في المنامات 11 .10(6)،والخطيب في تاريخ بغداد 12\212،وفي موضح أوهام الجمع والتفريق 2\264(318)، والقزويني في التدوين في أخبار قزوين 467. 2\468 ، والمروزى في الجنائز، وابن مندة في كتاب الأحوال كما في الإتحاف السادة المتقين 14\325،والديلمي في الفردوس الأخبار 4\240(6721)۔

وقال الهيثمي في المجمع 3\21:رواه أحمد والطبرانى فى الأوسط وفيه رجل لم أجدمن ترجمه.

وأخرجه الطبراني في الأوسط 7\257(7438)، وأبو نعيم في أخبار أصبهان 1\251،والقزويني في التدوين في أخبار قزوين 3\303 ،من طريق فُضَيلُ بنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضي الله عنه۔

مسند امام احمد بن حنبل میں اس کی سند کے پہلے راوی، امام احمد بن حنبل ہیں جو کہ صاحب مسند ثقہ امام ہیں اور موضح اوھام میں ان کے متابع امام اسحاق بن راھویہ ہیں۔

دوسرا راوی : ابو عامر العقدی اسمہ عبدالملک بن عمرو القیسی البصری اس کو امام یحیی بن معین نے ثقہ کہا ہے بروایت عثمان بن سعید دارمی۔ اور امام ابو حاتم نے کہا کہ صدوق ہے اور امام نسائی نے کہا کہ ثقۃ مأمون۔ امام اسحاق بن راہویہ نے کہا ثقۃ الامین۔ امام ابن سعد نے کہا کہ ثقہ ہے۔ اور امام احمد کی مسند میں ہی اس کا متابع حماد بن خالد الخیاطہ ہے، جو صحیح مسلم کے ثقہ رواۃ میں سے ہے۔ (انظر : تھذیب الکمال 18\368.369، وتھذیب التھذیب 6\409، والجرح والتعدیل 5\359، والطبقات الکبری 7\299)

تیسرا راوی: عبدالملک بن حسن الحارثی ویقال الجاری۔ ابو مروان المدنی الاحول

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام یحی بن معین نے کہا کہ ثقہ ہے بروایت اسحاق بن منصور۔ اور ابو حاتم نے کہا کہ شیخ ہے اور امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور ابن مدینی نے کہا کہ معروف ہے، اور اس کا متابع طبرانی کے ہاں اسماعیل بن عمرو البجلی ہے۔ (انظر: تھذیب الکمال 18\301، وتھذیب التھذیب 6\391.392)

چوتھا راوی: سعید بن عمرو بن سلیم

امام ابو حاتم نے کہا کہ شیخ ثقہ ہے اور ابن معین نے کہا کہ ثقہ ہے اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ شیخ ثقہ ہے۔ اور اس کا متابع طبرانی وغیرہ کے ہاں فضیل بن مرزوق ہے، جس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں صدوق یہم کے لفظ ذکر کیے ہیں۔ (انظر : الجرح والتعدیل 4\50، وتعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ 154(384) وکتاب الثقات 6\394، والاکمال للحسینی 166(309)، والعلل ومعرفۃ الرجال 2\29)

پانچواں راوی : معاویہ بن فلاں یا فلاں بن معاویہ

لیکن طبرانی اور اخبار قزوین میں اس کا متابع موجود ہے جو کہ: عطیہ بن سعد ہے اکثریت نے اس کی تضعیف کی ہے جیسا کہ امام ثوری، ہشیم، یحی، احمد، رازی، نسائی وغیرہم مگر یحی بن معین سے =

حدیث (6)

ابوالحسن بن البراء ,, کتاب الروضة ،، میں بسند خود عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ إِلا وَهُوَ يَعْرِفُ غَاسِلَهُ وَيُنَاشِدُ حَامِلَهُ إِنْ كَانَ بُشِّرَ بِرَوْحٍ وَّرَيْحَان وَّجَنَّةُ نَعِيمٍ أَنْ يُعَجِّلَهُ وَإِنْ كَانَ بُشِّرَ بِنُزُلٍ مِنْ حَمِيمٍ وَّتَصْلِيَةِ جَحِيمٍ أَنْ يَحْبِسَهُ"۔ (1)

ہر مردہ اپنے نہلانے والے کو پہچانتا اور اُٹھانے والے کو قسمیں دیتا ہے اگر اسے آسائش اور پھولوں اور آرام کے باغ کا مژدہ ملے تو قسم دیتا ہے مجھے جلد لے چل، اور اگر آبِ گرم کی مہمانی اور بھڑکتی آگ میں جانے کی خبر ملتی ہے تو قسم دیتا ہے مجھے روک رکھ۔

ایک روایت مروی ہے کہ ان سے اس کی حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ صالح ہے اور امام ابن سعد نے بھی اس کو ثقہ کہا ہے الفاظ یہ ہیں: ,, و كان ثقة ان شاء الله له احاديث صالحة ومن الناس من لا يحتج به ۔ (انظر: الجرح والتعديل 6\382، و تهذيب التهذيب 7\201، والطبقات الكبرى 6\304)

چھٹے راوی: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور اس کے شواہد بھی موجود ہیں، پس یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ ترقی پا جاتی ہے، لہذا یہ حسن کے درجہ سے نہیں گرتی۔

(1) (أخرجه الخطيب في موضح أوهام الجمع والتفريق 1\84، والديلمى فى الفردوس الأخبار 4\31.32 (6098) وذكره السيوطي في شرح الصدور 94، باب معرفة الميت من يغسله، نسبه إلى ابن البراء في كتاب الروضة، وابن رجب ==

حدیث (7)

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راوی، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَا مِنْ مَيِّتٍ يُوضَعُ عَلَى سَرِيرِهِ فَيُخْطَى بِهِ ثَلَاثَ خُطًى ☆إِلَّا تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ يَسْمَعُهُ مَنْ☆ شَاءَ اللهُ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ يَقُولُ يَا إِخْوَتَاهُ ! وَيَا حَمَلَةَ نَعْشَاهُ لَا تَغُرَّنَّكُمُ الدُّنْيَا كَمَا غَرَّتْنِي وَلَا تَلْعَبَنَّ بِكُمْ كَمَا لَعِبَتْ☆ بِي

جب مردے کو جنازہ پر رکھ کر تین قدم لے چلتے ہیں ایک کلام کرتا ہے جسے سب سنتے ہیں جنہیں خدا چاہے سوا جن وانس کے۔ کہتا ہے اے بھائیو! اے نعش اُٹھانے والو! تمہیں دُنیا فریب نہ دے جیسا مجھے دیا اور تم سے نہ کھیلے جیسا مجھ سے کھیلی، اپنا ترکہ تو میں وارثوں

= = الحنبلي في تفسيره 354\2، وفي أحوال القبور وأحوال أهلها إلى النشور 42 (134) وفي الدر المنثور 39\8، سورة الواقعة، وعزاه إلى ابن مردويه، والزبيدي في الإتحاف السادة المتقين 325\14، وعزاه إلى ابن البراء في كتاب الروضة، بسند ضعيف، عن ابن عباس رضي الله عنهما)

☆(ر، فر: خطوات۔ب، ح: خطى۔ وفي كتاب القبور لابن أبي الدنيا: خطى)

☆(ر، فر: من۔ وفي ب، ح: ما۔ وفي كتاب القبور لابن أبي الدنيا: من)

☆(فر : ولا يلعبن بكم الزمان كما لعب بى، كذا في شرح الصدور ،وفي كنز العمال، ومسند الفاورق۔ وفي: ب ،ح: ولا تلعبن بكم كما لعبت بى ۔ و في كتاب القبور لابن أبي الدنيا، وتاريخ جرجان، والفردوس، : ولا يلعب بكم الزمان كما لعب بي۔ وفي: ر: كما لعبت بي۔)

خَلَفْتُ مَا تَرَكْتُ لِوَرَثَتِي، وَالدَّيَّانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخَاصِمُنِي وَيُحَاسِبُنِي وَأَنْتُمْ تُشَيِّعُونِي وَتَدَعُونِي". (1)	کیلئے چھوڑ چلا اور بدلہ لینے والا قیامت میں مجھ سے جھگڑے گا اور حساب لے گا ،تم میرے ساتھ چل رہے ہو اور اکیلا چھوڑ آؤ گے۔

(1) (أخرجه ابن أبي الدنيا في كتاب القبور 61(25)، وأبو القاسم الجرجاني في تاريخه 178، والديلمي في الفردوس 4\31(6096)، ونقله ابن كثير في مسند الفاروق 339، وعلي الهندي في كنز العمال 15\596(42357)، والسيوطي في شرح الصدور 96۔

کتاب القبور لابن ابی الدنیا کے محقق طارق محمد سکلوع نے اس کے ذیل میں لکھا کہ : إسناده ضعيف۔ لوجود الرجل المبهم، وكذا الخليل فإنه ضعيف كما في التقريب۔

میں کہتا ہوں: ابوالقاسم الجرجانی کی سند میں اس کی صراحت موجود ہے، اور وہ ,,أبو بشر،، میں اس کے ترجمہ پر مطلع نہیں ہوسکا۔ دوسری علت کہ ,,خلیل بن مرہ،، ضعیف ہے۔

یہ درست ہے کہ اس میں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے کلام کیا ہے لیکن امام ابن شاہین ابو حفص الواعظ رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ اسماء الثقات 79 میں کہا کہ خلیل بن مرہ ثقہ ہے اور احمد بن صالح نے کہا کہ میں نے کسی ایک کو بھی اس میں کلام کرتے نہیں دیکھا۔۔ اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی ایک نے بھی اس کو ترک کیا ہو اور وہ ثقہ ہے۔ اس کی تضعیف کے باوجود امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

" وللخليل أحاديث غير ما ذكرته أحاديث غرائب، وَهو شيخ بصري وقد حدث عنه الليث وأهل الفضل ولم أر في أحاديثه حديثا منكرا قد جاوز الحد، وَهو في جملة من يكتب حديثه وليس هو متروك الحديث". (الكامل في الضعفاء 3\930)

ومع هذا له شاهد في الصحيح۔

حدیث (8)

ابن مندہ راوی حبان (☆) بن ابی جبلہ نے فرمایا:

" بَلغنِي أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيهِ وَسلم قَالَ إِن الشَّهِيدَ إِذَا

مجھے یہ حدیث پہنچی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ شہید جب مقام شہادت پالیتا

(☆) (یہ تابعی ثقہ ہیں رجال بخاری سے کتاب الادب المفرد [,, باب : لا یسلم علی فاسق،، 217(1049)] میں ۱۲ منہ)۔

حبان بن ابی جبلہ، القرشی المصری، کنیت ابونصر، مولی بنی عبدالدار، جبکہ سعید بن کثیر بن عفیر کہتے ہیں کہ: مولی بنی حسنہ۔ عمرو بن عاص، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن عمر، جبکہ حافظ مغلطائی نے حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد مالکی کی کتاب طبقات علماء قیروان کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں جن میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں قیروان میں سکونت اختیار کی اور اہل قیروان نے ان کے علم سے بہت زیادہ فائدہ اُٹھایا۔ جبکہ ان سے عبد الرحمن بن زیاد بن انعم، عبیداللہ بن زحر، موسی بن علی بن رباح، ابوشیبہ عبدالرحمن بن یحیی روایت کرتے ہیں۔ فرات بن محمد کے بقول حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جن دس فقہاء کو اہل افریقہ کو تعلیم دینے کے لئے بھیجا تھا ان میں حبان بن ابی جبلہ بھی تھے۔ اور عبدالرحمن بن زیاد بن انعم سے روایت ہے کہ: اہل افریقہ کے نزدیک شراب حلال تھی حتی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ان فقہاء کو بھیجا کہ انہیں سمجھائیں کہ شراب حرام ہے۔ ابوعرب الصقلی نے طبقات اہل قیروان میں توثیق کی، اسی طرح ابن حبان اور ابن خلفون نے اپنی اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا۔

بقول یوسف بن یحیی المغامی موسی بن نصیر نے جب اُندلس فتح کیا تو حبان بن ابی جبلہ بھی اس کے ساتھ تھے، حتی کہ وہ اس کے قلعوں میں سے ایک قلعہ جس کو قرقشونہ کہا جاتا تھا تک پہنچا، پس اس میں آپ وفات پاگئے۔ اور کہا گیا ہے کہ 122ھ، اور یہ بھی کہا گیا کہ 125ھ افریقہ میں فوت =

اسْتُشْهِدِ أَنْزَلَ اللهُ تعالى لَهُ ☆ جَسَدًا كَأَحْسَنِ جَسَدٍ ثُمَّ يُقَالُ لِرُوْحِهِ أُدْخُلِيْ فِيْهِ فَيَنْظُرُ إِلَى جَسَدِهِ الْأَوَّلِ مَا فُعِلَ ☆ بِهِ وَيتَكَلَّمُ فَيَظُنُّ أَنَّهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَهُ فَيَنْظُرُ إِلَيْهِمْ فَيَظُنُّ أَنَّهُمْ يَرَوْنَهُ حَتَّى يَأْتِيَهُ أَزْوَاجُهُ يَعْنِي مِنَ الْحُوْرِ الْعَيْنِ فَيَذْهَبْنَ بِهِ"۔(1)

ہے تو اللہ تعالی اس کے لیے ایک خوبصورت جسم یعنی اجسام مثالیہ سے اُتارتا ہے اور اس کی روح کو کہا جاتا ہے اس میں داخل ہو، پس وہ اپنے پہلے بدن کو دیکھتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور کلام کرتا ہے اور اپنے ذہن میں سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی باتیں سن رہے ہیں اور آپ جو انہیں دیکھتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ بھی

= ہوئے۔ملاحظہ فرمائیں:(السنن الكبرى للبيهقي 10\539، و تاريخ علماء الأندلس لابن الفرضى 1\147 .146، وتاريخ ابن يونس المصري 1\103.104، والتاريخ الكبير للبخارى 3\90، والجرح والتعديل لابن أبي حاتم 3\269، و كتاب الثقات لابن حبان 4\181 والمؤتلف والمختلف للدارقطني 1\420، وتهذيب الكمال 5\332.333، وتهذيب التهذيب 2\171، وإكمال تهذيب الكمال 3\341)

☆(في ب، ح، فر: أنزل الله تعالى جسدا ـ وفي ر: أنزل الله له جسدا، كذا في شرح الصدور)

☆(في ب، ح، فر: مايفعل به ـ وفي ر: مافعل به كذافي شرح الصدور للسيوطي)

(1)(ذكره السيوطي في شرح الصدور 247، والزبيدي في الإتحاف السادة المتقين 14\312 وعزاه إلى ابن مندة ـ وأخرج ابن المبارك في الجهاد 60(63) بنحوه، بسند ضعيف)

اُسے دیکھ رہے ہیں یہاں تک کہ حورعین میں سے اُس کی بیبیاں آ کر اُسے لے جاتی ہیں۔

حدیث (9)

ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی:

" إِنَّ سَلْمَانَ الفارسی وَعَبْدَ اللهِ بْنَ سَلَامٍ الْتَقَيَا. فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: " إِنْ لَقِيتَ رَبَّكَ قَبْلِي، فَأَخْبِرْنِي مَاذَا لَقِيتَ مِنْهُ؟ ". فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَيَلْقَى ☆ الْأَحْيَاءُ الْأَمْوَاتَ؟ قَالَ: " نَعَمْ. أَمَّا الْمُؤْمِنُونَ فَإِنَّ أَرْوَاحَهُمْ ☆ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ تَذْهَبُ حَيْثُ شَاءَتْ ". (1)

سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما ملے، ایک صاحب نے دوسرے سے فرمایا اگر آپ مجھ سے پہلے انتقال کریں تو مجھے خبر دیں کہ وہاں کیا پیش آیا دوسرے صاحب نے پوچھا کہ کیا زندے اور مُردے بھی آپس میں ملتے ہیں؟ فرمایا: ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں اور اُنہیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہے جائیں۔

☆(في ب، ح، فر: فقال أوتلقى الأحياء الأموات ، كذا في شرح الصدور ۔ وفي ر: فقال أحدهما لصاحب أيلقى الأحياء الأموات ۔ وفي شعب الإيمان للبيهقي: فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَيَلْقَى الْأَحْيَاءُ الْأَمْوَاتَ؟)

☆(في ب، ح: أرواحهم كذا في شرح الصدور ۔ وفي ر، فر: أرواحه، وهو تصحيف)

(1)(أخرجه ابن المبارك في الزهد 144 (429) وابن أبي الدنيا في التوكل على=

= = الله 51.52(12)،وفي المنامات 22.23(21)،والبيهقي في الشعب 2\121 (1355)،وفي نسخة: 2\489(1293)،وفي البعث والنشور (197)، وابن عساكر في تاريخ دمشق 21\460،وذكره ابن رجب في أحوال القبور 116، والسيوطي في شرح الصدور 233، وابن القيم فيكتاب الروح 33،بسند صحيح۔)

اس روایت کے تحت قبلہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی۔اپنی کتابِ لاجواب۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں واللہ،، میں رقمطراز ہیں:

تواس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ارواحِ مومنین برزخِ زمین میں ہیں جہاں چاہتی ہیں تشریف لے جاتی ہیں۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:"إِنَّ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ فِي بَرْزَخٍ مِنَ الْأَرْضِ تَذْهَبُ حَيْثُ شَاءَتْ، وَنَفْسَ الْكَافِرِ فِي سِجِّينٍ"۔

مومنین کی روحیں زمینی برزخ میں ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور کفار کی روحیں قید عذاب میں ہوتی ہیں۔(كتاب الزهد لابن المبارك 144، وابن مندة نقله ابن رجب الحنبلي في أحوال القبور 116)

حضرت شیخ علامہ علی بن احمد بن محمد ابراہیم العزیزی م۔۱۰۷۰ھ فرماتے ہیں:

"فَإِذا فَارق الدُّنْيَا فَارق السجْن وَالسّنة وانتقل إِلَى الانفساح وَديَار السرُور والأفراح "۔(السراج المنير شرح الجامع الصغير 3\162، وانظر : التيسير بشرح الجامع الصغير 2\13)

جب دُنیا سے جدا ہو گیا تو وہ قید سے چھوٹ گیا اور فراخی اور کشادگی اور سرور و فرحت کی طرف منتقل ہو گیا۔

حضرت امام ولی کامل قطب وقت امام صدرالدین القونوی فرماتے ہیں:

"وذلك انهم غير محصورين فی الجنة وغيرها"۔(رسالة النصوص 66 للامام قونوی)

اس کے ساتھ ساتھ وہ (انبیاء واولیاء) جنت اور قبور میں محصور نہیں ہیں (بلکہ جہاں چاہیں تشریف لیجائیں وہ آزاد ہیں۔

حضرت علامہ عبدالروف مناوی فرماتے ہیں: "فان الرّوح اذا انخلعت من هَذَا الهيكل وانفكت من القُيُود بِالْمَوْتِ تجول إِلَى حَيْثُ شَاءَت".
(التيسير بشرح الجامع الصغير 1\320)

بے شک روح جب اس قالب سے جدا اور موت کے سبب دیگر قیدوں سے آزاد ہوجاتی ہے تو جہاں چاہتی ہے چلتی پھرتی ہے۔

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: " ان الله تعالى يعطى لارواحهم قوة الأجساد فيذهبون من الأرض والسماء والجنة حيث يشاؤن وينصرون أولياءهم و يدمرون أعداءهم ان شاء الله تعالى...

اللہ تعالیٰ (انبیاء و اولیاء) کی ارواح کو اجساد کی قوت عطا فرما دیتا ہے۔ لہٰذا وہ زمین وآسمان اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک وذلیل وخوار کرتے ہیں۔ (تفسير المظهري 1\153.152)

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب ہی دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ شہدا کے حق میں فرماتا ہے۔ (بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد شاید یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی روحوں کو جسموں کی سی طاقت عطا فرماتا ہے وہ جہاں چاہتا ہے سیر کرتے ہیں اور یہ حکم شہداء کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام اور صدیقین شہداء کے حکم میں ہیں کیونکہ انہوں نے نفس کے ساتھ جہاد کیا ہے جو کہ جہاد اکبر ہے (ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے) اس پر دلیل کافی۔ اسی لیے اولیاء اللہ نے فرمایا (ہماری روحیں ہمارے جسم اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں) ہماری روحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی ہمارے جسم نہایت لطافت کے سبب برنگ ارواح ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی لیے کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔ان کی روحیں زمین وآسمان اور جنت میں جہاں چاہیں تشریف لے جاتی ہیں اور دنیا وآخرت میں اپنے دوستوں اور چاہنے والوں (امتیوں اور مریدوں) کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں (منکروں) کو ہلاک کرتی ہیں اور ان سے بطریق اویسیہ فیض باطنی پہنچتا ہے اور یہی سبب ہے کہ ان کے جسم زندہ رہتے ہیں اور خاک ان کو کھاتی نہیں ہے بلکہ ان کے کفن بھی اسی طرح تروتازہ اور نئے رہتے ہیں۔(تذکرۃ الموتی والقبور،۱۴۱۔۱۴۲ طبع استنبول،ترکی)

شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:" ثمرہ آں اتصال بآں بزرگاں است در قبر وحشر امداد ایشاں ایں طالب را وقتا بعد وقت"۔(رسالہ بعیت در مجموعہ رسائل مطبوعہ احمدی دہلی 27،طبع نصرت العلوم گوجرانوالہ 1\56)

فائدہ اس بیعت کا یہ ہے کہ قبر وحشر میں بیعت کرنے والوں کو ایک قسم کا اتصال ورشتہ قائم ہوجاتا ہے اور طالب یعنی مرید کو وقتاً فوقتاً اس سے امداد ملتی رہتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:" فَکَذٰلِكَ الْإِنسَان قد یکون فِي حَیَاته الدُّنیَا مَشْغُولًا بِشَهْوَة الطَّعَام وَالشرَاب والغلمة وَغَیرهَا من مقتضیات الطبیعة والرسم، لکنه قریب المأخذ من الْمَلأ السافل قوی الانجذاب إِلَیْهِم، فَإِذا مَاتَ انْقَطعت العلاقات، وَرجع إِلَى مزاجه، فلحق بِالْمَلَائِکَةِ، وَصَارَ مِنْهُم، وألهم کالهامهم، وسعی فِیمَا یسعون فِیهِ".(حجۃ اللہ البالغہ ۳۵ باب اختلاف احوال الناس)

بالکل اسی طرح انسان کا حال ہے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی کھانے پینے اور شہواتِ نفسانی اور اسی طرح دیگر طبعی تقاضوں کو پورا کرنے اور زندگی کے مختلف مراسم ومعاملات میں مصروف رہتا ہے لیکن اس کا تعلق ملائکہ سافل سے ہوتا ہے اور انہی کی جانب اس کو زیادہ میلان وکشش ہوتی ہے لہٰذا جب وہ فوت ہوجاتا ہے تو اس کے تمام جسمانی علائق اور تعلق ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اپنی اصل طبیعت کی طرح عود کرتا ہے اور پھر ملائکہ سے مل کر انہی کا ہوجاتا ہے اور انہی کے سے الہام اس کو بھی ہوتے ہیں اور انہی کی طرح وہ بھی تصرف کرتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ روح باقی ہے اور اس کا ایک خاص تعلق اجزائے بدن کے ساتھ اس سے مفارقت تغیر کیفیت کے بعد بھی باقی ہے کہ اس تعلق کی وجہ سے ان میں علم اور شعور پیدا ہوتا ہے جس سے قبر کی زیارت کرنے والوں اور ان کے احوال سے آگاہی ہوتی ہے اور کامل لوگوں کی ارواح جن کو اللہ تعالیٰ کے ہاں زندگی میں قدر و منزلت حاصل تھی اور کرامات وتصرفات اور لوگوں کی امداد کرتے تھے ان کو بعد از وفات بھی یہ تصرف حاصل ہوتا ہے اور اسی طرح تصرف حاصل کرتے ہیں جس طرح کہ وہ اس وقت کرتے جب ان کے بدنوں کے ساتھ روح کا کلی تعلق حاصل تھا (زندہ تھے) بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تصرف کرتے ہیں اور ان سے استمداد کا انکار کرنے کی کوئی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ مگر یہ کہ پہلی بات کا انکار کر دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ روح کا بدن کے ساتھ بالکل ہی تعلق نہیں ہے اور بدن سے مفارقت کے بعد تمام وجوہ سے زندگی کا تعلق ہو چکا ہے اور یہ کہنا تو نصوص کیخلاف ہے اور اس طرح تو قبروں کی زیارت اور وہاں جانا سب لغو وبیکار و بے معنی ہو جائیگا"۔ (فتاویٰ عزیزیہ ۱۰۷ تا ۱۰۸ ادارالاشاعت العربیہ کوئٹہ)

جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کلام پڑھیں اور سوچیں کہ اب علمائے دیوبند تو خانوادۂ شاہ ولی اللہ کا نام جپتے ہیں لیکن عقائد ان کے بالکل برعکس اپنائے ہوئے ہیں۔ وہ تو فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء واولیاء سے استمداد کا انکار کرنے کی کوئی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی لیکن شاید اب علمائے دیوبند نے وہ صحیح وجہ معلوم کر لی ہے اور اس وجہ سے بے دریغ اُمت محمدیہ کو مشرک قرار دے رہے ہیں۔ یہ نومولود فرقہ مختلف ناموں سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور لوگوں کو علمائے حق اہلسنت سے متنفر کرنے کی ناکام سعی میں لگا ہوا ہے۔

اس کے نومولود ہونے کا ثبوت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبان مبارک سے ملاحظہ فرمائیں: آپ فرماتے ہیں "انما اطلنا الکلام فی ھذا المقام رغما لانف المنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شر ذمۃ ینکرون الاستمداد من الاولیاء ویقولون ما =

مغیرہ بن عبدالرحمن کی روایت میں تصریح آئی کہ یہ ارشاد فرمانے والے حضرت سلمان فارسی (☆) رضی اللہ عنہ تھے۔

سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن جریر طبری کتاب الادب میں اُن سے راوی:

"لَقِيَ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَلَامٍ فَقَالَ لَهُ : إِنْ مُتَّ قَبْلِي فَأَخْبِرْنِي بِمَا تَلْقَى، وَإِنْ مُتُّ قَبْلَكَ أَخْبَرْتُكَ"۔ (1)

یعنی سلمان فارسی نے عبداللہ بن سلام سے فرمایا: اگر تم مجھ سے پہلے مرو، تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا اور اگر میں تم سے پہلے مروں گا تو میں تمہیں خبر دوں گا۔

== یقولون وما لهم علی ذلك من علم ان هم الا یخرصون"۔ (لمعات بحوالہ حیاۃ الموات) ہم نے اس مقام پر کلام کو طول دیا منکروں کی ناک خاک آلود کرنے کے لیے کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے کہ حضرات اولیاء کرام سے استمداد کے منکر ہیں اور اول فول بکتے ہیں اور انہیں اس پر کچھ علم نہیں۔ یونہی اٹکل پچو لگاتے ہیں۔ (انتہی کلامہ، بتصرف)

(☆) (صحابی عظیم الشان جلیل القدر صحابی اُن چاروں میں سے جن کی طرف جنت مشتاق ہے ۱۲ منہ سلمہ (م)۔ قلت : اشار سیدي إلی قول النبي ﷺ رواه أبو الفضل الزهري في حديثه (472) عن حذيفة بن اليمان، قال "سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " اشْتَاقَتِ الْجَنَّةُ إِلَى أَرْبَعَةٍ: عَلِيٍّ وَسَلْمَانَ وَأَبِي ذَرٍّ وَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ "وأخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق 21\411)

(1) (أخرجه أبو نعيم في الحلية 1\205، وذكره السيوطي في شرح الصدور 98، والنجدي في أحكام تمنى الموت 56، كلاهما عزاه إلى ابن جرير وسعيد بن منصور فی سننه، وابن رجب الحنبلي في تفسيره 1\266، وعزاه إلى ابن جرير۔ ==

حدیث (10)

ابن ابی شیبہ استادِ بخاری و مسلم اپنے مصنف میں سیدنا ابو ہریرہ (☆) رضی اللہ عنہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا:

"لَا يُقْبَضُ الْمُؤْمِنُ حَتّٰى يَرَى الْبُشْرَى، فَإِذَا قُبِضَ نَادَى، فَلَيْسَ فِي الدَّارِ دَابَّةٌ صَغِيرَةٌ وَلَا كَبِيرَةٌ إِلَّا هِيَ تَسْمَعُ صَوْتَهُ، إِلَّا الثَّقَلَيْنِ: الْجِنَّ وَالْإِنْسَ تَعَجَّلُوا بِيْ إِلَى أَرْحَمِ الرَّاحِمِينَ، فَإِذَا وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ قَالَ: مَا أَبْطَأَ مَا تَمْشُونَ" ۔ الحدیث۔ (1)

مسلمان کی رُوح نہیں نکلتی جب تک بشارت نہ دیکھ لے، پھر جب نکل چکتی ہے تو ایسی آواز میں جسے انس و جن کے سوا گھر کا ہر چھوٹا بڑا جانور سنتا ہے، ندا کرتی ہے مجھے جلد لے چلو ارحم الرحمین کی طرف۔ پھر جب جنازے پر رکھتے ہیں کہتی ہے کتنی دیر لگا رہے ہو چلنے میں۔ الحدیث۔

==وقال ابن رجب: وهذا لا يثبتُ وهو منقطع، وأبو معشرٍ: ضعيف، وقد سبقَ روايةُ سعيدِ بنِ المسيبِ لهذه القصة بغير هذا اللفظِ وهو الصحيحُ.)

(☆) (صحابی۔ جلیل القدر، رفیع الذکر ہیں، جن کی عام شہرت ان کی تعریف سے مغنی ۱۲ منہ (م)

(1) (أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، كتاب الزهد كلام أبي هريرة رضى الله عنه، 13\320 کراچی، و 8\182، ملتان، و 7\126 (34700)، الرياض، و 7\142 (34689)، دار الكتب العلمية بيروت۔ وفيه: "الْجِنَّ وَالْإِنْسَ تَعَجَّلُوا بِهٖ" ---إلخ)

اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں

(1) ابوبکر بن ابی شیبہ، امام ثقہ محدث ہیں۔

(2) ابو خالد الاحمر، سلیمان بن حیان۔

امام عجلی نے کہا پختہ ثقہ ہے، علی بن مدینی نے کہا کہ ثقہ ہے ابو حاتم نے کہا کہ سچا ہے، ابن معین سے تین روایتیں ہیں ایک میں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، دوسری میں ہے کہ سچا لیکن حجت نہیں، تیسری میں ہے: ثقۃ وکذلک، نسائی اور ابو ہشام الرفاعی نے کہا کہ ثقہ ہے ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور ابن سعد نے کہا کہ ثقہ بہت زیادہ احادیث والا ہے اور امام بخاری نے اس سے اپنی صحیح میں کتاب الصلاۃ وغیرہ میں روایت لی ہے۔

(معرفۃ الثقات 1\427، والجرح والتعدیل 4\106، والتعدیل والتجریح لمن خرج لہ البخاری فی الجامع الصحیح 3\110، والتہذیب الکمال 11\394، والطبقات الکبری 6\391، والثقات لابن حبان 6\395)

(3) ابو مالک الاشجعی، سعد بن طارق الاشجعی۔

امام عجلی نے کہا کہ تابعی ثقہ ہے اور امام احمد نے کہا کہ ثقہ ہے ابن معین نے کہا کہ ثقہ ہے ابو حاتم نے کہا کہ صالح حدیث والا ,,یکتب حدیثہ،، امام نسائی نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے ابن اسحاق نے کہا کہ ثقہ ہے ابن خلفون نے کہا کہ ثقہ ہے اور ابن عبد البر نے کہا کہ ,,لا اعلمھم یختلفون فی انہ ثقۃ عالم۔

(معرفۃ الثقات 1\391، والجرح والتعدیل 4\86، والتہذیب الکمال 10\269، والتہذیب التہذیب 3\410، والثقات لابن حبان 4\294)

(4) ابو حازم، سلمان۔

اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حج، تفسیر وغیرہ مقامات پر اخراج کیا ہے اور ابن سعد نے کہا کہ ثقہ اور اس کی احادیث صالح ہیں اور احمد، ابن معین اور ابو داؤد نے کہا کہ ثقہ ہے اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور عجلی نے کہا کہ ثقہ تابعی ہے اور ابن عبد البر نے ذکر کیا کہ: ,,اجمعوا علی انہ ثقۃ،، (التعدیل والتجریح لمن خرج لہ البخاری 3\1134، ==

حدیث (11)

امام احمد کتاب الزہد میں ام الدرداء (☆) رضی اللہ عنہا سے راوی کہ فرماتیں:

= = والتهذيب الكمال 11\259، والطبقات الكبرى 6\294، والتهذيب التهذيب 4\123، ومعرفة الثقات 1\423، والجرح والتعديل 4\297، والثقات لابن حبان 4\333)

پس ثابت ہوا کہ اس حدیث کے تمام راوی بخاری کے راوی ہیں سوائے ابو مالک الاشجعی کے اور وہ صحیح مسلم کا راوی ہے جس سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ,, کتاب الطهارة ،، وغیرہ میں اخراج کیا ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح " كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ قول النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ (19) میں "حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ الْأَحْمَرَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ.... إلخ۔ اور " كِتَابِ الطَّهَارَةِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ إِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ (247) میں " أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ" کی سند سے روایات بیان کی ہیں، لہذا یہ روایت مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔

(☆) یہ دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ عنہ کی بیبیاں ہیں۔ پہلی کبریٰ کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام، دوسری صغریٰ تابعیہ ثقہ فقیہ مجتہدہ رواۃ صحاح ستہ سے ہجیمہ نام رضی اللہ عنہما ۱۲ منہ (م)۔

قلت: أُمُّ الدَّرْدَاءِ الصُّغْرَى هُجَيْمَةُ أَوْ جُهَيْمَةُ الْوَصَابِيَّةُ۔

آپ قبیلہ حمیر کی شاخ بنو وصاب سے نسبت رکھتی تھیں، مشہور فقیہ صحابی سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں، بڑی عالمہ، فاضلہ، عبادت گذار، وسیع العلم اور کثیر العقل تھیں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ام الدرداء، سیدہ، فقیہہ، ہجیمہ، اور کہا گیا ہے کہ جہیمہ اوصابیہ حمیر یہ دمشقیہ اور وہ ام الدرداء صغری ہیں۔ انہوں نے اپنے خاوند سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے

بہت زیادہ علم روایت کیا ہے، یونہی یہ سیدنا سلمان فارسی، کعب بن عاصم اشعری، عائشہ صدیقہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ ایک جماعت سے روایت کرتی ہیں اوران سے روایت کرنے والے جبیر بن نفیر، ابو قلابہ، سالم بن ابی جعد، رجاء بن حیوہ، یونس بن میسرہ، مکحول، زید بن اسلم جیسے لوگوں کی ایک جماعت ہے۔

آپ کا شمار مشہور فقیہہ میں ہوتا ہے، اور شام کے تابعین کے دوسرے طبقہ میں ہوتا ہے، آپ علم، عمل اور زہد میں مشہور ہونے کے ساتھ ساتھ بہت قدر و منزلت والی اور حسین وجمیل تھیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اُن کو شادی کا پیغام بھیجا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے اس دُنیا میں میرے والدین کے پاس مجھ سے شادی کرنے کا پیغام دیا پس انہوں میرا نکاح کر دیا اور میں اپنی طرف سے آپ کو آخرت میں پیغامِ نکاح دیتی ہوں پس حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تم میرے بعد کسی سے نکاح نہ کرنا، پس حضرت معاویہ نے انہیں پیغام نکاح دیا تو انہوں نے اُس ساری بات کے متعلق آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا: تم پر روزے رکھنے ضروری ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ثقہ فقیہہ، اور ابن حبان نے نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے آپ کا وصال 80ھ کے بعد ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں:

(الأسامي والكنى لأحمد بن حنبل (53)، والتاريخ الكبير للبخاری 9\92، الجرح والتعديل لابن أبي حاتم 9\463، وكتاب الثقات لابن حبان 5\517، والتعديل والتجريح لمن خرج له البخاری 3\1298، وتاريخ دمشق 70\164.146، وسير أعلام النبلاء 4\277.278، تذكرة الحفاظ 1\44، وتهذيب التهذيب 12\465، وتهذيب الكمال 35\352)

" إن الْمَيِّتُ إِذَا وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ فَإِنَّهُ يُنَادِي يَا أَهْلَاهُ وَيَا جِيرَانَاهُ وَيَا حَمَلَةَ سَرِيرَاهُ، لَا تَغُرَّنَّكُمُ الدُّنْيَا كَمَا غَرَّتْنِي "(الحدیث)(1)

بے شک مردہ جب چار پائی پر رکھا جاتا ہے پکارتا ہے اے گھر والو! اے ہمسایو! اے جنازہ اُٹھانے والو! دیکھو دُنیا تمہیں دھوکہ نہ دے جیسا مجھے دیا۔

حدیث (12)

ابن ابی الدنیا امام مجاہد (☆) رحمۃ اللہ علیہ سے راوی:

"إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ فَمَلَكٌ قَابِضٌ نَفْسَهُ، فَمَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَهُوَ يَرَاهُ

جب مردہ مرتا ہے ایک فرشتہ اُس کی روح ہاتھ میں لئے رہتا ہے، نہلاتے

---

(1) (أخرجه أحمد في الزهد 136 (920)، زهد عائشة۔ بلفظ: "---۔ حَدَّثَنَا سَيَّار، حَدَّثَنَا جَعْفَر، حَدَّثَنَا شَيْخ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ يُقَالَ لَهُ: أَبُو هَزَّارٍ قَالَ: قَالَتْ لِي أُمُّ الدَّرْدَاءِ: أَبَا هَزَّارٍ، أَلَا أُحَدِّثُكَ مَا يَقُولُ الْمَيِّتُ عَلَى سَرِيرِهِ؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى. قَالَتْ: فَإِنَّهُ يُنَادِي يَا أَهْلَاهُ وَيَا جِيرَانَاهُ وَيَا حَمَلَةَ سَرِيرَاهُ، لَا تَغُرَّنَّكُمُ الدُّنْيَا كَمَا غَرَّتْنِي، وَلَا تَلْعَبَنَّ بِكُمْ كَمَا لَعِبَتْ بِي، فَإِنَّ أَهْلِي لَمْ يَحْمِلُوا عَنِّي مِنْ وِزْرِي شَيْئًا.... الحديث.

والبيهقى فى الزهد الكبير 202 (506)، وابن عساكر فى تاريخ دمشق 163\70 كلاهما من طريق أحمد بن حنبل۔ وذكره السيوطي في شرح الصدور 141)

وأخرجه أبو طاهر المخلص في المخلصيات، الجزء الثالث عشر (60)، ومن طريقه ابن عساكر فى تاريخ دمشق 163\70)

(☆) (تابعی جلیل الشان، امام مجتہد، مفسر، ثقہ علماء مکہ معظّمہ واجلہ تلامذہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۱۲ منہ)

عِنْدَ غُسْلِهِ ، وَعِنْدَ حَمْلِهِ ، حَتّٰی يُوْصِلَهُ إِلَى قَبْرِهِ"(1) اُٹھاتے وقت جو کچھ ہوتا ہے وہ سب دیکھتا جاتا ہے یہاں تک کہ فرشتہ اُسے قبر تک پہنچا دیتا ہے۔

(1)(أخرجه ابن أبى الدنيا في المنامات 14.15، وذكره ابن رجب في أحوال القبور 86(296)، والسيوطي في شرح الصدور 94، والزبيدي في الإتحاف السادة المتقين 14\235 كلهم عزاه إلى ابن أبي الدنيا۔ وعند ابن أبي الدنيا: "حَتّٰى يَصِيرَ إِلَى قَبْرِهِ")

(1) امام ابوبکر بن ابی الدنیا ۔ مشہور صاحب تصانیف محدث ہیں۔

(2) محمد بن یزید الآدمی، ابوجعفر الخزاز البغدادی۔

امام دارقطنی نے کہا کہ ثقہ ہے اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور نسائی نے کہا کہ ثقہ ہے اور خطیب بغدادی نے کہا کہ عابد ہے۔ (تهذيب الكمال 27\37، والتهذيب 9\467، والتاريخ بغداد 3\374، والثقات لابن حبان 9\120)

(3) محمد بن عثمان بن صفوان ۔

امام ابوحاتم نے کہا کہ منکر ضعیف الحدیث اور دارقطنی نے کہا کہ لیس بقوی اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (الجرح والتعديل 8\24، والتهذيب التهذيب 9\300، والثقات لابن حبان 7\424)

(4) حمید بن قیس الاعرج۔

امام عجلی نے کہا کہ ثقہ ہے اور امام احمد، ابن معین، ابوزرعہ، اور بخاری نے کہا کہ ثقہ ہے اور اس سے اپنی صحیح میں اخراج کیا ہے اور ابن سعد نے کہا کہ ثقہ بہت زیادہ احادیث والا اور ابوحاتم نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے ابوحفص اور ابوداؤد نے کہا کہ ثقہ ہے نسائی نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ابن خراش نے کہا کہ ثقہ سچا ہے ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور ابوزرعہ دمشقی نے کہا

کہ ثقات سے ہے ابن عدی نے کہا کہ اس کی احادیث صالح ہیں اور میرے نزدیک اس کی احادیث میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (معرفۃ الثقات 1\324، والجرح والتعدیل 3\227، والتعدیل والتجریح 2\505، والتہذیب الکمال 7\284.283، والتہذیب التہذیب 3\41، والثقات لابن حبان 6\189)

(5) مجاہد بن جبر و یقال جبیر۔

امام عجلی نے کہا کہ تابعی ثقہ ہے اور یحی بن معین اور ابوزرعی نے کہا کہ ثقہ ہے اور ابن سعد نے کہا کہ فقیہ عالم ثقہ بہت زیادہ حدیث والے اور بخاری نے اپنی صحیح میں علم، رقائق وغیرہ مقامات پر اس سے اخراج کیا ہے اور یحی القطان نے کہا کہ مجھے مجاہد کی مرسلات، عطاء کی مرسلات سے زیادہ پسند ہیں اور ابوداؤد الاجری نے کہا کہ میں نے ابوداؤد سے پوچھا کہ آپ کو عطاء کی مراسیل زیادہ پسند ہیں یا کہ مجاہد کی تو امام ابوداؤد نے فرمایا کہ مجاہد کی۔ (معرفۃ الثقات 2\265، والجرح والتعدیل 8\314، والتعدیل والتجریح 2\715، والتہذیب الکمال 27\228، والطبقات الکبری 5\466، والتہذیب التہذیب 10\38، والثقات لابن حبان 5\419)

پس محمد بن عثمان بن صفوان کے علاوہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں لہذا یہ اثر اپنے شواہد کے ساتھ حسن لغیرہ کے درجہ کا ہے۔

وقال ابن الملقن في التوضيح لشرح الجامع الصحيح ،باب كَلاَمِ المَيِّتِ عَلَى الجَنَازَةِ، 10\165: "وقد جاءت آثار تدل على معرفته من يحمله ويدخله في قبره ومن يغسله. أخرجه الطبري من حديث أبي سعيد مرفوعًا. وعن مجاهد: إذا مات الميت فملك قابض نفسه. فما من شيء إلا وهو يراه عند غسله وعند حمله وحتى يصل إلى قبره".

اور تحقیق اس بارے میں آثار مروی ہیں جو میت کے اپنے غسل دینے والے، اُٹھانے والے، اور

حدیث (13)

وہی عمرو بن دینار (☆) رحمۃ اللہ علیہ سے راوی:

"مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ إِلَّا وَهُوَ يَعْلَمُ مَا يَكُونُ فِي أَهْلِهِ بَعْدَهُ وَإِنَّهُمْ لَيَغْسِلُونَهُ وَيُكَفِّنُونَهُ وَإِنَّهُ لَيَنْظُرُ إِلَيْهِمْ "(1)

ہر مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اُس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے، لوگ اُسے نہلاتے ہیں کفناتے ہیں اور وہ انہیں دیکھتا جاتا ہے۔

==قبر میں داخل کرنے والوں کو پہچاننے پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کو طبری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حدیث سے مرفوعا تخریج کیا ہے اور حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ: جب مردہ مرتا ہے تو ایک فرشتہ اُس کی روح کو پکڑے رہتا ہے پس جو کچھ بھی اس کے غسل اور اُٹھانے کے وقت ہوتا ہے وہ اس کو دیکھتا حتی کہ اس کو قبر تک پہنچا دیتا ہے۔

وقال ابن بطال فی شرح صحیح البخاری، باب كَلامِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ، 3\366: "فی هذا الحديث دليل أن روح الميت تتكلم بعد مفارقته لجسده، وقبل دخوله فی قبره، والكلام لا يكون إلا من الروح، وقد جاءت آثار تدل على معرفة الميت من يحمله ويدخله فی قبره"۔ اس حدیث میں دلیل ہے کہ بیشک مردہ کی روح اپنے جسم سے جدا ہونے کے بعد کلام کرتی ہے، اور قبر میں داخل ہونے سے پہلے اور یہ کلام نہیں ہوتا مگر روح سے۔ اور تحقیق اس بارے میں آثار آئے ہیں جو میت کے اپنے اُٹھانے اور قبر میں داخل کرنے والوں کے پہچاننے پر دلالت کرتے ہیں۔

(☆) (یہ بھی تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں علماء مکہ معظمہ و رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ)

(1) (ذكره ابن رجب الحنبلي في أهوال القبور 87(302)، والسيوطی فی شرح الصدور 95، والزبيدي في الإتحاف السادة المتقين 14\325، وذكره طارق==

حدیث (14)

ابو نعیم انہیں (یعنی عمرو بن دینار) سے راوی:

" مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ إِلَّا وَرُوحُهُ ☆ فِي يَدِ مَلَكٍ يَنظُرُ إِلَى جَسَدِهِ كَيْفَ يَغُسَّلُ وَكَيْفَ يُكَفَّنُ وَكَيْفَ يُمْشَى بِهِ وَيُقَالُ لَهُ وَهُوَ عَلَى سَرِيرِهِ اسْمَعْ ثَنَاءَ النَّاسِ عَلَيْكَ" (1) (شرح الصدور)

ہر مُردے کی رُوح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی جاتی ہے کیونکر غسل دیتے ہیں کس طرح کفن پہناتے ہیں، کیسے لے کر چلتے ہیں اور وہ جنازے پر ہوتا ہے کہ فرشتہ اُس سے کہتا ہے، سن! تیرے حق میں بھلا یا بُرا کیا کہتے ہیں۔

== محمد سكلوع في الملحق كتاب القبور لابن أبي الدنيا 215 (34)۔

میں اس کی سند پر مطلع نہیں ہو سکا، جبکہ ابن القیم الجوزیہ نے "کتاب الروح 69" میں کہا کہ: " وصح عن عمرو بن دينار أنه قال ما من ميت يموت إلا وهو يعلم ما يكون في أهله بعده وأنهم ليغسلونه ويكفنونه وانه لينظر إليهم "۔

☆ (في نسخة الأربعة: إلا روحه. لكن في الحلية وشرح الصدور: إلا وروحه)

(1) (أخرجه أبو نعيم في الحلية الأولياء 3\349، بسند: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثنا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفِرْيَابِيُّ، ثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، ثنا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَطَّارُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ: " مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ إِلَّا وَرُوحُهُ فِي يَدِ مَلَكٍ يَنْظُرُ إِلَى جَسَدِهِ كَيْفَ يُغَسَّلُ وَكَيْفَ يُكَفَّنُ، وَكَيْفَ يُمْشَى بِهِ فَيَجْلِسُ فِي قَبْرِهِ. قَالَ دَاوُدُ: وَزَادَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: يُقَالُ لَهُ وَهُوَ عَلَى سَرِيرِهِ: اسْمَعْ ثَنَاءَ النَّاسِ عَلَيْكَ "۔ ونقله ==

==السيوطي في شرح الصدور 94، والمناوي في فيض القدير 2\398)

اور امام ابو القاسم الاصبہانی نے عمرو بن دینار سے مندرجہ ذیل الفاظ ذکر کیے ہیں: "وَعَنْ عَمْرو بن دِينَار قَالَ: مَا من ميت يَمُوت إِلَّا وروحه بيد ملك ينظر إِلَى جسده. وَكَيف يغسل، وَكَيف يُكفن، وَكَيف يمشى بِهِ إِلَى قَبره.

(الحجة فی بیان المحجة وشرح عقيدة أهل السنة 2\339)

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(1) امام ابونعیم، احمد بن عبداللہ بن احمد الاصبہانی

مشہور محدث صاحب تصانیف ہیں

(2) عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان، ابوالشیخ

مشہور محدث صاحب تصانیف ہیں

(3) جعفر بن محمد ابوبکر الفریابی

حافظ ذھبی نے فرمایا کہ ,,ثقة مأمون،، اور خطیب بغدادی نے کہا کہ آپ علم کا خزانہ تھے فہم و فراست سے موصوف تھے طلب حدیث کے لیے انہوں نے مشرق و مغرب کی خاک چھانی تھی اور چوٹی کے علماء کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی ثقہ اور حجت تھے،، ثقة امينا حجة،،

(تذكرة الحفاظ 2\692، ومترجم جز 2\483، والتاريخ بغداد 7\199)

(4) قتیبہ بن سعید ابوالرجاء

امام ابن معین، ابو حاتم، مسلمہ بن قاسم خراسانی نے کہا کہ ثقہ ہے، امام احمد ان کی تعریف کرتے تھے اور بخاری نے ان سے تقریباً تین سو سے زائد احادیث اپنی صحیح میں لی ہیں اور مسلم نے اپنی صحیح میں چھ سو سے زائد۔ جبکہ امام نسائی نے کہا کہ ثقہ سچے اور ابن خراش نے کہا کہ سچا ہے ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور احمد بن سیار نے کہا کہ ایک دفعہ قتیبہ نے مجھ سے کہا کہ اس موسم سرما میں میرے پاس ٹھہرو میں تمہیں اپنے پانچ اساتذہ سے ایک لاکھ حدیث لکھاؤں گا۔ ==

= = (الجرح والتعدیل 7\40، والتعدیل والتجریح 3\1072، والتہذیب الکمال 23\523، والتہذیب التہذیب 8\32، والثقات لابن حبان 9\20)

(5) داؤد بن عبدالرحمن العطار

امام عجلی نے کہا کہ ثقہ ہے ابوحاتم نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں نیک ہے اور امام بخاری نے اس سے اپنی صحیح میں کتاب الصلاۃ وغیرہ میں اخراج کیا ہے ابن معین نے کہا کہ ثقہ ہے ابوداؤد نے کہا کہ ثقہ ہے اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا۔

(معرفة الثقات للعجلي 1\341، والجرح والتعدیل لابن أبي حاتم 3\417، والتعدیل والتجریح 2\566، والتہذیب الکمال 8\413، والتہذیب التہذیب 3\166، والثقات لابن حبان 6\286)

(6) عمرو بن دینار۔

امام عجلی نے کہا کہ تابعی ثقہ ہیں اور امام شعبہ نے کہا کہ میں نے عمرو بن دینار سے پختہ حدیث میں کسی آدمی کو نہیں دیکھا اور سفیان بن عیینہ نے کہا کہ ثقہ ہے ثقہ ہے ثقہ ہے اور فرماتے ہیں کہ میں نے معسر سے سوال کیا کہ آپ نے جن سے ملاقات کی ہے ان میں سے سب سے زیادہ پختہ کس کو پایا تو انہوں نے کہا کہ میں نے عمرو بن دینار سے پختہ کسی کو نہیں دیکھا اور یحی بن سعید القطان اور امام احمد نے فرمایا کہ آپ قتادہ سے زیادہ پختہ تھے اور ابوحاتم نے کہا کہ ثقہ ہے ثقہ ہے ثقہ ہے اور ابوزرعہ نے کہا کہ ثقہ ہے۔ امام بخاری نے ان سے اپنی صحیح میں صلاۃ، حج، جہاد وغیرہ میں اخراج کیا ہے امام نسائی نے کہا کہ ,,ثقة ثبت،، اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(معرفة الثقات 2\175، والجرح والتعدیل 6\231، والتعدیل والتجریح 3\971، والتہذیب الکمال 4\522، والثقات لابن حبان 5\167)

حدیث (15)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا کہ امام ابن ماجہ صاحبِ سنن کے اُستاد ہیں ۔ امامِ اجل بکر بن عبداللہ مزنی (☆) رحمۃ اللہ علیہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا:

(☆) (تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں رواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ سلمہ ربہ)

بکر بن عبداللہ بن عمرو المزنی، آپ کی کنیت ابوعبداللہ البصری ہے، آپ حضرت انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، مغیرہ بن شعبہ، ابورافع الصائغ، حسن بصری وغیرہم سے روایت کرتے ہیں ۔ آپ سے روایت کرنے والے حضرت ثابت بنانی، سلمان تیمی، قتادہ، غالب القطان، عاصم الاحول وغیرہم جیسے آئمہ حدیث ہیں ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں كِتَابُ الصَّلاَةِ، بَابُ السُّجُودِ عَلَى الثَّوْبِ فِي شِدَّةِ الحَرِّ، جزء 1\86(385)، و كِتَابُ مَوَاقِيتِ الصَّلاَةِ، بَابٌ: وَقْتُ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ، جزء 1\114(542)، وبَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِي الصَّلاَةِ لِلسُّجُودِ، جزء 2\64(1208)، وغیرہم مقامات پر روایات لی ہیں۔
اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں كِتَابُ الطَّهَارَةِ، بَابُ الْمَسْحِ عَلَى النَّاصِيَةِ وَالْعِمَامَةِ (274)، وبَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ، (371)، وباب السجود على الثوب في شدة الحر، (620)، وغیرہم مقامات پر۔
امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ (150)، وبَابُ الرَّجُلِ يَسْجُدُ عَلَى ثَوْبِهِ (660)، وبَابُ الْعُمْرَةِ (1990)، وغیرہم مقامات پر۔
امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ مَعَ النَّاصِيَةِ (107)، و (108)، وبَابُ السُّجُودِ فِي الْفَرِيضَةِ (968)، وغیرہم مقامات پر۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ (100)، و =

بَلَغَنِي أَنَّهُ :"مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ إِلَّا وَرُوحُهُ فِيْ يَدِ مَلَكِ الْمَوْتِ , فَهُمْ يُغَسِّلُونَهُ وَيُكَفِّنُونَهُ , وَهُوَ يَرَى مَا يَصْنَعُ أَهْلُهُ , فَلَوْ ☆ يَقْدِرُ عَلَى الْكَلَامِ لَنَهَاهُمْ عَنِ الرَّنَّةِ، وَالْعَوِيلِ ".(1)

مجھے حدیث پہنچی کہ جو شخص مرتا ہے اُس کی رُوح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اُسے غسل و کفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ اُس کے گھر والے کیا کرتے ہیں وہ اُن سے بول نہیں سکتا کہ انہیں شور و فریاد سے منع کرے۔

اقول: اس نہ بولنے کی تحقیق زیرِ حدیث (35) مذکور ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

= بَابُ مَا جَاءَ فِي مُصَافَحَةِ الجُنبِ (121)، و بَابُ مَا ذُكِرَ مِنَ الرُّخصَةِ فِي السُّجودِ عَلَى الثَّوبِ فِي الحَرِّ وَالبَردِ (584)، وغیرہم مقامات پر۔امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بَابُ مُصَافَحَةِ الْجُنبِ (534)، وبَابُ السُّجودِ عَلَى الثِّيَابِ فِي الْحَرِّ وَالْبَرْدِ (1033)، وبَابُ النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا (1866)، وغیرہم مقامات پر روایات بیان کی ہیں۔امام بخاری، ابن ابی خیثمہ اور ابونصر کلاباذی وغیرہم کا قول ہے کہ آپ کی وفات 106ھ میں ہوئی جبکہ ابن سعد 108ھ کی طرف گئے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں :(طبقات الکبری 7\209.211، وتهذيب الكمال 4\218\216، وسیر اعلام النبلاء 4\532.533، وتهذيب التهذيب 1\484.485)

☆(في ب، ح، فر: فلم يقدر۔ وفي ر: فلويقدر كذافي شرح الصدور)

(1)(أخرجه ابن أبي الدنيا في المنامات 15.16(10)، ونقله السيوطي في شرح الصدور 95، والزبيدي في الإتحاف السادة المتقين 14\325، وابن رجب الحنبلي في أهوال القبور 86(297).

حدیث(16)

یہی امام سفیان (☆) علیہ الرحمۃ المنان سے راوی:

اس روایت کی سند امام ابوبکر بن اَبی الدنیا نے مندرجہ ذیل بیان کی ہے: "حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، ثني مُحَمَّدُ بنُ الْحُسَيْنِ، نا شَبَابَةُ بنُ سَوَّارٍ، نا مُحَمَّدُ بنُ طَلْحَةَ بنِ مُصَرِّفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ بَكْرَ بنَ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيَّ، يَقُولُ۔۔۔إلخ۔ محمد بن حسین کے حالات پر راقم مطلع نہیں ہو سکا۔

(☆) تبع تابعین و مجتہدانِ کوفہ ورجالِ صحاح ستہ سے ہیں۔ امام، ثقہ، حجت، محدث، مجتہد، عارف باللہ ۱۲منہ)

سفیان بن سعید بن مسروق الثوری، آپ کی کنیت ابوعبداللہ الکوفی ہے، آپ علم دین، علم تفسیر و حدیث، زہد وتقوی وغیرہ میں مشہور و معروف، صاحب تصانیف، جلیل القدر آئمہ میں سے ایک ہیں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: الامام، شیخ الاسلام، سید الحفاظ، جبکہ ضحاک بن مخلد، سفیان بن عیینہ، شعبہ بن الحجاج اور یحییٰ بن معین جیسے آئمہ حدیث آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں۔ امام ابن المبارک فرماتے ہیں کہ: میں نے گیارہ سو(1100) شیوخ سے لکھا مگر ان میں سے کسی کو سفیان ثوری سے افضل نہیں جانتا۔ آپ ہی فرماتے ہیں کہ میں روئے زمین پر سفیان سے زیادہ عالم کو نہیں جانتا۔ امام شعبہ فرماتے تھے کہ سفیان مجھ سے زیادہ یادر کھنے والے ہیں، امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سیرت ومناقب میں باقاعدہ ایک کتاب تصنیف فرمائی، مزید ملاحظہ فرمائیں:

(الثقات للعجلی 407، والثقات لابن حبان 6\401.402، ومشاهير علماء الأمصار 268، والتاريخ الأوسط للبخاری 2\154، وتاريخ الكبير 4\92.93، والجرح والتعديل لابن أبي حاتم 4\222.225، وطبقات الكبری لابن سعد 6\371.374،

"إِنَّ الْمَيِّتَ لَيَعْرِفُ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى إِنَّهُ لَيُنَاشِدُ غَاسِلَهُ بِاللهِ ☆ عَلَيْكَ أَلَا خَفَّفْتَ غَسْلِي ☆. قَالَ: يُقَالُ لَهُ وَهُوَ عَلَى سَرِيرِهِ: اسْمَعْ ثَنَاءَ النَّاسِ عَلَيْكَ". (1)

بے شک مردہ ہر چیز کو پہچانتا ہے یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ آسانی سے نہلانا اور یہ بھی فرمایا کہ اُس سے جنازے پر کہا جاتا ہے کہ سن لوگ تیرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

= وتاريخ بغداد 9\173 .153، وتاريخ جرجان 1\216، وتذكرة الحفاظ 1\153 .151، وسير أعلام النبلاء 7\279 .229، تهذيب التهذيب 4\115 .111، إكمال تهذيب الكمال 5\409 .387، الإعلام للزركلي 3\104، وفيات الأعيان 2\391 .386، وغاية النهاية في طبقات القراء 1\308، طبقات المفسرين للداوودی 1\193، وغيرهم)

☆(في ب، ح : ليناشدبالله غاسله ـ وفي ر، فر : ليناشد غاسله بالله كذا في شرح الصدور) .

☆(في ب، ح : خففت علي ، وهو تصحيف ـ وفي ر، فر : خففت غسلي كذا في المنامات لابن أبي الدنيا، شرح الصدور)

(1) (أخرجه ابن أبي الدنيا في المنامات 16 (11)، سنده ضعيف جدا ، وذكره والسيوطي في شرح الصدور 95)۔ ابن ابی الدنیا کی کتاب القبور مطبوع میں یہ روایت موجود نہیں ہے، البتہ طارق محمد سکلوع نے ملحق میں ذکر کیا ہے بحوالہ ,,شرح الصدور،، اور ,, أهوال القبور،، لیکن ,,أهوال القبور (87)،، میں الفاظ مندرجہ ذیل ہیں: "قَالَ: يُقَالُ لَهُ وَهُوَ عَلَى سَرِيرِهِ: اسْمَعْ ثَنَاءَ النَّاسِ عَلَيْكَ". پہلے الفاظ اس میں موجود نہیں ہیں۔

حدیث (17)

یہی امام عبدالرحمن (☆) بن ابی لیلی علیہ رحمۃ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے راوی:

" الرُّوحُ بِيَدِ مَلَكٍ يَمْشِي بِهِ مَعَ الْجِنَازَةِ يَقُولُ لَهُ : اسْمَعْ مَا يُقَالُ لَكَ... الحدیث (1)

روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اسے جنازہ کے ساتھ لے کر چلتا اور اُس سے کہتا ہے سن! تیرے حق میں کیا کہا جاتا ہے۔

(☆) یہ تابعی عظیم القدر جلیل الشان ہیں، رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ)

آپ کی کنیت ابوعیسی اور کہا گیا ہے کہ ابومحمد انصاری کوفی ہے، آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وسط میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت عمر، علی المرتضی، ابوذر، ابن مسعود، بلال، صہیب وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے عمرو بن مرہ، حکم بن عتیبہ، حصین بن عبدالرحمن، عبدالملک بن عمیر اور اعمش رحمۃ اللہ علیہم جیسے لوگ روایت کرتے ہیں۔ امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں اُن کی مجلس میں بیٹھا تو اُن کے اصحاب اُن کے یوں تعظیم کرتے جیسے کہ وہ اُن کے امیر ہوں۔ مزید ملاحظہ فرمائیں: (الثقات للعجلي 2\86، و الثقات لابن حبان 5\100، وطبقات الكبرى لابن سعد 6\113. 109، والجرح و التعديل لابن أبي حاتم 5\301، وذكر أسماء التابعين و من بعدهم ممن صحت روايته عن الثقات عند البخاري و مسلم للدارقطني 1\212، وتاريخ بغداد 10\200. 197، وتهذيب الكمال 17\377. 372، وسير أعلام النبلاء 5\152. 150، وتذكرة الحفاظ 1\47، والمغني في الضعفاء 2\385، تهذيب التهذيب 6\262. 260، وغيرهم)

(1) (أخرجه ابن أبي الدنيا في المنامات 13. 14 (8)، وذكره ابن رجب في أهوال=

حدیث(18)

یہی ابن ابی (☆) نجیع سے راوی:

"مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ إِلَّا وَرُوحُهُ فِي يَدِ مَلَكٍ يَنْظُرُ إِلَى جَسَدِهِ كَيْفَ يُغَسَّلُ وَكَيْفَ يُكَفَّنُ، وَكَيْفَ

جو مُردہ مرتا ہے اُس کی رُوح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی ہے کیونکر نہلایا جاتا ہے

==القبور 86(295)، والسيوطي فی شرح الصدور 95)

ابن ابی الدنیا کی سند کے سب راویوں کی توثیق کی گئی ہے، اور حسین بن عمرو العنقزی جس کے بارے میں امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: ,,لین يتكلمون فيه،، اور ابوزرعہ نے فرمایا کہ "كان لا يصدق" اور ابوداود نے کہا کہ: "كتبت عنه ولا أحدث عنه". (الجرح والتعديل 3\61، وميزان الاعتدال 1\545، ولسان الميزان 3\200)۔

لیکن ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف 7\158 میں ,,عَمْرُو بْنُ سَعْدٍ أَبُو دَاوُدَ، ومعاوية بن هشام قالا عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: الرُّوحُ بِيَدِ مَلَكٍ يَمْشِي بِهِ، فَإِذَا دَخَلَ قَبْرَهُ جَعَلَهُ فِيهِ ۔ کے الفاظ روایت کیے ہیں۔ پس یہ متابعت اُس علت کو رفع کر دیتی ہے اور یہ اُس کی تقویت کا بھی باعث بنتی ہے۔

(☆) تبع تابعین وعلمائے مکہ و رواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

عبداللہ بن یسار ثقفی، مولی اخنس بن شریق ثقفی، ابو یسار مکی، مفتی مکہ۔ آپ اپنے والد، طاؤس، مجاہد، عکرمہ، عطاء، عبداللہ بن کثیر، اور سالم بن عبداللہ بن عمر جیسے لوگوں سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے روایت کرنے والے عمرو بن شعیب، ہشام دستوائی، شعبہ، سفیانان جیسے لوگ ہیں۔ امام احمد بن حنبل، ابن معین، ابوزرعہ، اور نسائی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے توثیق کی ہے، ان پر قدری

يُمْشَى بِهِ إِلَى قَبْرِهِ" ۔الحدیث (1) کیونکر کفن پہنایا جاتا ہے کیونکر قبر کی طرف لے کر چلتے ہیں۔

حدیث (19)

یہی ابوعبداللہ بکر (☆) مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے راوی:

"حُدِّثْتُ أَنَّ الْمَيِّتَ لَيَسْتَبْشِرُ بِتَعْجِيلِهِ إِلَى الْمَقَابِرِ" (2) مجھ سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ دفن میں جلدی کرنے سے مردہ خوش ہوتا ہے۔

جعلنا الله بمنه وكرمه من المسرورين المستبشرين اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اُن لوگوں میں سے بنائے جو اُس کی رحمت سے

== اورمعتزلی ہونے کی جرح کی گئی ہے،ان کی وفات 131ھ اور کہا گیا ہے کہ 132ھ میں ہوئی ۔(التاریخ الکبیر للبخاری 233\5،والجرح والتعدیل 203\5،التاریخ وأسماء المحدثين للمقدمی 187،وطبقات الكبرى لابن سعد 483\5،وتهذيب الكمال 215.218\16،سير أعلام النبلاء 125\6،وميزان الاعتدال 515\2،و تهذيب التهذيب 54.55\6،والعقد الثمين فی تاريخ البلد الأمين 443\4، وغيرهم)

(1)(ذكره ابن رجب فی أهوال القبور 87، والسيوطی فی شرح الصدور ,139)

(☆)(تابعی جلیل القدر کمامر ۱۲ منہ (م)

(2)(ذكره ابن رجب الحنبلي في أهوال القبور 87(300)، والسيوطي في شرح الصدور 141)

برحمته المستريحين☆ بالموت بجوده وسابغ نعتمه امين بجاه النبی الكريم الرؤف الرحيم عليه وعلى آله☆ وصحبه واولياء امته افضل الصلوٰة والتسليم (☆)

شاداں وفرحاں ہوتے، اُس کے جود و انعام کامل کے سبب موت سے راحت پاتے ہیں۔

الٰہی! قبول فرما نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت کے صدقے، اُن پر اُن کی آل و اصحاب اور اُن کی اُمت کے اولیاء پر بہترین درود و سلام ہو۔

☆(في ب، ح : المستريحين وهو الصواب ـوفي ر،فر : المسريحين ،وهو تصحيف)

☆(في ب، ح: وعلى آله ـوفي ر،فر :وآله)

(☆)(اس نوع کی بعض احادیث بوجہ مناسبت نوع دوم میں مذکور ہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ)

نوع دوم

احادیث سمع وادراکِ اہل قبور میں اور اِس میں چند فصلیں ہیں:

فصلِ اوّل: اصحابِ قبور سے حیا کرنے میں۔

حدیث (20)

ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالی عنہما کا ارشاد جو مشکوۃ شریف میں بروایتِ امام احمد منقول، اور اُسے حاکم نے بھی صحیح مستدرک میں روایت کیا اور بشرطِ بخاری ومسلم صحیح کہا کہ فرماتیں:

كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِي فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي وَاضِعٌ ثَوْبِي وَأَقُولُ: إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَعَهُمْ (وفی روایة الحاکم: معهما) فَوَاللهِ مَا دَخَلْتُهُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ.(1)

میں اس مکانِ جنت آستان میں جہاں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پاک ہے یونہی بے لحاظ ستر وحجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی وہاں کون ہے؟ یہی میرے شوہر یا میرے باپ صلی اللہ تعالیٰ علی زوجہا ثم ابیہا ثم علیہا وبارک وسلم۔ جب سے [حضرت] عمر دفن ہوئے خدا کی قسم! میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے شرم کے باعث۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

---

(1) (أخرجه أحمد في مسنده 6\202 (26179)، ويحيى بن معين في الجزء الثاني

فرمایئے! اگرار بابِ مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا تو اِس شرم کے کیا معنی تھے؟ اور دفنِ فاروق سے پہلے اُس لفظ کا کیا منشاء تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں غیر کون ہے؟۔

حدیث (21)

ابن ابی شیبہ وحاکم حضرت عقبہ بن عامر صحابی رضی اللہ عنہ سے راوی:

"مَا أُبَالِي فِي الْقُبُورِ قَضَيْتُ حَاجَتِي أَمْ فِي السُّوقِ اوفی روایة: یعنی میں ایک سا جانتا ہوں کہ قبرستان میں قضائے حاجت کو بیٹھوں یا بیچ بازار

== من حديثه 176 (97)، والحاكم في المستدرك 3\63 (4402)، و 8\4 (6721)، ومشكاة المصابيح 154۔

وقال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔

وقال الهيثمي في المجمع 8\26، و 9\37: رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

اور امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل سند ومتن کے ساتھ روایت کی ہے:

أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ، سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ، يَقُولُ: " قُسِمَ بَيْتُ عَائِشَةَ بِاثْنَيْنِ: قِسْمٌ كَانَ فِيهِ الْقَبْرُ، وَقِسْمٌ كَانَ تَكُونُ فِيهِ عَائِشَةُ، وَبَيْنَهُمَا حَائِطٌ، فَكَانَتْ عَائِشَةُ رُبَّمَا دَخَلَتْ حَيْثُ الْقَبْرِ فُضُلًا، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ لَمْ تَدْخُلْهُ إِلَّا وَهِيَ جَامِعَةٌ عَلَيْهَا ثِيَابَهَا "

(طبقات الكبرى 2\294، وفوائد أبي ذر الهروی 116 (18).

امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ حدیث مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: "وفی الحدیث دلیل بین علی ما ذکر قبل من أنه یجب احترام أهل القبور، وتنزیل کل منهم منزلة ما هو علیه فی حیاته من مراعاة الأدب معهم علی قدر مراتبهم، والله أعلم"۔

بَيْنَ ظَهْرَانِيهِ ☆ وَالنَّاسُ میں کہ لوگ دیکھتے جائیں۔(1)

يَنْظُرُونَ"

مقصدِ ثالث میں اِس کے مناسب سلیم بن عمیر سے مذکور رہو گا کہ شرمِ اموات کے باعث مقابر میں پیشاب نہ کیا حالانکہ سخت حاجت تھی۔

☆(في ب، ح: بين ظهرانيه۔ وفي ر، فر: هذه الكلمات ليست بموجودة)

(1)(أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، كتاب الجنائز 3\339، كراچي۔ و 3\219، ملتان، وفي نسخة: 3\26(11774، و 11781)، الرياض، موقوفًا، وابن ماجة في السنن 230(1567)، بلفظ: عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَأَنْ أَمْشِيَ عَلَى جَمْرَةٍ، أَوْ سَيْفٍ، أَوْ أَخْصِفَ نَعْلِي بِرِجْلِي، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْشِيَ عَلَى قَبْرِ مُسْلِمٍ، وَمَا أُبَالِي أَوْسَطَ الْقُبُورِ قَضَيْتُ حَاجَتِي، أَوْ وَسَطَ السُّوقِ.

والروياني في مسنده 1\154 (171)، وأبو محمد السرقسطي في الدلائل في غريب الحديث 3\994(540)، والديلمي في الفردوس 5\173(7866)، والذهبي في السير 7\558، و 9\138، وقال :إسناده صالح۔ وذكره السيوطي في شرح الصدور 388۔ وقال: أخرجه ابن أبي شيبة والحاكم عن عقبة بن عامر رضی الله عنه ---۔وأخرجه ابن ماجه عن حذيفة، مرفوعًا۔

وقال البوصيري في مصباح الزجاجة 2\41(567): هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ مُحَمَّد بن إِسْمَاعِيل وَثَّقَهُ أَبو حَاتِم وَالنَّسَائِيّ وَابن حبان وَبَاقِي رجال الْإِسْنَاد على شَرط الشَّيْخَيْنِ فقد احتجا بِجَمِيع رُوَاته وَلم ينفَرد بِهِ مُحَمَّد بن إِسْمَاعِيل بن سَمُرَة۔ فقد رَوَاهُ أَبُو يعلى الْموصِلِي فِي مُسْنده حَدثنَا حَفْص بن عبد الله أَبُو عمر الْحلْوانِي حَدثنَا عبد الرَّحْمَن بن مُحَمَّد الْمحَاربي فَذكره. وأورده أيضًا في الإتحاف الخيرة (2010)وقال: رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى بِسَنَدٍ صَحِيحٍ.

فصلِ دوم

احیاء کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مُردوں کے جی بہلنے میں...... ظاہر ہے کہ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں تو اِن اُمور سے جی بہلنا کیسا؟

حدیث (22)

شفاء السقام امام سبکی و اربعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی:

"آنَسَ مَا یَکُوْنُ الْمَیِّتُ فِی قَبْرِہٖ إِذَا زَارَہُ مَنْ کَانَ یُحِبُّہُ فِی دَارِ الدُّنْیَا". (1) قبر میں مردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اُس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

حدیث (23)

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی: حضور پُرنور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَا مِنْ رَجُلٍ یَزُوْرُ قَبْرَ أَخِیْہِ وَیَجْلِسُ عِنْدَہٗ. إِلَّا اسْتَأْنَسَ وَرَدَّ عَلَیْہِ حَتّٰی یَقُوْمَ" (2). جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اُس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں

---

(1) (الأربعین في إرشاد السائرین إلی منازل المتقین أو الأربعین الطائیة 138، ذکرہ السیوطي في شرح الصدور، بحوالہ أربعین الطائیة، 274.275) لم أقف علی سندہ
☆ (في ب، ح: ویجلس علیہ۔ وفي ر، فر: ویجلس عندہ، کذا في شرح الصدور)
(2) (ذکرہ الغزالي في إحیاء علوم الدین 4\491، وعبدالحق بن عبدالرحمن==

سے اُٹھے مردہ اس کا جواب دیتا ہے۔

= = الأشبيلي في العاقبة118 (267)، وابن رجب في أهوال القبور 83 (282)، و ابن القيم في الروح 54، و68، وابن كثير في تفسيره 3\439، والسيوطي في شرح الصدور 202) وعزاه كلهم إلى ابن أبي الدنيا في القبور۔

وقال العراقى: فيه عبد الله بن سمعان لم أقف على حاله، ورواه ابن عبد البر فى التمهيد من حديث ابن عباس نحوه، وصححه عبد الحق الاشبيلى۔ وقال الزبيدي: قلت: إن كان هو عبد الله بن محمد بن أبى يحيى لقبه سحبل واسم أبيه سمعان فهو ثقة وهو الظاهر فإنه ينسب إلى جده روي له البخاري في الأدب المفرد وأبو داود مات سنة اثنتين وستين۔۔۔ (إتحاف السادة المتقين 14\275)

وقال: الحافظ ابن حجر بعد مانقل كلام العراقى فى عبد الله بن سمعان: قلت يجوز لاحتمال أن يكون هو المخرج له في بعض الكتب وهو عبد الله ابن زياد بن سمعان ينسب إلى جده كثيرا وهو أحد الضعفاء. (لسان الميزان 3\297)

وقال ابن القيم في كتاب الروح 54: وَقد شرع النَّبِي لأمته إذا سلمُوا على أهل الْقُبور أَن يسلمُوا عَلَيْهِم سَلام من يخاطبونه فَيَقُول السَّلَام عَلَيْكُم دَار قوم مُؤمنين وَهَذَا خطاب لمن يسمع وَيعْقل وَلَوْلَا ذَلِك لَكَانَ هَذَا الْخطاب بِمَنْزِلَة خطاب الْمَعْدُوم والجماد وَالسَّلَف مجمعون على هَذَا وَقد تَوَاتَرَتْ الْآثَار عَنْهُم بِأَن الْمَيِّت يعرف زِيَارَة الْحَيّ لَهُ ويستبشر بِهِ۔۔۔ وصفحه 63: وقد ثبت في الصحيح أن الميت يستأنس بالمشيعين لجنازته بعد دفنه۔

وقال ابن كثير في تفسيره 6\325: وَثَبَتَ عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِ الْمُشَيِّعِينَ لَهُ، إِذَا انْصَرَفُوا عَنْهُ، وَقَدْ شَرَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّتِهِ إِذَا سَلَّمُوا عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ أَنْ يُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ سَلَامَ مَنْ يُخَاطِبُونَهُ فَيَقُولُ الْمُسْلِمُ: السَّلَامُ

حدیث (24)

صحیح مسلم شریف میں ہے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا:

"فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا، ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ☆ جَزُورٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا، حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي" (1)	پس جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا، پھر میری قبر کے گردا نتی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

== عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَهَذَا خِطَابٌ لِمَنْ يَسْمَعُ وَيَعْقِلُ، وَلَوْلَا هَذَا الْخِطَابُ لَكَانُوا بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ الْمَعْدُومِ وَالْجَمَادِ، وَالسَّلَفُ مُجْمِعُونَ عَلَى هَذَا، وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْآثَارُ عَنْهُمْ بِأَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ بِزِيَارَةِ الْحَيِّ لَهُ وَيَسْتَبْشِرُ.

وَقدجَاءَ فِي فَتَاوَى الْعِزِّ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ 44: وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ الزَّائِرَ، لِأَنَّا أُمِرْنَا بِالسَّلَامِ عَلَيْهِمْ، وَالشَّرْعُ لَا يَأْمُرُ بِخِطَابِ مَنْ لَا يَسْمَعُ۔

☆(في ب، ح: قدر ماينحر وهو تصحيف۔ وفي ر، فر: تنحر كذافي الصحيح المسلم

(1)(أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الإيمان ،بَابُ كَوْنِ الْإِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَكَذَا الْهِجْرَةِ وَالْحَجِّ، 1\72 (121)، وابن المبارک فی الزهد 148.147 (440) وأحمد في مسنده (17780)، وابنه في السنة 2\616 (1465)، وابن سعد في طبقات الكبرى 4\259، وابن أبي الدنيا في المحتضرين (107)، وأبو القاسم==

فصلِ سوم

احیاء کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ افعال و احوال احیاء پر انہیں اطلاع نہیں تو ایذا پانی محض بے معنی۔

حدیث (25)

امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے راوی:

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

"لَا تُؤْذِ صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ" یعنی اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔

یا فرمایا: "لَا تُؤْذِهِ" اسے تکلیف نہ پہنچا۔(1)

= = المصری في فتوح مصر والمغرب 208، وأبو عوانة فی مسنده 1\70.71 (200)، وابن مندة في الإيمان 1\421، وابن الزبر الربعي في وصايا العلماء عند حضور الموت 70، وأبو الطاهر السلفي في الأحاديث السلفي عن جعفر السراج (53)، وابن عبد البر في الإستيعاب 3\1190، والبيهقی فی السنن الكبری 4\56 (6859) وابن عساكر في تاريخ دمشق 46\193، و194، كلهم من حديث يَزِيدَ بنَ أَبِي حَبِيبٍ، عَنِ ابنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ، عن عَمْرِو بنَ العَاصِ رضي الله عنه۔۔۔ موقوفاً۔

وأخرج بنحوه أبو القاسم المصرى في فتوح مصر والمغرب 209، وأبو نعيم في المعرفة (4994)، والحاكم في المستدرک 3\512، وابن عساكر في تاريخ دمشق 46\198، من حديث يَزِيدَ بنَ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي فِرَاسٍ، مَوْلَى عَمْرِو بنِ العَاصِ عن عمرو بن العاص موقوفاً۔قلت: لكن لا يضر وقفه، فهو مما لا يُدرك بالرأی

(1) أخرجه أحمد في مسنده 5\456 (24256)، وابن قانع في المعجم الصحابة 2\200.201، والطحاوي في شرح معاني الآثار 1\515 (2944)، وأبو نعيم في =

حاکم وطبرانی کی روایت میں ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا

" يَا صَاحِبَ الْقَبْرِ. انْزِلْ مِنْ عَلَى الْقَبْرِ لَا تُؤْذِي صَاحِبَ الْقَبْرِ وَلَا يُؤْذِيكَ" (1) او قبر والے! قبر سے اُتر آ، نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

مقصدِ سوم میں اس حدیث کی شرح امامِ اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی۔

==المعرفة (4972)، و (4973)، و (5222) والحاكم في المستدرك 681\3، وأبو سعيد النقاش في ثلاثة مجالس من أمالى (ق 10)، وابن عساكر في تاريخ دمشق 303\43، و 472\45 .471، وابن الجوزى في التحقيق في مسائل الخلاف 20\2، وفي المشكاة، كتاب الجنائز، 149، كلهم من حديث ابن حزم رضي الله عنه۔ قال الذهبي في تنقيح التحقيق 320: وسندُهُ صَحِيحٌ.

وقال العيني في عمدة القاري شرح صحيح البخارى 185\8: إسنادهٗ صَحِيحٌ۔

وقال الحافظ ابن حجر في الفتح 225\3: إسنَادُهٗ صَحِيحٌ۔

وقال الزرقاني في شرح على موطا الامام مالک 101\2: إسنَادُهٗ صَحِيحٌ.

سید سابق لکھتے ہیں: رواه أحمد بإسناد صحيح. (فقه السنة 553)

شوکانی، امیر یمانی اور عبدالرحمن مبارکپوری نے حافظ ابن حجر سے نقل کیا: إسنَادُهٗ صَحِيحٌ۔ (نيل الأوطار 107\4، سبل السلام 511\1، تحفة الأحوذي 131\4) صدیق حسن خان قنوجی نے لکھا: وأخرج أحمد بإسناد صحيح عن عمرو ابن حزم۔ (الروضة الندية 182\1) عبید اللہ مبارکپوری نے لکھا: إسناده صحيح۔ (مرعاة المفاتيح 432\5)

(1) (انظر ما قبله، لكن ذكره الهيثمي في المجمع 61\3 (4321)، وقال: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَفِيهِ ابْنُ لَهِيعَةَ، وَفِيهِ كَلَامٌ، وَقَدْ وُثِّقَ. والسيوطي في شرح الصدور 300 وعزاه إلى الطبراني والحاكم وابن مندة۔

روایتِ مناسبہ

ابن ابی الدنیا ابوقلابہ (☆) بصری سے راوی:

(☆) (تابعی، ثقہ، فاضل، رجال، صحاح ستہ سے ۱۲ منہ)

عبداللہ بن زید بن عمرو، ابوقلابہ الجرمی البصری، ابن اخی ابی الملهب الجرمی۔

آپ سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بَابُ بَيَانِ خِصَالٍ مَنِ اتَّصَفَ بِهِنَّ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ (43)، وبَابُ غِلَظِ تَحْرِيمِ قَتْلِ الْإِنْسَانِ نَفْسَهُ (110)، وبَابُ وُجُوبِ قَضَاءِ الصَّوْمِ عَلَى الْحَائِضِ دُونَ الصَّلَاةِ (335)، وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بَابُ حَلَاوَةِ الإِيمَانِ (16)، وبَابُ الوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ (213)، وبَابُ أَبْوَالِ الإِبِلِ، وَالدَّوَابِّ (233)، وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بَابُ التَّيَمُّمِ لِلْجُنُبِ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ (124)، و بَابُ مَا جَاءَ فِي إِفْرَادِ الإِقَامَةِ (193)، و بَابُ مَا جَاءَ فِي الأَذَانِ فِي السَّفَرِ (205) وغیرهم مقامات پر روایت لی ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بَابُ الصَّلَوَاتِ بِتَيَمُّمٍ وَاحِدٍ (322)، وبَابُ سُقُوطِ الصَّلَاةِ عَنِ الْحَائِضِ (382)، وبَابُ الأَمْرِ بِالْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ (443)، وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بَابُ اتِّبَاعِ سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (10)، وفَضَائِلُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ (154)، وبَابُ مِيقَاتِ الصَّلَاةِ فِي الْغَيْمِ (694)، وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔

اور امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بَابُ فِي الْحَائِضِ لَا تَقْضِي الصَّلَاةَ (262)، وبَابُ الْجُنُبِ يَتَيَمَّمُ (332)، وبَابُ فِي بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ (449)، وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔ آپ کی وفات 104ھ اور کہا گیا ہے کہ 105ھ اور کہا گیا ہے کہ 106ھ اور

میں ملکِ شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اُترا، وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سو گیا، جب جاگا تو صاحبِ قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے " لَقَدْ آذَيْتَنِي مُنْذُ اللَّيْلَةِ"۔ اے شخص! تو نے مجھے رات بھر ایذا دی۔(1)

روایت دوم

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابوعثمان نہدی (☆) سے وہ ابن مِنیا تابعی سے راوی:

==ایک قول کے مطابق 107ھ میں ہوئی۔ مزید ملاحظہ فرمائیں:(تاریخ دمشق 283.312\28، تهذيب الكمال 542.548\14، وتهذيب التهذيب 224.226\5، وإكمال تهذيب الكمال 366.369\7، والتعديل والتجريح لمن خرج له البخاري في الجامع الصحيح 320\2، والأعلام للزركلي 88\4)

(1)(ذكره الغزالي في إحياء علوم الدين 492\4، وعبد الحق الأشبيلي في العاقبة 217، وابن رجب في الاهوال القبور 34(102)، وعزاه إلى ابن أبي الدنيا۔ وابن الجوزي في التبصرة 485، بنحوه)

(☆)(اجلۂ اکابر تابعین سے ہیں، زمانہ رسالت پائے ہوئے ثقہ ثبت عمائد رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

عبد الرحمن بن مل بن عمرو، ابوعثمان النہدی، الکوفی البصری۔ آپ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بَاب: الصَّلاَةُ كَفَّارَةٌ(526)، وبَاب الأَذَانِ قَبْلَ الفَجْرِ (621)، وبَاب صَلاَةِ الضُّحَى فِي الحَضَرِ (1178)، وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (5)، وبَاب=

میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا، خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا
کہ کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے "قُمْ فَقَدْ آذَيْتَنِي" اُٹھ کہ تو نے مجھے اذیت دی پھر کہا

== أَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عذابًا (212)، وبَابُ فَضْلِ كَثْرَةِ الْخطا إلَى الْمَساجِدِ (663)، وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بَاب وَضْعِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ (755)، وبَاب مَنْ رَأَى التَّخْفِيفَ فِيهَا (815)، وبَاب فِي الِاسْتِغْفَارِ (1526) وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بَاب الْأَبْعَدُ فَالْأَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرًا (783)، وبَاب وَضْعِ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ (811)، وبَاب مَا جَاءَ فِي أَنَّ الصَّلَاةَ كَفَّارَةٌ (1398) وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن باب الرُّخْصَةُ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ (5312)، وكَيفَ يَستَخلِف الْحَاكِمُ (5426)، وذِكْرُ مَا يَجُوزُ شُرْبُهُ مِنَ الْأَنْبِذَةِ، وَمَا لَا يَجُوزُ (5737) وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن بَاب مَا جَاءَ فِي صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ (762)، و بَاب مَا جَاءَ فِي الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يُعْطَهُ (2035)، وبَاب مَا جَاءَ لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ (2139) وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔

آپ کی وفات 95ھ اور کہا گیا ہے کہ 100ھ میں ہوئی۔ مزید ملاحظہ فرمائیں:

(طبقات الکبری لابن سعد 97.98، و کتاب الثقات لابن حبان 75.76\5، وتاریخ بغداد 200.203\10، وتاريخ دمشق (3970)، وتهذيب التهذيب 277.278\6، واكمال تهذيب الكمال 232.235\8، وتهذيب الكمال 424.430\17، وغيرهم)

کہ تم عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے۔ خدا کی قسم! اگر تیری طرح دو رکعتیں میں بھی پڑھ سکتا مجھے تمام دُنیا سے زیادہ عزیز ہوتا۔(1)

روایتِ سوم

حافظ ابن مندہ امام قاسم (☆) بن مخیمرہ رحمۃ اللہ علیہ سے راوی:

(1)(أخرجه البيهقي في الدلائل 7\40۔ وذكره السيوطي في شرح الصدور 285، وعزاه إلى ابن أبى الدنيا، والبيهقي في الدلائل، وطارق محمد سكلوع فى الملحق بكتاب القبور 207 (13) وقال فى ذيله ۔في شرح الصدور :(ابن ميناء) فليحرر ونقله، أن ابن ميناس۔)

(☆)(تابعی ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستہ سے، غیر عند خ فی التعلیقات ۱۲ منہ (م)(تقریب) آپ کی کنیت ابوعروہ الہمدانی، الکوفی، الدمشقی

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بَابُ تَحْرِيمِ ضَرْبِ الْخُدودِ وَشَقِّ الْجيوبِ وَالدُّعاءِ بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَةِ (104)، و بَابُ التَوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ (276) میں روایات لی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بَابُ الذِكْرِ بَعْدَ الصَّلاةِ (844)، وبَابُ مَا ينهى مِنَ الحَلقِ عِندَ المَصِيبَةِ (1296) میں ۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں التَوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُقِيمِ (128) و (129)، وبَاب: فَرْضِ صَدَقَةِ الفِطْرِ قَبلَ نزولِ الزَّكَاةِ (2506)، وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن بَابُ مَا جَاءَ فِي التَوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ لِلْمُقِيمِ وَالْمُسَافِرِ (552)، وبَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبِنَاءِ عَلَى الْقُبورِ (1564)، وبَابُ صَدَقَةِ الفِطْرِ (1828)، وغیرہم مقامات پر روایت لی ہے۔ ==

اگر میں تپائی ہوئی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں، پھر فرمایا: ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سنا " إِلَيْكَ عَنِّي يَا رَجُلُ وَلَا تُؤْذِنِي ☆ " اے شخص! الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔ (1)

حدیث (26)

امام مالک واحمد وابوداؤد وابن ماجہ وعبدالرزاق وسعید بن منصور وابن حبان ودارقطنی، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"واللفظ لأحمد: كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ وَاذَاهُ كَكَسْرِهِ حَيًّا" . (2) مُردے کی ہڈی توڑنی اور اُسے ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنی۔

مقصدِ سوم میں اس کے متعلق امام ابوعمر کا قول آئے گا۔

= امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بَابُ مَا جَاءَ فِي إِمَامِ الرَّعِيَّةِ (1333) میں روایت لی ہے۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بَابُ التَّشَهُّدِ (970)، وبَابٌ فِيمَا يَلْزَمُ الْإِمَامَ مِنْ أَمْرِ الرَّعِيَّةِ وَالْحَجَبَةِ عَنْهُ (2948) میں روایات لی ہیں۔ مزید ملاحظہ فرمائیں: (طبقات الكبرى 6\303، وتاريخ دمشق (5685)، وتهذيب الكمال 23\447.442، وتذكرة الحفاظ 1\92، وسير أعلام النبلاء 5\204.201، وتهذيب التهذيب 8\338.337، وغيرهم)

☆(في ب، ح: لاتؤذی، وهو تصحيف۔ وفي ف، فر: لاتؤذني كذافي شرح الصدور

(1)(ذكره السيوطى فى شرح الصدور 301 وعزاه لابن مندة)

(2) أخرجه أبو داود في السنن، بَابٌ فِي الْحَفَّارِ يَجِدُ الْعَظْمَ هَلْ يَتَنَكَّبُ ذَلِكَ الْمَكَانَ؟ (3207)، وابن ماجه في السنن بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنْ كَسْرِ عِظَامِ الْمَيِّتِ (1616)، ==

==والبزار في مسنده 250\18(285)، وابن عدي في الكامل 389\4، وابن حزم في المحلى 251\11، من طريق عَبْدُ الْعَزِيزِ بنْ مُحَمَّدٍ - هُوَ الدَّرَاوَرْدِيُّ - عَنْ سَعْدٍ - هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ - عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا"۔

وقال النووي في المجموع 300\5: رَوَاهُ أَبُو دَاوُد بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ إِلَّا رَجُلًا وَاحِدًا وَهُوَ سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ أَخُو يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الانصاري فضعفه أحمد بن حنبل ووثقه الأكثرون وَرَوَى لَهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ وَهُوَ كَافٍ فِي الِاحْتِجَاجِ بِهِ وَلَمْ يُضَعِّفْهُ أَبُو دَاوُد مَعَ قَاعِدَتِهِ الَّتِي قَدَّمْنَا بَيَانَهَا۔

☆وأحمد في مسنده (25645)، والدارقطني في السنن 251.252\4(3413)، و (3414)، وابن عدي في الكامل 389\4، والبيهقي في السنن الكبرى 96\4 (7080) من طريق ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ، أَخُو يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَتْهُ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ كَسْرَ عَظْمِ الْمَيِّتِ مَيْتًا، كَمِثْلِ كَسْرِهِ حَيًّا"۔ إسناده صحيح۔

☆وأخرجه أحمد في مسنده (25356)، وعبد الرزاق في المصنف 444\3 (6256)، و 391\9(17732)، والدارقطني في السنن 252\4 (3414)، والبيهقي في السنن الكبرى 96\4(7079) من طريق دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، أَخِي يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ، كَكَسْرِهِ وَهُوَ حَيٌّ"۔ إسناده صحيح۔

☆وأخرجه عبد الرزاق في المصنف 391\9(17733)، من طريق أَبِو بَكْرِ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رضي الله عنها، مرفوعًا۔

☆وأخرجه أحمد في مسنده (24739)، وعبد الرزاق في المصنف 444\3==

==(6257)، وأبو نعيم في الحلية 7\95، من طريق أَبا الرِّجَالِ، يَحَدِثُ عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ، كَكَسْرِهِ حَيًا"۔إسناده صحيح۔لم أجد فيه "وأذاه"۔

☆وأخرجه عبد الرزاق في المصنف 3\444(6258)، من طريق مَعْمَرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَحْشِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِثْلَهُ۔إسناده حسن.

☆وأخرجه أحمد في مسنده (24308)، من طريق ابن نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ كَسْرَ عَظْمِ الْمُؤْمِنِ مَيْتًا، مِثْلُ كَسْرِهِ حَيًّا"۔إسناده حسن۔

☆وأخرجه أحمد في مسنده (26275)، من طريق شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، أَخِي يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ كَسْرَ عَظْمِ الْمُؤْمِنِ مَيْتًا مِثْلُ كَسْرِ عَظْمِهِ حَيًّا"۔إسناده صحيح۔

☆وأخرجه ابن راهويه في مسنده 2\438(1006)، وهناد بن السرى في الزهد 2\561، من طريق ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِ عَظْمِ الْحَيِّ"۔إسناده صحيح

☆وأخرجه هناد بن السري في الزهد 2\562، من طريق حَارِثَةَ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا"۔

وحارثة بن محمد قال ابن معين وغيره: ليس بثقة، وقال البخاري وغيره: منكر الحديث.

☆وأخرجه ابن الجارود في المنتقى 143(551)، من طريق مُحَاضِرُ بْنُ الْمُوَرِّعِ، قَالَ: ثنا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، إِنَّهَا سَمِعَتْ

= = عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنهَا تَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "كَسرُ عَظْمِ الْمُؤمِنِ مَيِّتًا مِثْلُ كَسرِهِ حَيًّا"۔ إسناده صحيح۔

☆وأخرجه الدارقطني في السنن 4\252(3415)، من طريق زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "كَسرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا"۔ إسناده حسن، أبو حذيفة موسى بن مسعود النَهدي وزهير بن محمد التميمي صدوقان، والباقون ثقات.

☆وأخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار 3\308(1273)، وتمام في فوائده 2\251(1659)، من طريق مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "كَسرُ عِظَامِ الْمَيِّتِ كَكَسرِ عِظَامِ الْحَيِّ"۔ إسناده حسن إن كان محمد بن عمارة سمع من عمرة فإنه لم يذكر سماعا منها.

☆وأخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار 3\308(1274) من طريق شُجَاعِ بْنِ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ كَسرَ عَظْمِ الْمُؤمِنِ مَيِّتًا مِثْلُ كَسرِهِ حَيًّا"۔ إسناده صحيح۔

☆وأخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار 3\309(1276)، والخطيب في تاريخ بغداد 13\120 من طريق سُفْيَانَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "كَسرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ مَيِّتًا كَكَسرِهِ حَيًّا"۔ إسناده حسن۔

☆وأخرجه ابن حبان في الصحيح 7\437(3167)، والبيهقي في السنن 4\96، من طريق سُفْيَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَسرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسرِهِ حَيًّا"۔ إسناده صحيح رواته ثقات۔

☆وأخرجه الخطيب في تاريخ بغداد 13\120، والبيهقي في السنن الكبرى 4\96

بعض روایات دار قطنی (1) میں لفظ ,,فی الإثم،، (2) اور زائد یعنی گناہ میں زندہ و مردہ برابر ہیں۔ ذکرہ فی مقاصد الحسنة۔ (3)

== (7081)، من طريق سُفيَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنه، مرفوعًا۔ إسناده حسن۔

☆ وأخرجه الخطيب في تاريخ بغداد 12\106 من طريق أَبِي الرِّجَالِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنه، مرفوعًا۔ إسناده ضعيف۔

☆ وأخرجه الديلمي في الفردوس 3\299(4900)۔

☆ وأخرجه أحمد في مسنده (24686)، وابن سعد في طبقات الكبرى 8\481، وابن راهويه في مسنده 2\596(1171)، والبخاري في التاريخ الكبير 1\150 من طريق شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: قَالَتْ لِي عَمْرَةُ: انْظُرْ قِطْعَةً مِنْ أَرْضِكَ أُدْفَنْ فِيهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ:...موقوفا۔ إسناده صحيح.

☆ وأخرجه ابن سعد في طبقات الكبرى 8\481 من طريق الْمَسْعُودِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَتْ لِبَنِي أَخٍ لَهَا: " أَعْطُونِي مَوْضِعَ قَبْرِي فِي حَائِطٍ وَلَهُمْ حَائِطٌ يَلِي الْبَقِيعَ فَإِنِّي سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهَ عَنْهَا تَقُولُ...موقوفًا.

وأخرجه مالک في الموطأ 2\334(814)، بلاغا عن عائشة رضي الله عنها، موقوفا۔ وعن أم سلمة رضي الله عنها۔ رواه ابن ماجة في السنن (1617) بسند ضعيف۔

(1) (سنن دار قطنی 3\322.323، وفي نسخة: 4\251(3413_3414)

(2) (مطبوعہ، مطبع اہلسنت و جماعت واقع بریلی، حامد اینڈ کمپنی اور رضا فاؤنڈیشن میں "الألم" واقع ہے مگر محولہ کتب میں "الإثم" ہے، جس کے مطابق تصحیح کی گئی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

(3) (مقاصد الحسنہ 216(801)، بیروت، وفي نسخة: 365 و فی نسخة 506)

حدیث (27)

دیلمی وابن مندہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راوی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَحْسِنُوا الْكَفَنَ وَلَا تُؤْذُوا مَوْتَاكُمْ بِعَوِيْلٍ وَلَا بِتَأْخِيرِ ☆ وَصِيَّةٍ وَلَا بِقَطِيعَةٍ وَعَجِّلُوا قَضَاءَ دَيْنِهِ وَاعْدِلُوا عن جِيرَانِ السُّوْءِ" (1)

کفن اچھا دو اور اپنی میت کو چلّا کر رونے یا اس کی وصیت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہنچاؤ اور اس کا قرض جلد ادا کرو اور بُرے ہمسایہ سے الگ رکھو۔

یعنی قبور کفار واہل بدعت وفسق کے پاس دفن نہ کرو۔

حدیث (28)

امام احمد، ابوالربیع سے راوی:

" كُنتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي جَنَازَةٍ، میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ

☆(فی ب: ولا تأخیر وصیة کذا في اللالئی المصنوعة في الأحادیث الموضوعة۔ وفي ح، والف: ولا ماخیر وصیة۔ وفی ر، وفر: ولا بتأخیر وصیة، کذا في الفردوس و شرح الصدور۔)

(1) (أخرجه الديلمي في فردوس الأخبار 1\98(318)، وذكره السيوطي في شرح الصدور، باب دفن العبد فِي الأَرْض الَّتِي خلق مِنهَا، 102، وفي اللالئ المصنوعة 2\365، وعزاه إلى الديلمي وابن مندة في كتاب الأحواء والإيمان بالسؤال، والشوكاني في نيل الأوطار 7\62، دیلمی کی سند سخت ضعیف ہے)

فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانٍ يَصِيحُ . فَبَعَثَ إِلَيْهِ فَأَسْكَتَهُ. فَقُلْتُ :يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ لِمَ أَسْكَتَّهُ☆ قَالَ:إِنَّهُ يَتَأَذَّى بِهِ الْمَيِّتُ حَتَّى يُدْخَلَ قَبْرَهُ". (1)

ایک جنازہ میں تھا کسی کے چلّانے کی آواز سنی، آدمی بھیج کر اُسے خاموش کرا دیا۔ میں نے عرض کیا: اے ابوعبدالرحمن ! آپ نے اُسے کیوں چپ کرایا فرمایا اس سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ قبر میں جائے۔

حدیث (29)

امام سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی:

" أنه رَأى نِسْوَةً فِي جَنَازَةٍ فَقَالَ إرْجِعْنَ مَأْزُورَاتٍ غَيْرَ مَأْجُورَاتٍ إِنَّكُنَّ لَتفْتِنَّ الْأَحْيَاءَ وَتُؤْذِينَ الْأَمْوَاتَ". (2)

یعنی اُنہوں نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں اور ارشاد فرمایا: پلٹ جاؤ گناہ سے بوجھل ثواب سے اوجھل، تم زندوں کو فتنے میں ڈالتی اور مُردوں کو اذیت دیتی ہو۔

☆(فی الف، ب، ح، فر : فقلت لم اسكته يا أبا عبد الرحمن كذا في شرح الصدور۔ وفي ر :فقلت يا أبا عبد الرحمن لم أسكته كذا في مسند الامام أحمد و مجمع الزوائد)

(1)(أخرجه أحمد في مسنده 2\135 (6195)، وذكره في شرح الصدور 300)

قال الهيثمي في المجمع 1\316: رَوَاهُ أَحْمَدُ. وَأبو الرَّبِيعِ قَالَ فِيهِ الدَّارَقُطْنِيُّ : مَجْهولٌ. وقال 3\16 :رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَفِيهِ أبو شُعْبَةَ الطَّحَّانُ، وَهُوَ مَتْرُوكٌ.)

(2)(ذكره الطحاوي في مختصر اختلاف العلماء 1\405، والسيوطی فی شرح=

تنبیہ: سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حدیث صحیح مشہور میں فرمایا ,,اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ،، زندوں کے رونے سے مُردے پر عذاب ہوتا ہے۔

=الصدور 387، وعزاه إلى سعيد بن منصور۔

قلت : في الباب : عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، فرواه عبد الرزاق في المصنف 3\456(6299)، وفي نسخة: 3\291(6325) بلفظ : "أَنَّ عُمَرَ، رَأَى نِسَاءً مَعَ جَنَازَةٍ، فَقَالَ: "ارْجِعْنَ مَأْزُورَاتٍ غَيْرَ مَأْجُورَاتٍ، فَوَاللهِ مَا تَحْمِلْنَ وَلَا تَدْفِنَّ، يَا مُؤْذِيَاتِ الْأَمْوَاتِ وَمُفَتِّنَاتِ الْأَحْيَاءِ"۔ (منقطع) بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں تو ارشاد فرمایا پلٹ جاؤ، گناہ سے بوجھل ثواب سے اوجھل، پس اللہ کی قسم! نہ تم جنازہ اُٹھاؤ گی اور نہ تم دفن کرو گی، اے مردوں کو اذیت دینے والیو اور زندوں کو فتنے میں ڈالنے والیو۔

وعن ابن عمر رضی الله عنهما فرواه عبد الرزاق فی المصنف 3\457(6303)، وفی نسخة : 3\300(6329) ، بلفظ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، تَبِعَ جَنَازَةً فَرَأَى نِسَاءً يَتَّبِعْنَهَا وَيَصْرُخْنَ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِنَّ وَقَالَ: أُفٍّ لَكُنَّ، أَذًى عَلَى الْمَيِّتِ، وَفِتْنَةٌ عَلَى الْحَيِّ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ سنده ضعيف ۔ یعنی بیشک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک جنازہ کے لیے نکلے پس آپ نے اُس کے ساتھ چیخنے والی عورتوں کو دیکھا تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمھارے لیے اُف! میت کے لیے اذیت، اور زندوں کے لیے فتنہ، آپ نے یہ تین بار فرمایا۔
یونہی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایسی سند جس میں متہم ابو ہدبہ ابراہیم بن ہدبہ الواسطی جس میں کلام مشہور ہے کے ساتھ روایت کی گئی ہے، جس کے لفظ مندرجہ ذیل ہیں:
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى الله عليه وسلم تبع جَنَازَةً فَإِذَا هُوَ بِنِسْوَةٍ خَلْفَ الْجَنَازَةِ، قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِنَّ وَهُوَ يَقُولُ: "ارْجِعْنَ مَأْزُورَاتٍ غَيْرَ مَأْجُورَاتٍ، مُفْتِنَاتِ الْأَحْيَاءِ، مُؤْذِيَاتِ الْأَمْوَاتِ"۔ (أخرجه الخطيب في تاريخه 6\198)

جسے امام احمد و شخین نے عمر فاروق (1) وعبداللہ بن عمر (1) ومغیرہ بن شعبہ (2) اورابو یعلی نے ابوبکر صدیق (3)

(1)(أخرجه الطيالسي في مسنده 8 (33)، وعبد الرزاق في المصنف 3\556 (6680)، وابن الجعد في مسنده (568)، وابن أبي شيبة في المصنف 3\389 وأحمد في مسنده 1\26، و50۔ 51، و مسلم في الصحيح 1\301(927)، والبخاري في الصحيح 1\172، وفي نسخة: جزء 2\80(1290)، والترمذي في السنن (1002)، والنسائي في السنن (1848، و1850)، وفي الكبرى 1\607، وابن ماجة في السنن (1594)، والبزار في مسنده 1\217(104)، وأبو يعلى في مسنده 1\145.144، والبيهقي في السنن الكبرى 4\71، والآخرون۔من حديث عمر بن الخطاب رضي الله عنه۔

(1)(أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف 3\62 (12117)، وأحمد في مسنده 2\134، والبخاري في الصحيح 1\171، وفي نسخة: 2\84(1304)، ومسلم في الصحيح 1\302(930)، والترمذي في السنن (1004)، وأبو داود في السنن (3129)، وابن حبان في الصحيح 7\404.405 (3135)، والطبراني في الكبير 12\304، و330، و344۔ والآخرون، من حديث ابن عمر رضي الله عنهما۔

عن المغيرة بن شعبة رضى الله عنه:

(2)(أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف 3\60(12098)، وأحمد في مسنده (18140)، و(18202)، و(18237)، والبخارى فى الصحيح 1\172، وفي نسخة : 2\80(1291)، ومسلم في الصحيح 1\303، والترمذي في السنن (1000)، والآخرون، من حديث المغيرة بن شعبة رضي الله عنه۔

(3)(أخرجه أبو بكر المروزي في مسند أبي بكر الصديق (36)، والبزار في مسنده

وابوہریرہ(1)اورابن حبان نے انس بن مالک(2)وعمران بن حصین(3)اورطبرانی نے سمرہ بن جندب(4)سے روایت کیارضی اللہ عنہم اجمعین۔ایک جماعت آئمہ کے نزدیک اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ زندوں کے چلّانے سے مُردوں کوصدمہ ہوتا ہے۔امام اجل سیوطی نے شرح الصدور میں اس معنی کوایک حدیث مرفوع سے مؤید کر کے فرمایاامام ابن جریر کا یہی قول ہے اوراسی کوایک گروہ ائمہ نے اختیارفرمایا۔(5)

1\133.134(64)، و1\184، وأبو يعلى في مسنده 1\47(47)، وأورده الهيثمي في مجمع الزوائد 3\16(4037)، وقال: رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَأَبُو يَعْلَى، وَفِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ زُبَالَةَ، وَهُوَ ضَعِيفٌ.

(1)(أخرجه البخاري في التاريخ الكبير 5\454، وأبو يعلى في مسنده كما في المجمع 3\16(4038)، وقال الهيثمي: رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى، وَفِيهِ مَنْ لَمْ أَجِدْ مَنْ ذَكَرَهُ.

(2)(أخرجه الطيالسي في مسنده 1\48(42)، ومسلم في الصحيح (927)، والبزار في مسنده 1\338(219) وابن حبان في الصحيح 7\402(3132)۔

(3)(أخرجه الطيالسي في مسنده 2\187(895)، وأحمد في مسنده 4\437 (19918)، والنسائي في السنن (1849)، و(1854)، وفي السنن الكبرى 2\390(1987)، و2\392(1993)، والطبراني فی الكبير 18\178(411)، و18\186(440)، والروياني في مسنده 1\104(82)

(4)(أخرجه أحمد في مسنده (20110)، والبزار في مسنده 10\427(4579)، والروياني في مسنده 2\59(834)، وابن عدي في الكامل 6\86، والطبراني في الكبير 7\215(6896)، وأورده الهيثمي في المجمع 3\16(4038)، وقال: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَفِيهِ عُمَرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَنْصَارِيُّ، وَفِيهِ كَلَامٌ، وَهُوَ ثِقَةٌ.

(5)(شرح الصدور 387)

پھر اس کی تائید میں دو حدیثیں ابن مسعود وابن عمر رضی اللہ عنہم کی کہ ہم نے بیان کیں، ذکر فرمائیں۔

اس تقدیر پر ارشاد اقدس المیت یعذب الحدیث کی آٹھوں روایتیں بھی یہاں شمار کے قابل تھیں مگر ازانجا کہ علماء کو اس کے معنی میں بہت اختلاف ہے۔ نہ ہمارا قصد حصر واستعیاب۔ لہذا انہیں معدود نہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث (30)

ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی:

" أَذَى الْمُؤْمِنَ فِي مَوْتِهِ كَأَذَاهُ فِي حَيَاتِهِ". (1)	مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں اُسے تکلیف پہنچائی۔

(1) (أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، كتاب الجنائز 3\367، کراچی، و 3\245، ملتان، و 3\56 (11990)، الرياض۔)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے شبابہ بن سوار کے اور وہ صالح الحدیث، حسن الحدیث ہے بلکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس کی روایت برقم (4162) امام شعبہ سے بیان کی ہے اور اسی طرح امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں (1617) وغیرہ مقام پر بیان کی ہے، لہذا یہ جید سند ہے، اور یہ بظاہر موقوف روایت ہے، لكن لا يضر وقفه، فهو مما لا يُدرك بالرأي.

اور اس کے شواہد بھی موجود ہیں، جن میں سے کچھ ذکر ہوئے کچھ آرہے ہیں اور انہی میں سے ایک وہ ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْمَيِّتُ يُؤْذِيهِ فِي قَبْرِهِ مَا يُؤْذِيهِ فِي بَيْتِهِ".

(أخرجه الكلاباذي في بحر الفوائد المسمى بمعاني الأخبار 297، وابن أبي حاتم في العلل 1\372 (1104)، والديلمي في فردوس الأخبار 1\199 (754) ==

حدیث (31)

سعید بن منصور اپنے سنن میں راوی کسی نے اُس جناب (یعنی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا:

"كَمَا أَكْرَهُ أَذَى الْمُؤْمِنَ فِي حَيَاتِهِ فَإِنِّي أَكْرَهُ أَذَاهُ بَعْدَ مَوْتِهِ". (1)

مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یونہی مردہ کی۔

حدیث (32)

طبرانی عبدالرحمن بن علا بن لجلاج سے اُن کے والد علا (☆) رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا:

==ذکره الديلمي بلاسند۔

وقال ابن أبي حاتم: قَالَ أَبِي: هَذَا حديث مُنكَر الذي يشبه حديث سعد بن سعيد عن عمرة عن عائشة عن النبی ﷺ كسر عظم الميت ميتا ككسره وهو حي فاری أنه دلس له هذا الإسناد لأن ابن لهيعة لم يسمع من سعد بن سعيد۔)

(1) (ذكره السيوطي في شرح الصدور 388، وعزاه إلى سعيد بن منصور، والعجلوني في كشف الخفاء 1\299)

(☆) (تابعی ثقہ ہیں اور اُن کے بیٹے عبدالرحمن تبع تابعین مقبول الروایۃ سے دونوں صاحب رجال جامع ترمذی میں ہیں ۱۲ منہ سلمہ)

علاء بن لجلاج غطفانی، عامری، شامی، حلبی۔

آپ خالد بن لجلاج کے بھائی ہیں اور اپنے والد اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں آپ سے اُن کے بیٹے عبدالرحمن بن علاء، عبداللہ بن علاء اور حفص بن عمر بن ثابت=

"يَا بُنَيَّ إِذَا وَضَعْتَنِي فِي لَحْدِي فَقُلْ: بِسْمِ اللهِ وَعَلى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ثُمَّ شُنَّ عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ اِقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِي بِفَاتِحَةِ الْبَقَرَةِ وَخَاتِمَتِهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلّم يَقُوْلُ ذَلِكَ". (1)

اے میرے بیٹے! جب مجھے لحد میں رکھے {بِسْمِ اللهِ وَعَلى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم} کہنا۔ پھر مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا، پھر میرے سرہانے سورۃ بقرہ کا شروع یعنی {مُفْلِحُوْن} تک، اور خاتمہ یعنی {امن الرسول} سے پڑھنا کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔

==حلبی روایت کرتے ہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن أبواب الجَنَائِزِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّشْدِيدِ عِنْدَ المَوْتِ، (979) میں ان دونوں باپ بیٹے سے روایت لی ہے۔ امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ثقہ ہے، اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا۔ مزید ملاحظہ فرمائیں: (التاريخ الكبير للبخاري 6\506.507، والجرح والتعديل 6\360، والثقات للعجلي 2\150، والثقات لابن حبان 5\245.246، وتاريخ دمشق 47\229.231، وتهذيب الكمال 22\537.539، وتهذيب التهذيب 8\191، وغيرهم)

(1) (أخرجه الطبراني في الكبير 19\94(491)، وقال: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي أُسَامَةَ الْحَلَبِيُّ، ثنا أَبِي، ح وَحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ دُحَيْمٍ الدِّمَشْقِيُّ، ثنا أَبِي، ح وَحَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْحَاقَ التُّسْتَرِيُّ، ثنا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، قَالُوا: ثنا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ اللَّجْلَاجِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ لِي أَبِي ---إلخ۔ وذكره السيوطي في شرح الصدور 153.154 وعزاه إلى الطبراني۔ وأورده==

==الهيثمي في المجمع 3\44 وقال: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَرِجَالُهُ مُوَثَّقُونَ.

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو اپنے تین (3) شیوخ سے روایت کرتے ہیں جن میں

(1) ابواسامہ عبداللہ بن محمد بن بھلول ابی اسامہ۔

(2) ابراہیم بن عبدالرحمن بن ابراہیم الدمشقی ابن دحیم

(3) حسین بن اسحاق بن ابراہیم التستری الدقیق

ابواسامہ میں کلام موجود ہے، مگر اس کے دو ثقہ متابع موجود ہیں:

ابراہیم بن دحیم کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی تاریخ الاسلام (22\100) میں فرماتے ہیں: "وكان ثقة". اور حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الثقات (2\208) میں فرماتے ہیں: "قال مسلمة: شامي ثقة"۔ اور تیسرے راوی حسین بن اسحاق کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سیر اعلام النبلاء (14\57) فرماتے ہیں کہ: "وَكَانَ مِنَ الحُفَّاظِ الرَّحَّالَةِ". اور حسین بن ابی یعلی طبقات حنابلہ (101)، وفی نسخۃ: (1\142) میں فرماتے ہیں: "ذكره أبو بكر الخلال فقال: شيخ جليل ---وكان رجلاً مقدماً رأيت موسى بن إسحاق القاضي يكرمه ويقدمه".

ابراہیم بن دحیم اپنے والد ابوسعید عبدالرحمن بن ابراہیم بن عمرو بن میمون الدمشقی جن کا لقب دحیم ہے سے روایت کرتے ہیں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیر اعلام النبلاء (11\515) میں فرماتے ہیں: "القَاضِي، الإِمَامُ، الفَقِيْهُ، الحَافِظُ، مُحَدِّثُ الشَّامِ"۔ اوران سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں (3920) میں روایت لی ہے، راقم الحروف کے علم کے مطابق تقریباً پندرہ آئمہ ومحدثین نے ان کی توثیق بیان کی ہے اور کسی نے بھی ان پر جرح نہیں کی، واللہ اعلم بالصواب۔ پھر ان کے متابع علی بن بحر بن بری القطان، ابوالحسن البغدادی ہیں جن کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیر اعلام النبلاء (11\12) میں فرماتے ہیں: "الإِمَامُ، الحَافِظُ، المُتْقِنُ، أَبُو الحَسَنِ الفَارِسِيُّ، ثُمَّ البَغْدَادِيُّ، القَطَّانُ". جبکہ راقم کے علم کے

==مطابق تقریبا دس آئمہ ومحدثین نے ان کی توثیق فرمائی اور کسی ایک نے بھی تضعیف نہیں کی۔

پس دحیم اور علی بن بحر دونوں مبشر بن اسماعیل سے روایت کرتے ہیں اور یہ بھی ثقہ راوی ہیں جس نے بھی ان میں کلام کیا بلا حجت کیا جیسا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی میزان الاعتدال (433\3)، اور المغنی فی الضعفاء (540\2)، والسیر (302\9) میں فرماتے ہیں: "تکلم فیہ بلاحجۃ "۔

مبشر بن اسماعیل، عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج سے روایت کرتے ہیں جن کو امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الثقات (90\8) میں ذکر کیا اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریب التھذیب (208) میں فرمایا: "مقبول، من السابعۃ". اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں اس سے روایت لی ہے، اور علماء سلف میں سے کسی نے ان کی تضعیف نہیں کی الا یہ کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال میں ذکر کیا مگر کسی سے کوئی کلمہ جرح ذکر نہیں کیا۔

تنبیہ: غیر مقلد البانی اور اس کے پیروکار عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ البانی کے تناقضات میں سے ہے کیونکہ اس نے خود ترمذی میں موجود ان کی روایت کی تصحیح کی ہے، ملاحظہ فرمائیں: صحیح وضعیف سنن الترمذی 479\2 (979)۔ جبکہ عبید اللہ مبارکپوری نے اپنی مرعاۃ المفاتیح (258\5) میں کہا کہ: " قال شیخنا: لم یحکم (الترمذي) علیه بشيء من الصحة والضعف، والظاهر أنه حسن - انتهى". اور یہی بات عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد نے بھی اپنی تحفۃ الاحوذی (49\4) میں یوں ذکر کی کہ: "قَوْلُهُ (وَإِنَّمَا أعرفه مِنْ هَذَا الْوَجْهِ) لَمْ يَحْكُمْ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ مِنَ الصِّحَّةِ وَالضَّعْفِ وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ حَسَنٌ"۔ پس سوال یہ ہے کہ اگر ترمذی میں مبشر بن اسماعیل، عبد الرحمن بن العلاء سے اور وہ اپنے باپ علاء سے بیان کرے تو البانی کی نزدیک صحیح اور دوسرے غیر مقلد بزرگ اس کو حسن سمجھیں تو غیر ترمذی وہی مبشر بن اسماعیل روایت کرے ان

== سے روایت کرے اور یہ اپنے والد سے ہی بیان کریں توضعیف کیوں؟۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اپنی پسند کی بات ہو قبول اور اپنے مخالف ہو تو مردود؟۔ بقیہ قبلہ حضرت علامہ مفتی محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی کی تلاوت قرآن برائے ایصال ثواب۔ اور راقم الحروف کی جامع ایصال ثواب میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں)

عبدالرحمن بن العلاء بن اللجلاج اپنے باپ علاء بن لجلاج سے روایت کرتے ہیں جن کی توثیق امام عجلی، امام ابن حبان اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم (تاریخ ثقات 343، وکتاب الثقات 5\245، وتقریب التھذیب 269) نے کی ہے اور کسی نے ان کی تضعیف نہیں کی۔

علاء بن لجلاج اپنے باپ حضرت لجلاج بن حکیم سلمی رضی اللہ عنہ سے جو کہ صحابی رسول ہیں سے روایت کرتے ہیں۔

پھر اس کے شاہد بھی موجود ہیں امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل الفاظ سے روایت کیا ہے: " حَدثنَا مُبشر بن إِسْمَاعِيل الْحلَبِي قَالَ حَدثنِي عبد الرَّحْمَن بن الْعَلَاء بن اللَّجْلَاج عَن أَبِيه قَالَ قَالَ لي أبي يَا بني إِذا أَنا مت فضعني فِي اللَّحْد وَقل بِسم الله وعَلى سنة رَسُول الله وَسن على التُّرَاب سنا واقرأ عِنْد رَأْسِي بِفَاتِحَة الْبَقَرَة وخاتمتها فَإِنِّي سَمِعت عبد الله بن عمر يَقُول ذَلِك".

وأخرجه ابن معين في تاريخه برواية الدوري 4\449، والدينوري في المجالسة وجواهر العلم 3\128 (757)، واللالكائي في شرح أصول إعتقاد أهل السنة 6\1227 (2174)، والخلال في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر 87، والبيهقي في الدعوات الكبير 2\297 (638)، وفي السنن الكبرى 4\93 (7068)، وابن عساكر في تاريخ دمشق 47\230، و50\297، وأبو الطاهر السلفي في الطيوريات 2\448.449 (394)، والمزي في تهذيب الكمال 22\537.538، كلهم من طريق مبشر بن اسماعيل به، موقوفاً۔ ==

= = اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معجم کبیر (13613) نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:"إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ، وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ، وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ فِي قَبْرِهِ "۔وأخرجه البيهقي في الشعب (8854)، والديلمي في الفردوس 284\1(1115)۔

قال البيهقي: وَقَدْ رَوَيْنَا الْقِرَاءَةَ الْمَذْكُورَةَ فِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوفًا عَلَيْهِ۔

وقال الهيثمي في المجمع 44\3: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَفِيهِ يَحْيَى بن عبد الله البابلتي، وَهُوَ ضَعِيفٌ.

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری (184\3) فرماتے ہیں:

"أخرجه الطبراني بإسناد حسن"۔

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (113\8) فرماتے ہیں:

"وروى الطبراني بإسناد حسن من حديث ابن عمر"۔

البانی اور اس کے ہمنوا اس روایت کو شواہد کی موجودگی میں ضعیف قرار دیتے ہیں مگر ملاحظہ فرمائیں کہ ایک جماعت جس میں معترضین کے ہمنوا بھی موجود ہیں اس کو حسن قرار دیتے ہیں اگرچہ یہ روایت اپنی سند کے اعتبار سے ضعیف ہے مگر یہ اپنے شواہد کے ساتھ درجہ حسن کو پالیتی ہے۔

☆حسين بن محمد بن سعيد اللاعي، المعروف بالمَغرِبي (المتوفى:1119ھ) نے میں البدر التمام شرح بلوغ المرام (204\4) لکھا کہ :"أخرجه الطبراني بإسناد حسن"۔

☆عبداللہ بن قعود... عبداللہ بن غديان... عبد الرزاق عفيفي... عبد العزيز بن عبداللہ بن باز نے فتاوى اللجنة الدائمة - المجموعة الأولى (429\2) میں لکھا کہ: "وروى الطبراني بإسناد حسن عن ابن عمر رضي الله عنهما"۔

☆بكر أبو زيد... صالح الفوزان... عبد الله بن غديان... عبد العزيز آل الشيخ... عبد العزيز بن عبد الله بن باز نے فتاوى اللجنة الدائمة - المجموعة الثانية (267\7) میں لکھا کہ: "ولما رواه الطبراني بإسناد حسن عن ابن عمر رضي الله عنهما"۔

☆محمد بن إبراهيم بن عبد اللطيف آل الشيخ (المتوفى: 1389ھ) نے فتاوى ورسائل سماحة الشيخ محمد بن إبراهيم بن عبد اللطيف آل الشيخ (226\3) میں لکھا کہ: "وروى الطبراني بإسناد حسن من حديث ابن عمر"۔

☆محمود محمد خطاب السبكي نے المنهل العذب المورود شرح سنن الإمام أبي داود (13\9) میں کہا کہ: "ما أخرجه الطبراني لإسناد حسن من حديث ابن عمر مرفوعًا"۔

☆الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد والوں نے مجلة البحوث الإسلامية - مجلة دورية تصدر عن الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد (49\80) میں لکھا کہ: "وروى الطبراني بإسناد حسن من حديث ابن عمر"۔

☆علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح الزرقانی علی الموطا (136\2) میں فرماتے ہیں: "قال الحافظ ويؤيده حديث ابن عمر ـــ أخرجه الطبراني بإسناد حسن"۔

☆محمد بن إسماعيل بن صلاح بن محمد الحسني، الكحلاني ثم الصنعاني، أبو إبراهيم، عز الدين، المعروف كأسلافه بالأمير (المتوفى: 1182ھ) نے بھی اسی بات کو سبل السلام (490\1) میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

☆محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني اليمني (المتوفى: 1250ھ) نے اسی بات کو نيل الأوطار (87\4) میں نقل کیا ہے۔

☆محمَّد الخَضِر بن سيد عبد الله بن أحمد الجكني الشنقيطي (المتوفى: 1354ھ)

نے كوثر المَعَاني الدَرَارِي في كَشْفِ خَبَايَا صَحِيحِ البُخَارِي (7\12) میں نقل کیا ہے۔

☆حسن بن أحمد بن يوسف بن محمد بن أحمد الرُباعي الصنعانی (المتوفی: 1276ھ) نے فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار (2\695) میں نقل کیا اور (2\743) میں لکھا کہ: "أخرجه الطبراني بإسناد حسن"۔

☆ عبد الرحمن بن محمد بن قاسم العاصمي القحطاني الحنبلي النجدي نے الإحكام شرح أصول الأحكام (2\76) میں نقل کیا۔

☆الدكتور حسام الدين بن موسى عفانة نے فتاوى يسألونك (7\330، و 14\285) میں اسی بات کو نقل کیا ہے۔

☆عبد العزيز بن عبد الله بن باز (المتوفى: 1420ھ)، ومحمد بن صالح بن محمد العثيمين (المتوفى: 1421ھ)، وعبد الله بن عبد الرحمن الجبرين (المتوفى: 1430ھ) نے فتاوى إسلامية (2\60) میں لکھا کہ: وروى الطراني بإسناد حسن عن ابن عمر رضي الله عنهما"۔

☆محمد بن علي بن آدم بن موسى الإثيوبي الوَلَّوِي نے شرح سنن النسائي المسمى ذخيرة العقبى في شرح المجتبى میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا کلام نقل کیا کہ: "قال الحافظ -رَحِمَهُ اللَّهُ-: ويؤيده -يعني كلام الفاكهيّ- حديث ابن عمر - رضي الله عنهما -، قال: سمعت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يقول: "إذا مات أحدكم، فلا تحبسوه، وأسرعوا به إلى قبره". أخرجه الطبرانيّ بإسناد حسن"۔

☆علی بن نایف نے الاستعداد للموات (274) میں لکھا کہ: "أخرجه الطبراني برقم (13438) وحسنه الحافظ ابن حجر في فتح الباري لابن حجر - (ج 4/ص 371) وهو حسن لغيره"۔

اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ مجھ پر مٹی تھم تھم کر بہ نرمی ڈالنا۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مشکوۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

چوں دفن کنید مرا پس بنرمی و بسہولت بیند ازید برمن خاک را یعنی اندک اندک اند ازید و ایں اشارت است باں کہ میت احساس می کند و درد ناک می شود بانچہ درد ناک مے شود باں زندہ۔(1)	جب مجھے دفن کرنا تو مجھ پر مٹی نرمی و سہولت سے یعنی ذرا ذرا کر کے ڈالنا۔ یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ مُردے کو احساس ہوتا ہے اور جس چیز سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے مردہ کو بھی ہوتی ہے۔

(1) (اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، باب دفن المیت 297\1)

فصل چہارم

وہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مردے اپنے زائرین کو پہچانتے اور اُن کا سلام سنتے اور اُنہیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث (33)

امام ابوعمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار والتمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی، حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا، فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِلَّا عَرَفَهُ، وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ" (1)

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا اور اسے سلام کرتا ہے اور وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جوابِ سلام دیتا ہے۔

---

(1) (أخرجه ابن عبد البر في الإستذكار 1\185، وفي نسخة: 2\166، وذكره عبد الحق الأشبيلي في الأحكام الكبرى 2\546، وفي الأحكام الوسطى 2\152، وفي الأحكام الصغرى 1\345، وفي العاقبة 118 (264)، وابن رجب في أهوال القبور 82 (278)، والسيوطي في شرح الصدور 202۔

☆ امام عبدالحق بن عبدالرحمن بن عبداللہ الاندلسی الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 581ھ اپنی الأحكام الصغرى (345) میں فرماتے ہیں: "إسناده صحيح".

☆ ابن تیمیہ الحرانی متوفی 728ھ نے اپنے مجموع الفتاوی (24\331) میں لکھا کہ: "قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: ثَبَتَ ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَصَحَّحَهُ عَبْدُ الْحَقِّ صَاحِبُ الْأَحْكَامِ"۔

وانظر: اقتضاء الصراط المستقيم، فصل النوع الثانی من الأمكنة 2\178 لابن تيمية

☆علامہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ أھوال القبور (82) میں فرماتے ہیں: خرجه ابن عبدالبر وقال عبد الحق الإشبيلي: إسناده صحيح يشير إلى أن رواته كلهم ثقات وهو كذلك إلا أنه غريب بل منكر.

☆علامہ محمود بن احمد بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 855ھ اپنی صحیح بخاری کی شرح عمدة القاری (8\69) میں فرماتے ہیں: "وعند ابن عبد البر، بسند صحيح"۔

☆علامہ یحیی بن ابی بکر محمد بن یحیی العامری الحرضی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 893ھ اپنی بهجة المحافل وبغية الأماثل (2\232) میں فرماتے ہیں: "وقد أخرج ابن عبد البر باسناد حسن"۔

☆علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ اپنے الحاوی للفتاوی (205) میں فرماتے ہیں: " وَرَوَى ابنُ عَبدِ البَرِّ فِي " الِاستِذكَارِ " وَ " التَّمهِيدِ " ۔۔۔صَحَّحَهُ أبو محمد عبد الحق".

☆علامہ زکریا بن محمد بن زکریا انصاری السنیکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 926ھ اپنی اسنی المطالب فی شرح روض الطالب (1\331) میں فرماتے ہیں: " فَقَد رَوَى ابنُ عَبدِ البَرِّ بِإِسنَادٍ حَسَنٍ"۔

☆علامہ محمد بن عمر السفیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 956ھ اپنی المجالس الوعظية في شرح أحاديث خير البرية من صحيح البخاری (2\77) میں لکھتے ہیں: "فقد روى ابن عبد البر بإسناد حسن"۔

☆علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1014ھ اپنی مرقاة المفاتیح شرح مشكاة المصابيح (4\221) میں لکھتے ہیں: "وَأَخرَجَ ابنُ عَبدِ البَرِّ فِي الِاستِذكَارِ وَالتَّمهِيدِ عَن ابنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا ۔۔۔، صَحَّحَهُ عَبدُ الحَقِّ"۔

☆علامہ عبدالروف مناوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1031ھ اپنی فیض القدیر شرح الجامع ==

==الصغیر (487\5) میں لکھتے ہیں: "وأفاد الحافظ العراقي أن ابن عبد البر خرجه في التمهيد والاستذكار بإسناد صحيح من حديث ابن عباس وممن صححه عبد الحق"

☆علامہ حسین بن محمد بن سعید المعروف بالمغربی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1119ھ اپنی البدر التمام شرح بلوغ المرام (407\5) میں لکھتے ہیں: "وقد صح عن ابن عباس مرفوعًا"۔

☆علامہ محمد بن اسماعیل المعروف امیر صنعانی متوفی 1182ھ اپنی التنویر شرح الجامع الصغیر (484\9) میں لکھتے ہیں: "وأفاد الحافظ العراقي أنه خرجه ابن عبد البر في التمهيد والاستذكار (6) بإسناد صحيح من حديث ابن عباس وممن صححه عبد الحق"۔

☆ علامہ محمود آلوسی بغدادی متوفی 1270ھ اپنی تفسیر روح المعانی ،سورۃ الروم (55\11) میں فرماتے ہیں: "وبما أخرج إبن عبدالبر وقال عبدالحق الأشبيلي إسناده صحيح عن إبن عباس مرفوعا"۔

☆عبدالقادر بن ملا حویش آل غازی العانی متوفی 1398ھ نے بیان المعانی (458\4) میں اسی بات کو ذکر کیا۔

☆عبید اللہ بن محمد مبارکپوری متوفی 1414ھ نے اپنی مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح (363\6) میں لکھا: "فقد أخرج ابن عبد البر في الاستذكار والتمهيد عن ابن عباس، قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: ما من أحد يمر بقبر أخيه المؤمن كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا عرفه، ورد عليه السلام، صححه أبو محمد عبد الحق، قال: وهذا نص في أنه يعرفه بعينه، ويرد عليه السلام"۔

☆حسنین مخلوف کے فتاوی شرعیۃ (464\1) میں ہے کہ: "وأخرج حافظ المغرب الإمام أبو عمر بن عبد البَرِّ بإسناد صحيح عن ابن عباس مرفوعًا"۔

☆فتاوی الازہر (11\6) میں ہے: "وأخرج ابن عبد البر بأسناد صحيح عن ابن=

امام ابومحمد عبدالحق (1) کہ اجلہ علمائے حدیث سے ہیں اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں۔

ذكره الإمام السيوطي في شرح الصدور والفاضل الزرقاني في شرح المواهب۔(2)

اسی طرح امام ابوعمر وسید علامہ سمہودی نے اس کی تصحیح فرمائی۔(3)

ذكره الشيخ المحقق في جامع البركات وجذب القلوب۔(4)

==عباس مرفوعا". اوراسی فتاوی میں (290\8) پر ہے: "قال ابن عبد البر: ثبت ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم، وصححه عبد الحق صاحب الأحكام".

(1)(كما تقدم قبل قليل)۔

(2)(اسے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور (202)، وقال: صححه عبد الحق۔ میں اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب (369\7)، وقال: رواه ابن عبد البر، وصححه أبو محمد عبد الحق۔ میں ذکر کیا اور علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فیض القدیر (487\5)، وقال: وأفاد الحافظ العراقي أن ابن عبد البر خرجه في التمهيد والاستذكار بإسناد صحيح من حديث ابن عباس وممن صححه عبد الحق بلفظ ما من أحد يمر بقبر أخيه المؤمن كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا عرفه ورد عليه السلام۔ میں ذکر کیا ہے۔)

(3)(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى 178\4، وقال علي بن عبد الله ابو الحسن السمهودي: قلت: روى عبد الحق في الأحكام الصغرى وقال: إسناده صحيح عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ----- ورواه ابن عبد البر وصححه كما نقله ابن تيمية، لكن بلفظ: "ما من رجل يمر بقبر الرجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام"۔)

(4)(اسے شیخ محقق نے جامع البرکات اور جذب القلوب میں ذکر فرمایا ہے۔)

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ شفاء السقام (1) میں یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں:
ذکرہ جماعۃ (2)

(1) (شفاء السقام، الباب الخامس، 88)

(2) (ذكره أبو العباس أحمد بن عمر بن إبراهيم الأنصاري القرطبي ، متوفي. (671هـ) ، في المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم (127\3)، وقال: وقد ذكر أبو عمر بن عبد البر حديثًا صحيحًا عن أبي هريرة مرفوعًا۔

☆ وأحمد بن محمد الأنصاري، أبو العباس، ابن الرفعة، متوفى (710هـ)، في كفاية النبيه في شرح التنبيه (163\5)، وقال: وذكر أبو عمر بن [عبد البر] في "الاستذكار" من حديث ابن عباس ۔۔۔ قال عبد الحق في "الأحكام": وإسناده صحيح.

☆ وابن تيمية الحرانى ، ابو العباس احمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن تيمية، متوفى (728هـ) في اقتضاء الصراط المستقيم ، فصل النوع الثاني من الأمكنة ، (178\2)، وقال: وقد روى حديث صححه ابن عبد البر ۔ وفي المجموع الفتاوى (351\1)، و (295\4)، وقال: كما في الحديث الذى صححه بن عبد البر عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم ۔، و (173\24)، وقال: كما ثبت عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ۔ و (297\24)، و (303.304\24)، و (331\24)، وقال: قال إبن المبارك ثبت ذلك عن النبى صلى الله عليه وسلم وصححه عبد الحق صاحب الأحكام ۔ و (364\24)، و (71\27)، و (395\27)، ونقله عنه محمد بن أحمد بن عبد الهادي الحنبلي متوفى (744هـ)، في الصَارِمُ المُنكِي في الرَدِّ عَلَى السُبكِي (223.224)، ومحمد الأمين بن محمد الشنقيطي متوفى (1393هـ) في أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن، سورة النمل (132\6) ==

☆ وابن القيم الجوزية، ابو عبد الله محمد بن ابی بكر الدمشقي (متوفى 751هـ) في كتاب الروح، المسألة الأولى وهي هل تعرف الأموات زيارة الأحياء وسلامهم أم لا (53)، وقال: فقال ابن عبد البر: ثبت عن النبي ﷺ۔ وأيضا في حاشية على سنن أبي داود (11\93)، وأيضا في بدائع الفوائد (2\173)، ونقله عنه محمد الأمين بن محمد الشنقيطي متوفى (1393هـ) في أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن (6\135)، ومحمد بن صالح بن محمد العثيمين متوفى (1421هـ)، في الشرح الممتع على زاد المستقنع (5\385)

☆ وابن كثير، ابو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير، متوفى (774هـ) في تفسيره، سورة الروم (8\325)، وقال: مَا رَوَاهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ مُصَحِّحًا [لَهُ]، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوعًا۔ ونقله عنه القاسمي في محاسن التأويل، سورة الروم (8\21)، ودروزة محمد عزت في تفسير الحديث (5\461)،

☆ والعراقي، أبو الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن، متوفى (806هـ)، قال: رواه ابن عبد البر في التمهيد من حديث ابن عباس ۔۔ ونحوه، وصححه عبد الحق الاشبيلي. (إتحاف السادة المتقين 14\275)

☆ وأبو العباس أحمد الرملي الأنصاري متوفى (926هـ)، في حاشيته على أسنى المطالب شرح روض الطالب (1\331)، وقال: قال عبد الحق وإسناده صحيح۔

☆ وأحمد البرلسي عميرة، متوفى (957هـ)، في حاشية على المنهاج (1\412)، وقال: رَوَاهُ عَبْدُ الْحَقِّ فِي الْأَحْكَامِ وَقَالَ: إسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

☆ ومحمد بن عبد الوهاب النجدي متوفى (1206هـ)، في أحكام تمني الموتى (46)، وقال: أخرج ابن عبد البر عن ابن عباس ۔۔۔ صححه عبد الحق۔

☆ ومحمد بن علي بن محمد الشوكاني متوفى (1255هـ) في نيل الأوطار من ==

وقال القرطبي في التذكرة(1) ان عبدالحق صححه، ورويناه في الخلعيات من حديث أبي هريرة أيضا(2) انتهى۔

اسے ایک جماعت نے ذکر کیا اور امام قرطبی نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ امام عبدالحق نے اسے صحیح کہا اور خلعیات میں اسے ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی بیان کیا ہے۔ انتہی۔ قلت: وستسمع ذلک۔

حدیث (34)

ابن ابی الدنیا وبیہقی وصابونی وابن عساکر وخطیب بغدادی وغیرہم محدثین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

= = أحاديث سيد الأخيار شرح منتقى الأخبار (3\305)، وقال: وقد صَحّ عن بن عَبّاسٍ مَرْفوعًا۔

☆ومحمد أشرف بن أمير بن علي بن حيدر، أبو عبد الرحمن، الصديقي، العظيم آبادي متوفى (1329هـ)، في عون المعبود شرح سنن أبي داود (3\261)، وقال: وقدصح عن بن عَبّاسٍ مَرْفوعًا۔

☆ومحمد أنور شاه بن معظم شاه الكشميري الديوبندي، متوفى (1353هـ)، في فيض الباري على صحيح البخاري (3\42)، وقال: وفي حديثٍ صَحّحه أبو عمرو۔

☆ووهبة بن مصطفى الزحيلي في التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج، سورة الروم (21\112)وقال: ما رواه ابن عبد البر، مصحّحا له عن ابن عباس مرفوعا۔ وقدذكر الآخرون في كتبهم۔

(1)(التذكرة في أحوال الموتى، باب ماجاء أن الميت يسمع مايقال، 180)

(2)(يأتي مابعده)

"إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَعَرَفَهُ وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ "۔(1)

جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دُنیا میں شناسائی تھی اور اُسے سلام کرتا ہے میت جوابِ سلام دیتا اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میت اسے جوابِ سلام دیتا ہے (☆)۔

(☆)(سمہودی گوید کہ احادیث درینمعنی بسیار است و این معنی در آحاد است و عموم مومنین متحقق ۱۲ جذب القلوب)

علامہ سمہودی فرماتے ہیں اس معنی میں احادیث بہت ہیں اور یہ معنی ہونا خود ہی ثابت ہے افراد اُمت اور عام مومنین میں متحقق ہے۔)

(1)(أخرجه ابن أبي الدنيا في القبور، والصابوني في المائتين كما في شرح الصدور للسيوطي 202، وابن جميع الصيداوي في معجم الشيوخ 350.351، ومن طريقه الذهبي في السير 12\590، من طريق الرَّبِيعُ بنُ سُلَيمَانَ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بنُ زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إلخ- وقال الذهبي: غَرِيبٌ وَمَعَ ضَعْفِهِ فَفِيهِ انقطاعٌ، مَا عَلِمْنَا زَيْداً سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ.

وأخرجه أبو العباس الأصم في حديثه (مجموع فيه مصنفات الأصم)(214، و419)، ومن طريقه الخطيب في تاريخ بغداد 6\135، وابن الجوزى في العلل المتناهية 2\429(1523)، وابن عساكر في تاريخ دمشق 10\380، وتمام في الفوائد 1\63(139)، ومن طريقه ابن عساكر في تاريخ دمشق 27\65، وابن حبان

حدیث (35)

امام عقیلی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی:

قَالَ: قَالَ أَبُو رَزِينٍ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ طَرِيقِي عَلَى الْمَوْتَى فَهَلْ مِنْ كَلَامٍ أَتَكَلَّمُ بِهِ إِذَا مَرَرْتُ عَلَيْهِمْ؟ قَالَ: " قُلِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ [يَا] أَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ, أَنْتُمْ لَنَا

یعنی ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا راستہ مقابر پر ہے، کوئی کلام ایسا ہے کہ جب اُن پر گزروں کہا کروں؟ فرمایا: یوں کہہ سلام تم پر اے قبروالو! اہل اسلام اور اہل ایمان سے تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے

==في المجروحين 2\58، كلهم من طريق الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔۔۔الحديث۔

وأخرجه أبو الحسن الهكاري في هدية الأحياء للأموات(25)،وعلي بن الحسن الخلعي في الثامن من الخلعيات (ق 71)، وابن عساكر في تاريخ دمشق .379 380\10، من طريق بكر بن سهل، ثنا محمد ابن مخلدة الرعيني، ثنا عبد الرحمن بن زيد بن أسلم به۔

وأخرجه البيهقي في الشعب، فَصْلٌ فِي زِيَارَةِ الْقُبُور (8857)، وفي نسخة: 17\7 (9296) من طريق ابن أبي الدنيا، موقوفاً۔

قلت : وقد عزاه الحافظ السيوطي إلى ابن أبي الدنيا بطريقين أحدهما موقوف والآخر مرفوع، والظاهر أن طريق المرفوع عنده أخرى للحديث عن أبي هريرة، وله شواهد تقويه فانظر الحديثين ما قبله وما بعده خاصة۔

سَلَفٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ, وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ " , قَالَ: أَبُو رَزِينٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَسْمَعُونَ؟ قَالَ: "يَسْمَعُونَ وَلَكِنْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يُجِيبُوا "... (1)

اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں۔ ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا مُردے سنتے ہیں؟ فرمایا سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

تنبیہ نبیہ:

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

"أَيْ جَوَابًا يَسْمَعُهُ الْجِنّ وَالْإِنْس فَهُمْ يَرُدُّونَ حَيْثُ لَا يَسْمَعُ".

یعنی حدیث کی یہ مراد ہے کہ مردے ایسا جواب نہیں دیتے جو جن اور انسان سن لیں ورنہ وہ ایسا جواب تو دیتے ہیں

(1) (أخرجه العقيلي في الضعفاء الكبير 4\19، وذكره الحافظ في لسان الميزان 5\84، وفي الاصابة 7\139، وابن رجب في أهوال القبور 82.81 (277)۔

وقال ابن رجب الحنبلي: خرجه العقيلي وقال: لا يعرف هذا اللفظ إلا بهذا الإسناد ومحمد بن الأشعث: مجهول في النسب والرواية وحديثه غير محفوظ.

وقال الحافظ في الاصابة: قال العقيلي: لا يعرف إلا بهذا الإسناد، وهو غير محفوظ، وأصل السلام المذكور على القبور يروى بإسناد صالح غير هذا.

قلت: وأيضا أصل سماع الموتى يروى بإسناد صحيح غير هذا، كما في حديث عمر بن الخطاب رضي الله عنه مروي في الصحيح، وحديث عبد الله بن عمر رضي الله عنهما مروي في الصحيح، وحديث أنس بن مالك رضي الله عنه مروي في الصحيح، والآخرون۔

جو ہمارے سننے میں نہیں آتا۔(1)

اقول: یہ معنی خود اسی فصل کی دو حدیثِ سابق سے واضح کہ اِن میں تصریحاً فرمایا مُردے جوابِ سلام دیتے ہیں اور اِس کی نظیر وہ ہے جو حدیث (15) میں بکر بن عبد اللہ مزنی سے گزرا کہ روح سب کچھ دیکھتی ہے مگر بول نہیں سکتی کہ شور وفریاد سے منع کرے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں کہ اپنی بات احیاء کو سنا نہیں سکتے۔ ورنہ صحیح حدیثوں میں اُس کا کلام کرنا وارد، جیسا کہ حدیث (3) وغیرہ میں گزرا۔

تنبیہ دوم: فقیر کہتا ہے پھر یہ ہمارا نہ سننا بھی دائمی نہیں، صدہا بندگانِ خدا نے اموات کا کلام وسلام سنا ہے، جن کی بکثرت روایات خود شرح الصدور وغیرہ میں مذکور اور بعض اسی مقصد میں فقیر نے بھی نقل کیں اور عجب نہیں کہ ان شاء اللہ اپنے محل پر اور بھی مذکور ہوں۔

تنبیہ سوم: بس نافع ومہم

اقول وباللہ التوفیق طرفہ یہ ہے کہ جواب سوال نوزدہم میں صاحب مائۃ مسائل نے بھی اس حدیث کو،، عن القاري عن السيوطي عن العقيلي،، نقل کیا اور اموات کیلئے سلامِ احیاء کا سننا مسلّم رکھا۔(2)

اسی قدر سے اپنی وہ سب جولانیاں جو زیرِ سوال (26) کے ہیں باطل مان لیں کہ

(1)(شرح الصدور، بَاب زِيَارَة الْقُبور وَعلم الْمَوْتَى بزوارهم، 203، وقال الملا علي القاري في المرقاة، بَابُ زِيَارَةِ الْقُبورِ 4\221: "أَيْ جَوَابًا يَسْمَعُهُ الْحَيُّ، وَإِلَّا فَهُمْ يَرُدُّونَ حَيْثُ لَا تَسْمَعُ كذا في نسخة الخمسة، ولكن أذكر في المتن ألفاظ السيوطي

(2)(مائۃ مسائل، مسئلہ 19، سماعت موتی، ص 40)

وہاں جن پانچ عبارتوں سے استناد کیا اُن سب میں نفی مطلق ہے۔

اسی طرح آیہ کریمہ بفرض غلط نافی سماع ہو تو وہاں بھی سلام وکلام کچھ تخصیص نہیں۔

اور عبارتِ دوم میں تو صاف منافات موت وافہام مذکور کیا، بعض جگہ متنافیین بھی جمع ہو جاتے ہیں اور عبارتِ پنجم میں صریحاً لفظ جمادات موجود، پھر پتھروں کے آگے سلام کلام سب ایک سا۔

غرض اگر آیت اور ان عبارات کا وہی مطلب تو سماعِ سلام کی تسلیم میں ان سب استنادوں کو دفعتاً سلام ہو جاتا ہے۔ پھر ناحق آپ نے یہاں حدیثِ عقیلی سے استناد اور کلماتِ قاری وسیوطی پر اعتماد کیا۔ قاری وسیوطی کی سنئے گا تو بہت کچھ ماننا پڑے گا، اُن کی تحقیقاتِ قاہرہ وتصریحاتِ باہرہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ مقصد ثالث میں جگر شگاف مکابرہ واعتسفاف ہوتے ہیں۔ اُدھر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں پر کان رکھا اور ارواح گزشتگان کو جماد وسنگ ماننے کا دھرم گیا۔ ذرا خدا لگتی کہنا ایک عقیلی کی حدیث سے آپ نے سماعِ سلام تو تسلیم کیا، بخاری ومسلم وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز اور سلام کے سوا اور انواعِ کلام بھی سننا اور اُن پتھروں کا اپنے زائروں کو پہچاننا، اُن کا جوابِ سلام دینا، اور اُن سے اُنس حاصل کرنا اور اُن کے سوا صدہا اُمور جو ثابت ومذکور وہ کس جی سے مانئے گا یا وہاں پھر فَالْفُ بِبَعْضِ الْحَدِیْثِ وَ کَافُ بِبَعْضٍ (کسی حدیث کا الف اور کسی کا کاف لیجئے گا) کی ٹھہرے گی۔

علاوہ بریں خود یہ حدیثِ عقیلی اس تخصیص سلام کے رد کو کیا تھوڑی ہے یہاں بھی اموات سے فقط السلام علیکم نہ کہا گیا۔ ذرا آنکھیں مل کر ملاحظہ ہو، آگے ان

پتھروں سے کچھ اور کلام و خطاب بھی نظر آتے ہیں کہ تم ہمارے سلف ہم تمہارے خلف، ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملیں گے۔

اس سارے کلام پر ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ! کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمایا: ہاں سنتے ہیں اور لطف یہ کہ اس حدیث کے بعد امام سیوطی کا وہ قول بھی نقل کر گئے کہ حدیث میں جواب نہ دینے سے یہ مراد ہے، ورنہ اموات واقع میں جواب دیتے ہیں۔ سبحان اللہ سلام بھی سنیں، کلام بھی سنیں، جواب بھی دیں اور پھر پتھر کے پتھر، "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ"۔

سچ فرمایا مولوی معنوی قدس سرہٗ نے: "ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم باشمانا محرماں ماخامشیم"۔(1)

ہم سمیع و بصیر ہیں اور خوش ہیں مگر تم نامحرموں کے سامنے مہر برلب ہیں۔

حدیث (36)

طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم مصعب بن عمیر اور اُن کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے (رضی اللہ عنہم) اور فرمایا:

ف"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلَّا رَدُّوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"۔	قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو اُن پر سلام کرے گا جواب دیں گے۔

(1)(مثنوی مولوی معنوی، دفتر سوم 27)

(2)(أخرجه الطبراني في الأوسط 4\98 .97(3700)۔وقال: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ السَّدُوسِيُّ قَالَ: نَاأَبُو بِلَالٍ الْأَشْعَرِيُّ قَالَ: نَايَحْيَى بْنُ الْعَلَاءِ الرَّازِيُّ، عَنْ عَبْدِ=

الْأَعْلَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ قَطَنِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ ـ ـ ـ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلَّا رَدُّوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

وأورده الهيثمي في مجمع الزوائد 6\123: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَفِيهِ عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي فَرْوَةَ، وَهُوَ مَتْرُوكٌ.

قلت: وهم فيه الهيثمي عبد الأعلى بن عبد الله بن أبي فروة هو ثقة كما قال ابن معين (تاريخ ابن معين برواية الدوري 3\227 (1063)، والدارقطني (سؤالات السلمي للدارقطني 129 (68)۔ وقال الإمام أحمد لا بأس به (العلل ومعرفة الرجال برواية المروذي 124.123 (297)، وذكره ابن حبان في الثقات (7\130)۔

لكن يحيى بن العلاء الرازي البجلي، وهو متروك۔

وأبو بلال الأشعري هو مرداس بن محمد ضعفه الدارقطني (السنن (857)، وذكره ابن حبان في الثقات (9\199)، وترجمه الحافظ في اللسان (8\26، أبي غدة) نقلا عن الذيل لشيخه العراقي، فقال: قال ابن القطان: لا يعرف البتة. قلت: هو مشهور بكنيته أبو بلال من أهل الكوفة يروي عن قيس بن الربيع والكوفيين روى عنه أهل العراق. قال ابن حبان في الثقات: يغرب ويتفرد. ولينه الحاكم أيضًا. وقول ابن القطان: لا يعرف البتة, وَهِم في ذلك فإنه معروف. ا۔ھ.

وقال الذهبي في تاريخ الإسلام (16\472): وهو من كبار شيوخ الكوفة۔

قلت: فالحاصل من كلام هؤلاء الأئمة فيه وهو مقبول ۔ وعمر بن حفص السدوسی وهو ثقة۔

وأخرجه الطبراني في الكبير 20\364 (850)، بهذا السند إلا قَطَنِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ۔

حدیث (37)

بعینہ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے تصحیح کی۔(1)

قلت: وهم فيه الهيثمي أو تصحيف الناسخ أو الطابع، فإنه أورد الحديث في مجمع الزوائد(3\60)عن ابن عمر قال: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ ---الحديث ـ وقال : رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَفِيهِ أَبُو بِلَالٍ الْأَشْعَرِيُّ ضَعَّفَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ. وأخرجه أبو نعيم في الحلية(1\108)من طريق الطبراني لكن فيه قَطَنِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ---الحديث۔

وله شاهد بسند قوي عند عبد بن حميد قال: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَبِيبٍ الْجَارُودِيُّ، نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ فَقَالَ: " اشْهَدُوا لِهَؤُلَاءِ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَأْتُوهُمْ وَزُورُوهُمْ وَسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ. فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا رَجَوْتُ لَهُ. أَوْ قَالَ: إِلَّا رَدُّوا عَلَيْهِ "-رجاله كلهم ثقات إلا محمد بن حبيب الجارودي فهو صدوق كما قال الحافظ في تلخيص الحبير (2\268)، والخطيب في تاريخ بغداد(2\275)۔فقد جاءت من طريقين آخرين عن أبي هريرة، وأبي ذر رضي الله عنهما مرفوعاً، وعن عبيد بن عمير مرسلا، فالحديث حسن إن شاء الله تعالى۔وانظر ما بعده۔

(1)(أخرجه الحاكم في المستدرك 2\271(2977)، ومن طريقه البيهقي في الدلائل 3\284۔

وقال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔

وتعقبه الذهبي فقال: كذا قال، وأنا أحسبه موضوعا، وقطن لم يرو له البخاري، وعبد

الأعلى لم يخرجاله"۔

قلت : قطن بن وهب بن عويمر الليثي أو الخزاعي أبو الحسن المدني.قال أبو حاتم: صالح الحديث. وقال النسائي: ليس به بأس. وذكره ابن حبان في الثقات. تهذيب التهذيب (383/8).وقال ابن حجر في التقريب: صدوق (127/2).وبقية رجاله ثقات۔

قال الألبانى في الضعيفة (11\366): شيخ الحاكم فيه - أبو الحسين عبيد الله بن محمد القطيعي -؛لم أعرفه.

قلت : ترجمه أبو الطيب نايف بن صلاح بن علي المنصوري في الرّوض الباسم في تراجم شيوخ الحاكم(1\393)،في ذكر الشيوخ الذين روى عنهم الحاكم والدارقطني معًا۔وقال (1\659) : عبيد الله بن أحمد بن عبيد الله-وقيل: عبيد الله بن محمَّد بن أحمد- أبو الحسين -وقيل: أبو الحسن، وقيل: أبو القاسم- ابن البَلْخِي.مترجم في "شيوخ الدارقطني".قلت: [ثقة].وقال في الدليل المغني لشيوخ الإمام أبي الحسن الدارقطني(268): عبيد الله بن أحْمَد بن عبد الله أبو القاسم، ابن البلخي۔حدَّث عن: أبي إسماعيل التِّرمذيّ، وأبي مسلم الكجي، وموسى بن هارون، ومحَمَّد بن أيوب، والحسن بن العباس بن أبي مهران الرازين، وإبراهيم بن أبي طالب النيسابوري.وعنه: أبو الحسن الدَّارقُطْنِي، وأبو الحسين بن رِزْقَوَيه، وغيرهما.قال الدَّارقُطْنِي: ثقة، وقال ابن رِزْقَوَيه: كان شَيْخًا صالحًا. وقال الخَطِيب: كان ثقة، وكذا قال ابن الجوزي، وقال الذَّهَبِي: روى عنه الدَّارقُطْنِي، ووثقه.مات يوم الاثنين لإحدى عشرة بقيت من شهر رمضان سَنَة ستّ وأربعين وثلاثمائة، ودفن في آخر شارع المنصور.قلت: [ثقة].تَارِيخ بَغْدَاد (355/10)، المنتَظِم(111/14)،تَارِيخ الإِسْلَام(355/25).ا۔ھ۔

فعليه يكون الحديث بهذا الإسناد حسناً. ويكون تعقب الذهبي في محله.

فقد رواه الحاكم في المستدرك (3\221)، من طريق آخر: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بنُ صَالِحِ بنِ هَانِئٍ، ثنا يَحْيَى بنُ مُحَمَّدِ بنِ يَحْيَى الشَّهِيدُ، ثنا عَبْدُ اللهِ بنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الْحَجَبِيُّ، ثنا حَاتِمُ بنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ قَطَنِ بنِ وَهْبٍ، عَنْ عُبَيْدِ بنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: " لَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ مَرَّ عَلَى مُصْعَبٍ الْأَنْصَارِيِّ مَقْتُولًا عَلَى طَرِيقِهِ فَقَرَأَ {مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ} [الأحزاب: 23]. وقال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ- وأقره الذهبي في التلخيص-

وأبو نعيم في حلية الأولياء (1\107): حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بنُ عَبْدِ اللهِ، وَأَحْمَدُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ الْحَسَنِ، قَالَا: ثَنَا مُحَمَّدُ بنُ إِسْحَاقَ السَّرَّاجُ، ثَنَا قُتَيْبَةُ بنُ سَعِيدٍ، ثَنَا حَاتِمُ بنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ قَطَنِ بنِ وَهْبٍ، عَنْ عُبَيْدِ بنِ عُمَيْرٍ قَالَ: " لَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [ص: 108] يَوْمَ أُحُدٍ مَرَّ عَلَى مُصْعَبِ بنِ عُمَيْرٍ مَقْتُولًا عَلَى طَرِيقِهِ فَقَرَأَ: {مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ} [الأحزاب: 23] الْآيَةَ ".

فرواه سعيد بن رحمة عن ابن المبارك في الجهاد (95) عن وهب بن قطن عن عبيد بن عمير قَالَ: وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ، وَهُوَ مُنْجَعِفٌ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدٌ، وَكَانَ صَاحِبَ لِوَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: {مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا} [الأحزاب: 23]، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُ عَلَيْكُمْ أَنَّكُمْ شُهَدَاءُ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ ائْتُوهُمْ وَزُورُوهُمْ وَسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ،

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا رَدُّوا عَلَيْهِ السَّلَامَ

" وسعيد بن رحمة، وقال ابن حبان في المجروحين (1\328): روى عَنهُ أهل الشَّام لَا يَجُوز الِاحْتِجَاج بِهِ لمُخَالفَته الْأَثْبَات فِي الرِّوَايَات۔

وأخرجه ابن الأثير في أسد الغابة (5\185.184) من طريق سعيد بن رحمة۔ وتابعه معاذ بن عبد الله عن وهب بن قطن عن عبيد بن عمير مرسلا۔

ورواه ابن سعد في الطبقات الكبرى (3\121) وقال:

قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ صُهْبَانَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ قَطَنٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ: " أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَقَفَ عَلَى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ وَهُوَ مُنْجَعِفٌ عَلَى وَجْهِهِ، فَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ {مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ} [الأحزاب: 23] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ يَشْهَدُ أَنَّكُمُ الشُّهَدَاءُ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: »أَيُّهَا النَّاسُ، زُورُوهُمْ، وَأْتُوهُمْ، وَسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ مُسْلِمٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا رَدُّوا عَلَيْهِ السَّلَامَ.

عمرو بن صهبان السلمي، قال النسائي والدارقطني وغيرهما متروك الحديث۔

هذا السند: ظاهره الاضطراب والصواب أن السند الأول هو الصحيح لأن الثاني والثالث من رواية حاتم بن إسماعيل وهو حسن الحديث إذا لم يخالف وهو هنا لم يخالف الثقة سليمان بن بلال فقط بل اضطرب في روايته فمرة نسبه إلى أبي ذر ومرة رواه مرسلا. والسند الرابع فهو ضعيف والخامس ضعيف جدا۔

وبالجملة فالحديث بطريق سليمان بن بلال القرشي عن عبد الأعلى عن قطن صحيح عندي على الراجح. والله تعالى أعلم بالصواب.

حدیث (38)

حاکم مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی، عبدالاعلیٰ بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زیارتِ شہدائے اُحد کوتشریف لے گئے اور عرض کی:

"اَللّٰهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ وَنَبِيَّكَ يَشْهَدُ أَنَّ هٰؤُلَاءِ شُهَدَاءُ، وَأَنَّهُ مَنْ زَارَهُمْ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ رَدُّوا عَلَيْهِ". (1)

الٰہی! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور اُن پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

تتمہ حدیث: عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارتِ قبورِ شہدا کو گئی میرے ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا، جواب سنا اور آواز آئی:

"وَاللهِ إِنَّا نَعْرِفُكُمْ كَمَا يَعْرِفُ بَعْضُنَا بَعْضًا۔ (2)

خدا کی قسم! تم لوگوں کو ہم ایسا پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو... میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے سوار ہوئی اور واپس آئی۔

---

(1) (أخرجه الحاكم في المستدرك 3\29، وفی نسخة 3\31 (4320) والبيهقي في الدلائل 3\307، وذكره السيوطي في شرح الصدور 281.282

وقال الحاكم: هَذَا إِسْنَادٌ مَدَنِيٌّ صَحِيحٌ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، وقال الذهبی: مرسل۔

قلت: عبدالله بن أبي فروة مجهول الحال۔

(2) (انظر ماقبله)

روایتِ دوم مناسب او: امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری سے روایت کی: مجھے میرے باپ مدینہ طیبہ سے زیارتِ قبورِ اُحد کو لے گئے، جمعہ کا روز تھا، صبح ہو چکی تھی، آفتاب نہ نکلا تھا، میں اپنے باپ کے پیچھے تھا، جب مقابر کے پاس پہنچے انہوں نے بآواز کہا: "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ"۔ جواب آیا: "وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ"۔ باپ نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! تو نے جواب دیا؟ میں نے کہا: نہ۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کر لیا اور کلام مذکور کا اعادہ کیا، دوبارہ ویسا ہی جواب ملا، سہ بارہ کیا پھر وہی جواب ہوا، میرے باپ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر میں گر پڑے۔(1)

روایت سوم: ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں انہیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی: ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس نماز پڑھی، اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام ونشان نہ تھا، بعد نماز مزارِ مطہر پر سلام کیا، جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا: "مَنْ يَّخْرُجُ مِنْ تَحْتِ الْقَبْرِ ☆ أَعْرِفُهُ كَمَا أَعْرِفُ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَنِي، وَكَمَا أَعْرِفُ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ"۔ (3)

جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اُسے ایسا پہچانتا ہوں، جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔

---

(1) (أخرجه البيهقي في الدلائل 3\125، و3\309)

☆(فقد ذكر في الدلائل والمنامات وغيرهما: "مِنْ تَحْتِ الْأَرْضِ")۔

(3)(أخرجه البيهقي في الدلائل 3\308، وابن أبي الدنيا في من عاش بعد الموت 39(41)، والطبري في تهذيب الآثار 2\513، وذكره ابن عبد البر في الاستذكار=

حدیث (39)

ابن ابی الدنیا بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد (☆) بن واسع سے راوی:

= = 2\167، وابن بطال في شرح صحيح البخاري 3\360، وابن الجوزي في مثير الغرام الساكن إلى أشرف الأماكن 497، وابن رجب في أهوال القبور 87، وابن النجار في الدرة الثمينة في أخبار المدينة 73، وابن كثير في البداية والنهاية 5\442، والفاسي في شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام 2\412، وابن الضياء القرشي الحنفي في تاريخ مكة المشرفة والمسجد الحرام والمدينة الشريفة والقبر الشريف 256، وابن الملقن في التوضيح لشرح الجامع الصحيح 10\156، والسمهودي في وفاء الوفاء 3\112، والسيوطي في شرح الصدور 210، وفي الخصائص الكبرى 1\220۔ من طريقين، وقال الطبري: حَدَّثَنَا يونس بنُ عَبدِ الأَعْلَى، أَنْبَأَنَا ابنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَطَّاف بنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي خَالَةٌ لِي يُقَالُ لَهَا تُهْلَلُ بِنْتُ الْعَطَّافِ، وَكَانَتْ مِنَ الْعَوَابِدِ، وَكَانَتْ كَثِيرًا مَا تَرْكَبُ إِلَى الشُّهَدَاءِ---إلخ ـ وتهلل بنت العطاف لم أعرفها، ولم أجد لها ترجمة۔

(☆) یہ تابعی ہیں، ثقہ، عابد، عارف باللہ، کثیر المناقب، رجال صحاح ستہ سے الا الطرفین ۱۲ منہ)

محمد بن واسع بن جابر بن اخنس ابوبکر و یقال ابوعبداللہ الازدی البصری۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح كِتَاب الْحَجِّ، بَاب جَوَازِ التَّمَتُّعِ (1226) میں روایت لی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَاب مَا يَقُولُ إِذَا دَخَلَ السُّوقَ (3428) اور (3604) میں روایات لی ہیں۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن كتاب الحج، باب القران (2728) اور باب التمتع=

"قال: بَلَغَنِي أَنَّ الْمَوْتَى يَعْلَمُونَ بِزَوَارِهِمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمًا قَبْلَهُ وَيَوْمًا بَعْدَهُ"(1)

مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مُردے اپنے زائروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن اُس سے پہلے اور ایک دن اُس سے بعد۔

تنبیہ: اس حدیث کے یہ معنی کہ بوجہ برکت جمعہ ان تین دن میں اُن کے علم و ادراک کو زیادہ وسعت دیتے ہیں جو معرفت و شناسائی انہیں ان روزوں میں ہوتی ہے اور دنوں سے بیش وافزوں ہے نہ یہ کہ صرف یہی تین دن علم وادراک کے ہوں۔ ابھی سن چکے کہ نبی ﷺ کی احادیثِ کثیرہ مطلق ہیں جن میں بلا تخصیص ایام اُن کا علم وادراک ثابت فرمایا۔ تصریح اس معنی کی ان شاء اللہ مقصدِ سوم میں مذکور ہوگی۔

= =(2739) میں روایات لی ہیں۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن بَاب فِي حُسْنِ الظَّنِّ (4993) میں روایت لی ہے۔ امام ابوالقاسم قوام السنہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تابعی بصری ہیں۔ امام عجلی، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما وغیرہما نے ان کی توثیق فرمائی ہے۔

(طبقات الکبری 7\179، وتاریخ الکبیر للبخاری 1\255، والجرح والتعدیل 8\113، الثقات للعجلی 415، وتاریخ دمشق 56\175. 138، وسیر سلف الصالحین 938، ذکر أسماء التابعین ومن بعدهم 2\233، تهذیب الکمال 26\576.581، وسیر اعلام النبلاء 6\123. 119، واکمال تهذیب الکمال 10\379.381، وتهذیب التهذیب 9\499.500، والکاشف 2\228، وغیرهم۔

(1) (أخرجه البیهقي في الشعب 7\18 (9301)، وذکره طارق محمد سکلوع فی الملحق بکتاب القبور 203 (4)، وذکره ابن رجب فی الاهوال القبور 84 (285)، والسیوطی فی شرح الصدور 275)

فصل پنجم

وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماعِ اہل قبور سلام ہی پر مقصور نہیں بلکہ دیگر کلام واصوات بھی سنتے ہیں۔

حدیث (40)

بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی اپنے صحاح اور امام احمد مسند میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واللفظ لمسلم :إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، إِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا انْصَرَفُوا۔ (1)

مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کر کے پلٹتے ہیں بے شک وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

---

(1)(أخرجه أحمد في مسنده (12271، و13446)، وأبو سعف الفسوي في مشيخته 56(43)، وابن أبي عاصم في السنة 2\415.416(863)، والبخاري في الصحيح، كِتَابُ الجَنَائِزِ، بَابٌ: المَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ و جزء 2\90(1338)، وبَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ القَبْرِ (1374)، ومسلم في الصحيح، بَابُ عَرْضِ مَقْعَدِ الْمَيِّتِ مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ عَلَيْهِ، (2870)، وأبو داود في السنن، بَابُ الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ بَيْنَ الْقُبُورِ (3231)، بَابٌ فِي الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ (4752)، والنسائي في السنن، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، التَّسْهِيلُ فِي غَيْرِ السِّبْتِيَّةِ (2049)، ومَسْأَلَةُ الْكَافِرِ (2051) وفي السنن الكبرى 2\472 (2187)، و(2198)، وعبد الله بن أحمد في السنة 2\600 (1428)، وابن حبان في الصحيح 7\390 (3120)، والآجري في الشريعة (859)، وأبو عوانة في البعث كما في إتحاف المهرة (1650)، واللالكائي في شرح أصول إعتقاد أهل السنة 6\1203.1204 (2132)، وابن مندة في الإيمان

حدیث (41)

احمد وابوداود بسند جید، براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

== 2\966 (1066)، والبيهقي في السنن الكبرى 5\134 (7217)، وفي إثبات عذاب القبر (13)، و(15)، و(16)، وابن عبد البر في التمهيد 21\79، والبغوي في تفسيره 4\350، وفي شرح السنة 5\415.414 (1522)، والجوزقاني في الأباطيل والمناكير 1\479 (293)، كلهم من طريق سَعِيدُ بنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔۔۔ الحديث۔

☆أخرجه عبد بن حميد في مسنده 356 (1180)، وأحمد في مسنده (12271)، ومسلم في الصحيح، كتاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا، بَابُ عَرْضِ مَقْعَدِ الْمَيِّتِ مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ عَلَيْهِ (2870)، والنسائي في السنن، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، باب الْمَسْأَلَةُ فِي الْقَبْرِ (2050)، وفي السنن الكبرى 2\472 (2188)، والبزار في مسنده 13\378 (7047)، وأبو علي الصواف في فوائده (1)، والجوزقاني في الأباطيل والمناكير 1\478 (292)، وابن حزم في المحلى 3\360، وابن الفاخر في موجبات الجنة (414)، كلهم من طريق شَيْبَانُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ قَتَادَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بنُ مَالِكٍ، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔۔۔ الحديث۔

☆وأخرجه الطبراني في الأوسط 7\118 (7025)، من طريق عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔۔۔ الحديث۔

☆وأخرجه ابن الجوزي في مشيخته 197، من طريق شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔۔۔ الحديث۔

"إِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ" ☆۔(1)

بے شک مردہ جوتیوں کی چپل سنتا ہے جب لوگ اسے پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

☆(انظر الترغيب والترهيب للمنذري، كتاب الجنائز، 4\365)

(1)(أخرجه عبد الرزاق في المصنف 3\580.582(6737)، ومن طريقه أحمد في مسنده 4\296(18614.18615)، من طريق يونس بنِ خبابٍ، عَنِ الْمِنهَالِ بنِ عمرٍ، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جِنَازَةٍ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلَى الْقَبْرِ... فَإِنَّهُ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِ أَصْحَابِهِ إِذَا وَلَّوْا عَنْهُ.. الحديث. يونس بن خباب ضعيف لكن له متابع والشواهد فالحديث صحيح

☆وأبو داود في السنن، كِتَاب السُّنَّةِ، بَاب فِي الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ 721 (4753.4754)، والطبري في تهذيب الآثار 2\491.492(718) من طريق الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنهَالِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ... وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا وَلَّوا مُدْبِرِينَ... الحديث.

وقال المنذري في الترغيب: قال الحافظ: هذا الحديث حديث حسن، ورواته محتج بهم في الصحيح---وصححه الألباني، وقال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح.

☆وأخرجه عبد الله بن أحمد في السنة 2\605.606(1441)، من طريق حَمَّادُ بنُ زيدٍ، نا يونس بنُ خَبَابٍ، عَنِ الْمِنهَالِ بنِ عمرٍو، عَنْ زَاذَانَ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: خَرَجْنَا عَلَى جَنَازَةٍ فَحَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، يَوْمَئِذٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ ...وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ... الحديث. يونس بن خباب ضعيف لكن له متابع.

حدیث (42)

بیہقی وطبرانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی، سرورعالم ﷺ فرماتے ہیں:

"إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا دُفِنَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا وَلَّوْا عَنْهُ مُنْصَرِفِينَ " (1)

بے شک جب مردہ دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

== ☆وأخرجه عبد الله بن أحمد في السنة 2\606.607(1444)، من طريق مُحَمَّدَ بْنَ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ...فَإِذَا رُدَّتْ إِلَيْهِ نَفْسُهُ إِلَى جَسَدِهِ سَمِعَ خَفْقَ نِعَالِهِمْ فَيَهَشُّ...الحديث. محمد بن سلمة بن كهيل ضعيف.

وأبو الجهم في جزئه 55.56، من طريق سَوَّارُ بْنُ مُصْعَبٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ...فَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ وَهُمْ مُدْبِرُونَ....الحديث.

سوار بن مصعب ضعيف لكن له متابع. فالحديث صحيح بشواهده.

(1)(أخرجه الطبراني في الكبير 11\87(11135)، والدينوري في المجالسة وجواهر العلم 13(33)، وأبو بكر مكرم البزاز في الجزء الأول من فوائده (مجموع فيه ثلاثة أجزاء حديثية 261)(53)، وتمام في الفوائد 2\162(1429)، والخطيب فى التاريخ بغداد 2\44، وأورده الهيثمي في المجمع 3\54(4277) وقال: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ. وصححه الألباني في صحيح الجامع الصغير وزيادته (1967)۔ قلت في سنده مسلم بن كيسان الضبي وهو ضعيف لكن

حدیثِ بیہقی کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں فرمایا: باسناد حسن۔(1)

اور سند طبرانی کو علامہ مناوی نے تیسیر میں کہا: رجالہ ثقات۔(2)

حدیث (43)

ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف اور ابن حبان نے صحیح مسمی بالتقاسیم والانواع اور حاکم نیشاپوری نے الصحیح المستدرک علی البخاری ومسلم اور بغوی نے شرح السنہ اور طبرانی نے معجم اوسط اور ہناد نے کتاب الزہد اور سعید بن السکن نے اپنی سنن اور ابن جریر وابن منذر وابن مردودیہ وبیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ إِنَّ الْمَیِّتَ إِذَا وُضِعَ فِی قَبْرِہٖ إِنَّہُ لَیَسْمَعُ خَفْقَ

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے

==حدیث صحیح بشواھدہ۔

(1)(قال الحافظ السیوطي : وَأخرج الْبَیْھَقِيّ بِسَنَد حسن عَن إِبْنِ عَبَّاس عَن النَّبِي صلی الله عَلَیْہِ وَسلم قَالَ إِن الْمَیِّت لیسمع خَفق نعَالھمْ حِین یولون قَالَ ثمَّ یجلس فَیُقَال لَہُ من رَبك فَیَقُول الله ثمَّ یُقَال لَہُ مَا دینك فَیَقُول الْإِسْلَام ثمَّ یُقَال لَہُ مَا نبیك فَیَقُول مُحَمَّد فَیُقَال وَمَا علمك فَیَقُول عَرفته آمَنت بِہِ وَصدقته بِمَا جَاءَ بِہِ من الْکتاب ثمَّ یفسح لَہُ فِي قَبره مد بَصَره وَتجْعَل رُوحه مَعَ أَرْوَاح الْمُؤمنِینَ. شرح الصدور، بَاب فتْنَة الْقَبْر وسؤال الْملکیْنِ، 122، وانظر : إتحاف السادة المتقین 14\365.366)

(2)(التیسیر بشرح الجامع الصغیر 1\303، وانظر: التنویر 3\543)

نِعَالِهِمْ حِينَ يُوَلُّونَ عَنْهُ "۔ (1) کفش پائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اُس کے پاس سے پلٹتے ہیں۔

(1)(أخرجه أحمد في مسنده (8563)، وهناد بن السري في الزهد 294(338)، وعبد الله بن أحمد في السنة 2\612(1453)، والطحاوي في شرح معاني الآثار، بَابُ الْمَشْيِ بَيْنَ الْقُبُورِ بِالنِّعَالِ 1\510(2909)، والطبراني في الأوسط 3\105.106 (2630)، وابن حبان في الصحيح 7\380(3113)، والحاكم في المستدرک 535.536(1403.1404)، والبيهقي في إثبات عذاب القبر (67.139)، وفي الإعتقاد 220.221، والخطيب في تاريخ بغداد 11\269، وذكره السيوطي في الدر المنثور 5/31.32: وزاد نسبته إلى ابن المنذر وابن مردويه، من طريق مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ الحديث۔

وقال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔ ووافقه الذهبي۔

وقال الهيثمي في المجمع 3\52(4269): رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

☆أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف 3\53(12049)، وإسحاق بن راهويه في مسنده 1\314(296)، وأحمد في مسنده (9742)، وعبد الله بن أحمد في السنة 2\596(1418)، والبزار في مسنده (كشف) 1\413(873)، والطبري في تهذيب الآثار 2\508(730)، وابن أبي داود في البعث 17.18(6)، والطحاوي في شرح معاني الآثار 1\510(2911)، وابن حبان في الصحيح 7\388(3118)، وأبو نعيم في الحلية 7\113، من طريق السُّدِّيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَفَعَهُ۔

قلت: إسناده ضعيف. والده إسماعيل السدي - وهو عبد الرحمن بن أبي كريمة- =

حدیث (44)

جویبر نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیثِ طویل روایت کی جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِكُمْ وَنَفْضَ أَيْدِيكُم إِذَا وَلَّيْتُمْ عَنْهُ مُدْبِرِينَ". (1)

بے شک وہ یقینا تمہارے جوتوں کی چپل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتا ہے جب تم اس کی طرف پیٹھ پھیر کر چلتے ہو

==لم يرو عنه غير ابنه، ولم يوثقه غير المؤلف، وبقية رجال ثقات، وله طرق يتقوى بها الحديث.

☆وأخرجه البغوي في شرح السنة 5\413.414(1521)، وفي معالم التنزيل، سورة إبراهيم، 3\39.40، من طريق عَنبَسَةُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ الحديث۔

قلت: في سنده شيخ البغوي أبو الفرج مظفر بن إسماعيل التميمي الجرجاني وشيخ ابن عدي عبد الله بن سعيد الزهري لم أعرفهما۔

☆أخرجه عبد الرزاق في المصنف 3\567(6703)، وابن أبي شيبة في المصنف 3\56(12061)، وهشام بن عمار الظفري في حديثه 50(6)، والطبري في تهذيب الآثار 2\506(728)، وفي تفسيره 16\596 (2770)، والخلال في السنة (1176)، وأحمد بن منيع في مسنده كما في إتحاف الخيرة المهرة 2\490.491 (1954)، من طريق مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، موقوفاً۔

وقال البوصيري في إتحاف الخيرة: ورجاله ثقات۔

(1)(ذكره السيوطي في شرح الصدور 124) قلت: لم أقف على سنده۔

حدیث (45)

طبرانی و ابن مردودیہ ایک حدیث طویل میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسندِ حسن راوی:

"قَالَ شَهِدْنَا جَنَازَةً مَعَ رَسُولِ الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِهَا وَانْصَرَفَ النَّاسُ قَالَ إِنَّه الْآنَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِكُمْ" ۔الحدیث(1)

فرمایا: ہم ایک جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہِ رکاب حاضر تھے۔ جب اس کے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور نے ارشاد فرمایا: اب وہ تمہاری جوتیوں کی آواز سن رہا ہے۔

---

(1)(أخرجه الطبراني في الأوسط 44\5(4629)، من طريق مُوسَى بنِ جُبَيْرٍ الْحَذَّاءِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، وَمُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ يُحَدِّثَانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: شَهِدْنَا جَنَازَةً مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِهَا وَانْصَرَفَ النَّاسُ قَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ يَسْمَعُ الْآنَ خَفْقَ نِعَالِكُمْ... الحديث. وذكره ابن رجب في أهوال القبور 10(14)، والسيوطي في شرح الصدور 132، وقال: وَأخرج الطَّبَرَانِيّ فِي الْأَوْسَط وَابْن مرْدَوَيْه)

وأورده الهيثمي في المجمع 53.54\3(4276) وقال: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَقَالَ: تَفَرَّدَ بِهِ ابْنُ لَهِيعَةَ، قُلْتُ: وَفِيهِ كَلَامٌ.

وقال المنذري في الترغيب والترهيب 198\4(5397): رَوَاهُ الطَّبَرَانِيّ فِي الْأَوْسَط وَقَالَ تفرد بِهِ ابن لَهِيعَة. قَالَ الْحَافِظ ابن لَهِيعَة حَدِيثه حسن فِي المتابعات وَأما مَا انْفَرد بِهِ فقليل من يحْتَج بِهِ وَالله أعلم.

فائدہ جلیلہ: چالیس سے پینتالیس تک جو چھ حدیثیں مذکور ہوئیں پہلے ہی لاجواب ٹھہر چکی ہیں۔ آج تک کوئی جواب معقول اُن سے نہ ملا نہ ملے۔ غایت سعی اُن کی طرف سے یہ ہے کہ سماع مذکور کو اوّل وضع فی القبر سے تخصیص کریں یعنی جب قبر میں رکھ کر مٹی دیتے ہیں اُس وقت میت کو ایسی قوت سامعہ ملتی ہے کہ اب عنقریب سوال منکر نکیر ہونے والا ہے۔ اُس کیلئے پیشتر سے ایسے حواس عطا ہو جاتے ہیں، پھر بعد سوال یہ قوت نہیں رہتی۔ حالانکہ عندالانصاف یہ ادعا محض بے دلیل ولا طائل ہے۔

اولاً: یہ تخصیص ظاہر حدیث کے خلاف جس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ حدیثیں صاف صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ میت کی قوتِ سامعہ قبر میں اس درجہ تیز اور قوی ہے کہاں سے جانا کہ یہ اُسی وقت کیلئے ملتی ہے اور پھر جاتی رہتی ہے۔

ثانیاً: مقدمہ سوال کے لئے پیشتر سے حواس مل جانا کیا معنی کیا فوراً وقتِ سوال نہ مل سکتی تھی، یا عطائے الٰہی میں معاذ اللہ کچھ دیر لگتی ہے کہ پہلے سے اہتمام ہو رہنا ضرور رہوا۔

یہ دونوں اعتراض شیخ محقق مولانا محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں افادہ فرمائے:

حیث قال ایں تخصیص خلاف ظاهر است ودلیلے نیست برآں وظاهر حدیث آنست که ایں حالت حاصل ست میت را در قبر وزنده گردانیدن میت در وقت	یہ تخصیص ظاہر کے خلاف ہے۔ اس پر کوئی دلیل بھی نہیں۔ ظاہر حدیث یہ ہے کہ قبر کے اندر میت کی یہ حالت ہوتی ہے، میت کو زندہ کرنا سوال کے وقت ہے تو اس سے پہلے مقدمہ سوال کیلئے زندہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

سوال است و پیش ازاں زندہ
گردانیدن برائے مقدمہ سوال
چہ معنی دارد(1)

ثالثا: کما اقول سلمنا کہ پہلے ہی سے ہوش وحواس مل جانا ضرور تھا۔ مگر حاجت اُسی قدر تھی جس میں وہ نکیرین کی بات سن سمجھ لیتا اس قدر قوتِ عظیمہ کی کیا ضرورت تھی کہ باوجود اتنے حائلوں کے ایسی ہلکی آوازیں بے تکلف سنے۔

خود یہی حضرات مسئلہ یمین فی الضرب (مارنے کے بارے میں قسم)(2) کی یہی توجیہ کرتے ہیں کہ ہمارے مارے سے مُردے کو تکلیف یعنی ایذا (☆) نہیں ہوتی۔ اس کا ادراک عذاب الٰہی کے واسطے ہے۔ یونہی چاہیے تھا کہ اس کا سماع سوال نکیرین کیلئے ہو، نہ اصواتِ خارجہ کے واسطے۔

رابعاً: کما اقول ایضا اگر مسئلہ یمین فی الکلام عدم سماع پر مبنی ہو کما زعموا اور اب آپ نے بھی بشوکتِ احادیثِ قاہرہ اتنی دیر کیلئے سماع تسلیم کیا تو واجب کہ اس میت سے

(☆) تنبیہ: یہ بات بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ بے شک ایذا ہوتی ہے دیکھو اس مقصد کی فصل سوم اور مقصد سوم کی پنجم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

(1) (مدارج النبوت، غزوہ بدر، وصل در سماعت 2\95، مرکز اھل سنت، الھند)

(2) (انظر: الجامع الصغير 272، وبداية المبتدي 103، والهداية 2\336، والبناية شرح الهداية 6\242، والعناية شرح الهداية 5\193، وتبيين الحقائق شرح كنز الدقائق 3\156، والبحر الرائق شرح كنز الدقائق 4\394، والدر المختار 1\302، والرد المختار 3\835، وملتقي الأبحر 1\325، والمجمع الأنهر في شرح ملتقي الأبحر 1\580، وغيرهم)

کلام کرنے والا حانث ہو کہ وہ مبنی آپ ہی کے اقرار سے یہاں منتفی، حالانکہ مسئلہ قطعاً مطلق ہے۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ ایمان عرف پر مبنی اور عرفاً اس قسم سے بعد موت کلام کرنا نہیں سمجھا جاتا۔ لہٰذا حالتِ حیات سے متقید رہا۔ ہم کہیں گے اب حق کی طرف رجوع ہوئے۔ واقعی اس مسئلہ کا یہی مبنی ہے اور اب انکارِ سماع موتی سے اسے کچھ علاقہ نہ رہا، کما لا یخفی۔

اسی طرح حضرات نجدیہ سے کہا جائے گا اگر آپ بھی احادیثِ صحیحہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر سماعتِ میت تسلیم کرتے ہیں، اگرچہ اس وقتِ خاص ہی میں سہی تو اب حکم ارشاد ہو، اگر کوئی بندہ مسلمان کسی عبدِ صالح کے دفن ہوتے ہی فوراً اس سے استمداد و طلب دُعا کرے تو ابھی وہ بر بنائے انکار یعنی عدم سماع متحقق نہ ہوا۔ ذرا جی کڑا کر کے اس وقتِ خاص ہی میں اجازت دے دیجئے۔

وخامساً کما اقول ایضاً: موت کو تمام حواس و اوراکات و دیگر اوصاف حیات سے یکساں نسبت ہے۔ معاذ اللہ! اگر پتھر ہونا ٹھہرا تو سننا، دیکھنا، سمجھنا، بولنا سب کا بطلان لازم۔ اور یہ حضراتِ کرام خود فرما چکے کہ موت منافی فہم ہے۔ اب کیا جواب ہے ان حدیثوں سے جو فصل اوّل و دوم و سوم میں گزریں، جن سے ثابت کہ اموات ہمیشہ اپنے زائروں کو پہچانتی اور اُن سے اُنس حاصل کرتی اور اُن کے سلام کا جواب دیتی اور اُن کی بے اعتدالیوں سے ایذا پاتی ہیں۔ الی غیر ذالك من الامور المذکورۃ (امور مذکورہ جیسے دیگر امور) بھلا یہاں تو مقدمہ سوال کی تخصیص نکلی تھی ان احادیث میں کون سی خصوصیت آئے گی۔

تنبیہ: میرا یہ سب کلام حقیقتاً اُن حضراتِ منکرین سے ہے جو عباراتِ علماء کے یہ

معنی سمجھے، ورنہ فقیر کے نزدیک اُن کے ارشاد کا وہ محمل ممکن جو عقیدہ اہل حق سے مخالف نہ ہو۔ مولوی صاحب! اگر جوابِ فقیر میں اُن عبارات کو یاد کریں گے اُس وقت ان شاء اللہ وہ تحقیق تدقیق انیق حاضر کروں گا اور عجب نہیں کہ مقصد سوم میں اس کی بعض کی طرف عود ہو۔ والعود احمد وباللہ سبحانہ و تعالیٰ التوفیق۔

حدیث (46)

صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی:

"اِطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْقَلِيبِ، فَقَالَ: وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَقِيلَ لَهُ: تَدْعُو أَمْوَاتًا؟ فَقَالَ: مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ، وَلَكِنْ لاَ يُجِيبُونَ"۔ (1)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاہِ بدر پر تشریف لے گئے جس میں کفار کی لاشیں پڑی تھیں۔ پھر فرمایا: تم نے پایا جو تمہارے رب نے تمہیں سچا وعدہ دیا تھا یعنی عذاب۔ کسی نے عرض کی حضور مُردوں کو پکارتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سننے والے پردہ جواب نہیں دیتے۔

(1) (أخرجه البخاري في الصحيح، بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ القَبْرِ 1\183، وفي نسخة: جزء 2\98(1370)

اقول وباللہ التوفیق: اس روایت میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ وہ جواب نہیں دیتے اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی بھی جواب نہیں دیتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث صحیحہ مروی ہیں کہ مسلمان جب اہل قبور مسلمین ومومنین کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کا جواب دیتے ہیں جیسا کہ اسی کتاب میں

حدیث نمبر 33 تا 38 میں ذکر ہے اور حدیث نمبر 35 کے تحت امام سیوطی سے نقل ہوا۔ بلکہ علاوہ سلام بھی جواب دینا اسی کتاب میں صحیح روایات سے ثابت ہے۔ اور مرنے کے بعد کلام کرنے کی خبر خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ مرنے کے بعد ہر کوئی جواب نہیں دے سکتا لیکن جس کو اللہ تعالی چاہے اس کی طاقت بھی عطا فرما دیتا ہے اور یہ بات کئی روایات سے ثابت ہے کہ مرنے کے بعد بھی زندوں کے کلام کا جواب دیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ: أَتَيْت فَقِيلَ لِي: قَدْ مَاتَ أَخُوك، فَجِئْت سَرِيعًا وَقَدْ سُجِّيَ بِثَوْبِهِ، فَأَنَا عِنْدَ رَأْسِ أَخِي أَسْتَغْفِرُ لَهُ وَأَسْتَرْجِعُ، إذْ كُشِفَ الثَّوْبُ عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقُلْنَا: وَعَلَيْك السَّلَامُ، سُبْحَانَ اللهِ، قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ "إنِّي قَدِمْت عَلَى اللهِ بَعْدَكُمْ فَتُلُقِّيت بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، وَكَسَانِي ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ، وَوَجَدْت الأَمْرَ أَيْسَرَ مِمَّا تَظُنُّونَ، وَلَا تَتَّكلموا، وَإِنِّي أَسْتَأْذَنْت رَبِّي أُخْبِرُكُمْ وَأُبَشِّرُكُمْ، احْمِلُونِي إلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ عَهِدَ إلَيَّ أَنْ لَا أَبْرَحَ حَتَّى آتِيَهُ، ثُمَّ طَفِئَ مَكَانُهُ". (أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف 226. 8\227، وفي نسخة: 7\162 (34987)، وابن سعد في طبقات الكبرى 6\150، وابن أبي الدنيا في من عاش بعد الموت 18 (9)، وأبو يعلى الخليلي في فوائده 57 (20)، والبيهقي في الدلائل 6\454، و ابن بشكوال في غوامض الاسماء المبهمة 1\504، وابن ناصر الدين الدمشقي في توضيح المشتبه في ضبط أسماء الرواة وأنسابهم وألقابهم وكناهم 3\159، وذكره السيوطي في شرح الصدور 70، من طرق عن إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، به۔ قلت: رجاله رجال الشيخين۔ قال البيهقي: هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ لَا يَشُكُّ حَدِيثِيٌّ فِي صِحَّتِهِ. وقال الألباني في البلسلة الضعيفة (14\413): وبالجملة، فالقصة صحيحة بلا شك، والله على كل شيء قدير.

حضرت ربعی بن حراش سے روایت ہے فرمایا کہ جب میں پہنچا تو مجھے اطلاع ملی کہ بے شک تیرا بھائی فوت ہو گیا ہے تو میں جلدی سے آیا اور اسے اس کے کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا تھا (یعنی کفن دے دیا گیا تھا) تو میں اپنے بھائی کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور اس کے لیے استغفار اور استرجاع میں لگ گیا اس نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھا کر کہا، السلام علیکم، تو ہم نے کہا، وعلیک السلام، سبحان اللہ، تو اس نے بھی کہا کہ سبحان اللہ میں تم سے جدا ہو کر اللہ تعالی کی بارگاہ میں پہنچا پس میں نے رب تعالی سے ملاقات کی کہ وہ ناراض نہ تھا، اور اس سے مجھے سبز سندس اور استبرق کے لباس پہنائے اور میں نے معاملہ اس سے آسان پایا جتنا تم گمان کرتے ہو اور اب دیر نہ کرو بے شک میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ تم کو خبر اور بشارت دے آؤں جلدی کرو مجھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے چلو کیونکہ انہوں نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا میری واپسی تک میرا انتظار فرمائیں گے پھر حسب معمول وہ مر گیا۔

فوت ہونے والے صاحب ربیع بن حراش تھے جیسا کہ ابن بشکوال نے ذکر کیا ہے البتہ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ: ربعی کے فوت ہونے والے بھائی مسعود بن حراش ہیں۔

اس روایت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ انہوں نے قبل از دفن اپنے بھائی کو سلام بھی کیا اور اپنی حالت سے آگاہی بھی فرمائی، جبکہ امام ابو نعیم نے انہی سے روایت کی کہ ہم چار بھائی تھے کہ میرا بھائی ربیع ہم سے زیادہ نماز روزہ کا پابند تھا پس جب وہ وفات پا گیا تو ہم لوگ اس کے ارد گرد تھے کہ اس نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور کہا السلام علیکم آگے اسی کی مثل روایت کیا لیکن اس میں اتنا زیادہ ہے کہ: "فَنَمِيَ الْحَدِيْثُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "يَتَكَلَّمُ رَجُلٌ مِنْ أُمَّتِيْ بَعْدَ الْمَوْتِ".

یعنی پس یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: میری امت سے ایک شخص مرنے کے بعد بھی کلام کرے گا۔

==

امام ابو نعیم نے کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے اور عبد الملک بن عمیر سے اس کو ایک جماعت نے روایت کیا ہے جن میں اسماعیل بن ابی خالد، زید بن انیسہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، حفص بن عمر، اور مسعودی نے اور اس کو مرفوع سوائے عبیدہ بن حمید عن عبد الملک کسی نے روایت نہیں کیا اور اسی طرح مسعودی نے۔

(أخرجه أبو نعيم في الحلية 4\367، وفي الدلائل (536)، ومن طريقه الذهبي في السير أعلام النبلاء 4\361، وابن أبي الدنيا في من عاش بعد الموت 19 (11)، ومن طريقه البيهقي في الدلائل النبوة 6\455، وابن بشكوال في غوامض الاسماء المبهمة 1\503.504، وأبو الغنائم النرسي في فوائد الكوفيين (20)، وذكره السيوطي في شرح الصدور 70)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں:

"سمعتُ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يقولُ: يكونُ في أُمتي رَجلٌ يَتكلمُ بعدَ الموتِ"۔

(أخرجه أبو محمد جعفر بن محمد بن نصير بن قاسم البغدادي في الجزء الثاني من فوائد الخلدي (مجموع فيه ثلاثة أجزاء حديثية) 224.225(226)، والبيهقي في الدلائل 6\455، من طريق شريكٍ، عن منصورٍ، عن رِبعيّ، عن عائشةَ رضي الله عنها۔)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم الاوسط 6\72 (5826) میں "شَرِيكٍ، عَنْ مَنصُورٍ، عَنْ رِبعِيِّ بنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: يَكُونُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ الْمَوْتِ. وقال: لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ مَنصُورٍ إِلَّا شَرِيكٌ، تَفَرَّدَ بِهِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الثَّعْلَبِيُّ"۔

جبکہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أخرج الطَّبَرَانِيُّ فِي الأَوْسَط بِسَنَد جيد عَن حُذَيفَة"۔ ==

حدیث (47)

صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی:

= (الخصائص الکبری، إخبارہ صلی اللہ عَلَیہِ وَ سلم بِکَلَام الْمَیِّت بعدہ، 2\253)۔

یونہی حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جس میں زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا کلام کرنا مذکور ہے جسے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم الکبیر 4\202(4139)، و5\219(5145) میں بیان کیا ہے، امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ مجمع الزوائد 5\180.179 میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"رَوَاہُ کُلَّہُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْکَبِیرِ وَ الْأَوْسَطِ بِاخْتِصَارٍ کَثِیرٍ بِإِسْنَادَیْنِ وَرِجَالُ أَحَدِھِمَا فِي الْکَبِیرِ ثِقَاتٌ.

حافظ یوسف بن عبد الرحمن بن یوسف المزی رحمۃ اللہ علیہ تھذیب الکمال 10\62 میں فرماتے ہیں: وقد رویت ھذہ القصۃ من وجوہ کثیرۃ، عَنِ النعمان بن بشیر وغیرہ.

زید بن خارجہ کے متعلق ہی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت جس کو امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے من عاش بعد الموت (6) میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا کلام کرنا جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ کبیر 5\138 میں بیان کیا ہے۔

یونہی حضرت سعید بن مسیب کی روایت جس میں ایک انصاری نے کفن دیئے جانے کے بعد کلام کیا کا تذکرہ ہے جسے امام ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی 1\73، اور ابن ابی الدنیا نے من عاش بعد الموت (5) میں روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے: من عاش بعد الموت 20.21(14)، وفي المنامات 57.58(83) میں روبہ کا غسل وکفن کے بعد کلام کرنا موجود ہے۔

یونہی اور بھی روایات اس بارے میں ذکر کی جاسکتی ہیں مگر یہاں ہم انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

"إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُرِينَا مَصَارِعَ أَهْلِ بَدْرٍ، (فساق الحديث إلى أن قال) فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ وَيَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ حَقًّا؛ فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي اللهُ حَقًّا. قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تُكَلِّمُ أَجْسَادًا لَا أَرْوَاحَ فِيهَا؛ قَالَ: مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ، غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَرُدُّوا عَلَيَّ شَيْئًا". (1)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کفار بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہو گا اور یہاں فلاں، جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں اُن کی لاشیں گریں۔ پھر بحکم حضور وہ جیفے ایک کنوئیں میں بھر دیئے گئے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور نام بنام ان کفار لیام کوان کا اوران کے باپ کا نام لے کر پکارا، اور فرمایا: تم نے بھی پایا جو سچا وعدہ خدا و رسول نے تمہیں دیا تھا کہ میں نے تو پا لیا جو حق وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور اُن جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ فرمایا جو میں کہہ رہا ہوں اُسے

(1)(أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا، بَابُ عَرْضِ مَقْعَدِ الْمَيِّتِ مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ عَلَيْهِ 2\387 (2873)، والطيالسي في مسنده 1\45.46(40)، وابن أبي شيبة في المصنف 7\362(36709)، وأحمد في==

کچھ تم اُن سے زیادہ نہیں سنتے مگر انہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث (48)

یونہی صحیح مسلم وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین دن بعد اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا:

"وَالَّذِي نَفْسِي بيده ما أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ منهم وَلَكِنَّهُمْ لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يُجِيبُوا". (1)

قسم اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں جو فرما رہا ہوں اس کے سننے میں تم اور وہ برابر ہو مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

== مسنده (182)، والنسائي في السنن، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، باب أَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِينَ (2074)، وأبو يعلى في مسنده 1\129.130(140)، وأبو عوانة في المستخرج 4\284.285(6769)، والطبراني في الصغير 2\233(1085)، وفي الأوسط 8\219.220(8453)، والبيهقي في الأسماء والصفات (355)، وفي الدلائل 3\48، كلهم من طريق سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه۔

(1) أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا، بَابُ عَرْضِ مَقْعَدِ الْمَيِّتِ مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ عَلَيْهِ 2\387(2874)، وأبو يعلى في مسنده ==

حدیث (49)

یوں ہی صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی:

"اما البخاری فساقه بطوله واما مسلم فاحاله على حديث انس رضى الله عنه". (1)

امام بخاری نے تو اسے تفصیل سے ذکر کیا مگر امام مسلم نے تفصیل حدیث انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے کی۔

==6\72(3326)،وابن حبان في الصحيح 14\423.424(6498)،والبيهقي في إثبات عذاب القبر (71)،والآخرون، من طريق حَمَّادُ بن سَلَمَةَ عن ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عن أَنَسِ بن مَالِكٍ رضي الله عنه۔

وأخرجه علي بن حجر في أحاديث إسماعيل بن جعفر 170.171 (59)،وأحمد في مسنده(12020)،و(12873)،و(13773)،و(14064)،وعبد بن حميد في مسنده (1405)،وابن أبي عاصم في السنة 2\425(878)،والبزار في مسنده (6559)، والنسائي في السنن ، كِتَابُ الْجَنَائِزِ ، باب أَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِينَ (2075)،وفي السنن الكبرى 2\482(2213)، وأبو يعلى في مسنده 6\433 (3808)،و 6\460(3857)،وابن حبان في الصحيح 14\458.459(6525)، والآخرون من حديث حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه۔

(1)(أخرجه البخاري في الصحيح، كِتَابُ المَغَازِي،بَابُ قَتْلِ أَبِي جَهْلٍ 183.184 \1،وفي نسخة: جزء 5\76(3976)،وأحمد في مسنده(16359)،والروياني في مسنده 2\156(979)، والطبراني في الكبير 5\96(4701)، وفي مسند الشاميين 4\22.23(2625)،والبغوي في شرح السنة 13\383.384 ==

حدیث(50)

طبرانی نے بسند صحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يَسْمَعُونَ كَمَا تَسْمَعُونَ، وَلَكِنْ لَا يُجِيبُونَ". (1)

جیسا تم سنتے ہو ویسا ہی وہ بھی سنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے۔

== (3779)، وابن الجوزي في المنتظم 3\119، بلفظ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ".

وأخرجه مسلم في الصحيح 2\387 (2875)، وأحمد في مسنده (16356)، وابن أبي عاصم في الآحاد والمثاني 3\445 (1891)، وأبو يعلى في مسنده 3\21 (1431)، والشاشي في مسنده 3\19 .18 (1065)، وأبو نعيم في الدلائل (41)، والبيهقي في الدلائل 3\92، والآخرون، من طريق سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رضي الله عنهما۔

(1) (عزاه بهذا اللفظ الزرقاني في شرحه على المواهب 2\307: للطبراني، وقال: عند الطبراني بسند صحيح من حديث ابن مسعود: "يسمعون كما تسمعون، ولكن لا يجيبون"۔ وأيضا قال الصالحي الشامي في سبل الهدى والرشاد 4\84: ولفظ ابن مسعود قال: "يسمعون كما تسمعون ولكن لا يجيبون"، رواه الطبراني بإسناد صحيح۔ لعل الإمام المصنف اعتمد عليهما في عزوه إلى الطبراني۔

لم أجده بهذا اللفظ في الكتب الطبراني المطبوعة من حديث ابن مسعود رضي الله عنه لعله كان تسامح في عزوه إليه يعني عبد الله بن مسعود رضي الله عنه۔

أخرجه الطبراني في الكبير 10\160 (10320)، أَشْعَثَ بْنِ سَوَّارٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ،

حدیث (51)

اسی طرح امام سلیمان بن احمد مذکور نے حدیث عبد اللہ بن سیدان رضی اللہ عنہ سے روایت کی: (1)

== عَنْ عَمْرِو بنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: وَقَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْقَلِيبِ فَقَالَ: يَا أَهْلَ الْقَلِيبِ، هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ يَسْمَعُونَ؟ قَالَ: مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ، وَلَكِنَّهُمُ الْيَوْمَ لَا يُجِيبُونَ.

وأخرجه ابن أبي عاصم في السنة 2\428 (884)، من هذا الطريق۔

قال الهيثمي في المجمع 6\91: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

وقال ابن حجر في الفتح 7\303: وَلِلطَّبَرَانِيِّ من حَدِيث بن مَسْعُودٍ مِثْلَهُ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔)

(1) (أخرجه الطبراني في الكبير 7\165 (6715)۔

وقال الهيثمي في المجمع 6\91: رواه الطبراني وفيه عبد الله بن سيدان مجهول۔

اقوال وباللہ التوفیق: اس سے روایت کرنے والے۔ میمون بن مہران اور حبیب بن ابی مرزوق جن کا ذکر امام بخاری نے تاریخ الکبیر 5\110 پر کیا ہے البتہ یہ کہا ہے کہ: لا یتابع فی حدیثه۔ اوراس سے روایت کرنے والے ثابت بن الحجاج اور جعفر بن برقان بھی ہیں جن کا ذکر ابن ابی حاتم نے کیا ہے ,, الجرح و التعدیل 5\68 ,, اور پھر ابن سعد اور ابن شاہین نے تو کہا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے ,, طبقات الکبری 7\438 اور الإصابه لابن حجر 4\125 ۔ گو کہ امام عجلی نے اس کو تابعین میں شمار کیا ہے اور کہا کہ تابعی ثقہ ہے ,, معرفة الثقات 2\32 ,, اور امام ابن حبان نے اس کو صحابہ کے طبقہ میں بھی اور تابعین کے طبقہ میں بھی =

تنبیہ نبیہ: ان چھ حدیثوں کے جواب میں جو کچھ کہا گیا ہے تخصیص بے مخصص و دعویٰ بے دلیل سے زیادہ نہیں۔ مثلاً یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اعجاز تھا، یا یہ امر صرف اُن کفار کیلئے اُن کی حسرت و ندامت بڑھانے کو واقع ہوا، حالانکہ ان کی تخصیصوں پر اصلاً کوئی دلیل نہیں۔ ایسی گنجائش ملے تو ہر نص شرعی جیسے چاہیں مخصص ہو سکے، اور اُن سے بڑھ کر یہ رکیک تاویل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب حقیقتاً اموات سے خطاب نہ تھا بلکہ زندوں کو عبرت و نصیحت تھا، حالانکہ نفس حدیث اُس کے رد پر حجت کافیہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق رضی اللہ عنہ کے جواب میں صاف اُن کا سننا ارشاد فرمایا: نہ یہ کہ ہمارا یہ کلام صرف تنبیہ احیاء کیلئے ہے۔ جیسے مرثیہ سیدنا امام حسین (رضی اللہ عنہ) میں کسی کا مصرع:

اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

اے آب! خاک ہو جا کہ تیری آبرو نہ رہی۔

باقی اس کے متعلق تمام ابحاث فتح الباری وارشاد الساری وعمدۃ القاری شروح صحیح بخاری ومرقاۃ ولمعات واشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ ومدارج النبوۃ وغیرہا تصانیف علماء میں طے ہو چکی ہیں۔ جن کی تفصیل موجب تطویل۔

مولوی صاحب اگر اُمورِ طے شدہ کی طرف پھر رجعت کریں تو ذرا کتب مذکورہ پر نظر کر کے تقریر وہ فرمائی جائے جس میں ان کی تنقیحات جلیلہ سے عہدہ برآئی سمجھ لیں۔

== ذکر کیا ہے ,, الثقات 3\247 و 5\31 ،، اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ ,فانہ تابعی کبیر الا معروف العدالۃ قال بن عدی شبہ المجهول وقال البخاری لا یتابع علی حدیثہ بل عارضہ ماھو أقوی منہ"۔ فتح الباری 2\387)

اُس کے بعد ان شاء اللہ فقیر بھی وہ شوارق ساطعہ وبوارق لامعہ حاضر کرے گا جو اس وقت میرے پیش نظر جولانیوں پر ہیں۔ اور شاید اُن میں سے چند حروف مقصدِ سوم میں استطراداً مذکور ہوں، وباللہ التوفیق۔

حدیث (52)

ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی:

" كَانَتْ امْرَأَةٌ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَتْ فَلَمْ يعلم بِهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَمَرَّ عَلَى قَبْرِهَا فَقَالَ مَا هَذَا الْقَبْرُ؟ قَالُوْا: أُمِّ محجنٍ. قَالَ الَّتِيْ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ؟ قَالُوْا: نَعَمْ. فَصَفَّ النَّاسَ فَصَلَّى عَلَيْهَا. ثُمَّ قَالَ: أَيُّ الْعَمَلِ وَجَدْتَ أَفْضَلَ. قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَتَسْمَعُ؟ قَالَ: مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهَا. فَذَكَرَ أَنَّهَا أَجَابَتْهُ: قَمَّ الْمَسْجِدِ". (1)

یعنی ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں اُن کا انتقال ہوگیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے خبر دی۔ حضور اُن کی قبر پر گزرے دریافت فرمایا یہ قبر کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی ام محجن کی۔ فرمایا: وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کی ہاں۔ حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی پھر اُن بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا: تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا

(1)(ذكره المنذري في الترغيب والترهيب، الترغيب في تنظيف المساجد وتطهيرها وما جاء في تجميرها 1\122، وابن رجب فی تفسیره، سورة فاطر 2\98، وفتح الباري 3\352، وأهوال القبور 77(266) وعزاه إلى أبو الشيخ في كتاب==

کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے پھر فرمایا
اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو
دینی۔

حدیث (53)

طبرانی معجم کبیر و کتاب الدعا میں اور ابن مندہ اور امام ضیاء مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابوبکر غلام الخلال کتاب الشافی اور ابن زبر وصایا العلماء عند الموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الموت و دیگر علماء محدثین اپنی تصانیف حدیثیہ میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

" إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِنْ إِخْوَانِكُمْ فَسَوَّيْتُمُ التُّرَابَ عَلَيْهِ ☆فَلْيَقُمْ أَحَدُكُمْ عَلَى رَأْسِ قَبْرِهِ. ثُمَّ لِيَقُلْ: يَا فُلَانُ ابْنَ فُلَانَةَ. فَإِنَّهُ يَسْمَعُهُ وَلَا يُجِيبُ. ثُمَّ يَقُولُ يَا	جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اُس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تم میں سے کوئی اُس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلان بن فلانہ (☆) کہہ کر پکارے کہ بے شک وہ سنے گا اور جواب نہ دے

==ثواب الأعمال، وقال: هذا مرسل غريب۔ والسيوطی فی شرح الصدور 140، وفي الديباج 3\36، وفي الخصائص 2\112 ، والصالحی الشامي في سبل الهدى والرشاد 10\16 ،وفی الفیض القدیر 1\85)

☆(في ر، فر: فسويتم التراب على قبره، كذا في المعجم الكبير للطبراني.

(☆) یعنی اُسے اس کی ماں کی طرف نسبت کر کے مثلاً اے زید بن ہندہ اور اگر ماں کا نام نہ معلوم

فُلَانُ ابْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهُ يَسْتَوِي قَاعِدًا، ثُمَّ يَقُولُ: يَا فُلَانُ ابْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهُ يَقُولُ: أَرْشِدْنَا رَحِمَكَ اللَّهُ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ، فَلْيَقُلِ: اذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّكَ رَضِيتَ بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا، فَإِنَّ مُنْكَرًا وَنَكِيرًا يَأْخُذُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهِ وَيَقُولُ: انْطَلِقْ بِنَا مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ لُقِّنَ حُجَّتَهُ، الحديث (1).

گا، دوبارہ پھر یونہی ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا۔ سہ بارہ پھر اسی طرح آواز دے، اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کہ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہیں ہوتی۔ اس وقت کہے یاد کر وہ بات جس پر تو دُنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ تو نے پسند کیا اللہ تعالیٰ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا۔ منکر ونکیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اُس کے پاس جسے لوگ اُس کی حجت سکھا چکے۔

== ہوتو بن حوا کہے کہ وہ سب کی ماں ہیں، خود اسی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معنی مروی ۱۲ منہ (م)

(1)(أخرجه الطبراني في الكبير 8\249.250(7979)، وفي الدعاء 364\365 (1214)، وأبو سليمان ابن زبر في وصايا العلماء عند حضور الموت ==

== 1\46.47، ومن طريقه ابن عساكر في تاريخ دمشق 24\73، والمقدسي في المنتقى من مسموعات مرو (ق21)، وابن مندة كما في شرح الصدور، باب ما يقال عند الدفن والتلقين 105، كلهم من طريق حماد بن عمرو، وإِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَوْدِيِّ، قَالَ: شَهِدْتُ أَبَا أُمَامَةَ وَهُوَ فِي النَّزْعِ۔۔۔الحديث ـ وأخرجه الضياء المقدسي في أحكامه (أي كتاب الأحكام في الفقه)، وإبراهيم بن إسحاق الحربي في كتاب إتباع الأموات وأبو بكر عبد العزيز بن عفر المعروف بغلام الخلال في كتاب الشافعي، وأبو حفص بن شاهين في كتاب ذكر الموت، والقاضي أبو الحسين الخلعي في العشرين من فوائده، وأبو عبد الله الثقفي في الحديث العشرين من أربعينه، وأبو جعفر المستغفري في كتاب الدعوات كما في الإيضاح والتبيين بمسألة التلقين للسخاوي [قرة العين بالمسرة الحاصلة بالثواب للميت والأبوين ويليه الإيضاح والتبيين] 162.165، وانظر: المقاصد الحسنة 265۔

قال الإمام النووي في فتاويه 75، وفي المجموع شرح المهذب 6\425: قُلْتُ فَهَذَا الْحَدِيثُ وَإِنْ كَانَ ضَعِيفًا فَيُسْتَأْنَسُ بِهِ وَقَدْ اتَّفَقَ عُلَمَاءُ الْمُحَدِّثِينَ وَغَيْرُهُمْ عَلَى الْمُسَامَحَةِ فِي أَحَادِيثِ الْفَضَائِلِ وَالتَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ وَقَدْ اعْتَضَدَ بِشَوَاهِدَ مِنْ الْأَحَادِيثِ كَحَدِيثِ "وَاسْأَلُوا لَهُ التثبيت" وَوَصِيَّةِ عَمْرِو بنِ الْعَاصِ وَهُمَا صَحِيحَانِ سَبَقَ بَيَانُهُمَا قَرِيبًا۔۔۔إلخ۔

وقال ابن الملقن في البدر المنير 5\334: إِسْنَاده لَا أعلم بِهِ بَأْسا، وَذكره الْحَافِظ أَبُو مَنْصُور فِي جَامع الدُّعَاء الصَّحِيح۔

أورده الهيثمي في المجمع 2\324(3918)، و3\45(4248)، و قال: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَفِي إِسْنَادِهِ جَمَاعَةٌ لَمْ أَعْرِفْهُمْ. ==

فائدہ: امام ابن الصلاح وغیرہ محدثین اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

"اعْتُضِدَ بِشَوَاهِدَ وَبِعَمَلِ أَهْلِ الشَّامِ قَدِيمًا.نقله العلامة ابن أمير الحاج فى الحلبة 2\626۔ (1)

یعنی اس کو اس کے شواہد اور اہل شام (سلف صالحین) کے قدیم عمل سے تقویت حاصل ہے ۔علامہ ابن امیر الحاج نے اسے حلیہ میں نقل کیا۔

اسی طرح امام نقاد الحدیث ضیاء مقدسی و امام خاتم الحفاظ حافظ الشان ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی نے اس کی تقویت (2) اور امام شمس الدین سخاوی نے اُس کی تقریر فرمائی (3) اور اس باب میں خاص ایک رسالہ تالیف فرمایا (4)۔

==وقال الحافظ فی تخیص الحبير 2\136.135 :وَإِسْنَادُهُ صَالِحٌ. وَقَدْقَوَّاهُ الضِّيَاءُ فِي أَحْكَامِهِ، وَأَخْرَجَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ فِي الشَّافِي، وَالرَّاوِي عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: سَعِيدٌ الْأَزْدِيُّ، بَيَّضَ لَهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ، وَلَكِنْ لَهُ شَوَاهِدُ۔

(1)(ابن امير الْحَاج مُحَمَّد بن مُحَمَّد بن حسن الشهير بِابْن امير الْحَاج الْحلَبِي القاضی شمس الدّين الْحَنَفِيّ الْمُتَوفَّى سنة(879)تسع وَسبعين وَثَمَانمِائَة من تصانيفه: أحاسن المحامل فِي شرح العوامل. والتَّقْرِير والتحبير فِي شرح التَّحْرِير فِي الْفُرُوع. وحلبة الْمحلى وبغية المهتدى فِي شرح منية الْمصلى وغنية المبتدى في الفقه الحنفي 2\626 ، وذخيرة الْفقر فِي تَفْسِير سُورَة الْعَصْر. وشرح الْمُخْتَار الْموصِلِي فِي الْفُرُوع. وغيرهم انظر: (هدية العارفين 2\208)

(2)(التلخيص الحبير 2\135، وانظر: البدالمنير لابن ملقن 5\338)

(3)(المقاصد الحسنة 265)

(4)(الایضاح والتبيين بمسألة التلقين۔ راقم الحروف نے امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے=

امام احمد رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کرنا علمائے شام سے نقل فرمایا(1) اور امام ابوبکر ابن العربی نے اہل مدینہ(2) اور بعض دیگر علماء نے اہل قرطبہ وغیرہ سے اس کا عمل نقل کیا(3)۔

میں کہتا ہوں یہ عمل زمانۂ صحابہ وتابعین سے ہے، حضرت ابوامامہ صحابی رضی اللہ عنہ نے خود اپنے لئے تلقین کی وصیت فرمائی: كما أخرجه بن مندة من وجه آخر كما ذكره الإمام السيوطي في شرح الصدور (4)۔ قلت: بل والطبراني أيضاً على ماساق لفظه البدر المحمود في البناية شرح الهداية (5)۔

== دونوں رسائل یعنی رسالہ تلقین اور ایصال ثواب کی تخریج وتعلیق مکمل کر دی ہے جو کہ جامع ایصال ثواب کے نام سے تیار ہے، اللہ عزوجل ہمارے لیے اس کی اشاعت میں آسانی پیدا فرما دے، آمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(1)(ذكره موفق الدين ابن قدامة الحنبلي وشمس الدين ابن قدامة الحنبلي في المغني والشرح الكبير 3\277.278، والكافي في فقه الإمام أحمد 1\373۔

قلت: قال الكوسج: قلت: تلقين الميت عند الموت؟ قال (أي أحمد بن حنبل): إي لعمري، قال: لقنوا موتاكم۔ قال إسحاق (يعني ابن راهويه): كما قال. انظر: مسائل الإمام أحمد وإسحاق بن راهويه (842)

(2)(عارضة الأحوذي بشرح الترمذي 4\198، والمسالك في شرح موطأ مالك 2\520، كلاهما لابن العربي المالكي)

(3)(تذكرة الموتى للقرطبي، باب ما جاء في تلقين الإنسان بعد موته 1\194)

(4)(شرح الصدور، باب مايقال عند الدفن والتلقين 106)

(5)(البناية في شرح الهداية، باب الجنائز، تلقين الموتى 3\208، وفيه: قلت:==

(جیسا کہ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے طریق سے اس کی روایت کی، اسے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے روایت کیا ہے جیسا کہ علامہ بدرالدین محمود عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بنایہ شرح ہدایہ میں اس کے الفاظ ذکر کئے ہیں)۔

اور تین تابعیوں سے عنقریب منقول ہوگا کہ اسے مستحب کہا جاتا تھا، ظاہر ہے اُن کی یہ نقل نہ ہوگی مگر صحابہ یا اکابر تابعین سے جو اُن سے پہلے ہوئے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

علامہ ابن حجر مکی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے: "اِعْتُضِدَ بِشَوَاهِدَ يَرْتَقِي بِهَا إِلَى دَرَجَةِ الْحَسَنِ". (1) یعنی یہ حدیث بوجہ شواہد درجہ حسن تک ترقی کیے ہے۔

اسی طرح ذیل مجمع بحار الانوار (2) میں تصریح کی کہ اس نے شواہد سے قوت پائی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

==روى الطبراني عن أبي أمامة - رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ - إذا أنا مت فاصنعوا بي كما أمرنا رسول الله - عَلَيْهِ السَّلَامُ - أن نصنع بموتانا، أمرنا رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فقال: " إذا مات أحد من إخوانكم... الحديث - وقال: إسناده صحيح، وقد قواه الضياء في أحكامه، كذا قيل، ولكن الراوي عن أبي أمامة سعيد الأزدي وقد بيض له ابن أبي حاتم.)

(1) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب إثبات عذاب القبر، الفصل الثاني 1\327، نقله عنه)

(2) ()

حدیث (54 تا 56)

امام سعید بن منصور شاگرد امام مالک و استاذ امام احمد اپنے سنن میں راشد (☆) بن سعد وضمرہ (☆) بن حبیب، وحکیم (☆) بن عمیر سے راوی، ان سب نے فرمایا:

(☆) تابعی ثقہ رجال سنن اربعہ سے ۱۲ منہ (م)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اپنی سنن، أَبْوَابُ الْجَنَائِزِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الرُّكُوبِ خَلْفَ الْجَنَازَةِ (1012)، وأَبْوَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ: وَمِنْ سُورَةِ الْأَنْعَامِ (3066) میں روایات لی ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اپنی سنن، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، باب الشهيد (2053) میں روایت لی ہے۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اپنی سنن، بَابُ الْحِيَاضِ (521)، وبَابُ مَا جَاءَ فِي شُهُودِ الْجَنَائِزِ (1480)، وغیرھا مقامات پر روایات لی ہیں۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن، بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ (146) وغیرہ پر روایات لی ہیں۔

(☆) تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اپنی سنن، أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الحَوْضِ (2459)، و (3579) میں روایات لی ہیں۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن، بَابُ اتِّبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ (43)، وبَابُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالِاسْتِعْدَادِ لَهُ (4260)، میں روایات لی ہیں۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن، بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو وَيَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالْغَنِيمَةَ (2535) میں روایت لی ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن، باب لنَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ (572)، میں روایت لی ہے۔ لم أقف روایته عند البخاری والمسلم۔

(☆) تابعی صدوق رجال ابوداؤد وابن ماجہ سے ۱۲ منہ (م) ==

"إِذَا سُوِّيَ عَلَى الْمَيِّتِ قَبْرُهُ وَانْصَرَفَ النَّاسُ عَنْهُ كَانَ يُسْتَحِبُّ أَنْ يُقَالَ لِلْمَيِّتِ عِنْدَ قَبْرِهِ: يَا فُلَانُ قُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. يَا فُلَانُ قُلْ: رَبِّيَ اللهُ. وَدِينِيَ الْإِسْلَامُ وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". (1)

جب میت پر مٹی دے کر قبر درست کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا ہے کہ مُردے سے اُس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے: اے فلاں! کہہ لا الہ الا اللہ تین بار، اے فلاں! کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن، بَابٌ فِي تَعْشِيرِ أَهْلِ الذِّمَّةِ إِذَا اخْتَلَفُوا بِالتِّجَارَاتِ (3050) میں روایت لی ہے۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن، كِتَابُ النِّكَاحِ (1921) میں روایت لی ہے۔

(1)(ذكره ابن الملقن في البدر المنير في تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في الشرح الكبير، كتاب الْجَنَائِز، الحَدِيث الثَّانِي بعد الثَّمَانِينَ 5\338، وابن حجر في تلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير، كتاب الجنائز، 2\136، وبلوغ المرام من أدلة الأحكام، كتاب الجنائز (583)، والسيوطى فى شرح الصدور، باب مايقال عند الدفن والتلقين 106، وفي الدر المنثور، سورة إبراهيم، 5\39۔

وقال ابن الملقن: فَهَذِهِ شَوَاهِدُ لحَدِيث أبي أُمَامَة الْمَذْكُور، قَالَ الشَّيْخ تَقِيّ الدّين بن الصلاح: هَذَا الحَدِيث إسْنَاده لَيْسَ بالقائم، وَلكنه (يعتضد) بشواهد وبعمل أهل الشَّام بِهِ قَدِيما.

وصل آخر من هذا الفصل

فصل پنجم کی حدیثوں نے جس طرح بحمد اللہ سماعِ موتی کی تصریح فرمائی، یونہی اُن میں اکثر نے ثابت کر دکھایا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اہل قبور سے کلام صرف سلام پر مقتصر نہ تھا اور بدیہی ہے کہ جماد محض سے مخاطبہ و گفتگو معقول نہیں۔ لہذا ہم آخر فصل میں وہ بعض حدیثیں جن میں اجلہ صحابہ کا اہل قبور سے سوائے سلام و دیگر نواع کلام فرمانا مذکور، نقل کر کے مقصد ثانی کو ختم اور مقصد ثالث کی طرف ان شاء اللہ تعالیٰ تصمیم عزم کرتے ہیں، وباللہ التوفیق۔

حدیث (57)

ابن ماجہ بسند (☆) حسن صحیح عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے راوی:

(☆) (فائدہ: یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ ۱۲ منہ۔)

قلت: أخرجه البزار في مسنده 3\299(1089)، والطبراني في الكبير 1\145 (326)، وابن السني في عمل اليوم والليلة (595)، وأبو نعيم في المعرفة (522)، وابن أبي حاتم في العلل 2\256(2264)، والقاضي مارستان في مشيخته (254)، والبيهقي في الدلائل 1\192 . 191، والضياء المقدسي في الأحاديث المختارة 3\204 (1005)، وعبد الغني المقدسي في التوحيد (70)، وأورده الهيثمى فى المجمع 1\118 ، وقال: رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَزَادَ: فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ، فَقَالَ: لَقَدْ كَلَّفَنِي رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِعَنَاءٍ، مَا مَرَرْتُ بِقَبْرِ كَافِرٍ إِلَّا بَشَّرْتُهُ بِالنَّارِ". وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.)

قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فذكر الحديث الى ان قال) قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حَيْثُمَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ مُشْرِكٍ فَبَشِّرْهُ بِالنَّارِ" قَالَ: فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ بَعْدُ، وَقَالَ: لَقَدْ كَلَّفَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَبًا، مَا مَرَرْتُ بِقَبْرِ كَافِرٍ إِلَّا بَشَّرْتُهُ بِالنَّارِ. (1)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا جہاں کسی مشرک کی قبر پر گزرے اُسے آگ کا مژدہ دینا...... اس کے بعد وہ اعرابی مسلمان ہو گیا تو وہ صحابی فرماتے ہیں مجھے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا، کسی کافر کی قبر پر میرا گزر نہ ہوا مگر یہ کہ اُسے آگ کا مژدہ دیا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ دینا بے سماع وفہم محال اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنیٔ حقیقی پر حمل کیا، ولہذا عمر بھر اس پر عمل فرمایا، فتبصر۔

حدیث (58)

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے راوی:

أَنَّهُ مَرَّ بِالْبَقِيعِ فَقَالَ :السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ أَخْبَارُ مَا

یعنی ایک بار امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بقیع پر گزرے اہل قبور پر سلام کر کے

(1)(أخرجه ابن ماجة في السنن، بَابُ مَا جَاءَ فِي زِيَارَةِ قُبورِ الْمُشرِكِينَ 114، وفي نسخة 231 2(1573)۔وقال البوصيري في مصباح الزجاجة 2\43: هَذَا إِسْنَاد صَحِيح رِجَاله ثِقَات مُحَمَّد بن إِسْمَاعِيل وَثَّقَهُ ابْن حبان وَالدَّارَقُطْنِيّ والذهبي وَبَاقِي رجال الإِسْنَاد على شرط الشيخين.)

عِنْدَنَا أَنَّ نِسَاءَكُمْ قَدْ تَزَوَّجْنَ وَدِيَارَكُمْ قَدْ سُكِنَتْ وَأَمْوَالَكُمْ قَدْ فُرِّقَتْ.فَأَجَابَهُ هَاتِفٌ: يَا عُمَرُ بْنَ الْخَطَّابِ أَخْبَارُ مَا عِنْدَنَا أَنَّ مَا قَدَّمْنَاهُ فَقَدْ وَجَدْنَاهُ وَمَا أَنْفَقْنَاهُ فَقَدْ رَبِحْنَاهُ وَمَا خَلَّفْنَاهُ فَقَدْ خَسِرْنَاهُ. (1)

فرمایا ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے نکاح کر لئے اور تمہارے گھروں میں اور لوگ بے، تمہارے مال تقسیم ہو گئے اِس پر کسی نے جواب دیا: اے عمر بن الخطاب! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کئے تھے یہاں پائے اور جو راہ خدا میں دیا تھا اُس کا نفع اُٹھایا اور جو پیچھے چھوڑا وہ خسارے میں گیا۔

---

(1)(أخرجه ابن أبي الدنيا في الهواتف 97(100)

قلت: في سنده مطهر بن النعمان لم أقف على ترجمته من كتب التراجم التي عندي. والله أعلم بالصواب، وبقية رجاله موثقون۔

وذكره ابن عبد البر في التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد 20\242، وفي الإستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار 2\165، بلا سند عن عمر بن الخطاب۔

والسيوطي في شرح الصدور، باب زيارة القبور وعلم الموتى بزوارهم ورؤيتهم لهم 209، وقال بسند فيه مبهم۔ وعزاه إلى ابن أبي الدنيا في كتاب القبور، والهندى فى كنز العمال 8\143، وطارق محمد سكلوع فى الملحق بكتاب القبور 226.227(69)۔

قلت: فالظاهر أن إسناده عن عمر بن الخطاب غير إسناده ما عند ابن أبي الدنيا في الهواتف، لأنه ليس فيه المبهم، والله أعلم بالصواب۔

حدیث (59)

امام حاکم [مطبوعہ، الف، ب، ح، فر میں احمد ہے جو کہ تصحیف ہے] تاریخ نیشاپور اور بیہقی اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن المسیب سے راوی:

" قَالَ دَخَلْنَا مَقَابِرَ الْمَدِيْنَةِ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَنَادَى يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ تُخْبِرُوْنَا بِأَخْبَارِكُمْ أَمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ نُخْبِرَكُمْ قَالَ فَسَمِعْتُ صَوْتًا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ☆وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ خَبِّرْنَا عَمَّا كَانَ بَعْدَنَا فَقَالَ عَلِيٌّ رضی الله تعالی عنه: أَمَّا أَزْوَاجُكُمْ فَقَدْ تَزَوَّجْنَ وَأَمَّا أَمْوَالُكُمْ فَقَدْ اقْتُسِمَتْ وَالْأَوْلَادُ قَدْ حُشِرُوْا فِي زُمْرَةِ الْيَتَامٰى وَالْبِنَاءُ الَّذِيْ شَيَّدْتُمْ فَقَدْ سَكَنَهَا أَعْدَاؤُكُمْ فَهٰذِهٖ أَخْبَارُ مَا عِنْدَنَا فَمَا عِنْدَكُمْ

یعنی ہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمراہ رکاب مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولی نے اہل قبر پر سلام کر کے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبر دیں؟ سعید بن مسیب فرماتے ہیں میں نے آواز سنی کسی نے حضرت مولیٰ کو جوابِ سلام دے کر عرض کی: یا امیر المومنین! آپ بتایئے ہمارے بعد کیا گزری؟ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: تمہاری عورتوں نے نکاح کر لئے اور تمہارے مال سو وہ بٹ گئے، اور اولاد یتیموں کے گروہ میں اُٹھی، اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا اُس

☆(في الف، ب، ح، فر: فسمعت صوتا وعليک السلام۔ وفي ر: فسمعنا ۔۔إلخ كذافي تاريخ دمشق، والخصائص)

فَأَجَابَهُ ☆مَيِّتٌ قَدْ تَخَرَّقَتِ الْأَكْفَانُ وَانْتَثَرَتِ الشُّعُوْرُ وَتَقَطَّعَتِ الْجُلُوْدُ وَسَالَتِ الْأَحْدَاقُ عَلَى الْخُدُوْدِ وَسَالَتِ الْمَنَاخِيْرُ بِالْقَيْحِ وَالصَّدِيْدِ وَمَا قَدَّمْنَاهُ رَبِحْنَاهُ {وفی المصادر : وجدناه} وَمَا خَلَّفْنَاهُ خَسِرْنَاهُ وَنَحْنُ مُرْتَهِنُوْنَ بِالْأَعْمَالِ"۔(۱)

میں تمہارے دشمن بسے، ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں اب تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ایک مُردے نے عرض کی: کہ کفن پھٹ گئے بال جھڑ پڑے، کھالوں کے پرزے پرزے ہو گئے۔آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے، نتھنوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے اور جو آگے بھیجا تھا اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا اُس کا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔

وحسبنا الله و نعم الو کیل ولا حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم۔ سبحان من تفرد بالبقاء و قهر عبادہ بالموت سبحان الحی الذی لا یموت ابدا و هو الغفور الرحیم۔ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے، طاقت وقوت نہیں مگر عظمت و بلندی والے خدا ہی سے۔ پاک ہے وہ جو اکیلا باقی رہنے والا ہے اور اپنے بندوں کو موت کے تابع فرمان کر دیا ہے۔ پاک ہے وہ حیات والا جسے کبھی موت نہیں اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

☆(في الف، ب، ح، فر :فهذه أخبار ماعندنا فما عندكم فأجابه۔ وفي ر: فهذه أخبار ما عندنا فما أخبار ما عندكم۔۔إلخ كذا في تاريخ دمشق والخصائص، وشرح الصدور)

(1)(أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق 3\395، من طريق البيهقي والحاكم، ==

تنبیہ: جن صاحبوں نے جوابِ حدیث چہلم میں اس خطاب جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کو محض وعظ تنبیہ احیاء کیلئے قرار دیا۔ کما نقلہ فی مائۃ مسائل۔(1)

غالبا: انہوں نے پوری حدیث ملاحظہ نہ فرمائی ورنہ اس کے لفظ اول سے آخر تک پکار رہے ہیں کہ یہاں حقیقتاً اموات ہی سے خطاب مقصود تھا۔ اسی قدر کو دیکھ لیجئے کہ جناب مولا نے ابتداءً یہ لفظ ارشاد نہ کئے بلکہ اول اُن سے استفسار فرمایا کہ پہلے تم اپنی خبریں بتاؤ گے یا ہم شروع کریں۔

کہیے بے ارادہ خطاب حقیقی اس دریافت کرنے اور اختیار دینے کے کیا معنی تھے، پھر اُن کی درخواست پر حضرت نے اخبارِ دُنیا ارشاد فرما کر انہیں حکم دیا۔ اب تم اپنی خبریں بتاؤ چنانچہ انہوں نے عرض کیں پھر مخاطبہ حقیقی میں کیا شک ہے؟ واللہ الموفق۔

حدیث (60)

ابن عساکر نے ایک حدیثِ طویل روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المومنین اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا، بعد عشاء باپ کے پاس جاتا، راہ میں ایک عورت کا مکان تھا اُس پر عاشق ہوگئی۔ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی، جوان نظر نہ فرماتا، ایک شب قدم نے لغزش

=وقال: قال البيهقي في إسناده قبل أبي زيد النحوي من يجهل والله أعلم۔

وذكره السيوطي في شرح الصدور، باب زيارة القبور وعلم الموتى بزوارهم ورؤيتهم لهم 209، وفي الخصائص 2\113، وعزاه إلى الحاكم في تاريخ نيسابور والبيهقي وابن عساكر في تاريخ دمشق، وقال: بسند فيه من يجهل۔)

(1) (مائۃ مسائل، ص54)

کی، ساتھ ہولیا، دروازے تک گیا جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیہ کریمہ زبان سے نکلی:

" إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ" ۔ (1)

ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اُسی وقت اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا، عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اُٹھا کر اُس کے دروازے پر ڈال دیا، باپ منتظر تھا، آنے میں دیر ہوئی، دیکھنے نکلا دروازے پر بے ہوش پڑا پایا، گھر والوں کو بلا کر اندر اُٹھوایا۔ رات گئے ہوش آیا، باپ نے حال پوچھا کہا خیر ہے؟ کہا بتادے، ناچار قصہ کہا، باپ بولا جان پدر! وہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی پڑھتے ہی غش آیا، جنبش دی مردہ پایا، رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین نے خبر پائی، باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی: یا امیر المومنین! رات تھی، پھر امیر المومنین ہمراہیوں کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے...... آگے لفظ حدیث یوں ہیں:

فَقَالَ عُمَرُ يَا فُلَان {وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ} [الرَّحْمٰنِ: 46] فأجابه الْفَتَى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ: يَا عُمَرُ قَدْ أَعْطَانِيهِمَا رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي

یعنی امیر المومنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا: اے فلان! جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کیلئے دو باغ ہیں جوان نے قبر میں سے آواز دی اے عمر! "مجھے میرے

(1) (الأعراف: 201)

الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ. (1) رب نے یہ دولت عظمیٰ جنت میں دو بار عطا فرمائی"۔

نسئال الله الجنة له الفضل والمنة و صلى الله تعالیٰ على نبی الانس والجنة واله وصحبه واصحاب السنة آمین آمین آمین۔

ہم اللہ سے جنت کے خواستگار ہیں، اسی کیلئے فضل واحسان ہے اور خدائے برتر کا درود و سلام ہو انس وجن کے نبی اور اُن کی آل واصحاب اور اہلسنت پر۔ الٰہی! قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما۔

---

(1)(أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق 45\450، من طريق أبو صالح كاتب الليث نا يحيى بن أيوب الخزاعي قال سمعت من يذكر أنه كان في زمن عمر بن الخطاب۔

وذكره ابن كثير في تفسيره، سورة الأعراف، 3\534، والهندي في كنز العمال 2\516.517(4634) وعزاه إلى الحاكم۔ والسيوطي في شرح الصدور 213، وعزاه إلى ابن عساكر)

المقصد الثالث فی اقوال العلماء

مقصدِ سوم علماء کے اقوال میں

قال الفیقر محرر السطور غفرله المولی الغفور:

اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کی تصریح وتلویح وتنقیص وتلمیح وتائید وترجیح وتسلیم وتصحیح میں ارشاداتِ متکاثرہ واقوال متوافرہ ہیں۔

حضرات عالیہ صحابہ کرام وتابعین فخام واتباع اعلام ومجتہدین اسلام وسلف وخلف علمائے عظام سے رضی اللہ عنہم اجمعین وحشرنا فی زمرتھم یوم الدین امین۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اور ہمیں روزِ قیامت اُن کے زمرے میں اُٹھائے الٰہی! قبول فرما۔

فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ اگر بقدر قدرت اُن کے حصر واستقصاء کا ارادہ کرے موجز عجالہ حد مجلد سے گزرے۔ لہٰذا اوّلاً صرف سو (100) ائمہ دین وعلماء کاملین کے اسماء طیبہ شمار کرتا ہوں جن کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر اس رسالہ کے فصول ومقاصد میں جلوہ گر و فضل اللہ سبحانہ أوسع وأکثر۔ اور اللہ سبحانہ کا فضل اور زیادہ وسیع فزوں تر ہے۔

پھر دس نام اُن عالموں کے بھی حاضر کروں گا جن پر اعتماد میں مخاطب مضطر وھذا لدیھم ادھیٰ وامر والحمد للہ العلی الأکبر۔

اور یہ ان کے نزدیک زیادہ سخت اور تلخ ہے، اور سب خوبیاں بلندی وکبریائی والے خدا ہی کیلئے ہیں۔

فمن الصحابۃ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(1)امیر المومنین عمر فاروق اعظم [رضی اللہ عنہ](1)

(2)امیر المومنین علی مرتضیٰ [رضی اللہ عنہ](2)

(3)حضرت عبداللہ بن مسعود [رضی اللہ عنہ](3)

(4)حضرت سلمان فارسی [رضی اللہ عنہ](4)

(5)عمرو بن عاص [رضی اللہ عنہ](5)

(6)عبداللہ بن عمر [رضی اللہ عنہما](6)

(7)ابو ہریرہ [رضی اللہ عنہ](7)

(8)عبداللہ بن عمرو [رضی اللہ عنہ](8)

(9)عقبہ بن عامر [رضی اللہ عنہ](9)

(10)ابوامامہ باہلی [رضی اللہ عنہ](10)

(11)صحابی اعرابی صاحب حدیث ,, حیثما مررت ،، وغیرہم رضی اللہ عنہم (11)

اوران میں اُن کے سوااُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام یہاں شمار نہیں کرتا جنہوں نے

(1)(ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 58) (2)(ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 59)

(3)(ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 30.31) (4)(ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 9)

(5)(ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 1) (6)(ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 28)

(7)(ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 45) (8)(ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 24)

(9)(ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 21) (10)(ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 53)

(11)(ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 57)

سماع وادراک موتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راویت کیا یا حضور کی زبان پاک سے سنا مثل عبداللہ بن عباس وانس بن مالک وابورزین وبراء بن عازب وابو طلحہ وعمارہ بن حزم وابوسعید خدری وعبداللہ بن سیدان وام سلمہ وقیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہم۔ اگرچہ یقینا معلوم کہ ارشادِ والا حضور اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر اُن کے خلاف پر اعتقاد حضرات صحابہ سے معقول نہیں، نہ مقام مقام احکام کہ احتمال خلاف بعلم ناسخ ہو، تاہم جب قصدِ استیعاب نہیں تو انہیں پر اقتصار صحیح جن کے خود اقوال وافعال دلیل مسئلہ ہیں وباللہ التوفیق۔

ومن التابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

(12) مجاہد مکی (1) (13) عمرو بن دینار (2)

(14) بکر مزنی (3) (15) ابن ابی لیلیٰ (4)

(16) قاسم بن مخیمرہ (5) (17) راشد بن سعد (6)

(18) ضمرہ بن حبیب (7) (19) حکیم بن عمیر (8)

(20) علاء بن اللجلاج (9) (21) بلال بن سعد (10)

---

(1) (ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 12) (2) (ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 13.14)

(3) (ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 19) (4) (ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 17)

(5) (ملاحظہ فرمائیں: زیر حدیث نمبر 25 روایت مناسبہ نمبر 3)

(6.8) (ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 54 تا 56)

(9) (ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 32) (10) (ملاحظہ فرمائیں: قول نمبر 1)

(22) محمد بن واسع (1) (23) ام الدرداء (2) وغیر ہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ومن تبع تابعین لطف اللہ بھم یوم الدین

(24) عالم قریش سیدنا ابو محمد بن ادریس شافعی (3)

(25) عالم کوفہ فقیہ مجتہد امام سفیان (4)

(26) عبد الرحمن بن العلاء۔ (5) وغیر ہم روح اللہ تعالیٰ ارواحہم۔

ومن اعاظم السلف واکارم الخلف نور اللہ تعالی مراقدھم

(27) عالم اہل بیت رسالت حضرت امام علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی و بتول بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وبارک وسلم۔ (1)

---

(1) (ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 39) (2) (ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 11)

(3) (ملاحظہ فرمائیں: قول نمبر 27) (4) (ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 16)

(5) (ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر 32)

(6) (آپ کی کنیت ابو الحسن، لقب الرضا آپ نے ہفتہ کے دن طوس میں 203ھ کو وفات پائی، آپ کی قبر سنا میں رشید کی قبر کے ساتھ ہے امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کتاب الثقات (457\8) میں فرماتے ہیں :"قد زرته مرَارًا كَثِيرَة وَمَا حلت بِي شدَّة فِي وَقت مقَامي بطوس فزرت قبر عَليّ بن مُوسَى الرِّضَا صلوَات الله على جده وَعَلِيهِ ودعوت الله إزَالَتهَا عَني إِلَّا أستجيب لی وزالت عَني تِلْكَ الشدَّة وَهَذَا شَيْء جربته مرَارًا فَوَجَدته كَذَلِك أماتنا الله على محبَّة الْمُصْطَفى وَأهل بَيته صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الله عَلَيْهِ وَعَلَيْهِم أَجْمَعِينَ"۔

تحقیق میں نے کئی مرتبہ اس کی زیارت کی اور میرے طوس میں قیام کے دوران مجھ پر جب بھی =

(28) امام اجل عارف باللہ محمد بن علی حکیم ترمذی۔(1)

(29) امام محدث جلیل کبیر اسماعیلی۔(2)

(30) امام فقیہ عابد و زاہد احمد بن عصمہ ابوالقاسم صفار حنفی بدو واسطہ شاگرد امام ابو یوسف وامام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔(3)

= = کوئی مصیبت آتی تو میں علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ علی جدہ وعلیہ کی قبر کی زیارت کرتا اور اپنے اوپر سے اس مصیبت کے دور ہونے کی اللہ سے دعا کرتا تو اللہ عزوجل میری دعا کو قبول فرما کر مجھ سے وہ مصیبت دور فرما دیتا اور اس کا میں نے کئی بار تجربہ کیا تو اسی طرح ہی پایا۔اللہ عزوجل ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل بیت کی محبت پر موت عطاء فرمائے۔آمین۔

(1) (آپ کی کنیت ابو عبد اللہ، لقب حکیم ترمذی، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء (13\440) میں آپ کے لیے امام، حافظ، عارف، زاہد جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں، آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن میں سے ختم الانبیاء، ختم الاولیاء ریاضۃ النفس، شرح الصلاۃ، کتاب الفروق، نوادر الاصول وغیرہ ہیں، آپ کی وفات 318ھ ذکر کی ہے۔وانظر: ھدیۃ العارفین أسماء المؤلفین وآثار المصنفین 2\15.16)

(2) (آپ کی کنیت ابوبکر، محمد بن اسماعیل بن مہران الاسماعیلی الجرجانی، نیشاپوری الشافعی، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء (14\117) میں آپ کے لیے امام، حافظ الرحال، ثقہ جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ صاحب تصانیف محدث ہیں جن میں کتاب الصحابۃ وغیرہ ہیں، آپ نے 295ھ میں وفات پائی۔وانظر: تذکرۃ الحفاظ 2\184)

(3) (آپ کی کنیت ابوالقاسم صفار، لقب حم، عبد القادر بن محمد القرشی نے جواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ (1\78) میں آپ کے لیے فقیہ محدث کے الفاظ ذکر کیے ہیں، آپ کی وفات 326ھ میں ہوئی)

(31)امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی۔(1)

(32)امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی۔(2)

(33)امام ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد حاکم شہید حنفی صاحب کافی۔(3)

(34)امام ابوالفضل قاضی عیاض تحصبی مالکی۔(4)

---

(1)(حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء (18\163) میں آپ کے لیے حافظ العلامہ، ثبت، فقیہ، شیخ الاسلام جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ عظیم محدث صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن میں سنن الکبری، سنن الصغری، دلائل النبوۃ، حیاۃ الانبیاء فی قبورہم، وغیرہ ہیں، آپ کی وفات 458ھ میں ہوئی۔)

(2)(آپ ابن عبدالبر، حافظ الاندلس، حافظ المغرب کے لقب سے مشہور ہیں، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء (18\153) میں آپ کے لیے امام، علامہ، حافظ مغرب، شیخ الاسلام جیسے لفظ ذکر کیے ہیں۔آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن میں التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید، الاستذکار الجامع لمذاہب فقہاء الامصار، جامع بیان العلم وفضلہ وغیرہ ہیں۔آپ کی وفات 463ھ میں ہوئی۔)

(3)(آپ حاکم شہید کے لقب سے مشہور ہے، آپ اپنے وقت کے اصحاب ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے امام تھے، امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے المنتظم (14\49) میں آپ کے لیے فقیہ، مناظر، حافظ جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں الکافی، المستخلص، المنتقی، وشرح الجامع ہیں۔آپ کو نماز فجر حالتِ سجدہ میں 334ھ کو شہید کیا گیا۔وانظر: الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ 2\112.113)

(4)(آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن میں الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، ترتیب المدارک

(35) امام حجۃ الاسلام مرشد الانام ابو حامد محمد محمد غزالی۔(1)

(36) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن فرح قرطبی، صاحب تذکرہ۔(2)

(37) امام شمس الائمہ حلوائی حنفی۔(3)

= = وتقریب المسالک فی ذکر فقہاء مذہب مالک، شرح حدیث ام زرع، جامع التاریخ ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء (212\20) میں آپ کے لیے امام، علامہ، شیخ الاسلام جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 544ھ میں ہوئی۔)

(1)(ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد طوسی، شافعی، غزالی، صاحب تصانیف ہیں جن میں احیاء علوم الدین، کتاب الاربعین، القسطاس، محک النظر وغیرہ ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء (322\19) میں آپ کے لیے شیخ، امام البحر، حجۃ الاسلام جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 505ھ میں ہوئی۔)

(2)(آپ کبار مفسرین میں سے ہیں، صاحب تصانیف ہیں جن میں جامع احکام القرآن المعروف تفسیر القرطبی، تذکرۃ الموتی، الاسنی فی اسماء اللہ الحسنی، التذکار فی افضل الاذکار وغیرہ ہیں، علامہ صفدی رحمۃ اللہ علیہ نے الوافی بالوفیات (87\2) میں آپ کے لیے امام متقن تبحر فی العلم جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں، آپ کی وفات 671ھ میں ہوئی۔ وانظر: طبقات المفسرین للداودی 69.70\2)

(3)(آپ کا نام عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح الحلوانی، اور بعض نے کہا الحلوائی علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ الاعلام (13\4) میں لکھتے ہیں: عبد العزيز بن أحمد بن نصر بن صالح الحلواني البخاري، أبو محمد، الملقب بشمس الأئمة: فقيه حنفي. نسبته إلى عمل الحلواء، وربما قيل له " الحلوائي "۔ آپ کا لقب شمس الائمہ الاکبر ہے، آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں المبسوط فی الفقہ، النوادر فی الفروع وشرح ادب القاضی وغیرہ ہیں۔ حافظ =

(38) امام عارف باللہ اسمعیل فقیہ زاہد۔(1)

(39) امام محدث محی الدین طبری شافعی۔(2)

(40) امام ربانی سیدنا علاء الدولہ سمنانی۔(3)

= ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء (18\177) میں شیخ، علامہ، رئیس الحنفیہ جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات باختلاف روایات 456ھ میں ہوئی۔)

(1)(آپ کا نام اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن علی ،قطب الدین الحضرمی ،آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں شرح المھذب فی فروع الفقہ الشافعی ،فتاوی مجموعۃ ،مختصر صحیح مسلم ،نفائس العرائس وغیرہ ہیں، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الشافعیۃ الکبری (8\130) میں آپ کے لیے شیخ الامام الورع الزاہد ولی کبیر ،عارف جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات باختلاف روایات 676ھ میں ہوئی ، وانظر :العقد المذهب في طبقات حملة المذهب، لابن الملقن 165)

(2)(آپ کا نام احمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابو بکر الطبر ی المکی ،کنیت ابو العباس اور ابو جعفر ہے ،آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں الریاض النضر ۃ فی فضائل العشر ۃ ،غایۃ الاحکام لاحادیث الاحکام ،شرح التنبیہ للشیر ازی فی فروع الفقہ الشافعی ،وغیرہ ہیں۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الاسلام (15\784) میں آپ کے لیے فقیہ، زاہد، محدث جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات باختلاف روایات 694ھ میں ہوئی۔ وانظر :المنهل الصافي والمستوفى بعد الوافي للتغري 1\342.348)

(3)(آپ کا نام احمد بن محمد بن احمد، کنیت ابو المکارم، لقب رکن الدین علاء الدولہ بیابانکی، سمنانی ہے، آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں کتاب المکاشفات ، کتاب العروۃ لاھل الخلو ۃ والجلو ۃ ، المقامات المائۃ فی السلوک، کتاب الفلاح، مدارج المعارج، فصول الفصول فارسی وغیرہ ہیں =

(41) امام ابو المحاسن حسن بن علی ظہیر الدین کبیر مرغینانی حنفی اُستاذ امام قاضی خاں و صاحب خلاصہ۔(1)

(42) بعض اساتذہ امام شیخ الاسلام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی حنفی صاحب التجنیس والمزید۔(2)

(43) امام فقیہ النفس قاضی خان حسن بن منصور فرغانی اوزجندی حنفی۔(3)

= علامہ صفدی رحمۃ اللہ علیہ نے الوافی بالوفیات (7\233) میں آپ کے لیے علامہ، زاہد، امام ربانی وغیرہ جیسے الفاظ لکھے ہیں۔ آپ کی وفات 736ھ میں ہوئی، وانظر: سلم الوصول إلی طبقات الفحول 1\204)

(1) آپ کا نام حسن بن علی بن عبد العزیز بن عبد الرزاق، کنیت ابو المحاسن المرغینانی، لقب ظہیر الدین، آپ کے والد ظہیر الدین کبیر ہیں، آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں اقضیۃ الرسول، کتاب الشروط والسجلات وغیرہ ہیں، آپ کی وفات 619ھ میں ہوئی۔ وانظر: الجوھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ 1\199.198، ومعجم المؤلفین 3\363)

(2)(آپ کی کنیت ابو الحسن، لقب برہان الدین علی بن ابو بکر بن عبد الجلیل المرغینانی، الفرغانی آپ صاحب تصانیف ہیں، جن میں شرح الجامع الکبیر للشیبانی، بدایۃ المبتدی، الہدایۃ وکفایۃ المنتہی، ومختار الفتاوی وغیرہ ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء (21\232) میں آپ کے لیے علامہ، عالم ماوراء النہر کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ اور علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ الاعلام (4\266) میں لکھتے ہیں آپ مجتہدین میں سے حافظ، مفسر، محقق ادیب تھے۔ آپ کی وفات 593ھ میں ہوئی۔ وانظر: تاج التراجم لابن قطلوبغا 206)

(3)(آپ کی کنیت ابو علی، لقب فخر الدین المعروف امام قاضی خان، آپ صاحب تصانیف ہیں

(44) امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی شارح صحیح مسلم۔(1)

(45) امام فخر الدین محمد رازی شافعی۔(2)

(46) امام سعد الدین تفتازانی مصنف وشارح مقاصد۔(3)

= جن میں فتاوی قاضی خان، المحاضرات، شرح ادب القاضی للخصاف، شرح الزیادات للشیبانی وغیرہ ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سیر اعلام النبلاء (21\231) میں آپ کے لیے علامہ، شیخ الحنفیہ جیسے لفظ ذکر کرتے ہیں۔ آپ کی وفات 592ھ میں ہوئی۔ وانظر: الجواهر المضية في طبقات الحنفية 1\205)

(1) (آپ کا لقب محی الدین، کنیت ابوزکریا نام یحیی بن شرف بن مری بن حسن بن حسین النووی الشافعی ہے، آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن میں شرح صحیح مسلم، کتاب الاذکار، ریاض الصالحین، المجموع شرح المہذب، تھذیب الاسماء واللغات وغیرہ ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ (4\174) میں آپ کے لیے امام، حافظ الاوحد، قدوہ، شیخ الاسلام جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ آپ کی وفات 676ھ میں ہوئی۔ وانظر: طبقات الشافية الكبرى للسبكي 8\395.400)

(2) (آپ کی کنیت ابوعبداللہ، اور کہا گیا ہے کہ ابوالمعالی، نام محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی، بکری، طبرستانی، شافعی، رازی المعروف فخر الدین ہے۔ آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر، لوامع البینات فی شرح اسماء اللہ تعالی والصفات، المحصول فی علم الاصول، وغیرہ ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء (21\500) میں آپ کے لیے علامہ کبیر، ذوالفنون، مفسر، کبیر الاذکیاء جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ آپ کی وفات 606ھ میں ہوئی، وانظر: طبقات الشافعية الكبرى 8\81.82)

(3) (آپ کا لقب سعد الدین، نام مسعود بن عمر بن عبداللہ تفتازانی، شافعی ہے، آپ صاحب =

(47) امام ابو سلیمن حمد بن ابراہیم خطابی۔(1) [تمام نسخوں احمد ہے، مگر صحیح حمد ہے]

(48) امام ابو القاسم عبد الرحمن بن عبداللہ بن احمد سہیلی صاحب الروض۔(2)

(49) امام عمر بن محمد بن عمر جلال الدین خبازی حنفی صاحب فتاویٰ خبازیہ۔(3)

=تصانیف ہیں جن میں المقاصد فی الکلام وشرحہ، حاشیہ علی الکشاف للزمخشری فی التفسیر، التلویح علی التنقیح، شرح الشمسیۃ، التھذیب فی المنطق، وغیرہ ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الدرر الکامنۃ فی أعیان المائۃ الثامنۃ (2300) میں آپ کے لیے علامۃ الکبیر جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات سمرقند میں باختلاف روایات 792ھ میں ہوئی۔ وانظر: الاعلام للزرکلی 219.220\7)

(1) (آپ کی کنیت ابو سلیمان، نام حمد بن ابراہیم بن خطاب الخطابی ہے، آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں الاعلام الحدیث فی شرح البخاری، معالم السنن فی شرح السنن لابی داود، غریب الحدیث، شرح الاسماء الحسنی اور العزلہ وغیرہ ہیں۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ (149\3) میں آپ کے لیے الامام، العلامۃ المفید، المحدث الرحال جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ آپ کی وفات 388ھ میں ہوئی۔وانظر :سیر اعلام النبلاء 23.28\17)

(2) (آپ کی کنیت ابو القاسم اور کہا گیا ہے ابو زید، اور ابو الحسن بھی بیان کی گئی ہے، نام عبد الرحمن بن عبداللہ بن احمد بن اصبح سہیلی، خثعمی، اندلسی ہے۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں التعریف والاعلام فیما ابھم فی القرآن من الاسماء والاعلام، الایضاح والتبیین لما أبھم من تفسیر الکتاب المبین، الروض الانف، وغیرہ ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ (96\4) میں آپ کے لیے الحافظ العلامۃ البارع جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 581ھ میں ہوئی۔وانظر : طبقات المفسرین للداوودی 272\1)

(3) (آپ کی کنیت ابو محمد خجندی ہے، آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں حواشی ہدایہ، المغنی فی=

(50) صاحب عباب حنفی تلمیذ امام اجل قاضی خاں۔(1)

(51) علامہ محمود بن محمد لؤلؤی بخاری حنفی صاحب حقائق شرح منظومہ نسفیہ تلمیذ التلمیذ امام شمس الائمہ کردری۔(2)

(52) سیدی یوسف بن عمر صوفی حنفی صاحب مضمرات۔(3)

=اصول الفقہ وغیرہ ہیں۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الاسلام (15\726) میں آپ کے لیے علامہ فرضی سے فقیہ، زاہد، عابد جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 691ھ میں ہوئی۔
وانظر :الجواهر المضية في طبقات الحنفية 1\398، وتاج التراجم 220.221)

(1)(آپ کی کنیت ابو العباس الصغانی ،لقب رضی الدین ، نام حسن بن محمد بن حسن بن حیدر العدوی العمری ہے،آپ کی ولادت 555ھ میں ہوئی،آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں تکملۃ الصحاح ،شرح الجامع الصحیح البخاری ،مشارق الانوار النبویۃ من صحاح الاخبار المصطفویۃ ،العباب الزاخر فی اللغۃ عشرین مجلدا ،مجمع البحرین وغیرہ ہیں ۔آپ کی وفات 650ھ میں ہوئی۔انظر : هدية العارفين 1\218، وأسماء الكتب المتمم لكشف الظنون 36)

(2)(آپ کی کنیت ابو المحامد ، نام محمود بن محمد بن داود افشنجی لؤلؤی ، بخاری ،شہید ہے۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں حقائق المنظومۃ فی شرح منظومۃ الخلافیات للنفسی ،اصول الفقہ ، حصول المامول حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الاسلام (15\232) میں آپ کے لیے امام،مفتی ، مدرس ، وعظ ،مفسر جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں ۔آپ کی شہادت بخارا میں 671ھ میں تتاری واقعہ میں ہوئی۔ وانظر : طبقات المفسرین للسیوطی 121، وسلم الوصول إلى طبقات الفحول 3\316)

(3)(آپ کا نام یوسف بن عمر بن یوسف صوفی ،کادوری ، بزار ،اور ترکوں کے ہاں نبیرہ عمر بزار

(53) امام عارف باللہ صدر الدین قونوی۔(1)

(54) امام شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی۔(2)

= ہے، آپ کی تصانیف میں جامع المضمرات والمشکلات فی شرح مختصر القدوری ہیں۔آپ نے 832ھ میں وفات پائی۔انظر: معجم المؤلفین 13\320، والاعلام للزرکلی 8\244)

(1)(آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام محمد بن اسحاق بن محمد بن یوسف جبکہ لقب صدر الدین القونوی ہے۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں نفحات الالہیہ، النصوص فی فک الفصوص، وتحفۃ الشکور، تفسیر سورہ فاتحہ وغیرہ ہیں۔علامہ صفدی رحمۃ اللہ علیہ نے الوافی بالوفیات (2\141) میں آپ کو شیخ الکبیر لکھا ہے۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الاسلام (15\266) میں زاہد، شیخ اہل وحدت ذکر کیا ہے۔آپ محی الدین ابن عربی کی صحبت میں رہے۔آپ کی وفات باختلاف روایات 673ھ میں ہوئی اور شیخ ابن العربی کے ساتھ دفن کیے گئے۔وانظر: طبقات المفسرین للادنہوی 247.248)

(2)(آپ کی کنیت ابوعبداللہ، فضل اللہ بن حسن بن حسین بن عبداللہ تورپشتی، شہاب الدین۔ آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں المیسر فی شرح المصابیح، المعتمد فی المعتقد، مطلب الناسک فی علم المناسک وغیرہ ہیں علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ذکر طبقات الشافعیۃ الکبری (8\349) میں کیا ہے اور رجل محدث فقیہ اہل شیزار جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں مگر کحالہ دمشقی نے معجم المؤلفین (8\73) میں آپ کو حنفی لکھا ہے اور اسی طرح علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے الجواہر والدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر (2\913) میں قاضی علاء الدین بن خطیب سے علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے طبقات الشافعیہ میں ذکر کرنے کا رد نقل کیا اور کہا کہ ان کی شرح دلالت کرتی ہے کہ وہ حنفی المذہب تھے۔آپ کی وفات 661ھ میں ہوئی۔وانظر: سلم الوصول 3\12.13)

(55)امام ملک العلماء عزالدین بن عبدالسلام شافعی۔(1)

(56)امام محدث زین الدین مراغی۔(2)

(57)امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر اندلسی۔(3)

---

(1)(آپ کی کنیت ابومحمد، نام عبدالعزیز بن عبدالسلام بن ابی القاسم السلمی الدمشقی الشافعی، لقب شیخ الاسلام عزالدین۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں التفسیر الکبیر، الالمام فی ادلۃ الاحکام ،قواعد الشریعۃ ،قواعد الاحکام فی اصلاح الأنام، فتاوی وغیرہ ہیں۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الاسلام (14\933) میں آپ کے لیے شیخ الاسلام، بقیۃ الائمۃ الاعلام جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 660ھ میں ہوئی۔ وانظر: طبقات الشافعیۃ الکبری 8\209، وطبقات المفسرین للداوودی 1\315)

(2)(آپ کی کنیت ابومحمد، نام ابوبکر ویقال عبداللہ بن الحسین بن عمر القرشی الاموی المصری الشافعی المراغی، لقب زین الدین۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الھجرۃ، الوافی بتکملۃ الکافی لشرح الاسنوی علی منھاج الطالبین فی فروع الفقہ الشافعی وغیرہ ہیں ۔علامہ تقی الدین الفاسی رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل التقیید فی رواۃ السنن والاسانید (2\343) میں آپ کے لیے مسند الحجاز جیسے لفظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 816ھ میں ہوئی۔ وانظر: الاعلام للزرکلی 2\63)

(3)(آپ کی کنیت ابوعبداللہ، نام محمد بن احمد بن علی بن جابر الاندلسی، الھواری، المالکی الاعمی النحوی آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں شرح الالفیۃ لابن مالک فی النحو، نظم الفصیح ، الحلۃ السری فی مدح خیر الوری ، والعین فی مدح سید الکونین وغیرہ ہیں۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (3\206) میں لکھا کہ: کانَ کثیر النظم عالما بالعربیۃ۔آپ کی وفات 780ھ میں ہوئی۔ انظر: الاعلام للزرکلی 5\328، ونکث الھمیان فی نکث العمیان 230.231)

(58) قاضی ناصرالدین بیضاوی شافعی صاحب تفسیر۔(1)

(59) امام ابو عبداللہ ابن النعمان صاحب سفینۃ النجاہ لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء۔(2)

(60) امام عارف باللہ عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب روض الریاحین۔(3)

---

(1)(آپ کی کنیت ابو سعید، اور ابو الخیر، نام عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی، المعروف قاضی بیضاوی ،شیرازی، شافعی، لقب ناصرالدین ہے۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف تفسیر بیضاوی، ومختصر الکشاف فی التفسیر، شرح المصابیح فی الحدیث، المنہاج فی الاصول، شرح الکافیۃ لابن الحاجب وغیرہ ہیں۔علامہ ابو المعالی الغزی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوان الاسلام (1\257) میں آپ کے لیے امام، عالم العلامہ، محقق اور شیخ الاسلام جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات باختلاف روایات 691ھ میں ہوئی۔انظر : طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شھبۃ 2\172، طبقات المفسرین للداوودی 1\248)

(2)(راقم الحروف ان کے ترجمہ پر مطلع نہیں ہوسکا اگر یہ الشیخ ابو عبداللہ بن النعمان الاسکندری ہیں تو ان کے متعلق علامہ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الأولیاء (488) میں لکھا ہے کہ: عالم محدث الربانی، علم وصلاح کے ساتھ مشہور ہیں، ان کی وفات 683ھ میں ہوئی، واللہ اعلم بالصواب)

(3)(آپ کی کنیت ابو السادات اور ابو عبدالرحمن، نام عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان الیافعی الیمنی ثم المکی، الشافعی، لقب عفیف الدین ہے۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ حوادث الزمان، روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الدر النظیم فی خواص القرآن العظیم، اسنی المفاخر فی مناقب الشیخ عبدالقادر وغیرہ ہیں۔قاضی ابن شہبہ رحمۃ اللہ علیہ نے=

(61) امام علامہ سید الحفاظ ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری۔(1)

(62) امام شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی حنفی صاحب کواکب الدراری شرح صحیح بخاری۔(2)

(63) امام علامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی شافعی صاحب شفاء السقام۔(3)

= = طبقات الشافعیۃ (95\3) میں آپ کے لیے شیخ، امام، قدوہ، عارف، فقیہ، شیخ الحجاز جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 768ھ میں ہوئی، وانظر: الدرر الکامنۃ 18\3، والتحفۃ الطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ للسخاوی 18\2)

(1)(آپ کا لقب شہاب الدین المعروف حافظ ابن حجر عسقلانی، کنیت ابوالفضل ہے، آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن میں فتح الباری شرح صحیح البخاری، المطالب العالیۃ، اتحاف المھرۃ، تھذیب التھذیب، تقریب التھذیب، لسان المیزان، وغیرہ ہیں۔امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی الجواھر والدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر ملاحظہ فرمائیں)

(2)(علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ (279\1) میں آپ کے لیے الامام العلامۃ فی الفقہ والحدیث والتفسیر جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں، آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں حاشیۃ علی تفسیر البیضاوی إلی سورۃ یوسف، شرح صحیح البخاری، شرح المواقف، شرح مختصر ابن الحاجب وغیرہ ہیں۔آپ کی وفات 786ھ میں ہوئی۔ وانظر: طبقات المفسرین للداوودی 285\2)

(3)(آپ کی کنیت ابوالحسن ہے، لقب تقی الدین، نام علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام بن یوسف الخزرجی، الانصاری، السبکی، المصری الدمشقی الشافعی ہے۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں =

(64) امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی شافعی صاحب ارتیاع الاکباد بفقد الاولاد۔(1)

(65) امام خاتم الحفاظ مجدد المائۃ التاسعہ ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمن سیوطی صاحب شرح الصدور وبدور سافرہ وانیس الغریب وزہر الربی شرح سنن نسائی وغیرہ۔(2)[تمام نسخوں میں جلال الدین بن عبدالرحمن ہے جوکہ تصحیف ہے]

=تفسیر القرآن (جومکمل نہ ہوسکی)،تکملۃ الجموع فی شرح المھذب،التحقیق فی مسالۃ التعلیق (ابن تیمیہ کا مسئلہ طلاق میں رد)،شفاء السقام فی زیاۃ خیر الانام (مسئلہ زیارت روضہ رسول پر ابن تیمیہ کا رد)، السیف المسلول علی من سب الرسول وغیرہ ہیں۔علامہ ابوالمحاسن الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل تذکرۃ الحفاظ (1\25) میں آپ کے لیے شیخ الامام، حافظ، علامہ، بقیۃ المجتھدین جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 756ھ میں ہوئی۔وانظر:الاعلام للزرکلی 4\302)

(1)(آپ کی کنیت ابوالخیر اور ابوعبداللہ، لقب شمس الدین، نام محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن ابی بکر السخاوی، القاہری الشافعی ہے۔آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن میں المقاصد الحسنۃ فی کثیر من الاحادیث المشھورۃ علی الالسنۃ، الاحادیث الصالحۃ فی المصافحۃ، الاحادیث البلدانیۃ، عمدۃ القاری والسامع فی ختم الصحیح الجامع للبخاری، غنیۃ المحتاج فی ختم صحیح مسلم بن الحجاج، القول البدیع وغیرہ ہیں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم العقیان فی اعیان الاعیان (152) میں آپ کے لیے المحدث المؤرخ الجارح جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 902ھ میں ہوئی۔وانظر: الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی 1\53)

(2)(آپ کا نام عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان الطولونی، السیوطی، الشافعی اور لقب جلال الدین السیوطی ہے۔آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن میں الدرالمنثور فی التفسیر==

(66) امام علامہ محمد بن احمد خطیب قسطلانی شافعی صاحب مواہب لدنیہ و ارشاد الساری شرح صحیح بخاری۔(1)

(67)امام شہاب الدین رملی انصاری شافعی۔(2)

=الماثور،الاتقان فی علوم القرآن،والجامع الاحادیث،والجامع الصغیر فی الحدیث وغیرہ ہیں۔محمد بن علی الشوکانی نے البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع (328\1) میں آپ کے لیے الامام الکبیر صاحب التصانیف جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 911ھ میں ہوئی۔ وانظر: الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوی 65\4)

(1)(آپ کی کنیت ابوالعباس،نام احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک القسطلانی المصری الشافعی ،شہاب الدین ہے۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں منهاج الانتهاج لشرح الجامع الصحيح لمسلم بن الحجاج ،تحفة السامع والقاری بختم صحيح البخاری ، مشارق الانوار المضية فی شرح البردة ،وغیرہ ہیں۔محمد بن علی شوکانی نے البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع (103\1) میں آپ کے لیے کان متعففا جيد القراءة للقرآن والحديث والخطابة شجی الصوت مشارک فی الفضائل جیسے کلمات ذکر کیے ہیں۔ آپ کی وفات 923ھ میں ہوئی۔ وانظر: الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوی 103\2)

(2)(آپ کا نام احمد بن احمد بن حمزہ، لقب شھاب الدین الرملی،الانصاری الشافعی اور کنیت ابو العباس ہے۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں فتاوی الرملی،شرح الزبد لابن ارسلان، شرح منظومة البیضاوی فی النکاح،رسالة فی شروط الامامة وغیرہ ہیں۔علامہ نجم الدین الغزی رحمۃ اللہ علیہ نے الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة(101\3) میں آپ کے لیے شیخ الامام،عالم العلامہ،شیخ الاسلام جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات باختلاف روایات

(68) سیدولی اللہ احمد زروق۔(1)

(69) سید عارف باللہ ابوالعباس حضرمی۔(2)

(70) امام احمد بن محمد ابن حجر مکی شافعی شارح مشکوٰۃ۔(3)

=973ھ میں ہوئی۔ وانظر :دیون الاسلام لأبی المعالی ابن الغزی 2\335)

(1)(آپ کی کنیت ابوالفضل، نام احمد بن احمد بن محمد بن عیسی البرنسی المغربی الفاسی المالکی اور کہا گیا ہے کہ احمد بن احمد بن محمد المعروف شیخ زروق ہے۔ آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں شرح الحکم العطائیہ ،وقواعد التصوف علی وجه یجمع بین الشریعة والحقیقة ویصل الاصول والفقه بالطریقة ، شرح مختصر خلیل فی فروع الفقه المالکی وغیرہ ہیں ۔علامہ احمد بابا السودانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الابتهاج بتطریز الدیباج (130) میں آپ کے لیے امام، عالم، فقیہ، محدث، صوفی، ولی صالح جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں، آپ کی وفات 899ھ میں ہوئی، وانظر : الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوی 1\222)

(2)(راقم مفصل ان کے ترجمہ پر مطلع نہیں ہوسکا البتہ علامہ احمد بابا السودانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ زروق کے ترجمہ میں ان کا ذکر کیا ہے البتہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام احمد بن عقبہ الیمانی الحضرمی ثم المکی ۔قاھرہ میں بہت زیادہ لوگ ان کے معتقد تھے۔ وانظر : الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوی 2\5،نیل الابتهاج بتطریز الدیباج 131فی ترجمة زروق)

(3)(آپ کی کنیت ابوالعباس، نام احمد بن محمد [بن محمد] بن علی بن حجر الھیتمی المکی السعدی، شهاب الدین شیخ الاسلام ہے۔ آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن میں أشرف الوسائل إلی فهم الشمائل، الجوهر المنظم، شرح أربعین النوویة، الصواعق المحرقة علی أهل البدع والضلال والزندقة، فتاوی الهیتمیة، المنح المکیة فی شرح همزیة البوصیری وغیرہ

(71) محقق علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج حنفی صاحب حلیہ شرح منیہ۔(1)

(72) امام محمد عبدری مکی مالکی۔(2)

(73) امام صدر کبیر حسام الدین شہید عمر بن عبد العزیز صاحب فتاوٰی کبریٰ حنفی۔(3)

= ہیں۔علامہ عبد الحیی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فهرس الفهارس والأثبات ومعجم المعاجم والمشيخات والمسلسلات (1\337) میں آپ کے لیے الفقیہ المحدث الصوفی جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں آپ کی وفات 973ھ میں ہوئی،وانظر :الاعلام للزركلی 1\934)

(1) (تقدم ذکرہ تحت الرقم 53)

(2) (آپ کی کنیت ابوعبداللہ، نام محمد بن محمد بن محمد العبدری الفاسی المصری المالکی المعروف ابن الحاج ہے۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں المدخل إلى تنمية الأعمال بتحسين النيات والتنبيه على كثير من البدع المحدثة والعوائد المنتحلة،ومدخل الشرع الشريف على المذاهب الاربعة،شموس الانوار و كنوز الاسرار في علوم الحروف وماهيته،وغیرہ ہیں۔علامہ تقی الدین السلامی رحمۃ اللہ علیہ نے الوفیات (1\154) آپ کے لیے الشیخ القدوۃ الزاہد جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 737ھ میں ہوئی۔وانظر : الديباج المذهب في معرفة أعيان علماء المذهب لبرهان الدين اليعمرى 2\321، وطبقات الأولياء لابن الملقن 470)

(3) (آپ کی کنیت ابومحمد، نام عمر بن عبد العزیز بن عمر ابن مازہ سمرقندی برھان الائمہ حسام الدین شہید حنفی۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں فتاوى كبرى، فتاوى صغرى، الجامع الصغير،والمبسوط فى الخلافيات ھیں۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء (20\97) میں آپ کے لیے شیخ الحنفیۃ، عالم المشرق جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی شہادت 536ھ میں ہوئی۔وانظر :الجواهر المضية فى طبقات الحنفية 1\391)

(74) امام محمد بن محمد بن شہاب الدین بزازی حنفی صاحب بزازیہ۔(1)

(75) علامہ نور الدین سمہودی شافعی صاحب خلاصۃ الوفاء فی اخبار دار المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (2)

(76) علامہ رحمۃ اللہ سندی حنفی صاحب مناسک ثلثہ۔(3)

---

(1)(محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری، البریقینی، الخوارزمی المعروف بالبزاری۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں الفتاوی البزازیۃ، کتاب فی مناقب الامام أبی حنیفۃ، شرح مختصر القدوری، مناسک الحج وغیرہ ہیں۔آپ کی وفات 827ھ میں ہوئی۔ انظر: تاج التراجم 354، و معجم المؤلفین لکحالۃ 11\223)

(2)(آپ کی کنیت ابوالحسن، نام علی بن عبداللہ بن احمد بن علی الحسنی، السید نور الدین السمہودی القاہری الشافعی، مؤرخ المدینۃ المنورۃ ومفتیھا۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں وفاء الوفاء، خلاصۃ الوفاء بأخبار دار المصطفی، جواهر العقدين في فضل الشريفين شرف العلم الجلي والنسب العلي، أمنية المعتنين بروضة الطالبين للنووي، العقد الفريد في أحكام التقليد وغیرہ ہیں۔آپ کی وفات 911ھ میں ہوئی۔انظر: الاعلام للزرکلی 4\307)

(3)(آپ کا نام رحمۃ اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم السندی ہے۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں مجامع المناسك ونفع الناسك، وجمع المناسك تسهيلا للناسك، و لباب المناسك وعباب المسالك وغیرہ ہیں۔علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ نے الاعلام (3\19) میں فرمایا فقیہ حنفی من اہل السند۔آپ کی وفات 993ھ میں ہوئی۔انظر: الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام المسمی بہ(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر)4\339)

(77) علامہ نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی صاحب سیرۃ انسان العیون۔(1)

(78) امام عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی شافعی صاحب میزان الشریعۃ الکبریٰ۔(2)

(79) علامہ محمد بن یوسف شامی صاحب سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم۔(3)

---

(1) (آپ کی کنیت ابو الفرج، لقب نور الدین بن برھان الدین الحلبی، القاھری الشافعی۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون عليه الصلاة والسلام، فرائد العقود العلوية في حل الفاظ شرح الأزهرية في النحو، النصيحة العلوية في بيان حسن طريقة السادة الاحمدية، حاشية على شروح الورقات للجلال المحلي وغیرہ ہیں۔علامہ محمد امین الحموی رحمۃ اللہ نے خلاصة الأثر في أعيان القرن الحادي عشر (3\122) میں آپ کے لیے امام الکبیر اجل اعلام المشائخ، علامۃ الزمان جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 1044ھ میں ہوئی۔انظر: معجم المؤلفین 7\3)

(2) (آپ کی کنیت ابو المواھب اور ابو عبد الرحمن، ہے، نام عبد الوھاب بن احمد بن علی بن احمد الشعرانی، الانصاری، الشافعی، الشاذلی، المصری، القادری۔آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن میں لواقح الأنوار في طبقات الأخيار أو الطبقات الكبرى، لواقح الأنوار في طبقات الأخيار أو الطبقات الكبرى، لطائف المنن المعروف منن الكبرى وغیرہ ہیں ۔علامہ ابو المعالی ابن الغزی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوان الإسلام (3\167.168) میں آپ کے لیے الامام الحبر البحر العارف شیخ الاسلام الصوفی جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 973ھ میں ہوئی ۔وانظر: الاعلام للزرکلی 4\180)

(3) (آپ کی کنیت ابو عبد اللہ، نام محمد بن یوسف بن علی بن یوسف الشامی الصالحی۔آپ صاحب

(80)علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی شارع مواہب۔(1)

(81)علامہ عبدالرؤف محمد مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر۔(2)

(82)امام ابوبکر بن علی بن محمد حداوی حنفی صاحب جوہرہ نیرہ شرح قدوری۔(3)

=تصانیف ہیں جن میں سبل الهدى و الرشاد في سيرة خير العباد، مطلع النور في فضل الطور وقمع المعند الكفور، عقود الجمان في مناقب ابي حنيفة النعمان، والآيات العظيمة الباهرة في معراج سيد أهل الدنيا والآخرة وغیرہ ہیں۔ علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ نے الاعلام (7\155) میں آپ کے لیے محدث، عالم بالتاریخ جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 942ھ میں ہوئی۔انظر :معجم المؤلفين 12\131)

(1)(آپ کی کنیت ابوعبداللہ، نام محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن علوان الزرقانی، المالکی المصری۔ آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں شرح الزرقانی علی الموطا، مختصر المقاصد الحسنة، شرح البيقونية فی الاصطلاح وغیرہ ہیں۔علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ نے الاعلام (6\184) میں آپ کے لیے خاتمة المحدثين بالديار المصرية جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 1122ھ میں ہوئی۔وانظر :فهرس الفهارس 1\456)

(2)(محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین ابن علی بن زین العابدین الحدادی، المناوی، القاھری، زین الدین۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں فيض القدير في شرح الجامع الصغير، التيسير في شرح الجامع الصغير، كنوز الحقائق، في شرح ألفية العراقي، في السيرة النبويّة، الكواكب الدرية في تراجم السادة الصوفية وغیرہ ہیں۔علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ نے الاعلام (6\204) میں آپ کے لیے کبار العلماء بالدین والفنون جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 1031ھ میں ہوئی۔وانظر :معجم المفسرين 2\551)

(3)(ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی الزبیدی الیمنی الحنفی۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن=

(83) علامہ ابراہیم بن محمد ابراہیم حلبی حنفی صاحب غنیۃ شرح منیہ۔(1)

(84) فاضل علی بن سلطان محمد قاری مکی حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوۃ۔(2)

= میں تفسیر الحداد (كشف التنزيل عن تحقيق التأويل)، السراج الوهاج فی شرح مختصر القدوری، الجوهرة النيرة فی شرح مختصر القدوری، سراج الظلام فی شرح منظومة العاملی وغیرہ ہیں۔ علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ نے تاج التراجم (142) میں آپ کے لیے امام فقیہ، عابد متزھد جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ آپ کی وفات 800ھ میں ہوئی۔ وانظر: الاعلام للزرکلی 67\2)

(1) (علامہ مصطفی بن عبد اللہ القسطنطینی رحمۃ اللہ علیہ سلم الوصول إلى طبقات الفحول (46\1) میں لکھتے ہیں: الفقیه الفاضل إبراهیم بن محمد بن إبراهیم الحلبي، الشهیر بعرب إمام الحنفي۔ وكان علّامة في العلوم العربية والتفسير والحديث والقراءة، لكن له اختصاص في الفقه وأصوله. آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں ملقی الأبحر، غنية المتملي شرح منية المصلي، وشرح ألفية العراقي، تحفة الاخيار على الدر المختار شرح تنوير الابصار، تلخيص الجواهر المضية في طبقات الحنفية۔ آپ کی وفات 956ھ میں ہوئی۔ وانظر: الاعلام للزرکلی 66\1)

(2) (آپ کی کنیت ابوالحسن، نورالدین علی بن سلطان محمد القاری الھروی، المکی الحنفی المعروف ملا علی القاری۔ آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں تفسير القرآن العظيم، شرح الفقه الاکبر، شرح صحیح مسلم، وشرح مشكلات الموطأ، وشرح منسک رحمة الله السندی، شرح الشمائل، الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة، الأزهار المنثورة فی الأحاديث المشهورة وغیرہ ہیں۔ علامہ مصطفی بن عبد اللہ القسطنطینی رحمۃ اللہ علیہ نے سلم الوصول إلى طبقات الفحول (392\2) میں آپ کے لیے وکان شیخاً فاضلاً ذا شيبة =

(85) علامہ محمد بن احمد حموی حنفی استاذ محقق شرنبلالی۔(1)

(86) علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی حنفی صاحب نور الایضاح وامداد الفتاح ومراقی الفلاح۔(2)

(87) علامہ خیر الدین رملی حنفی صاحب فتاویٰ خیریہ، استاذ صاحب درمختار۔(3)

= وهيبة ووقار، زاهدأ متورعأ لا يأكل إلا من كسب يده. جیسے کلمات ذکر کیے ہیں۔آپ کی وفات 1014ھ میں ہوئی۔وانظر: الاعلام للزرکلی 12\5)

(1)(آپ کی کنیت ابوالعباس، نام احمد بن محمد مکی، شهاب الدين الحسيني المصر ی الحمو ی۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں غمز عيون البصائرفي شرح الأشباه والنظائر لابن نجم، نفحات القرب والاتصال، الدرّ الفريد في بيان حكم التقليد، نثر الدر الثمين على شرح ملامسكين، وغیرہ ہیں۔علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ الاعلام (239\1) میں لکھتے ہیں :مدرّس، من علماء الحنفية. ۔۔ كان مدرسا بالمدرسة السليمانية بالقاهر ة.۔آپ کی وفات 1098ھ میں ہوئی، وانظر: معجم المؤلفین 93\2)

(1)(آپ صاحب تصانیف ہیں، علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ الاعلام (208\2) میں لکھتے ہیں :فقيه حنفي، مكثر من التصنيف۔ آپ کی تصانیف میں العقد الفريد في التقليد، مراقي السعادات ، غنية ذوي الأحكام حاشية على درر الحكام، سعادة أهل الإسلام في المصافحة وغیرہ ہیں۔آپ کی وفات 1069ھ میں ہوئی۔وانظر :خلاصة الأثر في أعيان القرن الحادي عشر 38\2)

(3)(خیر الدین بن احمد بن علی بن زین الدین بن عبدالوهاب الایوبی، العلیمی، الفاروقی، الرملی ،الحنفی۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں الفتاوي الخيرية، مظهر الحقائق حاشية على=

(88) فاضل مدقق محمد بن علی دمشقی حصکفی حنفی شارح تنویر۔(1)

(89) سیدی عارف باللہ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی حنفی صاحب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ۔(2)

(90) سید علامہ ابوالسعود محمد حنفی۔(3)

=البحر الرائق في فقه الحنفية، حاشية على الاشباه والنظائر، وغیرہ ہیں۔ علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ نے الاعلام (2\327) میں آپ کے متعلق فقیہ باحث جیسے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ آپ کی وفات 1081ھ میں ہوئی، وانظر: معجم المؤلفین 4\132)

(1)(محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمن، لقب علاء الدین الحصنی الدمشقی المعروف الحصکفی ۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں الدر المختار في شرح تنوير الأبصار، إفاضة الأنوار على أصول المنار، الدر المنتقى شرح ملتقى الأبحر، وغیرہ ہیں۔ علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ الاعلام (6\294) میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں: مفتي الحنفية في دمشق. كان فاضلا عالي الهمة، عاكفا على التدريس والإفادة. آپ کی وفات 1088ھ میں ہوئی۔ وانظر: خلاصة الأثر في أعيان القرن الحادي عشر 4\63)

(2)(آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں تعطير الأنام في تعبير المنام، ذخائر المواريث في الدلالة على مواضع الأحاديث، نفحات الأزهار على نسمات الأسحار، قلائد المرجان في عقائد أهل الإيمان، شرح أنوار التنزيل للبيضاوي، وغیرہ ہیں علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ الاعلام (4\32) میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں: شاعر، عالم بالدين والأدب، مكثر من التصنيف، متصوف. آپ کی وفات 1143ھ میں ہوئی،)

(3)(محمد بن محمد بن مصطفی العمادی، ابوالسعود الحنفی۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں ارشاد

(91) مولانا عارف باللہ نور الدین جامی حنفی صاحب نفحات وغیرہ۔(1)

(92) شیخ محقق برکۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الھند مولانا عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی حنفی صاحب لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات وجذب القلوب و مدارج النبوۃ۔(2)

= العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم في تفسير القرآن،تحفة الطلاب في المناظرة، رسالة في المسح على الخفين،رسالة في مسائل الوقوف، وغیرہ ہیں۔علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ الاعلام () میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں:مفسر شاعر، من علماء الترك المستعربين.وكان حاضر الذهن سريع البديهة: (كتب الجواب مرارا في يوم واحد على ألف رقعة) باللغات العربية والفارسية والتركية۔ آپ کی وفات 982ھ میں ہوئی ۔وانظر :معجم المؤلفين 11\301)

(1)(عبدالرحمن بن احمد بن محمد الجامی ،نورالدین، ابوالبرکات ۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں تفسير القرآن،شرح فصوص الحكم لابن عربي،شرح الكافية لابن الحاجب، وغیرہ ہیں ۔علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ نے الاعلام (3296) میں آپ کے لیے مفسر،فاضل جیسے لفظ ذکر کیے ہیں آپ کی وفات 898ھ میں ہوئی۔ وانظر : سلم الوصول إلى طبقات الفحول 2\251)

(2)(سرزمین ہند میں علم حدیث کی نشر واشاعت بطریق تصنیف وتدریس سب سے پہلے آپ نے شروع فرمائی ۔آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن میں لمعات التنقيح في شرح المشكاة اخبار الاخيار في احوال الابرار ، شرح سفر السعادة للفيروزآبادی،زبدة الآثار منتخب بهجة الاسرار،وشرح فتوح الغيب، وغیرہ ہیں،آپ کی وفات 1052ھ=

(93) فاضل محدث مولانا محمد طاہر فتنی احمد آبادی حنفی صاحب مجمع بحار الانوار۔(1)

(94) فاضل شیخ الاسلام دہلوی حنفی صاحب کشف الغطا۔(2)

(95) مولانا شیخ جلیل نظام الدین وغیرہ جامعان فتاوئ عالمگیری حنفیان۔(3)

(96) بحر العلوم ملک العلماء مولانا ابو العیاش محمد عبد العلی لکھنوی حنفی۔(4)

= میں ہوئی ملاحظہ فرمائیں: معجم المؤلفین 91\5، والإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام المسمى بـ(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر)5\553)

(1)(لقب جمال الدین الصدیقی الهندی۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار،إيضاح معاني كتاب وأحاديث رسوله المختار،تذكرة الموضوعات، المغني في أسماء الرجال، وغیرہ ہیں۔علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ الاعلام (2\172) میں فرماتے ہیں: عالم بالحديث ورجاله. كان يلقب بملك المحدثين۔ آپ کی وفات 986ھ میں ہوئی۔ملاحظہ فرمائیں:الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام المسمى بـ(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر)4\409)

(2)(شیخ الاسلام بن فخر الدین بن محب اللہ بن نور اللہ ابن نور الحق بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں شرح صحيح البخارى بالفارسى، كشف الغطاء عمالزم على الأحياء للموتى، طرد الأوهام عن أثر الامام الهمام.وغیرہ ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر 6\733)

(3)(فتاوی عالمگیری کو جمع کرنے والے علماء میں نظام الدین ٹھٹھوی سندھی،نظام الدین برھانپوری وغیرہما علماء تھے)

(4)(عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الدین ابن عبد الحلیم الانصاری،لکھنوی،سہالوی۔آپ

(97) خاتمۃ المحققین علامہ غنیمی حنفی۔(1)

(98) فاضل سید احمد مصری طحطاوی حنفی۔(2)

(99) سیدی امین الدین محمد شامی حنفی محشیان شرح علائی۔(3)

= صاحب تصانیف ہیں جن میں شرح سلم العلوم مع المنهيات، العجالة النافعة في الإلهيات مع منهياته، فواتح الرحموت في شرح مسلم الثبوت، الأركان الأربعة في الفقه، وغیرہ ہیں آپ کی وفات 1225ھ میں ہوئی ۔ ملاحظہ فرمائیں: نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر 7\1021.1023)

(1) (احمد بن محمد بن علی، شہاب الدین الانصاری القاھری غنیمی حنفی ۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں حاشية على السنوسية، حاشية الغنيمي في التفسير ، بهجة الناظرين في محاسن أم البراهين، ارشاد الطلاب إلى لفظ لباب الاعراب، ابتهاج الصدور في بيان كيفية الاضافة والتثنية والجمع للمنقوص والممدود والمقصور وغیرہ ہیں ۔علامہ ابو المعالی ابن الغزی رحمۃ اللہ علیہ دیون الاسلام (3\391) میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں: الشيخ الإمام المحقق۔ آپ کی وفات 1044ھ میں ہوئی۔ وانظر: معجم المؤلفين 2\132)

(2) (احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی وقیل الطھطاوی، آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں كشف الرين عن بيان المسح على الجوربين، حاشية على شرح مراقي الفلاح، حاشية الدر المختار، وغیرہ ہیں آپ کی وفات 1231ھ میں ہوئی ، وانظر : الاعلام للزركلى 1\245)

(3) (محمد امین بن عمر بن عبد العزیز دمشقی شامی وھو الشيخ الإمام العالم العلامة، والجهبذ الفهامة، قطب الديار الدمشقية، وعمدة البلاد الشامية والمصرية. المفسر المحدث الفقيه النحوي اللغوي البياني العروضي الذكي النبيه. آپ صاحب تصانیف

(100) سیدی جمال بن عمر مکی حنفی (1) وغیرہم۔ برد اللہ تعالیٰ مضاجعھم

تنبیہ: فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے ان ائمہ سلف وعلمائے خلف سے صرف انہی اکابر کے اسمائے طیبہ گنے جن کے کلام میں خاص سماع و ادراک و علم وشعور اہل قبور کے نصوص قاہرہ یا دلائل باہرہ ہیں۔

پھران میں بھی حصر واستیعاب کا قصد نہ کیا کہ اس کی راہ میں بلاد شاسعہ وبراری واسعہ وجبال شاہقہ و بحار زاخرہ ہیں، بلکہ حاشا وہ بھی بالتمام (☆) ذکر نہ کئے جن کے اقوال ہدایت اشتمال اس وقت میرے سامنے جلوہ فرما ومتیسر حالت حاضرہ ہیں۔

فتلک مائة كاملة فيهم وفاء لقلوب عاقلة۔

(یہ مکمل سو ہیں جو اصحاب فہم کیلئے کافی ہیں)

= ہیں جن میں رد المحتار على الدر المختار، منحة الخالق على البحر الرائق، وحواشيه على شرح الملتقى للعلائي، وحواشيه على النهر الفائق، وحواشي على القاضي البيضاوي، وغیرہ ہیں ۔آپ نے 1252ھ میں وفات پائی۔ وانظر: الاعلام للزركلی: 42/6

(1) (جمال بن عمر المکی، حنفی ۔آپ صاحب تصانیف ہیں جن میں الفرج بعد الشدة في تاريخ جدة، فضائل النصف من شعبان، ونور الجمال على جواب السؤال في الفتاوى، وغیرہ ہیں ۔صاحب معجم المؤلفین (3\154) میں لکھتے ہیں: المفتي ورئيس المدرسين بمكة. آپ کی وفات 1284ھ میں ہوئی۔ وانظر: الاعلام للزركلی 2\135)

(☆) قولہ وہ بھی بالتمام ذکر نہ کئے ۔اقول اس دعویٰ کی صحت پر خود یہی رسالہ دلیل کافی ہے، ناظر اوّل تا آخر اس کے مقامات کو مطالعہ کرے گا تو ائمہ مذکورین کے سوا بہت علماء ومشائخ کے اسماء=

=دیکھے گا۔ میں اتمام کلام کو ان کے نام بھی شمار کرتا ہے اور عدد کو پونے دوسو نام تک پہنچاتا ہوں۔ متن میں سوائمہ سلف و خلف اور دس معتمدین کے اسماء گنائے کہ سب ایک سو دس ہوئے۔ آگے چلئے۔ من الصحابة و التابعين و اتباعهم

(111) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔

(112) حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا

(113) حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

(114) حضرت امام حسن مثنیٰ ابن حسن مجتبیٰ ابن مولیٰ مشکل کشا صلی اللہ علی سیدہم وبارک وسلم دائما ابدا

(115) افضل التابعین امام سعید بن المسیب

(116) حبان بن ابی جبلہ

(117) ابن مینا

(118) ابو قلابہ بصری

(119) سلیم بن عمیر

(120) عبداللہ بن ابن ابی نجیح مکی من العلماء والاولیاء من کلا النوعین المذکورین فی المتن

(121) امام محدث مفسر مجتہد ابن جریر طبری

(122) امام محدث اجل ابو محمد عبدالحق صاحب احکام کبریٰ واحکام صغریٰ

(123) امام ابو عمرو بن الصلاح محدث

(124) امام قاضی مجد دالشریعۃ کرمانی

(125) امام اجل ابوالبرکات عبداللہ نسفی صاحب تصانیف مشہورہ

(126) امام علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی صاحب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری

(127) علامہ ابن ملک شارح مشارق الانوار

(128) علامہ فضل اللہ بن الغوری حنفی

(129) امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی صاحب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق

(130) محمد بن محمد حافظ بخاری صاحب فصل الخطاب

(131) امام شہاب الدین شارح منہاج استاذ الاستاذ ابن حجر مکی

(132) حضرت سیدی علی قرشی قدس سرہٗ العرشی

(133) امام جلیل نور الدین ابو الحسن علی مصنف بہجۃ الاسرار

(134) امام مجد الدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی صاحب مختار واختیار

(135) صاحب مطالب المومنین

(136) صاحب خزانۃ الروایات

(137) صاحب کنز العباد، ہر سہ از مستندان متکلمین طائفہ

(138) علامہ اجہوری صاحب تصانیف کثیرہ

(139) علامہ زیادی

(140) علامہ داؤدی شارح منہج

(141) علامہ حلبی محشی درمختار

(142) شیخ احمد نخلی

(143) شیخ احمد شناوی

(144) شیخ احمد قشاشی ہر سہ محدثان مشائخ حدیث شاہ ولی اللہ

(145) مولانا ابراہیم کردی استاذ الاستاذ شاہ ولی اللہ صاحب

(146)مولانا ابوطاہر مدنی خاص استاذ شاہ ولی اللہ

(147)مولانا محمد بن حسین کتبی حنفی مکی

(148)مولانا حسین بن ابراہیم مالکی مکی

(149)مولانا شیخ الحرم احمد زین دحلان شافعی مکی مصنف سیرت نبویہ وردوہابیہ وغیرہما تصانیف علیہ

(150)مولانا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی

(151)مولانا عبدالجبار حنبلی بصری مدنی

(152)مولانا ابراہیم بن خیار شافعی مدنی

(153)عبد صالح ہاشم بن محمد

(154)اُن کے والد ماجد محمد عمری مدنی

(155)حضرت سید ابویزید بسطامی

(156)حضرت سیدی ابوالحسن خرقانی

(157)حضرت سیدی ابوعلی فارمدی

(158)حضرت سیدی ابوسعید خراز

(159)حضرت استاد امام ابوالقاسم قشیری

(160)حضرت عارف باللہ سیدی ابی علی

(161)حضرت سیدی ابراہیم بن شیبان

(162)حضرت سیدی ابویعقوب

(163)حضرت سیدی علی خواص شیخ امام شعرانی

(164)حضرت میر ابوالعلیٰ اکبرآبادی سردار سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ

(165) شاہ محمد غوث گوالیاری صاحب جواہر خمسہ

(166) مولانا وجیہ الدین علوی شیخ حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی

(167) حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی

(168) شیخ بایزید ثانی

(169) مولانا عبدالملک

(170) شیخ اشرف لاہوری

(171) شیخ محمد سعید لاہوری کہ ساتوں صاحب مشائخ شاہ ولی اللہ سے ہیں۔

(172) جناب شیخ مجدد الف ثانی

(173) شیخ عبدالاحد پیر سلسلہ مجددیہ

(174) شیخ ابوالرضا محمد جدِ شاہ ولی اللہ

(175) سید احمد بریلوی پیر میاں اسماعیل دہلوی کہ صراط مستقیم جن کی ملفوظات قرار دی گئی۔

یہ مجموعہ پونے دوسو ہوا۔ **من بعضهم صريح البيان و من بعضهم افادة البرهان و من بعضهم التقرير والإذعان و لبعضهم ليس الخبر كالعيان والحمد لله في كل حين و آن۔**

(بعض کا صریح بیان ہے بعض کی جانب سے افادۂ برہان ہے، بعض سے تقریر اور اذعان ہے اور بعض کا حال یہ ہے کہ خبر مشاہدے کی طرح نہیں، اور اللہ ہی کی حمد ہے ہر وقت اور ہر آن۔)

اور ہنوز اس کتاب میں اور باقی ہیں اور جو حصر واستیعاب کی طرف راہ کیا ہے بلکہ استقصائے تمام قدرت خامہ و وسعت کاغذ سے وراہے آخر نوع اوّل مقصد سوم میں ارشادان علماء سے مذکور ہوگا۔ کہ علم وسمع وبصر موتی پر تمام اہلسنت و جماعت کا اجماع ہے۔ تو آج تک جس قدر عمائد اہلسنت گزرے سب کے نام اسی فہرست میں اندراج کے قابل، پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کئی لاکھ ہے =

أولئک ساداتي فجئني بمثلهم إذا جمعتنا یا جریر المجامع(1)

یہ ہیں میرے سردار، پس تو ان کی مثل پیش کر، اے جریر! جس وقت مجمع ہمیں جمع کر دیں۔

والحمد للہ اوّلاً باطناً وظاھر اتمام الکلام بمسلك الإلزام

اول، آخر، ظاہر، باطن میں اللہ کی حمد ہے۔ الزام کے رنگ میں کلام تام کیا جا رہا ہے۔

اب انہیں لیجئے جن پر اعتماد مخالف کو ضرور

(1) شاہ ولی اللہ صاحب

(2) ان کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحب

(3) اُن کے فرزند ارجمند مولانا شاہ عبد العزیز صاحب

(4) اُن کے برادر مولانا شاہ عبد القادر صاحب

(5) اُن کے ممدوح جناب مرزا مظہر جانجاناں

(6) اُن کے مرید رشید قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی

(7) مولوی اسحاق صاحب دہلوی

= والحمد للہ رب العالمین۔ اور لطف یہ کہ ان مذکورین میں گنتی کے بعض ایسے ہیں جن کے دو ایک ظواہر کلمات سے وہابیہ اس مسئلہ میں استناد کرتے اور انہیں کے باقی اقوال کو پس پشت ڈال کر مقام تحقیق ومرام توفیق ونظام تطبیق اور موافق ومبائن جمہور کی تفریق سے محض غافل یا اغوائے عوام کو متغافل گزرتے ہیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط المستقیم۔ (اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔) ۱۲ امنہ دامت فیوضہ)

(1) (انظر: مختصر المعاني، تعریف المسند إلیه بالإشارة، 81، کراچی)

(8) اُن کے شاگرد نواب قطب الدین خاں دہلوی

(9) مولوی خرم علی صاحب بلہوری۔

تجاوز الله عنا و عن کل من صح إیمانه فی النشاتین و رحم کل من یشهد صدقا بالشهادتین۔

اللہ درگزر فرمائے ہم سے اور ہر اُس شخص سے جس کا ایمان دونوں نشاتوں میں صحیح ہے اور اُن سب پر رحم فرمائے جو سچائی سے دونوں شہادتوں کی گواہی دینے والے ہیں۔

(10) ان سب سے قوی مجتہد نومیاں اسماعیل دہلوی۔

والله الهادی إلی منهج السوی وهو المستعان علی کل غوی ولا حول ولا قوة إلا بالله الغالب العلی۔

واضح ہو کہ ارشادات علیہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین مقصدِ احادیث میں مذکور ہوئے کہ حدیث اصطلاح (☆) محدثین میں انہیں بھی شامل۔

(☆) (علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ مصطلحات الحدیث میں فرماتے ہیں: "الحَدِیث أعم من أن یکون قول الرَّسُول صلی الله عَلَیهِ وَسلم أَو الصَّحَابِیّ أَو التَّابِعِیّ وفِعلهم وتقریرهم"۔ (الدیباج المُذَهَب في مصطلح الحدیث ص 6)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابی و تابعی سب کے قول، فعل اور تقریر کو شامل ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وَقَالَ الطِّیبِیُّ: الْحَدِیثُ أَعَمُّ مِنْ أَنْ یَکُونَ قَوْلَ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابِیِّ وَالتَّابِعِیِّ وَفِعْلَهُمْ وَتَقْرِیرَهُمْ.
(تدریب الراوي، 1\42، وفي نسخة 34)

یعنی امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابی و تابعی سب کے قول، فعل اور تقریر کو شامل ہے۔

مع ھذا امورِ قبر واحوال ارواح مفارقہ میں رائے کو دخل نہیں تو یہاں (☆) موقوف بھی مرفوع میں داخل۔

(☆) امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی از جوزہ مسمی بالتثبیت عند التشبیت میں فرماتے ہیں:
يكور السؤال للأنام في ماروو افی سبعة أيام كذارواه أحمد بن حنبل في الزهد عن طاؤس البحر العلى۔ وحكمة الرفع كما قد قالوا إذ ليس للرأى فيه مجال وليس للقياس فی ذا الباب من مدخل عند ذوی الإلباب وإنما التسليم فيه اللائق والانقياد حيث أنباء الصادق۔ ۱۲ منہ۔

روایت محدثین کے مطابق مخلوق نے سوال سات دنوں کے اندر مکرر ہوگا۔ امام احمد بن حنبل نے زہد میں تبحر بلند رتبہ تابعی امام طاؤس سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔ وہ حسب ارشاد علماء مرفوع کے حکم میں ہے، اس لئے کہ اس بارے میں رائے کا گزر نہیں۔ اور قیاس کا اس باب میں ارباب عقول کے نزدیک کوئی دخل نہیں۔ جب صادق نے خبر دی ہے تو اس میں تسلیم وقبول اور تابعداری ہی مناسب ہے۔

(انظر: الحاوي للفتاوى، طُلُوعُ الثُّرَيَّا بِإظْهَارِ مَا كَانَ خَفِيًّا 2\215.222.223)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ الْعَرَبِيِّ فِي " الْقَبَسِ : " إِذَا قَالَ الصَّحَابِيُّ قَوْلًا لَا يَقْتَضِيهِ الْقِيَاسُ، فَإِنَّهُ مَحْمُولٌ عَلَى الْمُسْنَدِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ كَالْمُسْنَدِ. انْتَهَى ". (فتح المغيث 1\162)

علامہ ابن عربی نے القبس میں کہا: جب صحابی کوئی ایسی بات کہے قیاس جس کا تقاضا نہ کرتا ہو تو وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف مسند پر محمول ہے اور امام مالک اور امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ مسند کی مثل ہے۔

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ==

ہاں بعض اقوال تابعین مثل بلال بن سعد اس مقصد سوم میں مذکور ہوئے اور اس کی وجہ اقوال باب سے مناسبت، جس طرح مثلاً امام سفیان کا قول، ایسے ہی تناسب کے سبب اقوال تابعین کے ساتھ منقول ہوا۔

اب بقیہ حضرات کے کلمات وطیبات واقوال وتصریحات اگر بوجہ استیعاب لکھئے پھر دفتر ہوتا ہے لہذا صرف تین سو قول پر اقتصار کرتا ہوں۔ علمائے صنف اوّل کے دوسو (200) اور اہل صنف دوم کے سو (100) کہ دیدۂ انصاف صاف ہو تو اتنے کیا کم ہیں۔

ع..... درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

(اگر خانۂ عقل میں شعور ہو تو اشارہ ہی کافی ہے)

== "أَدْخَلْنَا هَذَا فِي كِتَابِنَا لِأَنَّ مِثْلَهُ لَا يُقَالُ مِنْ جِهَةِ الرَّأْيِ وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ تَوْقِيفًا لِأَنَّ هَذَا لَا يُدْرَكُ بِنَظَرٍ وَإِنَّمَا فِيهِ التَّسْلِيمُ مَعَ أَنَّهُ قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم من وُجُوهٍ وَمِنْ شَرْطِنَا أَنَّ كُلَّ مَا يُمْكِنُ إِضَافَتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مما قد ذكره ملك فِي مُوَطَّئِهِ ذَكَرْنَاهُ فِي كِتَابِنَا هَذَا وَبِاللهِ عَوْنُنَا وَتَوْفِيقُنَا لَا شَرِيكَ لَهُ". (التمهيد 7\252)

اس بات کو ہم نے اپنی کتاب میں داخل کیا اس لئے کہ اس جیسی بات رائے سے نہیں کہی جا سکتی اور ضروری ہے کہ یہ توقیف ہو کیونکہ یہ نظر سے ادراک نہیں کی جا سکتی، نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کئی وجوہ سے ثابت ہونے کے باوجود اس میں صرف تسلیم ہی ہے اور ہماری شرط یہ ہے کہ ہر وہ جس کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف کرنا ممکن ہو ان میں سے جسے امام مالک نے اپنے موطا میں ذکر کیا ہم بھی اسے اپنی اس کتاب میں ذکر کریں گے۔ ہماری مدد اور ہماری توفیق اللہ کے ساتھ، جس کا کوئی شریک نہیں۔ ==

تنبیه: عدت قول، جدت مقول یا تعد د قائل سے ہے ،ابتداءً خواہ تقریراً اور درصورتِ اخیر ہر عالم کی عبارت جُدا جُدا لکھنا باعث طول۔

لہذا انہیں ایک ہی سرخی میں گن کر اسامی علماء پر ہندسہ لگا دیا جائے گا۔

یہ مقصد بھی مثل اپنے دو برادر پیشین کے دو نوع پر منقسم ,, واللہ سبحانہ هو الموفق للحق والصواب فی کل مھم،،

اور اللہ تعالیٰ ہی ہر مہم میں حق وثواب کی توفیق دینے والا ہے.

=قلت: صحابی کے موقوف قول کی دو حالتیں ہیں ایک ایسا قول کہ جس میں رائے وقیاس کو عمل دخل نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ اس میں رائے وقیاس کو عمل دخل ہو۔ پس اگر اس قول میں رائے، قیاس واجتہاد کو اصلا عمل دخل نہیں ہے تو وہ مرفوع کے حکم میں ہوگی الا یہ کہ وہ صحابی اسرائیلی علماء سے روایات اخذ کرنے والے ہوں تو اس پر مرفوع کا حکم جاری نہیں ہوگا کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے وہ بات اسرائیلی روایات سے لی ہو۔

نوعِ اوّل

اقوال علماءِ سلف وخلف میں، ایک تمہید اور پندرہ فصل پر مشتمل

تمہید اس میں کہ روحیں موت سے نہیں مرتیں

(1) ابن عساکر تاریخ دمشق میں محمد بن وضاح سے راوی (جو کہ مالکی آئمہ میں سے ہیں) امام اجل سحنون بن سعید قدس سرہٗ سے کہا گیا ایک شخص کہتا ہے کہ بدن کے مرنے سے روح بھی مرجاتی ہے۔ فرمایا:

"معاذ الله هذا من قول أهل البدع"۔ خدا کی پناہ یہ بدعتیوں کا قول ہے۔(1)

(2) امام ابن امیر الحاج خاتمہ حلبہ میں دربارہ فوائد غسل میت فرماتے ہیں: "إذا اعتنى المولى بتطهير جسد ☆ يلقى فى التراب تنبه العبد إلى تطهير ما هو باق، وهو النفس، فإنه لا يفنى ☆ عند أهل السنة والجماعة"۔ (2)

---

(1) (أخرجه محمد بن فتوح الأزدي في جذوة المقتبس في ذكر ولاة الأندلس 94، ومن طريقه أبو جعفر الضبي في بغية الملتمس في تاريخ رجال أهل الأندلس 134، وابن عساكر فى تاريخ دمشق، في ترجمة محمد بن وضاح 56\180، وذكره السيوطى فى شرح الصدور، خاتمة في فوائد تتعلق بالروح 324، والزرقاني في شرح المواهب 1\491، والشوكاني بحث في مستقر أرواح الأموات (الفتح الرباني) 2\655۔ في سنده أحمد بن خليل لم أقف على ترجمته وبقية رجاله ثقات۔

☆(فی، الف، ب، ح، ر، فر: جسد، لكن في الحلية: جسده۔ وأيضاً ذكر كلهم: فإنه لا يفنى، وفي الحلبة: فإنها تفنى عند أهل السنة والجمهور۔ بدون "لا" وهو الكلام غير مستقيم لأنه مذهب أهل السنة: أن الأرواح لا تفنى۔ ==

یعنی جب بندہ دیکھے گا کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے ہم پر اس بدن کی تطہیر فرض کی جو خاک میں ڈالا جائے گا تو متنبہ ہوگا کہ اس کی تطہیر اور بھی ضرور ہے جو باقی رہنے والا ہے یعنی روح کہ اہلسنّت وجماعت کے نزدیک فنا نہیں ہوتی۔

(3) امام عزالدین (☆) بن عبدالسلام فرماتے ہیں کہ:

"لا تموت أرواح الحياة. بل ترفع إلى السماء حية". (1)

روحیں مرتی نہیں بلکہ زندہ آسمان کی طرف اُٹھالی جاتی ہیں۔

(4) امام جلال الحق والدین سیوطی شرح الصدور میں ناقل:

"باقية بعد خلقها بالاجماع". (2)

روحیں پیدائش کے بعد بالاجماع جاوداں رہتی ہیں۔

=(2)(حلبة المحلى شرح منية المصلى 2\596۔و قال خليل بن إسحاق ضياء الدين الجندي المالكي المصري (المتوفى: 776هـ)في التوضيح في شرح المختصر الفرعي لابن الحاجب ، الجنائز 2\126: لأنه إذا اعتنى المولى بتطهير جسد فإن في التراب تنبه العبد إلى ما هو باق؛ وهو النفس. و منها إعلام العبد بالاعتناء به لأنه إذا اعتنى بتطهير الجسد الفاني فلأن يعتني بتطهير النفس من باب أولى.

(☆)(نقله في شرح الصدور عن أماليه١٢منه)

(1)(ذكره السيوطي فيشرح الصدور، 322،وعزاه إلى عز الدين بن عبد السلام)

(2)(ذكره السيوطي في شرح الصدور 224،وعزاه إلى ابن القيم في الروح 117)

☆ امام ابوعبداللہ محمد بن علی بن عمر تمیمی مازری مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 536ھ فرماتے ہیں:

"قال الشيخ أيده الله : إسلامه - صلى الله عليه وسلم يعني ا- يصح أن يكون حجةً لمن يقول: إن الأرواح باقية لا تفنى بفناء الأجسام". ==

(المعلم بفوائد مسلم، کتاب الطہارۃ 1\116)

☆امام ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

"وفیه دلیل علی مجازاۃ الأموات بالثواب والعقاب قبل القیامة ،وقد تری من هذا فی عذاب القبر . وفیه أن الأرواح باقیة لا تفنی ،فینعم المحسن و یعذب السیء کما جاء فی القرآن والآثار ،وهو مذهب أهل السنة ،خلافا لغیرهم من أهل البدع القائلین بفنائها ". (إکمال المعلم بفوائد مسلم 6\306 کتاب الامارة باب بیان أن الأرواح الشهداء في الجنة ---إلخ۔

☆امام ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 671ھ (المفهم لما أشكل من تلخیص کتاب مسلم، باب فضل القتل في سبیل الله تعالی) میں فرماتے ہیں:

"وقد حصل من مجموع الكتاب والسُّنه . أن الأرواح باقیة بعد الموت ، وأنها منعمة ،أو معذبة إلی یوم القیامة بعد الموت ".

☆امام نووی ابوزکریا یحیی بن شرف شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

"قال القاضی وفیه أن الأرواح باقیة لاتفنی فینعم المحسن ویعذب المسیء وقد جاء به القرآن والآثار وهو مذهب أهل السنة خلافا لطائفة من المبتدعة قالت تفنی" ۔(شرح صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فی بیان أن أرواح الشهداء فی الجنة، 2\136)

☆امام ابوالحسن علاء الدین علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ علیہ متوفی 741ھ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"لقوله ﷺ تسرح من الجنة حیث شاء ت وهو مذهب أهل السنة و فیه دلیل علی أن الأرواح باقیة لا تنفی بفناء الجسد لأن المحسن ینعم و یجازی بالثواب و أن المسیء یعذب و یجازی بالعقاب قبل یوم القیامة وهو مذهب أهل السنة ".
(تفسیر خازن 1\574 زیر آیت {ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله أمواتا} ==

(5) خود امام ممدوح اس امر کی تائید میں کہ شہداء کی زندگی صرف روحانی نہیں بلکہ روح وبدن دونوں سے ہے۔
ارشاد فرماتے ہیں:

☆ علامہ شرف الدین حسین بن محمد طیبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 743ھ فرماتے ہیں:

"قال القاضی عیاض: وفیه أن الأرواح باقية لا تفنى، فيتنعم المنعم ويعذب المسیء، وقد جاء به القرآن والآثار.[وزاد فی کتاب الجهاد] :خلافا لطائفة من المبتدعة" ـ (شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب مایقال عند من حضره الموت 3\366، و 7\333)

☆ امام ابوحیان الاندلسی محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ متوفی 745ھ لکھتے ہیں:

"وَمَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ: أَنَّ الْأَرْوَاحَ لَا تَفْنَى، وَأَنَّهَا بَاقِيَةٌ بَعْدَ خُرُوجِهَا مِنَ الْبَدَنِ. فَأَرْوَاحُ أَهْلِ السَّعَادَةِ مُنَعَّمَةٌ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ، وَأَرْوَاحُ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ مُعَذَّبَةٌ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ". (البحر المحیط فی التفسیر، سورۃ البقرۃ، 2\53)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی احمد بن علی بن محمد رحمۃ اللہ علیہ متوفی 852ھ لکھتے ہیں: "وَاسْتَدَلَّ بِهَا عَلَى أَنَّ الْأَرْوَاحَ بَاقِيَةٌ بَعْدَ فِرَاقِ الْأَجْسَادِ وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ السُّنَّةِ " ـ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ 4\299، وفی نسخة: 3\233)

☆ علامہ ابن حجر ہیتمی احمد بن محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

"وَاتفقَ الْمُسلمُونَ على أَن الْأَرْوَاح بَاقِيَة غير فانية إِمَّا فِي نعيم مُقيم، وَإِمَّا فِي عَذَاب أَلِيم.. " ـ (الفتاوی الحدیثیة، مطلب هل الموت وجودی أم عدمی، 121)

☆ علامہ ملا علی قاری علی بن سلطان محمد رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

"وَقَالَ الْقَاضِي عِيَاضٌ: وَفِيهِ أَنَّ الْأَرْوَاحَ بَاقِيَةٌ لَا تَفْنَى فَيُنَعَّمُ الْمُحْسِنُ، وَيُعَذَّبُ الْمُسِيءُ بِهِ الْقُرْآنُ وَالْآثَارُ اهـ [وزاد فی الجهاد]: خِلَافًا لِطَائِفَةٍ مِنَ الْمُبْتَدِعَةِ " ـ=

"لو کان المراد حیاۃ الروح فقط، لم یحصل له تمیز عن غیرہ لمشارکة سائر الاموات له فی ذلك، ولعلم المؤمنین بأسرهم حیاۃ کل الأرواح فلم یکن لقوله تعالی{وَلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ}". (1)

یعنی اگر آیت کریمہ میں حیاتِ شہید سے صرف زندگی روح مراد ہوتی تو اس میں اس کی کیا خصوصیت تھی۔ یہ بات تو ہر مُردے کو حاصل ہے اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ سب کی روحیں بعد موت زندہ رہتی ہیں حالانکہ حیات شہداء کی نسبت آیت میں فرمایا کہ تمہیں خبر نہیں۔ یہاں سے اجماع صحابہ ثابت ہوا۔

=(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح 4\99، و 7\339)

(1) (ذکرہ السیوطی فی شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتی بزوارھم ورؤیتھم لھم، 205)

فصل اوّل

موت صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے نہ کہ معاذ اللہ جماد ہو جانا۔

قول (1)

امام ابونعیم حلیہ میں بلال (☆) بن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے راوی کہ اپنے وعظ میں فرماتے:

"يَا أَهْلَ الْخُلُودِ، يَا أَهْلَ الْبَقَاءِ، إِنَّكُمْ لَمْ تُخْلَقُوا لِلْفَنَاءِ، وَإِنَّمَا خُلِقْتُمْ لِلْخُلُودِ وَالْأَبَدِ، وَلَكِنَّكُمْ تُنْقَلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ "(1)

اے ہمیشگی والو! اے بقا والو! تم فنا کو نہ بنے بلکہ دوام و ہمیشگی کیلئے بنے ہو، ہاں ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہو۔

(☆) تابعی جلیل، عابد، فاضل، ثقہ، رجال نسائی وغیرہ سے ۱۲ منہ

بلال بن سعد بن تمیم السکونی الاشعری الشامی الدمشقی، ابوعمرو وقیل ابوزرعہ۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن الکبری، کتاب المواعظ 10\405.406 میں ان سے روایات لی ہیں۔ امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تابعی ثقہ ہے، ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ثقہ ہے، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ان کے متعلق عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی کی ایک روایت میں ہے کہ یہ ایک دن اور رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے، آپ اہل شام کے واعظ و عالم تھے۔ آپ کی وفات 120ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں (کتاب الثقات لابن حبان 4\66، الثقات للعجلی 86، تهذيب الكمال 4\291.293، وسير أعلام النبلاء 5\90، تهذيب التهذيب 1\503، وغیرھم)

(1) (أخرجه ابن المبارك في الزهد 167 (485)، وأبى عبد الله الصوري في الفوائد

= = العوالي المؤرخة من الصحاح والغرائب (23)، 385، وأبو نعيم في الحلية الأولياء 5\229، والبيهقي في الزهد الكبير 1\212.213 (537)، وابن عساكر في تاريخ دمشق 10\490.492، والمزي في تهذيب الكمال 4\294، والذهبي في السير أعلام النبلاء 5\90.91، من طرق عن الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عن بِلَالَ بْنَ سَعْدٍ۔۔۔إلخ . ذكره السيوطي في شرح الصدور ,باب فضل الموت 12، وعزاه إلى أبو نعيم، وأبو الشيخ في تفسيره۔

سنده في الزهد: أَخْبَرَكُمْ أَبُو عُمَرَ بْنُ حَيَوَيْهِ، وَأَبُو بَكْرٍ الْوَرَّاقُ قَالَا: أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ سَعْدٍ، يَقُولُ فِي مَوَاعِظِهِ۔۔۔إلخ۔

(1) ابوعمر بن حیویۃ، اس کا نام محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن یحی بن معاذ ہے امام خطیب بغدادی نے کہا کہ ثقہ ہے اور برقانی نے کہا کہ ثقہ ثبت حجت ہے ,,لسان المیزان 5\214،، تاریخ بغداد 3\121۔ اوراس کا متابع ابوبکر محمد بن اسماعیل الوراق بھی ہے۔

(2) یحی بن محمد بن صاعد بن کاتب، ابوجعفر ہے اور جس کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں حافظ امام ثقہ ہے اور دارقطنی نے کہا کہ ثقہ ثبت حافظ ہے (تذکرۃ الحفاظ 2\776)

(3) حسین بن حسن۔ میں اس ترجمہ پر مطلع نہیں ہو سکا۔

لیکن اس کے متابع موجود ہیں جو کہ ثقہ ہیں

(۱) امام احمد بن حنبل جو کہ ثقہ امام ہیں۔ (۲) اور دحیم یہ بخاری کے راوی ہیں۔

(4) ولید بن مسلم

یہ بھی ثقہ اور بخاری کے راوی ہیں گو کہ مدلس ہیں لیکن یہاں تحدیث کی صراحت موجود ہے

(5) امام اوزاعی عبدالرحمن بن عمرو۔ ثقہ امام اور بخاری کے راوی ہیں۔

اوران کا متابع عبدالرحمن بن یزید بن تمیم ہے جو کہ ضعیف ہے لیکن اس کے ضعف کی وجہ سے اس

روایت پر کوئی اثر نہیں پڑھتا کیونکہ اوزاعی ثقہ آئمہ میں سے ہیں۔

البتہ عبد الرحمن بن یزید بن تمیم کی روایت میں یہ زیادتی ہے,, ---- كَمَا نُقِلْتُمْ مِنَ الْأَصْلَابِ إِلَى الْأَرْحَامِ، وَمِنَ الْأَرْحَامِ إِلَى الدُّنْيَا، وَمِنَ الدُّنْيَا إِلَى الْقُبُورِ، وَمِنَ الْقُبُورِ إِلَى الْمَوْقِفِ، وَمِنَ الْمَوْقِفِ إِلَى الْخُلُودِ فِي الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ۔

(أخرجه أحمد في الزهد 312 (2274)، وابن المبارك في الزهد 167 (486)، ومحمد بن علی الصوری في الفوائد المنتقاة العوالي (22)، وفي حديث ابي الفضل الزهري (377)، تاريخ دمشق 10\491.492۔

یعنی جیسا کہ تم اصلاب سے ارحام کی طرف منتقل ہوئے اور ارحام سے دنیا کی طرف اور دنیا سے قبور کی طرف اور قبور سے میدان محشر کی طرف پھر جنت یا جہنم میں داخل ہو گے۔

اور یہی روایت حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے: جیسا کہ دیلمی نے فردوس الاخبار 5\297 (8237) میں روایت کیا: یا اهل الخلود، و یا اهل البقاء، انکم لکم تخلقوا للفناء، و انما تنتقلون من دارٍ الی دار........ الخ)

یعنی اے ہمیشگی والو! اور اے بقا والو! تم فناء کے لئے پیدا نہیں کیے گئے بلکہ تم ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف چلے جاتے ہو۔

اور عمرو بن دینار فرماتے ہیں عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: ,,---- إِنَّمَا خُلِقْتُمْ لِلْأَبَدِ، وَلَكِنَّكُمْ تُنْقَلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ .

(أخرجه ابن ابی الدنيا في الزهد (363) وابو نعيم في الحلية 5\287)

اور سفیان بن عیینہ حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں:

"لِلْأَبَدِ خُلِقْتُمْ، وَلَكِنْ تُنْقَلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ" . (حلية الاولياء 7\287)

یعنی تم ہمیشہ کے لئے پیدا کیے گئے ہو لیکن تم ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہو۔

قول (2)

شرح الصدور میں ہے:

"قَالَ الْعُلَمَاءُ: الْمَوْت لَيْسَ بِعَدَمٍ مَحْضٍ وَلَا فَنَاءٍ صِرْفٍ، وَإِنَّمَا هُوَ انْقِطَاعُ تَعَلُّقِ الرُّوحِ بِالْبَدَنِ وَمُفَارَقَة، وَحَيْلُولَةٌ بَيْنَهُمَا، وَتَبَدُّلُ حَالٍ وَانْتِقَالٌ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ".(1)

علماء نے فرمایا موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض نیست و نابود ہو جائے بلکہ وہ تو یہی روح و بدن کے تعلق چھوٹنے اور ان میں حجاب و جدائی ہو جانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانا کا نام ہے۔

---

(1)(ذکرہ السیوطي في شرح الصدور 12، بشری الکئیب بلقاء الحبیب 2)

امام ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 543ھ نے اپنی تفسیر أحکام القرآن 2\384، والقبس فی شرح موطأ مالک بن أنس 1\430 میں فرمایا: "وَحَقَّقْنَا أَنَّ الْمَوْتَ لَيْسَ بِعَدَمٍ مَحْضٍ، وَلَا فَنَاءٍ صِرْفٍ، وَإِنَّمَا هُوَ تَبَدُّلُ حَالٍ، وَانْتِقَالٌ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ..."۔

امام ابوعبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ,, سورۃ الانفال: 11 ،، کے تحت حدیث قلیب بدر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وَفِي هَذَا مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمَوْتَ لَيْسَ بِعَدَمٍ مَحْضٍ وَلَا فَنَاءٍ صِرْفٍ، وَإِنَّمَا هُوَ انْقِطَاعُ تَعَلُّقِ الرُّوحِ بِالْبَدَنِ وَمُفَارَقَتُهُ، وَحَيْلُولَةٌ بَيْنَهُمَا، وَتَبَدُّلُ حَالٍ وَانْتِقَالٌ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ". (الجامع لأحکام القرآن 7\377)

وَقَالَ القرطبی فِي التَّذْكِرَةِ (212) فِي حَدِيثِ الصَّعْقَةِ نَقْلًا عَنْ شَيْخِهِ: الْمَوْتُ لَيْسَ بِعَدَمٍ مَحْضٍ، وَإِنَّمَا هُوَ انْتِقَالٌ مِنْ حَالٍ إِلَى حَالٍ، وَيَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ أَنَّ الشُّهَدَاءَ بَعْدَ قَتْلِهِمْ وَمَوْتِهِمْ أَحْيَاءٌ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ مُسْتَبْشِرِينَ، وَهَذِهِ صِفَةُ الْأَحْيَاءِ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا كَانَ هَذَا فِي الشُّهَدَاءِ فَالْأَنْبِيَاءُ أَحَقُّ بِذَلِكَ وَأَوْلَى۔

تنبیہ: تعلق چھوٹنے کے یہ معنی کہ وہ علاقہ معہودہ جو عالم حیات میں تھا، جاتا رہا اور اسی طرح حجاب وجدائی ہو جانے سے یہ مراد کہ ویسا اتصالِ تام باقی نہیں، ورنہ مذہب اہلسنّت میں روح کو بعد موت بھی بدن سے ایک تعلق و اتصال رہتا ہے۔ جیسا کہ فصولِ آئندہ کے اقوال کثیرہ میں آئے گا، ان شاء اللہ تعالی۔

قول(3)

جامع البرکات میں فرمایا:

موت عدم محض نیست چنانچکہ دہریان و طبعیان گویند بلکہ انتقال است از حالے بحالے و از دارے بدارے(1)	موت نیست و نابود ہو جانے کا نام نہیں جیسا کہ دہریہ اور طبعیین کہتے ہیں بلکہ ایک حال سے دوسرے حال اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جانے کا نام ہے۔

قول(4)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں فرمایا:

اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست۔(2)	اولیاء اس دار فانی سے دار بقا میں منتقل کر دیئے جاتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے یہاں زندہ ہیں، انہیں رزق ملتا ہے اور خوشحال رہتے ہیں اور لوگوں کو اس کی خبر نہیں۔

(1)(جامع البرکات۔۔۔ (2)(اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء 3\402)

قول (5)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرمایا:

"لَا فَرْقَ لَهُمْ فِي الْحَالَيْنِ، وَلِذَا قِيلَ: أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ لَا يَمُوتُونَ وَلٰكِنْ يَنْتَقِلُونَ ☆ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ" (1)

اولیاء کی دونوں حالت حیات و ممات میں اصلاً فرق نہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔

روایت مناسبہ (☆)

امام عارف باللہ اُستاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ اپنے رسالہ میں بسندِ خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس اللہ سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا، جب میں نے اس کی طرف نظر کی مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا:

"يَا أَبَا سعيد أما علمت أَن الأحباء أَحيَاء وَإِن مَاتُوا وَإِنَّمَا ينقلون ☆ من دَار إِلَى دَار" (2)

اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

☆ (في الف، ب، ح: ينقلبون۔ وفي ر، فر: ينتقلون كذافي المرقاة۔ والثاني: في الف، ب، ح: ينتقلون۔ وفي ر، فر: ينقلون كذافي الرسالة وشرح الصدور)

(1) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلوٰة، باب الجمعه، الفصل الثالث 414.415\3)

(☆) (هذه الأربعة بعدها كل ذلك في شرح الصدور ۱۲ منه)

(2) (الرسالة القشيرية، باب أحوالهم عند الخروج من الدنيا 475\2، وذكره عبد الحق=

روایت دوم

وہی عالی جناب! حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہٗ سے راوی، میں نے ایک فقیر کو قبر میں اُتارا، جب کفن کھولا اور اُن کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ ان کی غربت پر رحم کرے، فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا:

" يا أبا عَلِيّ أتذللنى ☆ بَيْنَ يدى من دللنى ☆". اے ابوعلی! مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اُٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی؟ فرمایا:

"بلى أنا حى و كل محب لِلهِ حَيٌّ ☆ لأنصرنك بجاهى غدا". (2) میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بے شک وہ وجاہت وعزت جو مجھے روز قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا۔

= = في العاقبة، الباب الرَّابع فِي الثَّناء الحسن على الْمَيّت وَالثناء السوء، 161، والسيوطي في شرح الصدور، بَاب زِيَارَة الْقُبور ـــ 207.208، وفي نسخة 279۔)

☆(فى ألف، ب، ح: تذللنى۔ وفي ر، فر: أتذللنى كذا في الرسالة۔ والثاني: فى ألف، ب، ح: يدللنى۔ وفي ر، فر: من دللنى كذا في الرسالة۔ وفي شرح الصدور: يَا أَبَا عَلِيّ لَا تذللني بَين يَدي من يدللني)

☆(في ألف: و كل محب الله حي نصرتک، وهو تصحيف۔ وفي ب، ح: و كل محب لأنصرنک، ساقط فيه: لله حي۔ وفي فر: و كل محب الله حي لا يضرنک۔ وفي ر: و كل محب لله حي لا يضرنک غدا بجاهى، كذا في الرسالة۔

(2) (الرسالة القشيرية 2\474، وانظر: طبقات الشافعية الكبرى للسبكي 3\50=

روایت سوم

وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ سے راوی، میرا ایک مرید جوان مرگیا، مجھے سخت صدمہ ہوا، نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا جانِ پدر! توسچا ہے مجھ سے غلطی ہوئی۔(1)

روایت چہارم

وہی امام حضرت ابویعقوب سوسی نہر جوری قدس سرہٗ سے راوی، میں نے ایک مرید کو نہلانے کیلئے تختہ پرلٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑلیا۔

میں نے کہا جان پدر! میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے، لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔(2)

روایت پنجم

جناب ممدوح انہی عارف موصوف سے راووی، مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا پیرومرشد! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔

حضرت! یہ اشرفی لیں آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں۔

جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی میں نے قبر میں اُتارا، آنکھیں کھول دیں۔

==وطبقات الأولیاء لابن الملقن 52، وشرح الصدور 208)

(1)(الرسالة القشیریة، المعرفة باللہ 2\549.548، وانظر: شرح الصدور 208)

(2)(الرسالة القشیریة، 2\548، وانظر: شرح الصدور 208)

میں نے کہا: موت کے بعد زندگی کہاں؟ فرمایا:

"أنا حی و کل محب لِلّٰہِ حی". (1)

میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے۔

اس قسم کی صدہا روایات کلمات ائمہ کرام میں مذکور

" وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ". (2) اور خدا جسے نور نہ دے اس کیلئے کوئی نور نہیں۔

(1) (الرسالۃ القشیریۃ، 2\549، وانظر: شرح الصدور 208)

(2) (سورۃ النور: 40)

فصل دوم

موت سے رُوح میں اصلاً تغیر نہیں آتا اور اس کے علوم وافعال (☆) بدستور رہتے ہیں بلکہ زیادہ ہوجاتے ہیں۔ پھر جمادیت کیسی اور اثبات تخصیص ادراک، ذمہ مخصص۔

قول (6) امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

"النفس باقية بعد موت البدن عالمة بإتفاق المسلمين بل غير المسلمين من الفلاسفة وغيرهم ممن يقول ببقاء النفوس يقولون بالعلم بعد الموت ولم يخالف فى بقاء النفوس إلا من لا يعتد به اهملتقطا"۔(1)

یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی اور علم وادراک رکھتی ہے۔ بلکہ فلاسفہ وغیرہم کفار بھی جو بقائے ارواح کے قائل ہیں وہ بھی موت کے بعد علم مانتے ہیں اور بقائے روح میں کسی نے خلاف نہ کیا مگر ایسوں نے جو کسی گنتی شمار میں نہیں ہیں۔

(☆) امام سیوطی شرح الصدور میں مذہب اہلسنت کتاب الروح سے یوں نقل فرماتے ہیں:

"أن الروح (وفي شرح الصدور: الأرواح) ذات قائمة بنفسها تصعد وتنزل وتتصل وتنفصل وتذهب وتجيء وتتحرك وتسكن وعلى هذا أكثر من مائة دليل مقررة"۔

یعنی روح ایک مستقل ذات ہے کہ چڑھتی اُترتی ملتی جدا ہوتی آتی جاتی حرکت کرتی ساکن ہوتی ہے اور اُس پر سو سے زیادہ دلائل ثابت ہیں۔ ۱۲ منہ۔

(ذكره السيوطى فى شرح الصدور، فوائد تتعلق بالروح، 326، وفي نسخة: 422، وفي كتاب الروح لابن القيم 124.125)

(1) (شفاء السقام، الفصل الثانى فى الشهداء 210) ==

امام ابوالحسن تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 756ھ سے اس بارے میں سوال ہوا: ,,ما تقول السادة العلماء في الأرواح هل تفنى كما تفنى الأجسام أو لا؟ تو آپ نے تفصیلا جواب دیتے ہوئے لکھا: " فهذا ما يجب اعتقاده واستقر الشرائع والكتب المنزلة وآيات القرآن والأخبار المتكاثرة التي لا يمكن تأويلها ويقطع بالمراد منها ما يدل على بقاء النفوس بعد مفارقة البدن ولا يشك في ذلك أحد من أهل الإسلام لا عالم ولا عامي بل زادوا على ذلك وادعوا إطلاق القول بحياة جميع الموتى ونقل جماعة من المتقدمين الإجماع على ذلك وقالوا في قوله تعالى ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله الآية إن هذا ليس خاصا بمن يقتل في سبيل الله وإنما قصد بالآية الرد على الكفار القائلين بعدم البعث وأن بالموت يفنى الإنسان بالكلية ولا يبقى له أثر من إحساس ونحوه فرد الله عليهم ولكن حياة الموتى مختلفة فحياة الشهيد أعظم وحياة المؤمن الذي ليس بشهيد دونه وحياة الكافر لما يحصل له من العذاب دونه والكل مشتركون في الحياة ومنهم من يبلى جسده ومنهم من لا يبلى والأرواح كلها باقية هذا دين الإسلام ولو تتبع الإنسان آيات القرآن وأحاديث النبي صلى الله عليه وسلم الدالة على ذلك لبلغت مبلغا عظيما ولا حاجة إلى التطويل في ذلك فإنه معلوم من دين الإسلام بالضرورة وإنما اختلف علماء الإسلام في أمور أخرى جزئية تتعلق بذلك منها رجوع الروح إلى البدن بعد الدفن وقد ورد في ذلك حديث جيد في مسند الطيالسي وغيره وضعفه ابن حزم بأن في سنده المنهال بن عمرو وهذا التضعيف غير مقبول فإن المنهال أخرج له البخاري ومنها الأرواح عند أقبية القبور وإن أرواح المؤمنين في السماء وأرواح الكفار تحت الأرض وقد ورد في ذلك أحاديث ومنها أن بعض الأرواح هل هي الآن في الجنة كأرواح الأنبياء والشهداء وهذه مسائل يطول النظر فيها وليس هذا موضع ذكرها لأنه لم يسأل عنه ومنها أن الأرواح قولنا ببقائها=

قول (7)

تفسیر بیضاوی میں ہے:

"فيها دلالة على أن الأرواح جواهر قائمة بأنفسها مغايرة لما يحس به من البدن تبقى بعد الموت دراكة، وعليه جمهور الصحابة والتابعين، وبه نطقت الآيات والسنن"۔ (1)

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات ہیں، یہ بدن جو نظر آتا ہے اس کے سوا اور چیز ہیں موت کے بعد اپنے اُسی جوش ادراک پر رہتی ہیں جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے اور اُسی پر آیات و احادیث ناطق۔

قول (8) امام غزالی احیاء میں فرماتے ہیں:

=هل يحصل لها عند القيامة فناء ثم تعادلت وفى بظاهر قوله كل من عليها فان أو لا بل يكون هذا مستثنى هذا لم أر فيه نقلا والأقرب أنها لا تفنى وأنها من المستثنى كما قيل في الحور العين والله أعلم۔ (فتاوی السبكی 5\136، وفي نسخة: 2\637.638)

(1) (تفسير البيضاوى، سورة البقرة: الآية 154، 1\117۔ والبيضاوي معه حاشية الشهاب 2\427، والبيضاوي معه حاشية محيّ الدين شيخ زاده 2\393، وانظر: تفسير أبى السعود إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم 1\180، والسراج المنير في الإعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير 1\105، وفيض القدير شرح الجامع الصغير 4\180، فتح البيان في مقاصد القرآن 1\318)

امام ابوالقاسم حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی متوفی 502ھ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فدل ذلك أن الأرواح أحياء تُثاب وتُعاقب قبل أن تُعاد إلى الأجسام يوم القيامة" (تفسير الراغب الأصفهاني، سورة البقرة الآية 169، 3\979)

" لَا تظن أَن الْعلم يفارقك بِالْمَوْتِ فالموت لَا يهدم مَحل الْعلم أصلا وَلَيْسَ الْمَوْت عدما [محضا] حَتَّى تظن انك اذا عدمت عدمت صِفَتك". (1)

یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہو جائے گا کہ موت محل علم یعنی روح کا تو کچھ نہیں بگارتی۔ نہ وہ نیست و نابود ہو جانے کا نام ہے کہ تو سمجھے جب تو نہ رہا تیرا وصف یعنی علم وادراک بھی نہ رہا

قول(9.10)

امام نسفی عمدۃ الاعتقاد، پھر علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

الروح لا يتغيرِ بالموت. (2)

مرنے سے روح میں کچھ تغیر نہیں آتا۔

قول(11) علامہ تورپشتی فرماتے ہیں:

"الرّوح الإنسانية المتميزة الْمَخْصُوصَة ☆ بالادراكات بعد

فراق بدن کے بعد بھی روح انسانی متمیز و مخصوص بہ ادراکات ہے۔

---

(1)(التيسير بشرح الجامع الصغير، بحواله الغزالی، 429\2)

امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 505ھ لکھتے ہیں: "ويدل على أن الموت ليس عبارة عن انعدام الروح وانعدام إدراكها آيات وأخبار كثيرة ---وهذا نص صريح على أن الموت معناه تغير حال فقط ---"۔(إحياء علوم الدين 4\527، وانظر: إتحاف السادة المتقين 14\301.303)

(2)(الحديقة الندية، الباب الثانی فی الامور المهمة في الشريعة، وأولهم آدم أبو البشر 1\290، وانظر: روح البيان، سورة الأنبياء 5\478)

☆ (فی ألف، ب، ح، فر: متميزة مخصوصة، بدون ألف لام ـ وفي ر: المتميزة المخصوصة كذافي التيسير وغيره ـ وفي الميسر: المخصوصة المميزة)

مُفَارقَة الْبدن". نقله المناوی(1)

قول(12)

علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں ہے:

"الْمَوْت لَيْسَ بِعَدَمٍ مَحْض والشعور بَاقٍ حَتَّى بعد الدّفن" (2)

موت بالکل عدم نہیں اور شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی۔

قول(13) اُسی میں ہے:

"ان الرّوح اذا انخلعت من هَذَا الهيكل وانفكت من الْقُيُود بِالْمَوْتِ تجول إِلَى حَيْثُ شَاءَت"۔(3)

بے شک روح جب اس قالب سے جدا اور موت باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولان کرتی ہے۔

قول(14)

شرح الصدور میں منقول کہ دلائل قرآن وحدیث لکھ کر کہا:

---

(1)(الميسر في شرح مصابيح السنة للتوربشتی، كتاب الجهاد 876\3، ونقل عنه في فتوح الغيب في الكشف عن قناع الريب (حاشية الطيبي على الكشاف) 343\4، وفي نواهد الأبكار وشوارد الأفكار (حاشية السيوطي على تفسير البيضاوي) 93\3، وفي التيسير بشرح الجامع الصغير 310\1، وفي التنوير شرح الجامع الصغير 572\3)

(2)(التيسير بشرح الجامع الصغير 303\1، فيض القدير 398\2)

(3)(التيسير بشرح الجامع الصغير 320\1)

"فصح أَن الْأَرْوَاح أجسام حاملة لأعراضها من التعارف والتناكر وَأَنَّهَا عارفة مُمَيِّزَة ☆ . (1)

ان سے ثابت ہوا کہ رُوحیں اجسام ہیں اپنے اوصاف شناخت وناشناخت وغیرہ کی حامل جو بذات خود ادراک وتمیز رکھتی ہیں۔

یہاں وہ تقریر یاد کرنی چاہیے جو زیر حدیث دوم گزری۔

قول(15)

مقاصد وشرح مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے:

عند المعتزلة وغيرهم البدنية المخصوصة شرط فى الإدراك فعندهم لا يبقى إدراك الجزئيات عند فقد الآلات و عندنا يبقى وهو الظاهر من قواعد الإسلام .(2)

معتزلہ وغیرہم کے مذہب میں یہ بدن شرط ادراک ہے تو اُن کے نزدیک جب اُس کے آلات نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہلسنّت و جماعت کے مذہب میں باقی رہتا ہے اور یہی ظاہر ہے قواعدِ دین اسلام سے۔

قول(16)

☆ (في ألف، ب، ح، فر: متميزة۔ وفي ر: مميزة كذا في شرح الصدور)

(1) (ذكره السيوطي في شرح الصدور، باب مقر الأرواح، 239)

☆ (في ألف، ب، ح، فر: متميزة۔ وفي ر: مميزة كذا في شرح الصدور)

(2)(شرح مقاصد، المبحث الرابع مدرک الجزئيات 2 \ 3 4، وفي نسخة: 2\479)

لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

سببية الحواس للاحساس والادراك عادية كما تقرر في المذهب اما العلم فبا لروح وهو باق اھ ملتقطا(1)

حواس کا سبب احساس و ادراک ہونا اک امر عادی ہے۔جیسا کہ مذہب اہلسنّت میں ثابت ہو چکا اور علم تو روح سے ہے وہ باقی ہے۔اھ

قول(17)

امام سیوطی فرماتے ہیں:

"ذهب أهل الملل من المسلمين وغيرهم إلى ان الروح تبقى بعد موت البدن وخالف فيه الفلاسفة دليلنا... ما تقدم... من الأيات والأحاديث في بقائها وتصرفها". (2)

تمام اہلسنّت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں۔ہاں فلاسفہ یعنی بعض مدعیان حکمت نے اس میں خلاف کیا۔ ہماری دلیل وہ آیتیں اور حدیثیں، جن سے ثابت کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہیں۔

قول(18)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

(1)(لمعات شرح مشكوة، كتاب الجهاد، باب حكم الأسراء، 34\7، أوّله)

(2)شرح الصدور، فِي فَوَائِد تتعَلَّق بِالروحِ، 324)

"وقد أنكر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض محتجين بأن الميت جماد لا حياة له ولا إدراك إلخ". (1)	بعض معتزلہ اور روافض عذاب قبر سے منکر ہو گئے یہ حجت لا کر کہ مردہ جماد ہے نہ اس کیلئے حیات ہے نہ ادراک۔

قول(19)

کشف الغطاء مستند مولوی اسحاق دہلوی میں ہے:

مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است۔(2)	میت کو جماد محض بتانا معتزلہ کا مذہب ہے۔

قول(20)

اُسی میں ہے:

فرقے نیست در ارواح کاملاں درحین حیات و بعد از ممات مگر بترقی کمال۔(3)	اہل کمال کی روحوں میں حالت حیات و ممات میں کوئی فرق نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ بعد موت کمالات میں ترقی ہوجاتی ہے۔

---

(1)(إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، باب قتل أبي جهل، 6\255، وفي نسخة9\30)

(2)(کشف الغطاء، فصل در احکام دفن میت 57)

(3)(کشف الغطاء، فصل در احکام زیارت قبور 75)

فصل سوم

ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم وادراک دُنیاواہل دُنیا کو بھی شامل

قول(21)

امام جلال الدین سیوطی رسالہ منظومہ انیس الغریب میں فرماتے ہیں:

یعرف من یغسله و یحمل و یلبس الاکفان ومن ینزل

مردہ اپنے نہلانے والے اُٹھانے والے، کفن پہنانے والے، قبر میں اُتارنے والے سب کو پہچانتا ہے۔

قول(22تا24)

امام ابن الحاج مدخل اور امام قسطلانی مواہب اور علامہ زرقانی شرح میں تقریراً فرماتے ہیں:

واللفظ لأحمد من انتقل إلى عالم البرزخ من المؤمنين يعلم أحوال الأحياء غالبا. وقد وقع كثير من ذلك كما هو مسطور في مظنة ذلك من الكتب.(2)

احمد (یعنی احمد بن محمد القسطلانی) کے الفاظ ہیں جو مسلمان برزخ میں ہیں اکثر احوال احیاء پر علم رکھتے ہیں اور یہ امر بکثرت واقع ہے جیسا کہ کتابوں میں اپنے محل پر مذکور ہے۔

قول(25)

---

(1)(انیس الغریب۔۔۔۔)

(2) (المدخل لابن الحاج وفصل في الكلام على زيارة سيد الأولين 1\259،
والمواهب اللدنيه، المقصد العاشر، الفصل الثاني: فى زيارة قبره الشريف ومسجده

اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں علم وادراک موتی کی تحقیق و تفصیل لکھ کر فرماتے ہیں:

بالجملہ کتاب و سنت مملو و مشحون اند باخبار و آثار کہ دلالت مے کند بر وجود علم موتیٰ بدنیا و اہل آں پس منکر نہ شود آں را مگر جاہل باخبار و منکر دین۔(1)	الحاصل کتاب و سنت ایسے اخبار و آثار سے بھرے پڑے ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ مُردوں کو دُنیا و اہل دُنیا کا علم ہوتا ہے تو اس کا انکار وہی کرے گا جو اخبار و احادیث سے بے خبر اور دین کا منکر ہو۔

= المنیف 595\3، وشرح الزرقاني على المواهب اللدنيه، المقصد العاشر، 349\8، وفي نسخة:195\12)

(1) (اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، فصل اوّل، 401\3)

فصل چھارم

اموات سے حیاء کرنے میں

قول (26)

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی، وہ ایک مقبرہ پر گزرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی، کسی نے کہا یہاں اُتر کر قضائے حاجت کر لیجئے، فرمایا:

سُبْحَانَ الله وَالله إِنِّي لأستحيي من الْأَمْوَات كَمَا أستحيي من الْأَحْيَاء۔(1)

سبحان اللہ! خدا کی قسم میں مُردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں جیسی زندوں سے۔

قول (27)

جب سیدنا امام شافعی مزار فائض الانوار حضرت امام اعظم پر تشریف لے گئے رضی اللہ عنہما وعن اتباعہما، نماز صبح میں قنوت نہ پڑھی، لوگوں سے سبب پوچھا، فرمایا:

كيف أقنت بحضرة الإمام وهو لا يقول به۔

میں امام کے سامنے کیونکر قنوت پڑھوں حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں۔

ذکرہ سیدی علی الخواص والإمام الشعراني في الميزان ونحوه العلامة

---

(1) (ذكره ابن منظور الأفريقي في مختصر تاريخ دمشق 10\202، عن سليم بن عتر، والسيوطي في شرح الصدور، باب تأذيه بِسَائِرِ وُجوه الْأَذَى 300، وعلي القاريِ في المرقاة 4\222، والسكلوع فی ملحق كتاب القبور 206(10)

قلت: وفي الزهد لابن المبارك، باب في ارواح المؤمنين 42 قال يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ: كَانَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ يَقُولُ: إِنِّي لَأَسْتَحْيِي مِنَ الْأَمْوَاتِ كَمَا أَسْتَحْيِي مِنَ الْأَحْيَاءِ)

ابن حجر المکي في الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الاعظم أبي حنیفۃ النعمان فی أولها و أعادہ في أخرھا عن بعض شراح منهاج الإمام النووي و عن غیرہ ونحوہ في عقود الجمان فی مناقب النعمان عن شیخ شیوخہ الإمام الزاھد الولي شھاب الدین شارح المنھاج۔

اسے سیدی علی خواص نے اور امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ذکر کیا، اور اسی کے ہم معنی علامہ ابن حجر نے ”الخیرات الحسان في مناقب الامام الاعظم أبي حنیفہ النعمان“ کے شروع میں ذکر کیا اور اسکے آخر میں دوبارہ منہاج امام نووی کے بعض شارحین وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا۔

اسی طرح ,,عقود الجمان في مناقب النعمان،، میں اپنے شیخ الشیوخ امام، زاہد، ولی اللہ شہاب الدین شارح منہاج سے نقل کیا۔

بعض روایات میں آیا بسم اللہ شریف بھی جہر سے نہ پڑھی۔

نقلہ الفاضل الشامي في رد المحتار عن بعض العلماء و کذا الإمام ابن حجر في الخیرات الحسان۔(1)

اسے فاضل شامی نے ردالمحتار میں بعض علماء سے نقل کیا، ایسے ہی امام ابن حجر نے الخیرات الحسان میں ذکر کیا ہے۔

بعض میں ہے تکبیرات انتقال میں رفع یدین نہ فرمایا، سبب دریافت ہوا، جواب دیا:

---

(2) (المیزان الکبریٰ، فصل فیما نقل عن الامام الشافعی 61\1، الخیرات الحسان مترجم جواھر البیان :6، و 96)

(1) (ردالمحتار علی در المختار 55\1، والخیرات الحسان، 96)

أَدَبُنَا مَعَ هَذَا الْإِمَامِ أَكْبَرُ مِنْ أَنْ نُظْهِرَ خِلَافَهُ بِحَضْرَتِهِ۔ ذکرہ علی القاری فی المرقاۃ۔(1)

اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ اُن کے حضور اُن کا خلاف ظاہر کریں اسے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔

شرح لباب میں خاص بلفظ استحیا نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا:

استحیی أن أخالف مذهب الإمام في حضوره۔ ذکرہ فی باب الزیارۃ النبویۃ فصل المقام بالمدینۃ المنورۃ۔(2)

مجھے شرم آتی ہے کہ امام کے سامنے ان کے مذہب کے خلاف کروں۔ اسے علامہ قاری نے شرح لباب، باب زیارت نبوی، فصل اقامت مدینہ منورہ میں ذکر کیا۔

سبحان اللہ! اگر اموات دیکھتے سنتے نہیں تو جہر و اخفاء یا رفع و ترک و مکث قنوت و تعجیل سجود میں کیا فارق تھا۔ للہ، انصاف! اگر بنائے قبر حجاب مانع ہو تو امام ہمام کا سامنا کہاں تھا اور اس ادب و لحاظ کا کیا باعث تھا۔

قول (28 تا 31)

علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے۔ تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے، اسی طرح اس بقعہ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے اس پر سلام کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت و عظمت رکھتا ہے اس کے سامنے

(1) (مرقاۃ شرح مشکوۃ، 32\1)

(2) (المسلک المتقسط في المنسک المتوسط علی اللباب 293.294)

سے بے سلام چلے جانا مروّت وادب سے بعید ہے۔

مولانا علی قاری نے شرح لباب میں اسے نقل فرما کر مسلم رکھا، شیخ محقق نے جذب القلوب میں، بعض دیگر علماء سے اُس کی تحسین نقل کی ہے کہ یہ ایک عمدہ مقصد ہے جس کے ساتھ افضل واشرف کی رعایت نہ کرنی کچھ مضائقہ نہیں۔ مسلک متقسط میں ہے:

ذکر العلامة فضل الله بن الغوری من اصحابنا ان البداءة بقبة العباس والختم بصفية رضى الله عنهما أولىٰ لأن مشهد العباس أول ما يلقى الخارج من البلد عن يمينه فمجاوزته من غير سلام عليه جفوة فإذا سلم عليه وسلم على من يمر به أولا فيختم بصفية رضى الله عنها في رجوعه كما صرح به أيضا كثير من مشائخنا۔(1)

علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس سے ابتداء کرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما کے مزار پر ختم کرے یہ بہتر ہے کیونکہ باہر والا جب دائیں طرف سے شروع کرے تو پہلے وہی ملتا ہے تو ان کو سلام کئے بغیر گزر جانا بے ادبی ہے، جب ان پر گزرے اور جو مزار پہلے آتا جائے سلام کرتا جائے، تو واپسی مزار حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر ختم کرے جیسا کہ بہت سے ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی الخ۔

---

(1)(المسلک المتقسط في المنسک المتوسط على لباب المناسک للشيخ السندى، فصل في زيارة أهل البقيع، 297.298)

تاریخ مدینہ (جذب القلوب) میں ہے:

متاخرین علماء اختلاف کردہ اند کہ ابتداء بزیارت کہ کند طائفہ بر آنند کہ ابتداء بہ زیارت حضرت عباس کند و ہرکہ باوے دریک قبہ آسودہ انداز ائمۃ اہل بیت رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین زیراکہ اسہل و اقرب است و از پیش ایشاں درگزشتن و بزیارت دیگراں متوجہ شدن نوعے از جفا وسوئے ادب باشد الخ۔(1)

علمائے متاخرین نے اختلاف کیا ہے کہ زیارت میں ابتداء کس سے کرے، ایک جماعت کے ہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ قبہ میں جو اہل بیت ائمہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین آرام فرماہیں سے شروع کرے کیونکہ یہ آسان اور اقرب ہے اور ان کے آگے سے بغیر سلام گزر جانا اور دوسروں کی زیارت میں متوجہ ہو جانا ایک قسم کی لاپروائی اور بے ادبی ہے الخ۔

اُسی میں ہے:

محصل کلام بعضے از علماء آنست کہ ابتد از قبہ عباس کند رضی اللہ تعالی عنہ وعمن معہ وبعدازاں

بعض علماء کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ اور قبہ میں ان کے ساتھ والوں سے ابتداء کرے اور اس کے بعد ہر پہلے آنے

(1) (جذب القلوب، باب درفضائل مقبر بقیع 187)

بھر که پیش آید زیر اکه هر کرابادنی جلالت شان بود بے سلام از پیش وے گزشتن و جائے دیگر رفتن از عالم مروت وحفظ طریقه ادب بغایت دور است۔ قال بعضهم وهو مقصد صالح لا یضر معه عدم رعایة الأفضل الأشرف الخ۔(1)

والے کوسلام کرتا جائے کیونکہ کسی ادنیٰ شان والے سے بے سلام گزرنا اور دوسری جگہ چلے جانا بھی مروّت اور حفظ ادب سے بعید ہے۔
بعض نے کہا ہے کہ مقصد صالح ہے جس کی وجہ سے افضل و اشرف کی عدم رعایت مضر نہیں الخ۔

(1)(جذب القلوب، باب در فضائل مقبر بقیع 188)

فصل پنجم

افعال احیاء سے تاذی اموات ہیں

قول (32تا34)

مراقی الفلاح میں فرمایا:

أخبرنی شیخی العلامة محمد بن أحمد الحموی الحنفی رحمه الله بأنهم یتأذون بخفق النعال۔(1)

مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی حنفی رحمہ اللہ نے خبر دی کہ جوتی کی پچل سے مُردے کوایذا ہوتی ہے۔

علامہ طحطاوی نے اس پر تقریر فرمائی:

قول (35)

حدیث میں جوقبر پرتکیہ لگانے سے ممانعت فرمائی اوراسے ایذائے میت ارشاد ہوا جیسا کہ حدیث (25) میں گزرا۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالی اس پرشرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

شاید که مراد آنست که روح وے ناخوش میدارد وراضی نیست بتکیه کردن بر قبر وے از جهت تضمن وے

ہوسکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ اس کی روح کو ناگوار ہوتا ہے اور وہ اپنی قبر میں تکیہ لگانے سے راضی نہیں ہوتی اس لئے کہ اس میں اس کی اہانت اور بے وقعتی پائی

(1) (مراقي الفلاح شرح نور الایضاح 229، ومراقي الفلاح علی هامش حاشیه الطحطاوي، فصل فی زیارة القبور ,342)

محمد بن اسماعیل امیر صنعانی نے لکھا کہ:" نَهْیٌ عَنْ أَذِیَّةِ الْمَقْبُورِ مِنَ الْمُؤْمِنِینَ، وَأَذِیَّةُ الْمُؤْمِنِ مُحَرَّمَةٌ بِنَصِّ الْقُرْآنِ {وَالَّذِینَ یُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِینَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا ==

اہانت واستخفاف رابوی جاتی ہے اور خدا خوب جاننے والا ہے۔ (واللہ اعلم)(1)

قول(36.37)

عارف باللہ حکیم ترمذی پھر علامہ نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:

"معناه أن الأرواح تعلم بترك إقامة الحرمة وبالاستهانة فتتأذى بذلك"۔(2)

اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتی ہیں۔

قول(38.39): حاشیہ طحطاوی وردالمحتار وغیرہ میں ہے، مقابر میں پیشاب کرنے کو نہ بیٹھے:

"لِأَنَّ الْمَيِّتَ يَتَأَذَّى بِمَا يَتَأَذَّى بِهِ الْحَيُّ"۔(3)

اس لئے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اُس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

اقول: بلکہ دیلمی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی، کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

= ا كْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا} [الأحزاب: 58]. (سبل السلام، باب الجلوس عَلَىَ الْمَقَابِر 1\511)

(1) (اشعة اللمعات، باب دفن الميت، فصل الثالث، 1\699)

(2) (نوادر الأصول، الأصل التاسع والمائتان 244، وفي نسخة: 3\8)

(3) (حاشية الطحطاوى على الدر، فصل الاستنجاء 1\166، والرد المحتار على الدر المختار، فَصْلُ الِاسْتِنْجَاءِ، 1\343)

"الْمَیِّتُ یُؤْذِیهِ فِی قَبْرِهِ مَا یُؤْذِیهِ فِی بَیْتِهِ". (1)

میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی تھی قبر میں بھی اُس سے اذیت پاتا ہے۔

قول(40.41)

حدیث (26) کے نیچے اشعہ میں امام ابوعمر عبدالبر سے نقل کیا:

ازینجا مستفاد می گردد که میت متالم می گردد بتمام انچه متالم می گردد بدان حی و لازم اینست که متلذذ گردد بتمام آنچه متلذذ

یہاں سے معلوم ہوا کہ میت کو اُن تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے، اس کو لازم یہ ہے کہ اُسے ان تمام چیزوں سے لذت بھی حاصل ہو جن سے زندہ کو لذت

---

(1) (أخرجه أبو بكر الكلاباذي في بحر الفوائد المسمى بمعاني الأخبار 297، و ابن أبي حاتم في العلل 372\1 (1104) وفي نسخة 581\3، والديلمي في الفردوس 199\1 (854)، بلاسند۔ قال أبو حاتم: هذا حديث منكر۔

ابن قیم الجوزیہ نے لکھا: "وَبِالْجُمْلَةِ فَاحْتِرَام الْمَيِّت فِي قَبْره بِمَنْزِلَةِ اِحْتِرَامه فی داره التی كان يسكنها فی الدنيا فإن الْقَبْر قَدْ صَارَ دَاره۔ وَقَدْ تَقَدَّمَ قَوْله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسْر عَظْم الْمَيِّت كَكَسْرِهِ حَيًّا فَدَلَّ عَلَى أَنَّ اِحْتِرَامه فِي قَبْره كَاحْتِرَامِهِ فِي دَاره وَالْقُبُور هِيَ دِيَار الْمَوْتَى وَمَنَازِلهمْ وَمَحَلّ تَزَاوُرهمْ وَعَلَيْهَا تَنْزِل الرَّحْمَة مِنْ رَبّهمْ وَالْفَضْل عَلَى مُحْسِنهمْ فَهِيَ مَنَازِل الْمَرْحُومِينَ وَمَهْبِط الرَّحْمَة وَيَلْقَى بَعْضهمْ بَعْضًا عَلَى أَفْنِيَة قُبُورهمْ يَتَجَالَسُونَ وَيَتَزَاوَرُونَ كَمَا تَضَافَرَتْ بِهِ الْآثَار"۔ (تهذيب السنن مع عون المعبود 38\9)

میشود بداں زندہ۔(1) ملتی ہے۔

تذلیل: مسئلہ ہے کہ دارالحرب کے جن جانوروں کو اپنے ساتھ لانا دشوار ہو انہیں زندہ نہ چھوڑیں کہ اس میں حربیوں کا نفع ہے، نہ کونچیں کاٹیں کہ اس میں جانور کی ایذا ہے بلکہ ذبح کر کے جلا دیں تا کہ وہ اُن کے گوشت سے بھی انتفاع نہ کر سکیں۔

درمختار میں ہے:

"حَرُمَ عَقْرُ دَابَّةٍ شَقَّ نَقْلُهَا إِلَى دَارِنَا فَتُذْبَحُ وَتُحْرَقُ بَعْدَهُ إِذْ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّهَا" (1)

جس جانور کو دارالاسلام تک لانا دُشوار ہو اس کی کونچیں کاٹنا حرام ہے، پہلے ذبح کریں اس کے بعد جلا دیں اس لئے کہ زندہ آگ میں ڈالنے کا عذاب دینا ربِّ نار ہی کا کام ہے۔

اس پر علامہ حلبی محشی درمختار نے شبہہ کیا کہ یہاں سے لازم کہ مُردے کے جسم کو جو صدمہ پہنچائیں اُس سے اُسے تکلیف نہ ہو حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف وارد ہے۔

علامہ طحطاوی و علامہ شامی نے جواب دیا کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ خاص ہے کہ وہ اپنی قبور میں ثواب و عذاب پاتے ہیں تو اُن کی ارواح کو ابدان سے ایسا تعلق رہتا ہے کہ جس کے سبب ادراک و احساس ہوتا ہے۔ جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ ان کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا۔

---

(1) (اشعة اللمعات، باب دفن الميت، 1\696)

(2) (الدر المختار في تنوير الابصار 2\270، مطبع نولكشور)

ردالمحتار میں ہے:

وَأَوْرَدَ الْمُحَشِّي عَلَى جَوَازِ إِحْرَاقِهَا بَعْدَ الذَّبْحِ أَنَّهُ يَقْتَضِي أَنَّ الْمَيِّتَ لَا يَتَأَلَّمُ مَعَ أَنَّهُ وَرَدَ أَنَّهُ يَتَأَلَّمُ بِكَسْرِ عَظْمِهِ. قُلْت: قَدْ يُجَابُ بِأَنَّ هَذَا خَاصٌّ بِبَنِي آدَمَ؛ لِأَنَّهُمْ يَتَنَعَّمُونَ وَيُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ مِنْ الْحَيَوَانَاتِ وَإِلَّا لَزِمَ أَنْ لَا يَنْتَفِعَ بِعَظْمِهَا وَنَحْوِهِ ثُمَّ رَأَيْت ط ذَكَرَ نَحْوَهُ. انتھی۔(1)

محشی نے جانوروں کو ذبح کر کے جلانے پر شبہ پیش کیا اس سے لازم آتا ہے کہ مُردے کو اذیت نہیں ہوتی حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف ہے کہ میت کی ہڈی توڑنے سے اس کو اذیت ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ ہے کیونکہ وہ اپنی قبروں میں خوشی اور تکلیف پاتے ہیں، جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ اُن کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا، پھر میں نے طحطاوی کو دیکھا تو انہوں نے ایسا ہی فرمایا۔ انتھی

اقول: تخصیص بنی آدم باضافت حیوانات مراد ہے ورنہ جن بھی بعد موت ادراک رکھتے ہیں، کمایاتی فی القول (190) اور خود عذاب وثواب سے علامہ کی تعلیل اس پر دلیل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(1)(حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب المغنم وقسمته 2\448، ورد المحتار على الدر المختار، بَابُ الْمَغْنَمِ وَقِسْمَتِهِ، 4\140)

فصل ششم

ملاقاتِ احیاء وذکر خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے

قول (42)

امام سیوطی نے انیس الغرب میں فرمایا: ع

ویأنسون ان اتی المقابر (1) — جب زائر مقابر پر آتے ہیں مُردے اُن سے اُنس حاصل کرتے ہیں۔

قول (43)

امام اجل نووی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اقسامِ زیارت میں فرمایا ایک قسم کی زیارت اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلائیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔ وسیاتی نقلہ فی النوع الثانی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قول (44)

جذب القلوب میں فرمایا:

زیارت گاہی از جہت ادائے حق اهل قبور باشد در حدیث آمده مانوس ترین حالتیکه میت رابود در وقت که یکے از آشنایان او زیارتِ قبر او کند و احادیث دریں باب بسیار — زیارت کبھی قبر والوں کے حق کی ادائیگی کیلئے ہوتی ہے، حدیث میں آیا ہے کہ میت کیلئے سب سے زیادہ اُنس کی حالت وہ ہوتی ہے جب اُس کا کوئی پیارا آشنا اُس کی زیارت کیلئے آتا ہے اس باب میں احادیث بہت ہیں۔

(1) (انیس الغریب۔۔۔۔)

است۔(1)

قول(45.46)

فتاویٰ قاضی خاں پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"إِنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ عِنْدَ الْقُبُورِ إِنْ نَوَى بِذَلِكَ أَنْ يُؤْنِسَهُ صَوْتُ الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ يَقْرَأُ"۔(2)

مقابر کے پاس قرآن پڑھنے سے اگر یہ نیت ہو کہ قرآن کی آواز سے مُردے کا جی بہلائے تو بیشک پڑھے۔

قول(47**تا**49)

ردالمحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں تلقین میت کے مفید ہونے میں فرمایا:

"إِنَّ الْمَيِّتَ يَسْتَأْنِسُ بِالذِّكْرِ عَلَى مَاوَرَدَفِي الْآثَارِ"۔(3)

بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مُردے کا جی بہلتا ہے۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

قول50**تا**58)

---

(1)(جذب القلوب، باب پانزدهم، 213)

(2) (فتاوى قاضي خان على الهندية، كتاب العاربة، فصل في التسبيح والتسليم والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم 3\422، طبع مصر، والفتاوى الهندية، الباب السادس عشر فى زيارة القبور 5\350)

(3)(ردالمحتار على الدر المختار، مَطْلَبٌ فِي التَّلْقِينِ بَعْدَ الْمَوْتِ 2\191، وحاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب احكام الجنائز 306، وفي نسخة:560)

امام قاضی خاں فتاویٰ خانیہ شرنبلالی نور الایضاح ومراقی الفلاح وامداد الفتاح پھر علامہ ابوالسعود وفاضل طحطاوی حاشیہ مراقی میں استناداً وتقریراً اور شامی حاشیہ در میں استناداً اور خزانۃ الروایات میں فتاویٰ کبریٰ سے اور امام بزازی فتاویٰ بزازیہ اور شیخ الاسلام کشف الغطا میں اور ان کے سوا اور علماء فرماتے ہیں:

واللفظ للخانية يُكْرَهُ قَطعُ الْحَطَبِ وَالْحَشِيشِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ فَإِنْ كان يَابِسًا لَا بَأْسَ بِهِ لِأَنَّهُ مَا دَامَ رَطْبًا يُسَبِّحُ فَيُؤْنِسُ الْمَيِّتَ. (1)

چوب وگیاہِ سبز کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے اور خشک ہو تو مضائقہ نہیں کہ وہ جب تک تر رہتی ہے تسبیح خدا کرتی ہے اور اس سے میت کا جی بہلتا ہے۔

علامہ شامی (2) نے اُسی حدیث سے مدلل کر کے فرمایا: اس بناء پر مطلقاً کراہت ہے اگرچہ خودرو ہو کہ قطع میں حق میت کا ضائع کرنا ہے۔

تنبیہ: فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہٗ علماء کی ان عبارات اور نیز چار قول آئندہ ودیگر تصریحاتِ رخشندہ سے دو جلیل فائدے حاصل:

---

(1) (فتاوى قاضي خان على الهندية، بيان أن النقل من بلد إلى بلد مكروه، 1\195، فيه: يكره قلع۔۔، نور الإيضاح 98، ومراقي الفلاح بإمداد الفتاح شرح نور الإيضاح ونجاة الأرواح وبهامشه متن نور الإيضاح مع تقريرات من حاشية العلامة الطحطاوي 225، وحاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح 306، وإمداد الفتاح شرح نور الإيضاح 608، والرد المحتار على الدر المختار 2\245، والفتاوى الهندية 1\167، والدرر الحكام شرح غرر الأحكام 1\168، والبزازية على الهندية 4\80، مصر، والبحر الرائق شرح كنز الدقائق 2\211، وغيرهم)

(2) (الرد المحتار على الدر المختار 2\245)

اولاً: نباتات و جمادات وتمام اجزائے عالم میں ہر ایک کے موافق ایک حیات ہے کہ اُس کی بقاء تک ہر شجر وحجر زبان قال سے اُس رب اکبر جل جلالہٗ کی پاکی بولتا ہے اور سبحان اللہ، سبحان اللہ یا اس کے مثل اور کلمات تسبیح الٰہی کہتا ہے نہ کہ اُن میں صرف زبان حال ہے جیسا کہ ظاہر بینی کا مقال ہے کہ اس تقدیر پر تر وخشک میں تفرقہ محض بے معنی تھا کما لا یخفی۔

اور آیۂ کریمہ {"وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ"} خود اس پر برہان قاطع کہ اس میں فرمایا{" وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ "} (1) تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ ظاہر ہے کہ تسبیح حالی تو ہر شخص عاقل سمجھتا ہے یہاں تک کہ شعراء بھی کہہ گئے:

ہر گیا ہے از زمین روید   وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

جو گھاس بھی زمین سے اُگتی ہے کہتی ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور خود مذہب (☆) اہلسنّت مقرر ہو چکا کہ تمام ذرات عالم کیلئے ایک نوع علم وادراک

---

(1)(سورۃ الاسراء:44)

(☆)مرقاۃ شرح مشکوۃ کے باب فضل الاذان میں ہے: "الصَّحِيحُ أَنَّ لِلْجَمَادَاتِ وَالنَّبَاتَاتِ وَالْحَيَوَانَاتِ عِلْمًا وَإِدْرَاكًا وَتَسْبِيحًا.....قَالَ الْبَغَوِيُّ: وَهَذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ ...الْأَحَادِيثِ وَالْآثَارِ. وَيَشْهَدُ لَهُ مُكَاشَفَةُ أَهْلِ الْمُشَاهَدَةِ وَالْأَسْرَارِ الَّتِي هِيَ كَالْأَنْوَارِ ،... وَالْمُعْتَمَدُ فِي الْمُعْتَقَدِ أَنَّ شَهَادَةَ الْأَعْضَاءِ بِلِسَانِ القال (المقام بدل القال)..، مَا وَرَدَ عَنِ الشَّارِعِ يُحْمَلُ عَلَى ظَاهِرِهِ مَا لَمْ يَصْرِفْ عَنْهُ صَارِفٌ، وَلَا صَارِفَ هُنَا كَمَا لَا يَخْفَى،ملتقطا ۱۲۔

صحیح یہ ہے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات کو بھی ایک قسم کا علم وادراک اور عمل تسبیح حاصل ہے۔ امام بغوی نے فرمایا یہی اہلسنّت کا مذہب ہے جس پر احادیث وآثار سے دلیلیں موجود ہیں۔اہل

وسمع وبصر حاصل ہے۔

مولوی معنوی قدس سرہٗ نے مثنوی شریف میں اس مضمون کو خوب مشرح ادا فرمایا اور اس پر قرآن واحادیث کے صدہا نصوص (☆) ناطق، جنہیں جمع کروں تو ان شاء اللہ تعالیٰ پانسو(500) سے کم نہ ہوں گے۔ اُن سب کو بلاوجہ ظاہر سے پھیر کر تاویل کرنا قانون عقل ونقل سے خروج بلکہ صراحۃً سفاہات مبتدعین میں ولوج ہے۔ خصوصاً وہ نصوص (☆) جو صریح مفسر ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں رکھتے۔ مقام اجنبی نہ ہوتا تو میں اس مسئلے کا قدرے ایضاح کرتا۔

ثانیاً: اقوال مذکورہ سے یہ بھی منصۂ ثبوت پر جلوہ گر ہوا کہ اہل قبور کی قوت سامعہ اس درجہ تیز وصاف وقوی تر ہے کہ نباتات کی تسبیح جسے اکثر احیاء نہیں سنتے وہ بلاتکلف سنتے اور اس سے اُنس حاصل کرتے ہیں۔ پھر انسان کا کلام تو واضح اور اظہر ہے، واللہ تعالیٰ الھادی۔

= = مشاہدہ اور انوار جیسے اسرار والوں کا مکاشفہ بھی اس پر شاہد ہے۔ اور عقیدہ میں معتمد یہ ہے کہ اعضاء کی گواہی زبان قال سے ہوگی۔ شارع سے جو بھی وارد ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول ہوگا جب تک ظاہر سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو اور یہاں ایسا کچھ بھی نہیں جیسا کہ واضح ہے۔
(مرقاۃ المفاتیح، باب فضل الاذان 2\348.349)

(☆) فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ایک جملہ صالحہ ذکر کیا اور صدہا کا پتا دیا وباللہ التوفیق (م)

(☆) مثلاً وہ حدیثیں جن میں صاف ارشاد ہوا کہ نہ کوئی جانور شکار کیا جائے نہ کوئی پیڑ کاٹا جائے جب تک تسبیح الٰہی میں غفلت نہ کرے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"ما صيد صيد ولا قطعت شجرة إلا بتضييع التسبيح"۔ رواہ أبو نعيم في الحلية بسند حسن عن أبي هريرة رضي الله عنه۔ = =

نہ کوئی جانور شکار کیا جائے اور نہ کوئی درخت کاٹا جاتا ہے جب تک تسبیح الٰہی نہ ترک کرے۔

اسے ابو نعیم نے حلیہ میں بسند حسن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (أخرجه أبو نعيم في حلية الأولياء 7\240، وقال: غريب تفرد به القشيري عن مسعر۔ قلت: وهو متهم بالكذب، متروك الحديث۔ وأورده السيوطي في الجامع الصغير، وقال المناوي في التيسير 2\351: رمز المؤلف لحسنه ونوزع لكن له شواهد۔۔۔إلخ۔ وذكره الهندي في كنز العمال 1\445(1919)

ابو شیخ نے روایت کی: "مَا أُخِذَ طَائِرٌ وَلَا حُوتٌ إِلَّا بِتَضْيِيعِ التَّسْبِيحِ".

کوئی پرندہ اور مچھلی نہیں پکڑی جاتی مگر تسبیح الٰہی چھوڑ دینے سے۔ (أخرجه أبو الشيخ في العظمة 5\1735، من حديث أبي الدرداء رضي الله عنه، بسند ضعيف)

اسحاق بن راہویہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راوی: ان کے پاس ایک زاغ لایا گیا جس کے شہپر سالم و کامل تھے دیکھ کر فرمایا میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا:

"ما صيد صيد ولا عضدت عضاة ولا قطعت شجرة إلا بقلة التسبيح".

نہ کوئی جانور شکار ہوا نہ کوئی ببول کٹی، نہ کسی پیڑ کی جڑیں چھانٹی گئیں مگر تسبیح کی کمی کرنے سے۔

(أخرجه إسحاق بن راهويه في مسنده كما في المطالب العالية (3405)، وذكره الهندي في كنز العمال وعزاه إلى ابن راهويه عن أبي بكر 1\445(1920)۔

وقال: وسنده ضعيف جدا۔

قلت: فقد رواه ابن أبي شيبة في المصنف 7\113(34430)، وفي نسخة: 7\93 (34441) بسند سواء: قال: خَالِدُ بْنُ حَيَّانَ، عَنْ، جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ، مَيْمُونٍ، قَالَ: أُتِيَ أَبُو بَكْرٍ بِغُرَابٍ وَافِرِ الْجَنَاحَيْنِ فَقَالَ: مَا صِيدَ مِنْ صَيْدٍ وَلَا عَضُدَ مِنْ شَجَرٍ إِلَّا بِمَا ضَيَّعَتْ مِنَ التَّسْبِيحِ. وأيضا رواه أحمد في الزهد 90.91(567)، وأبو الشيخ في العظمة 5\1737۔ قلت: رجاله كلهم ثقات غير خالد بن حيان وهو صدوق حسن

قول (59 تا 62)

مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے اور کنز العباد و فتاویٰ غرائب وغیرہا میں ہے:

" وضع الورد والريا حين على القبور حسن لأنه مادام رطبا يسبح ويكون للميت انس بتسبيحه"۔(1)

گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ جب تک تازہ رہیں گے تسبیح الٰہی کریں گے۔ تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا۔

فائدہ: مطالب المومنین و جامع البرکات دونوں کتب مستندہ مخالفین سے ہیں اس سے مولوی اسحٰق نے مائۃ مسائل میں اور اس سے متکلم قنوجی وغیرہ نے استناد کیا۔

= = الحديث ـ وله شواهد من حديث أبي الدرداء، وأبي هريرة، وعمر بن الخطاب رضي الله عنهم ـ ورواه ابن عساكر في تاريخ دمشق 18\239 بسند سواء: عن روح بن حبيب قال: بينا أنا عند أبي بكر اذ أتى بغراب فلما رآه بجناحين حمد الله ثم قال: قال النبي ﷺ: ما صيد صيد الا من بنقص من تسبيح ...الزهرى عن أبي واقد قال لما نزل عمر بن الخطاب الجابية أتاه رجل من بني تغلب يقال له روح بن حبيب بأسد من ياقوت حتى وضعه بين يديه فقال كسر تم نابا أو مخلبا فقالا له قال الحمد لله سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم... الحديث.

وقال ابن عساكر: هذا حديث منكر والحكم بن عبد الله بن خطاف ضعيف والخبائري ضعيف والرجلان اللذان قبلهما حمصيان مجهولان۔

قلت: الحكم بن عبد الله بن خطاف، وهو متروك الحديث ـ وعبد الله بن عبد الجبار الخبائري: صدوق كما قال الحافظ في التقريب 1\403، وقال أبو حاتم: ليس به بأس كما في الجرح والتعديل 5\206، وذكره ابن حبان في الثقات 8\348۔

(1) (الفتاوى الهندية، الباب السادس عشر في زيارة القبور 5\351، مختصرا)

فصل ھفتم

وہ اپنے زائرین کو دیکھتے، پہچانتے اور اُن کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں۔

قول (63.64)

مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری مسلک متقسط شرح منسلک متوسط، پھر فاضل ابن عابدین حاشیہ شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

"مِنْ آدَابِ الزِّيَارَةِ مَا قَالُوا، مِنْ أَنَّهُ يَأْتِي الزَّائِرُ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ الْمُتَوَفَّى لَا مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ لِأَنَّهُ أَتْعَبُ لِبَصَرِ الْمَيِّتِ، بِخِلَافِ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ يَكُونُ مُقَابِلَ بَصَرِهِ". ()

زیارتِ قبور کے آداب سے ایک بات یہ ہے کہ جو علماء نے فرمائی ہے کہ زیارت کو قبر کے پائنتی سے جائے نہ سرہانے سے کہ اُس میں میت کی نگاہ کو مشقت ہو گی (یعنی سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے گا) اور پائنتی سے جائے گا تو اُس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا۔

قول (65)

مدخل میں فرمایا:

" كَفَى فِي هَذَا بَيَانًا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ انْتَهَى. وَنُورُ اللّٰهِ

اس امر کے ثبوت میں کہ اہل قبور کو احوال احیا پر علم وشعور ہے۔سید عالم ﷺ کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان

(1) (رد المحتار على الدر المختار، مطلب في زيارة القبور 2\242، نقله عن القاري وانظر: شرح فتح القدير لكمال الدين السيواسی 3\180)

لَا یَحْجُبُهُ شَیْءٌ هٰذَا فِی حَقِّ الْأَحْیَاءِ مِنَ الْمُؤْمِنِینَ فَکَیْفَ مَنْ کَانَ مِنْهُمْ فِی الدَّارِ الْآخِرَةِ؟". (1)

خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی جب زندگی دُنیا کا یہ حال ہے تو اُن کا کیا پوچھنا جو آخرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں۔

قول (66)

شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں:

درمیان قبور سائر مومنین وارواح ایشاں نسبت خاصی است مستمر که بداں زائران را می شناسند وسلام بر ایشاں می کنند بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات۔ (۱)

تمام مومنین کی قبروں اور روحوں کے درمیان خاص نسبت ہوتی ہے جو ہمیشہ موجود رہتی ہے، اسی سے زیارت کے لیے آنے والوں کو پہچانتے ہیں اور اُن کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں مستحب ہے۔

شیخ فرماتے ہیں علامہ ممدوح نے بہت احادیث سے اس معنی کو ثابت کیا ہے۔

قول (67) انیس الغریب میں فرمایا:

"ویعرفون من اتاھم زائرا"۔ (3)

(1) (المدخل لابن الحاج، فَضلُ زِیَارَةِ سَیِّدِ الأَوَّلِینَ وَالآخِرِینَ 1\259)

(2) (جذب القلوب، باب چهار دهم 206)

(3) (أنيس الغريب ــــــ)

جو زیارت کو آتا ہے مردے اُسے پہچانتے ہیں۔

قول (68)

تیسیر میں ہے:

"الشعور بَاقٍ حَتّٰی بعد الدّفن حَتّٰی أَنه یعرف زَائِرہ"۔(1)

شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہاں تک کہ اپنے زائر کو پہچانتا ہے۔

قول (69)

لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات میں ہے:

واللفظ للوسطی: در روایات آمده است که داده می شود برائے میت روزِ جمعه علم وادراک بیشتر از انچه داده می شود در روز ہائے دیگر تا آنکه می شناسد زائر را بیشتر از روزِ دیگر۔(2)

الفاظ اشعۃ اللمعات کے ہیں: روایات میں آیا ہے کہ میت کو جمعہ کے دن دوسرے دنوں سے زیادہ علم وادراک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ روزِ جمعہ زیارت کرنے والے کو دوسرے دنوں سے زیادہ پہچانتا ہے۔

شرح سفر السعادۃ میں مفصل ومنقح تر فرمایا کہ:

خاصیّت سی ام آنکه روزِ

تیسویں خاصیت یہ ہے کہ جمعہ کے دن

---

(1) (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، تحت: ان المیت یعرف من یحملہ 1\303، وفیض القدیر شرح الجامع الصغیر 2\398)

(2) (اشعۃ اللمعات، باب زیارۃ القبور، فصل اول 1\712)

جمعه ارواح مومناں بقبور خویش نزدیک می شوند نزدیک شدن معنوی وتعلق واتصال روحانی نظیر ومشابه اتصالی که ببدن دارد وزائران را که نزدیک قبر می آیند می شناسند وخود ہمیشه می شناسند و لیکن دریں روز شناختن زیادت برشناخت سائر ایام ست از جہت نزدیک شدن بقبور لا بد شناخت از نزدیک بیشتر وقوی تر باشد از شناخت دور و در بعض روایات آمد که ایں شناخت در اوّل روز بیشتر است از آخر آن ولہذا زیارتِ قبور دریں وقت مستحب تر است، وعادت در حرمین

مومنین کی روحیں اپنی قبروں سے نزدیک ہو جاتی ہیں۔ یہ نزدیکی معنوی ہوتی ہے، اور رُوحانی تعلق واتصال ہوتا ہے جیسے بدن سے قرب واتصال ہوتا ہے، اس دن جو زائرین قبر کے پاس آتے ہیں انہیں پہچانتی ہیں، اور یہ پہچاننا ہمیشہ ہوتا ہے مگر اس دن کی شناخت دیگر ایام کی شناخت سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے، جس کا سبب یہی ہے کہ رُوحیں قبروں کے قریب ہو جاتی ہیں۔ ضروری بات ہے کہ نزدیک سے جو شناخت ہوتی ہے وہ دُور والی شناخت سے زائد اور قوی ہوتی ہے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ شناخت جمعہ کی شام کو بہ نسبت اور زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اس وقت زیارتِ قبور کا استحباب زیادہ ہے اور حرمین شریفین کا دستور بھی یہی ہے۔

شریفین ہمین است۔(1)

اقول: ولا عطر بعد العروس۔ میں کہتا ہوں: دلہن کے بعد عطر نہیں ہے.

قول (70.71)

شیخ و شیخ الاسلام نے فرمایا واللفظ للشیخ فی جامع البرکات:

تحقیق ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ روح باقی است و او را علم وشعور بزائران واحوال ایشاں ثابت است واین امریست مقرر دردین۔(2)

آیات واحادیث سے بہ تحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ روح باقی رہتی ہے اور اسے زائرین اور اُن کے احوال کا علم و ادراک ہوتا ہے۔ یہ دین میں ایک طے شدہ امر ہے۔

قول (72)

تیسیر میں زیر حدیث "من زار قبر أبویہ"۔ نقل فرمایا:

"هَذَا نص فِي ان الْمَيِّت يشْعر بِمن يزوره وإلا لما صَحَّ تَسْمِيَته زَائِرًا وإذا لم يعلم المزور بزيارة من زَارَهُ لم يَصح أن يُقَال زَارَهُ هَذَا هُوَ الْمَعْقُول عِنْد جَمِيع الأمم "

یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اُسے زائر کہنا صحیح نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جائے جب اُسے خبر ہی نہ ہو تو نہیں کہہ سکتے کہ اُس سے ملاقات کی تمام عالم اس لفظ

(1) (شرح سفر السعادۃ، فصل دربیان تعظیم جمعہ، 199)

(2) (جامع البرکات-----)

سے یہی معنی سمجھتا ہے۔۔(1)

قول(73.74)

اشعۃ اللمعات آخر باب الجنائز میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے زیرِ حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کہ آغاز نوع دوم مقصد دوم میں گزری نقل فرمایا:

دریں حدیث دلیلے واضح ست بر حیات میت و علم وے وآنکه واجب است احترام میت نزد زیارت وے خصوصاً صالحان و مراعات ادب برقدر مراتب ایشاں چنانکه در حالتِ حیات ایشاں۔(2)

اس حدیث میں اس پر کھلی ہوئی دلیل موجود ہے کہ وفات یافتہ کو حیات و علم حاصل ہے اور وقتِ زیارت اُس کا احترام واجب ہے۔ خصوصاً صالحین کا احترام اور اُن کے مراتب کے لحاظ سے رعایتِ ادب حیاتِ دُنیوی کی طرح ضروری ہے۔

پھر کتاب الجہاد لمعات میں اُسے ذکر کر کے لکھا ہے:

"هل هذا الا اثبات العلم والادراك؟"۔(3)

یہ اگر میت کیلئے علم وادراک ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟۔

---

(1) (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، 420\2)

(2) (اشعۃ اللمعات، باب زیارۃ القبور، فصل سوم 720\1)

(3) (لمعات، کتاب الجهاد، باب حکم الأسراء، 36\7)

فصل ھشتم

وہ اپنے زائروں سے کلام (☆) کرتے ہیں اور اُن کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول(75**تا**78)

امام یافعی پھر امام سیوطی امام محب طبری شارح تنبیہ سے ناقل:

میں امام اسماعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ میں تھا

"فَقَالَ لی یَا محب الدّین أتؤمن بِکَلَام الْمَوْتَی ؟قلت: نعم. فَقَالَ إن صَاحب هَذَا الْقَبْر یَقُول لی أَنا من حَشْو الجنَّة"۔ (1)

انہوں نے فرمایا اے محب الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، کہا اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں۔

تنبیہ: اس روایت کے لانے سے غرض نہیں کہ اُس میت نے امام اسماعیل سے کلام کیا کہ ایسی روایات تو صدہا ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے کہ وقائع جزئیہ شمار نہ کریں گے بلکہ محل استدلال یہ ہے کہ وہ دونوں امام احیاء سے اموات کے کلام کرنے پر اعتقاد رکھتے تھے، اور ان دونوں اماموں نے اسے استناداً نقل فرمایا۔

تذییل: امام یافعی امام سیوطی انہی اسماعیل قدس سرہ الجلیل سے حاکی بعض مقابر یمن پر اُن کا گزر ہوا بشدت روئے اور سخت مغموم ہوئے، پھر کھلکھلا کر ہنسے اور نہایت شاد

(☆) **تنبیہ**: جواب سلام کا ایک قول فصل ہفتم میں علامہ قونوی سے گزرا۔ ۱۲ منہ)

(1) (شرح الصدور، باب فی زیارۃ القبور الخ 206.207)

ہوئے، کسی نے سبب پوچھا، فرمایا: میں نے اس مقبرہ والوں کو عذاب قبر میں دیکھا رویا اور جناب الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی حکم ہوا:

"قد شفعناك فيهم". ہم نے تیری شفاعت اُن کے حق میں قبول فرمائی ہے۔

اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی: مولانا اسماعیل!

"وَأَنا مَعَهم يَا فَقِيه إِسْمَاعِيل أَنا فُلَانَة الْمُغنيَة". (1) میں بھی انہیں میں سے ہوں میں فلانی گائن ہوں۔

میں نے کہا: "وأنت معهم"۔ تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی۔

اللهم اجعلنا ممن رحمته بأولیائك امین

اے اللہ! ہمیں بھی ان میں شامل فرما جن کو اپنے اولیاء کے طفیل رحمت سے نوازا۔ الٰہی قبول فرما۔

قول (79)

زہر الربیٰ شرح سنن نسائی میں نقل فرمایا:

"إن للروح شأنًا آخر فتكون فی الرفيق الأعلى وهی متصلة بالبدن بحيث إذا سلّم المسلّم على صاحبها رد عليه السلام وهی فی مكانها هناك. إلى أن قال: روح کی شان جدا ہے باآنکہ ملاء اعلیٰ میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا اس میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھی

(1) (شرح الصدور، باب فی زیارۃ القبور الخ 206)

إنما يأتي الغلط هنا من قياس الغائب على الشاهد فيعتقد أن الروح من جنس ما يعهد من الأجسام التي إذا اشغلت مكانا لم يمكن أن تكون في غيره وهذا غلط محض". (1)

چیز کو محسوسات پر قیاس کر کے روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو اُسی وقت دوسرے میں نہیں ہوسکتی حالانکہ یہ محض غلط ہے۔

قول(80)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل فرماتے ہیں:

"ردَّ السلام على المسلّم من الأنبياء حقيقي بالروح والجسد بجملته ، ومن غير الأنبياء والشهداء بإتصال الروح بالجسد اتصالًا يحصل بواسطة التمكّن من الرد مع كون أرواحهم ليست في أجسادهم, وسواء الجمعة وغيرها على الأصح.لكن لا

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جوابِ سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ روح و بدن دونوں سے ہے اور انبیاء و شہداء کے سوا اور مومنین میں یوں ہے کہ اُن کی روحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جوابِ سلام پر اُنہیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ

(1)(زهر الربى حاشية على سنن النسائي للسيوطي، كتاب الجنائز 292\1۔

وانظر : كتاب الروح لابن القيم، فصل وَأما قَول من قَالَ الأَرْوَاح على أفنية قبورها فان أَرَادَأَن هَذَا)

مانع من ان الاتصال فی الجمعة والیومین المکتنفین به أقوی من الاتصال فی غیرها من الأیام "اھ۔ملخصا(1)	سب دن برابر ہیں۔ ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ و جمعہ و شنبہ میں اور دنوں کی نسبت اتصال اقوی ہے۔

قول(81.82)

شرح الصدور وطحطاوی حاشیہ مراقی میں نقل فرمایا:

"الأحادیث والآثار تدل علی أن الزائر متی جاء علم به المزور وسمع سلامه وأنس به ورد علیه وهذا عام فی حق الشهداء وغیرهم وأنه لا توقیت فی ذلك"۔(2)	احادیث و آثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے مُردے کو اُس پر علم ہوتا ہے اُس کا سلام سنتا اور اُس سے انس کرتا اور اُس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہداء و غیر شہداء سب میں عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت (☆) کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں۔

---

(1)(شرح الزرقاني علی المواهب،المقصد العاشر، 8\352،وفي نسخة : 12\302)

(2)(ذکره السیوطي في شرح الصدور، 224، وحاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، فصل في زیارة القبور 620۔وقال:قال ابن قیم۔)

(☆)اُنہیں امام جلیل نے انیس الغریب میں فرمایا:" وسلموا ردا علی المسلم فی ای یوم قاله ابن القیم"۔ مُردے سلام کے جواب میں سلام کرتے ہیں کوئی دن ہو، جیسا کہ ابن قیم=

== نے تصریح کی ۱۲(م)

اقول: ابن قیم جوزیہ نے بخاری اور مسلم کے حوالہ سے واقعہ قلیب بدر اور میت کا جوتوں کی آواز کو سننا نقل کرنے کے بعد لکھا:

"وَقد شرع النَّبِي لأمته إذا سلمُوا على أهل الْقُبُور أَن يسلمُوا عَلَيْهِم سَلام من يخاطبونه فَيَقُول السَّلَام عَلَيْكُم دَار قوم مُؤمنين وَهَذَا خطاب لمن يسمع وَيعْقل وَلَوْلَا ذَلِك لَكَانَ هَذَا الْخطاب بِمَنْزِلَة خطاب الْمَعْدُوم والجماد. وَالسَّلَف مجمعون على هَذَا وَقد تَوَاتَرَتْ الْآثَار عَنْهُم بِأَن الْمَيِّت يعرف زِيَارَة الْحَيّ لَهُ ويستبشر بِهِ.

پھر دو احادیث اور آثار نقل کرنے کے بعد لکھا:

وَهَذَا بَاب فِي آثَار كَثِيرَة عَن الصَّحَابَة وَكَانَ بعض الْأَنْصَار من أَقَارِب عبد الله بن رَوَاحَة يَقُول اللَّهُمَّ إِنِّي أعوذ بك من عمل أخزى بِهِ عِنْد عبد الله بن رَوَاحَة كَانَ يَقُول ذَلِك بعد أَن اسْتشْهد عبد الله وَيَكْفِي فِي هَذَا تَسْمِيَة الْمُسلم عَلَيْهِم زَائِرًا وَلَوْلَا أَنهم يَشْعُرُونَ بِهِ لما صَحَّ تَسْمِيَته زَائِرًا فَإِن المزور إِن لم يعلم بزيارة من زَارَهُ لم يَصح أَن يُقَال زَارَهُ هَذَا هُوَ الْمَعْقُول من الزِّيَارَة عِنْد جَمِيع الْأُمَم وَكَذَلِكَ السَّلَام عَلَيْهِم أَيْضا فَإِن السَّلَام على من لَا يشْعر وَلَا يعلم بِالْمُسلمِ محَال وَقد علم النَّبِي أمته إِذا زاروا الْقُبُور أَن يَقُولُوا سَلام عَلَيْكُم أهل الديار من الْمُؤمنِينَ وَالْمُسْلِمين وَإِنَّا إِن شَاءَ الله بكم لاحقون يرحم الله الْمُسْتَقْدِمِينَ منا ومنكم والمستأخرين نسْأَل الله لنا وَلكم الْعَافِيَة. وَهَذَا السَّلَام وَالْخطاب والنداء لموجود يسمع ويخاطب وَيعْقل ويرد وَإِن لم يسمع الْمُسلم الرَّد وَإِذا صلى الرجل قَرِيبا مِنْهُم شاهدوه وَعَلمُوا صلَاته وغبطوه على ذَلِك

(کتاب الروح، المسألة الأولى 54و 60.61، بتصرف۔)

قول (83)

بنایہ حاشیہ ہدایہ میں دربارۂ حدیث تلقین موتی فرمایا:

,, عند أهل السنة، هذا على الحقيقة لأن الله تعالى يحييه على ما جاءت به الآثار (1)

اہل سنت کے نزدیک یہ اپنی حقیقت پر ہے اس لئے کہ مردہ تلقین کا جواب دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا۔

(1) (البناية شرح الهداية، باب الجنائز، ١٧٧/٣ دار الكتب العلمية بيروت)

فصل نہم

اولیاء کی کرامتیں اولیاء کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں

قول (84)

امام نووی نے اقسامِ زیارت میں فرمایا ایک زیارت بغرض حصول برکت ہوتی ہے۔ مزاراتِ (☆) اولیاء کیلئے سنت ہے اور اُن کیلئے برزخ میں تصرفات و برکات بے شمار ہیں، وستقف علی ذالك ان شاء الله تعالیٰ
ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس سے آگاہی ہوگی۔

قول (85.86)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں فرمایا:

تفسیر کرده است بیضاوی آیه کریمه { والنازعات غرقاً } الآیة را بصفاتِ نفوسِ فاضله درحالِ مفارقت از بدن که کشیده میشوند از ابدان ونشاط میکنند بسوئے	قاضی بیضاوی نے آیہ کریمہ والنازعات غرقاً الخ کی تفسیر میں بتایا ہے کہ یہاں بدن سے جدائی کے وقت ارواحِ طیبہ کی جوصفات ہوتی ہیں اُن کا بیان ہے کہ وہ بدنوں سے نکالی جاتی ہیں اور عالم ملکوت کی طرف تیزی سے

(☆) زیارت گاہی از جہت انتفاع باھل قبور بود چنانچه در زیارت قبور صالحین آثار آمده ۱۲ جذب القلوب۔
کبھی زیارت، اہل قبور سے فائدہ اُٹھانے کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ قبور صالحین کی زیارت کے بارے میں آثار آئے ہیں۔)

عالم ملکوت وسیاخت میکنند درآن پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس میگردند بشرف و قوت از مدبرات۔(1)	جاتی اور وہاں سیر کرتی ہیں۔ پھر مقامات مقدس کی طرف سبقت کرتی ہیں اور قوت و شرف کے باعث مدبرات امر یعنی نظام عالم کی تدبیر کرنے والوں سے ہوجاتی ہیں۔

قول (87)

علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

"کرامات أولیاء باقیة بعد موتهم أیضًا ومن زعم خلاف ذلك فهو جاهل متعصب ولنا رسالة فی خصوص اثبات الکرامة بعد موت الولی اھ مخلصاً۔(2)	اولیاء کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں جو اس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے، ہم نے ایک رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے۔

قول (88.89)

شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

(1)(اشعة اللمعات ، باب حکم الاسراء ، 401\3۔ وانظر التفسیر البیضاوي 282\5)

(1)(الحدیقة الندیة، کرامات الأولیاء لاحیاء والأموات 293\1)

"قال العلامة الغنيمي وهو خاتمة محققي الحنفية إذا كان مرجع الكرامات إلى قدرة الله تعالى كما تقرر فلا فرق بين حياتهم ومماتهم إلى أن قال: قد اتفقت كلمات علماء الإسلام قاطبة على أن معجزات نبينا صلى الله عليه وسلم لا تحصر لأن منها ما أجراه الله تعالى ويجريه لأوليائه من الكرامات احياء و أمواتاً إلى يوم القيمة". (1)

علامہ غنیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہ محققین حنفیہ کے خاتم ہیں۔فرمایا: جب ثابت ہو چکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی کی طرف سے،تو اولیاء کی حیات و وفات میں کچھ فرق نہیں تمام علماء اسلام یک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے محدود نہیں کہ حضور ہی کے معجزات سے ہیں وہ سب کرامتیں جو اللہ تعالی نے اپنے اولیائے زندہ و مردہ سے جاری کیں اور قیامت تک اُن سے جاری فرمائے گا۔

قول (90)

اس میں امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے منقول ہوا:

"مُعْجِزَةَ الْأَنْبِيَاءِ وَكَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ لَا تَنْقَطِعُ بِمَوْتِهِمْ". (2)

انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں اُن کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول (91.92)

امام ابن الحاج مدخل میں امام ابوعبداللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفینۃ النجاء لاہل

(1)(فتاوی جمال بن عمر مکی۔۔۔)

(2)(فتاوی الرملی، باب تفضیل البشر علی الملائکۃ 382\4)

الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء سے ناقل:

"تَحَقَّقَ لِذَوِی الْبَصَائِرِ، وَالِاعْتِبَارِ أَنَّ زِيَارَةَ قُبُورِ الصَّالِحِينَ مَحْبُوبَةٌ لِأَجْلِ التَّبَرُّكِ مَعَ الِاعْتِبَارِ، فَإِنَّ بَرَكَةَ الصَّالِحِينَ جَارِيَةٌ بَعْدَ مَمَاتِهِمْ كَمَا كَانَتْ فِي حَيَاتِهِمْ"۔ (1)

اہل بصیرت و اعتبار کے نزدیک محقق ہو چکا ہے کہ قبور صالحین کی زیارت بغرض تحصیل برکت وعبرت محبوب ہے کہ اُن کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں۔

قول (93)

جامع البرکات میں ارشاد فرمایا:

اولیاء را کرامات وتصرفات در اکوان حاصل است وآن نیست مگر ارواح ایشان را چون ارواح باقی است بعد از ممات نیز باشد۔ (2)

اولیاء کو کائنات میں کرامات وتصرفات کی قوت حاصل ہے اور یہ قوت اُن کی روحوں کو ہی ملتی ہے تو رُوحیں جب بعد وفات بھی باقی رہتی ہیں تو یہ قوت بھی باقی رہتی ہے۔

قول (94)

کشف الغطاء میں ہے:

ارواحِ کمل کہ روحین حیات

کاملین کی روحیں ان کی زندگی میں

(1) (المدخل لابن الحاج، فصل في زيارة القبور، التوسل بالنبي ﷺ 1\255)

(2) (جامع البرکات۔۔۔۔)

ایشاں بسبب قرب مکانت و منزلت از رب العزت کرامات و تصرفات و امداد داشتند بعد از ممات چوں بہماں قرب با قیند نیز تصرفات دارند چنانکہ درحین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر ازاں۔(1)	رب العزت سے قربِ مرتبت کے باعث کرامات وتصرفات اور حاجت مندوں کی امداد فرمایا کرتی تھیں۔ بعد وفات جب وہ ارواح شریفہ اُسی قرب واعزاز کے ساتھ باقی ہیں تو اب بھی اُن کے تصرفات ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے جسم سے دُنیاوی تعلق کے تھے یا اُن سے بھی زیادہ۔

قول(95.96)

شرح مشکوۃ میں فرمایا:

یکے از مشائخ (☆) عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاں درحیات	ایک عظیم بزرگ فرماتے ہیں میں نے مشائخ میں سے چار حضرات کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں رہ کر بھی ویسے ہی تصرف فرماتے ہیں جیسے حیاتِ دُنیا کے وقت فرماتے تھے یا اُس سے بھی زیادہ

(1)(کشف الغطاء، فصل دہم زیارت قبور 80)

(☆) یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز کما روی عنہ الامام نورالدین ابوالحسن علی فی بھجۃ الاسرار بسندہ ۱۲ منہ (م) یعنی سید علی قریشی قدس سرہ العزیز جیسا کہ بجۃ الاسرار میں اُن سے نورالدین ابوالحسن علی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

خود یا بیشتر شیخ معروف وعبدالقادر جیلانی رضی اللّٰہ عنہما ودوکس (☆) دیگر را اولیاء شمردہ ومقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ ویافتہ است۔(1)

(۱) شیخ معروف کرخی (۲) سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہما اور دو اولیاء کو شمار کیا۔اُن کا مقصد حصر نہیں بلکہ خود جو دیکھا مشاہدہ فرمایا وہ بیان کیا

(☆) یعنی شیخ عقیل بسمی وحضرت شیخ حیاۃ ابن قیس الحرانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارھما کما فی البہجۃ ۱۲ منہ (م)

یعنی شیخ عقیل منجی بسمی اور شیخ حیات ابن قیس حرانی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں ہے)

(1)(اشعۃ اللمعات، باب زیارۃ القبور، 1\715)

فصل دھم

الحمد للہ! برزخ میں بھی اُن کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد و یاری ہے

قول (97)

امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبری میں ارشاد فرماتے ہیں:

"جمیع الائمۃ المجتھدین یشفعون فی اتباعھم ویلاحظونھم فی شدائدھم فی الدنیا و البرزخ و یوم القیامۃ حتی یجاوز الصراط"۔(1)

تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور دُنیا و برزخ و قیامت ہر جگہ کی سختیون میں اُن پر نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔

اسی امام اجل نے اسی کتاب اجمل میں فرمایا:

قد ذکرنا فی کتاب الأجوبۃ عن ائمۃ الفقھاء و الصوفیۃ ان أئمۃ الفقھاء والصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم ویلاحظون أحدھم عند طلوع روحہ وعند سوال منکر ونکیر لہ وعند

ہم نے کتاب الاجوبہ عن الفقہاء والصوفیہ میں ذکر کیا ہے کہ تمام ائمہ فقہاء وصوفیہ اپنے اپنے مقلدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب اُن کے مقلد کی رُوح نکلتی ہے جب منکر نکیر اُس سے سوال کو آتے ہیں جب اُس کا حشر ہوتا

(1)(المیزان الکبری، مقدمۃ الکتاب 9\1)

النشر والحشر والحساب والميزان والصراط ولا يغفلون عنهم في موقف من المواقف ولما مات شيخنا شيخ الإسلام الشيخ ناصر الدين اللقاني رآه بعض الصالحين في المنام فقال له ما فعل الله بك فقال لما اجلسني الملكان في القبر ليسألاني أتاهم الإمام مالك فقال مثل هذا يحتاج إلى سوال في إيمانه بالله ورسوله تنحيا عنه فتنحيا عني اهـ وإذا كان مشائخ الصوفية يلاحظون اتباعهم و مريديهم في جميع الأهوال والشدائد في الدنيا والآخرة فكيف بأئمه المذاهب الذين هم أوتاد الأرض وأركان الدين وأمناء الشارع صلى الله عليه وسلم على أمته رضى الله

ہے، جب نامۂ اعمال کھلتے ہیں، جب حساب لیا جاتا ہے، جب عمل تلتے ہیں جب صراط پر چلتا ہے، غرض ہر حال میں اُس کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اُس سے غافل نہیں ہوتے۔ ہمارے استاد شیخ الاسلام امام ناصر الدین لقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے اُنہیں خواب میں دیکھا پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا جب منکر نکیر نے مجھے سوال کیلئے بٹھایا امام مالک تشریف لائے اور اُن سے فرمایا ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اُس سے خدا و رسول پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے۔ الگ ہو اس کے پاس سے، یہ فرماتے ہی نکیرین مجھ سے الگ ہو گئے اور جب مشائخ کرام صوفیہ قدست اسرارہم ہر ہول و سختی کے وقت دُنیا و آخرت میں

عنهم أجمعين۔(1) اپنے پیرووں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے ہیں تو اُن پیشوایان مذاہب کا کہنا ہی کیا جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون اور شارع علیہ السلام کی اُمت پر اُس کے امین رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

حَسْبِي مِنَ الْخَيْرَاتِ مَا أَعْدَدْته يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي رِضَى الرَّحْمَنِ
دِينُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ خَيْرِ الْوَرَى ثُمَّ اعْتِقَادِي مَذْهَبَ النُّعْمَانِ(2)
وارادتی وعقیدتی ومحبتی للشیخ عبدالقادر جیلانی

میرے لئے نیکیوں سے وہ کافی ہے جو روزِ قیامت خوشنودی الٰہی کی راہ میں، میں نے تیار کر رکھا ہے۔ نبی اکرم، مخلوق میں سب سے افضل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پاک، پھر مذہب نعمان امام اعظم ابوحنیفہ پر اعتقاد۔ اور سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی سے میری ارادت اور عقیدت ومحبت۔

وی بخاک رضا شدم گفتم که توچونی که ماچنان شده ایم
همه روز از غمت بفکر فضول همه شب در خیال بیهده ایم
خبری گو بماز تلخی مرگ گفت ما جام تلخ کم زده ایم

(1)(المیزان الکبری، فصل فی بیان جملۃ من الأمثلۃ المحسوسۃ، 1\53)

(2)(الجواهر المضية في طبقات الحنفية، 1\456، وفيه: وَذكر الإمَام الغزنوي أن الإمَام الأديب أَبَا يُوسُف يَعْقُوب بن أَحْمد بن مُحَمَّد أنشد لنَفسِهِ---إلخ.

قادریت بکام ما کردند سنیت را گدائے میکدہ ایم
شیر بودیم وشہد افروزند ماسراپا حلاوت آمدہ ایم

(ایک دن میں نے رضا کی خاک پر جا کر کہا تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارا حال تو یہ ہے کہ دن رات تمہارے غم میں بیکار سوچتے اور فکر کرتے رہتے ہیں، بتاؤ کہ موت کی تلخی کا حال کیسا رہا؟ عرض کیا: یہ تلخ جام ہم نے تو کم ہی چکھا، قادریت ہمارا مشرب رہا اور سنیت ہمارا میکدہ، ہم دودھ تھے ہی اس پر شہد کا اضافہ ہوا، ہم تو سراپا حلاوت نکلے۔)

تنبیہ نبیہ

ہاں مقلدان ائمہ کو خوشی وشادمانی اور ان کے مخالفوں کو حسرت و پشیمانی مگر حاشا صرف فروع میں تقلید سے متبع نہیں ہوتا، پہلے مہم امر عقائد ہے جو اس میں ائمہ سلف کے خلاف ہو، توبہ، کہاں وہ اور کہاں اتباع، یوں تو بہتیرے معتزلی حنفیت جتاتے ہیں بعض زیدیہ روافض شافعی کہلاتے ہیں، بہت مجسمہ موجہہ حنبلی کہے جاتے، پھر کیا ارواح طیبہ حضرات عالیہ امام اعظم و امام شافعی و امام احمد رضی اللہ عنہم اُن سے خوش ہوں گے کلا واللہ! ان گمراہوں کا انتساب ایسا ہے جیسے روافض اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں، حالانکہ اُن سے پہلے بیزار روح پاک ائمہ اطہار ہے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ یونہی نجد کے حنبلی، ہند کے حنفی جو مخترعانِ مذہب جدید و متبعان قرن طرید ہوئے ہرگز حنبلی و حنفی نہیں بلکہ حبلی (☆) و جنفی (☆) ہیں۔

فقیر عفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے اپنے قصیدہ اکسیر اعظم (1302ھ) کی شرح مجیر معظم

(☆) (حَبَل: بفتحتین بمعنی غضب ۱۲ منہ (م)

(☆) (جَنَف: بفتحتین میل وجور ۱۲ منہ (م)

(1303ھ) میں غلامان سرکار قادری کے فضائل اور اُن کیلئے جو عظیم اُمیدیں ہیں لکھ کر گذارش کی:

اما ہوس کار اینکه نزد ایشان اتباع ہوائے نفس کمال تصوف ورد احکام شرع تمغائے تعرف مناهی و ملاهی موصل الی الله وتباهی ودواهی ریاضت این راه روزها دارند اما بر گردن و نمازها گزارند بر معنی ترک کردن و نه آنکه از ینها باکی دارند یا سرے خارند بلکه فارغ زیند وحسابے ندارند وخود ازینها چه حکایت واز بدعت چه شکایت که متهواران ایشان ضروریات دین را خلاف کنند وبدعوی اسلام بر عقائد اسلام خنده زنند من وخدائے من که اینان

مگر وہ ہوس کار جن کے نزدیک ہوائے نفس کی پیروی کمال تصوف اور احکام شرع کو رَد کرنا تمغہ امتیاز، ممنوعات اور لہو کی چیزیں خدارسی کا ذریعہ، تباہی اور مصیبت کی چیزیں اس راہ کی ریاضت، روزے رکھیں مگر ذمہ میں رہیں، نمازیں پڑھیں مگر نہ پڑھنے کی طرح، اس پر بھی یہ نہیں کہ کچھ خوف یا فکر ہو بلکہ چین سے جیتے ہیں اور کوئی حساب نہیں رکھتے، اُن کی کیا بات اور اس بدمذہبی کی کیا شکایت جبکہ اُن کے بے باکوں کا حال یہ ہے کہ ضروریات دین کا خلاف کریں اور اسلام کا دعویٰ کر کے عقائد اسلام پر خندہ زن ہوں۔ واللہ یہ نہ قادری ہیں نہ چشتی بلکہ غادری ہیں اور زشتی۔

ان کا سایہ ہم سے دور ہو دور الخ۔

نه قادری باشند و نه چشتی
بلکه غادری باشند و زشتی۔
سایه ماذور باد از مادور۔ الخ
اهملخصاً۔

معہذا بالفرض اگر ایک فریق منکرین باعتبار فروع مقلدین سہی تاہم جب اُن کے نزدیک ارواح گزشتگان مثل جماد اور محال امداد اور شرک استمداد تو وہ اس قابل کہاں کہ ارواح ائمہ اُن پر نظر فرمائیں۔

سنت الٰہیہ ہے کہ منکر کو محروم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

"أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي"۔ رواه البخاری(1)۔ میں بندہ سے وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ گمان رکھتا ہے۔

(1)(أخرجه البخاري في الصحيح، كِتَابُ التَّوْحِيدِ، جزء 9\121(7405)، وأحمد في مسنده 2\251و 413، ومسلم في الصحيح، كتاب الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، (2675)، والترمذي في السنن، بَابُ مَا جَاءَ فِي حُسْنِ الظَّنِّ بِاللَّهِ(2388)، وبَابُ مَا جَاءَ إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الأَرْضِ (3603)، وابن ماجه في السنن، بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ (3822)، والنسائي في الكبرى 4\412(7730)، و ابن حبان في الصحيح 3\93(811)، والبيهقي في الشعب 1\406 و 2\8، وأبو إسماعيل الهروي في الأربعين في دلائل التوحيد79(30)، وأبو نعيم في الحلية9\27، وأبو القاسم الجرجاني في تاريخ جرجان 505، والخطيب في تاريخ بغداد2\43والقزويني في التدوين في أخبار قزوين3\2، من طريق، عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة رضى الله عنه۔==

وأخرجه البخاري في الصحيح، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ} [الفتح: 15] (7505)، والخطيب في تاريخ بغداد 7\108 من طريق، عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ۔

وأخرجه مسلم في الصحيح، في التوبة (2675)، و أحمد في مسنده 2\516، و 517، و 524، و 534، والقضاعي في مسند الشهاب 2\322 (1448)، من طريق، عن زيد بن أسلم عن أبي صالح عن أبي هريرة رضي اللہ عنہ۔

وأخرجه أحمد في مسنده 2\391، وابن حبان في الصحيح 2\405 (639) من طريق أبي يونس عن أبي هريرة رضي اللہ عنہ۔

وأخرجه أحمد في مسنده 2\445، والترمذي في السنن (2388)، باب ما جاء في حسن الظن بالله، والبخاري في الادب المفرد 216 (616)، من طريق، عن جعفر بن برقان عن يزيد عن أبي هريرة رضي اللہ عنہ۔

وأخرجه أحمد في مسنده 2\482، من طريق، عن عبد الرحمن بن أبي عمرة عن أبي هريرة رضي اللہ عنہ۔

وأخرجه البيهقي في الشعب 2\9، من طريق، عن رجل من ولد عبادة بن الصامت عن أبي هريرة رضي اللہ عنہ۔

وأخرجه أبي عبد الرحمن محمد بن فضيل بن غزوان الضبي في كتاب الدعاء 186 (24)، من طريق، عن يحي بن عبيد الله عن أبي هريرة رضي اللہ عنہ۔

عن واثلة بن الأسقع رضي اللہ عنہ۔

أخرجه ابن حبان في الصحيح 2\401 و 402 (633 و 634 و 635)، والحاكم في المستدرك 4\268 (7603)، والدارمي في السنن 2\395 (2831)، والطبراني في الكبير 22\87 (210) و 88 (211) و 89 (215)، وابن المبارك في الزهد =

جب اُن کے گمان میں امداد محال تو اُن کے حق میں ایسا ہی ہوگا۔

ع ...... گر برتو حرام است حرامت بادا

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث متواتر میں فرماتے ہیں:

"شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يؤمن بها، لم يكن من أهلها" — میری شفاعت روز قیامت حق ہے جو اُس پر ایمان نہ لائے گا اُس کے اہل سے نہ ہوگا۔

رواه ابن منيع عن زيد بن أرقم وبضعة عشر من الصحابة رضوان الله

= = 318، والقزويني في التدوين 3\201، من طريق، عن هشام بن الغاز عن حيان أبو النضر عن واثلة بن الأسقع رضي الله عنه۔

وأحمد في مسنده 4\106، وفيه: حدثني أبو النضر قال: دعاني واثلة بن الأسقع وقد ذهب بصره۔ فقال: يا حيان قدني الى يزيد بن الأسود الجرشي، فذكر الحديث۔

والطبراني في مسند الشاميين 2\384 (1546)، والبيهقي في الشعب 6\2۔

وأخرجه ابن حبان في الصحيح 2\407 (641)، والطبراني في الأوسط 1\126 (104)، دون ذكر قصة عيادة يزيد بن الأسود، وذكر قصة عيادة يزيد بن الأسود 8\56 (7951)، وفي مسند الشاميين 2\226 (1235) و 2\317، وفي الكبير 22\87 (209)۔ وأحمد في مسنده 3\491، والبيهقي في الشعب 6\2، وأبو نعيم في الحلية 9\306۔

وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد 2\318 وعزاه الى أحمد والطبراني في الأوسط و رجال أحمد ثقات، عن حيان أبي النضر قال خرجت عائدا ليزيد بن الأسود فلقيت واثلة بن الأسقع وهو يريد عيادته۔۔۔۔ الخ۔

تعالیٰ علیهم اجمعین۔(1)

اللہ تعالیٰ دُنیاوآخرت میں اُن کی شفاعتوں سے بہرہ مندفرمائے۔آمین اللّٰھم آمین۔

قول(98.100)

امام غزالی قدس سرہ العالی پھرشیخ محقق پھرشیخ الاسلام فرماتے ہیں:

واللفظ لشرح المشکوٰۃ: حجۃ الاسلام امام غزالی گفته هر که استمداد کرده میشود بوی درحیات استمداد کرده میشود بوی بعدازوفات۔(2)

الفاظ شرح مشکوۃ کے ہیں (یعنی اشعۃ اللمعات): حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس سے زندگی میں مدد مانگی جائے اُس سے بعدوفات بھی مدد مانگی جائے۔

---

(1) (أخرجه أحمد بن منيع في مسنده كما في المطالب العالية (4562)، والديلمي في فردوس الأخبار 3\57 (4154)، وذكره السيوطي في الجامع الصغير مع فيض القدير 4\310، وعزاه إلى ابن منيع، والهندي في كنز العمال 14\399 (39059) وعزاه إلى ابن منيع، وقال: عن زيد بن أرقم وبضعة عشر من الصحابة۔

قلت: في سنده الهيثم بن جماز وهو ضعيف. لكن له شواهد صحيحة متعددة في إثبات شفاعة النبي صلى الله عليه وسلم لأمته يوم القيامة۔

وقد جاءت الأحاديث في إثبات الشفاعة النبوية متواترة، ودلّ عليه قَوْلُهُ تَعَالَى: {عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا (الإسراء: 79)}، والجمهور على أن المراد به الشفاعة". اهـ.

(2) (اشعة اللمعات، باب زيارة القبور 1\715، امام غزالی فرماتے ہیں: وَيَدْخُلُ فِي

قول (101.102)

امام ابن حجر مکی پھر شیخ نے شروحِ مشکوٰۃ میں فرمایا:

صالحاں رامدد بلیغ است زیارت کنند گانِ خود را براندازہ ادب ایشاں۔(1)	صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق اُن کی بے پناہ مدد فرماتے ہیں۔

قول (103)

امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنّت کے نزدیک علم و ادراک موتی کی تحقیق کر کے فرمایا:

"ولهذا ينتفع بزيارة قبور الأبرار والإستعانة من نفوس الأخيار"۔(2)	اسی لئے قبور اولیاء کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

= = جُمْلَتِهِ زِيَارَةُ قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ عليهم السلام وَزيارة قُبورِ الصَّحَابَةِ, وَالتَّابِعِينَ وَسَائِرِ الْعُلَمَاءِ, وَالْأَوْلِيَاءِ, وَكُلُّ مَنْ يَتَبَرَّكُ بِمُشَاهَدَتِهِ فِي حَيَاتِهِ يَتَبَرَّكُ بِزِيَارَتِهِ بَعْدَ وَفَاتِهِ۔

(احياء علوم الدين، كتاب أسرار الحج 2\247، والمدخل لابن الحاج 1\256)

(1) (اشعة اللمعات، باب زيارة القبور، 1\715،

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وفيه أوضح دليل لما مر أنه ينبغي احترام الميت عند زيارته ما أمكن، لا سيما الصالحون لا سيما الأنبياء، فإن يكون في غاية الحياة والتأدب بظاهره وباطنه فإن الصالحون مددا بالغا لزوارهم بحسب أدبهم وتهينهم وقبولهم لالقائهم۔ (فتح الإله في شرح المشكاة 6\182)

(2) (شرح المقاصد، المبحث الرابع مدرك الجزئيات عندنا۔ الخ، 1\43)۔

قول (104.105)

ردالمحتار میں امام غزالی سے ہے:

"إِنَّهُمْ مُتَفَاوِتُونَ فِي الْقُرْبِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى، وَنَفْعُ الزَّائِرِينَ بِحَسَبِ مَعَارِفِهِمْ وَاسْرَارِهِمْ". (1)

ارواح طیبہ اولیائے کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ سے نزدیکی اور زائروں کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف واسرار کے۔

قول (106)

امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ الْمَيِّتُ الْمُزَارُ مِمَّنْ تُرْجَى بَرَكَتُهُ فَيَتَوَسَّلُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى بِهِ. يَبْدَأُ بِالتَّوَسُّلِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى بِالنَّبِيِّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- . إِذْ هُوَ الْعُمْدَةُ فِي التَّوَسُّلِ، وَالْأَصْلُ فِي هَذَا كُلِّهِ، وَالْمُشَرِّعُ لَهُ . ثُمَّ يَتَوَسَّلُ بِأَهْلِ تِلْكَ الْمَقَابِرِ أَعْنِي

یعنی اگر صاحبِ مزار اُن لوگوں میں ہے جن سے اُمیدِ برکت کی جاتی ہے تو اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ کرے، پہلے حضورِ اقدس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کرے کہ حضور ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے

(1) (ردالمحتار علی الدر المختار، مطلب فی زیارۃ القبور، 2\242،

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" فلا فرق بين زيارة قبور الأنبياء والأولياء والعلماء فی أصل الفضل وإن كان يتفاوت فی الدرجات تفاوتا عظيما بحسب اختلاف درجاتهم عند الله". (احیاء علوم الدین، 2\247)

بِالصَّالِحِينَ مِنْهُمْ فِي قَضَاءِ حَوَائِجِهِ وَمَغْفِرَةِ ذُنُوبِهِ، وَيُكْثِرُ التَّوَسُّلَ بِهِمْ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى؛ لِأَنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى اجْتَبَاهُمْ وَشَرَّفَهُمْ وَكَرَّمَهُمْ فَكَمَا نَفَعَ بِهِمْ فِي الدُّنْيَا فَفِي الْآخِرَةِ أَكْثَرُ، فَمَنْ أَرَادَ حَاجَةً فَلْيَذْهَبْ إِلَيْهِمْ وَيَتَوَسَّلْ بِهِمْ، فَإِنَّهُمُ الْوَاسِطَةُ بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالَى وَخَلْقِهِ، وَقَدْ تَقَرَّرَ فِي الشَّرْعِ وَعُلِمَ مَا لِلّٰهِ تَعَالَى بِهِمْ مِنَ الِاعْتِنَاءِ، وَذٰلِكَ كَثِيرٌ مَشْهُورٌ، وَمَا زَالَ النَّاسُ مِنَ الْعُلَمَاءِ،

ہیں۔پھر صالحین اہل قبور سے اپنی حاجت روائی و بخشش گناہ میں توسل اور اس کی تکرار و کثرت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں چنا اور فضیلت و کرامت بخشی تو جس طرح دُنیا میں اُن کی ذات سے نفع پہنچایا یونہی بعد انتقال اُس سے زیادہ پہنچائے گا۔تو جسے کوئی حاجت منظور ہو ان کے مزارات (☆) پر حاضر ہو اور ان سے توسل کرے کہ یہی واسطہ ہیں۔اللہ تعالیٰ اور اُس کی مخلوق میں اور بے شک شرع میں مقرر و معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کی اُن پر کیسی عنایت

(☆) قصد زیارت مقربان آں درگاہ و منتسبان آں جناب و استفاضہ خیرات و برکات از ایشاں نماید موجب مزید خیر و زیادتِ ثواب خواھد بود والسلام۔۱۲منہ جذب القلوب (م)

(جذب القلوب، باب دوازدہم، 138)

اُس بارگاہ کے قرب یافتہ اور اُس جناب سے تعلق رکھنے والوں کی زیارت کا قصد کرے اور اُن سے درخواست کرے کہ اپنی برکات و خیرات کا فیض عطا کریں یہ مزید خیر و خوبی اور ثواب میں زیادتی کا باعث ہوگا۔والسلام ۱۲ منہ جذب القلوب۔

وَالْأَكَابِرِ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ مَشْرِقًا وَمَغْرِبًا يَتَبَرَّكُونَ بِزِيَارَةِ قُبُورِهِمْ وَيَجِدُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ حِسًّا وَمَعْنًى". اھ ملخصًا (1)

ہے اور یہ خود بکثرت وشہرت ہے اور ہمیشہ علمائے اکابر خلف وسلف مشرق و مغرب میں اُن کی زیارتِ قبور سے تبرک کرتے اور ظاہر وباطن میں اُس کی برکتیں پاتے رہے ہیں۔

قول (107 تا 109)

اشعۃ میں فرمایا:

سیدی احمد بن زروق که از اعاظم فقهاء وعلماء ومشائخ دیارِ مغرب است گفت روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید امداد حی قوی ست یا امدادِ میت قوی ست من گفتم قوی میگویند که امدادحی قوی تر است ومن میگویم که امدادِ میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم

سیدی احمد بن زروق جو دیارِ مغرب کے عظیم ترین فقہاء اور علماء ومشائخ سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا زندہ کی امداد قوی ہے یا وفات یافتہ کی؟ میں نے کہا کچھ لوگ زندہ کی امداد زیادہ قوی بتاتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وفات یافتہ کی امداد زیادہ قوی ہے۔ اس پر شیخ نے فرمایا "ہاں" اس لئے کہ وہ حق کے دربار اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہے (فرمایا) اس مضمون کا کلام

(1) (المدخل لابن الحاج، فصل فی زیارۃ القبور، 1\254.255)

زیرا که وی دربساطِ حق است و در حضرت اوست (قال) ونقل دریں معنی ازیں طائفه بیشتر ازان است که حصرو احصار کرده شود ویافته نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزیکه منافی ومخالف ایں باشدوردکندایں۔(1)

ان بزرگوں سے اتنا زیادہ منقول ہے کہ حد و شمار سے باہر ہے اور کتاب و سنت اور سلف صالحین کے اقوال میں ایسی کوئی بات موجود نہیں جو اس کے منافی ومخالف اور اُسے رد کرنے والی ہو۔الخ۔

قول(110)

اُسی میں ہے:

بسیارے رافیوض وفتوح از ارواح رسیده وایں طائفه رادر اصطلاح ایشاں اویسی خوانند۔(2)

بہت سے لوگوں کو فیض و کشف ارواح سے حاصل ہوا ہے اور اس جماعت کو ان حضرات کی اصطلاح میں اُویسی کہتے ہیں۔

قول(111.112)

شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی سے ناقل:

(1)(اشعۃ اللمعات، باب زیارۃ القبور، 1\716)

(2)(اشعۃ اللمعات، باب زیارۃ القبور، 1\715)

چوں می آید زائر نزد قبر حاصل میشود نفس او را تعلقے خاص بقبر چنانچه نفس صاحبِ قبر را وبسبب ایں دو تعلق حاصل میشود میانِ هر دو نفس ملاقات معنوی وعلاقه مخصوص پس اگر نفس مزور قوی تر باشد نفس زائر مستفیض میشود و اگر برعکس بود برعکس شود۔(1)	جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اسے قبر سے اور ایسے ہی صاحبِ قبر کو اس سے ایک خاص تعلق حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں تعلقات کی وجہ سے دونوں کے درمیان معنوی ملاقات اور ایک خاص ربط حاصل ہو جاتا ہے، اب اگر صاحبِ قبر زیادہ قوت والا ہے تو زائر مستفیض ہوتا ہے اور برعکس ہے تو برعکس ہوتا ہے۔

قول(113.114)

مولانا جامی قدس سرہ السامی حضرت سیدی امام اجل علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے ناقل:

درویشے از شیخ سوال کرد که چوں بدن را در خاک ادراک نیست و در عالم	ایک درویش نے شیخ سے سوال کیا کہ جب قبر کے اندر ادراک بدن کو نہیں بلکہ روح کو ہے اور عالم ارواح میں کوئی

(1)(کشف الغطاء، فصل دھم زیارت قبور، 50)

ارواح حجاب نیست چه احتیاج است بسر خاک رفتن ، چه در هر مقامیکه توجه کند بروح بزرگے هماں باشد که بسر خاک ، شیخ فرمود فائده بسیار دارد یکے آنکه چوں بزیارت کسے می رود چند انکه می رود توجه او زیاده میشود چون به سرخاک رسد بحس مشاهده کند خاک اوراحس اونیز مشغول او شود وبکلی متوجه گردد و فائده بیشتر باشد ودیگر آنکه هر چند ارواح را حجاب نیست وهمه جهان او را یکے است اما باں موضع تعلق بیشتر بود ، اه ملخصًا۔(1)

حجاب نہیں ہے تو قبر کے پاس جانے کی کیا ضرورت ، جہاں سے بھی توجہ کرے بزرگ کی روح سے وہی فائدہ ہوگا۔ جو قبر کے پاس ہوگا۔ شیخ نے فرمایا اس میں بہت فوائد ہیں ایک یہ کہ جب آدمی کسی کی زیارت کو جاتا ہے تو جس قدر آگے بڑھتا ہے اس کی توجہ بڑھتی جاتی ہے۔ جب قبر کے پاس پہنچتا ہے تو حواس سے اس کی قبر کا ادراک اور مشاہدہ کرتا ہے اب اُس کے حواس بھی اُس کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں اور وہ پارے ظاہر و باطن کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ جس کا فائدہ فزوں تر ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ ارواح کیلئے حجاب نہیں ہے اور سارا جہان ان کیلئے ایک ہے مگر اس مقام مگر اُس مقام سے تعلق زیادہ ہوتا ہے اھ ملخصا۔

(1) (نفحات الأنس، ترجمه ابو المکارم رکن الدین۔۔۔440)

قول (115.116)

سید جمال رملی کے فتاویٰ میں امام شہاب الدین رملی سے منقول:

" لِلْأَنْبِيَاءِ والرُّسُلِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ إِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ ". (1)

انبیاء ورسل واولیاء وصالحین بعد رحلت بھی فریادرسی کرتے ہیں۔

(1) (فتاویٰ رملی، باب تفضیل البشر علی الملائکۃ، 4\382)

فصل یازدھم

تصریحات علماء میں کہ سلام قبور دلیل قطعی سماع وفہم وعلم وشعور ہے

قول (117)

امام عزالدین عبدالسلام اپنی امالی میں فرماتے ہیں:

"لأنا أمرنا بِالسَّلَامِ على الْقُبُور وَلَوْلَا أَن الْأَرْوَاح تدرك لما كَانَ فِيهِ فَائِدَة". (1)

ہمیں حکم ہوا کہ قبور پر سلام کریں اگر روحیں سمجھتی نہ ہوتیں تو بے شک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول (118)

امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا:

أحاديث زيارة الْقُبُور وَالسَّلَام عَلَيْهَا وخطابهم مُخَاطبَة الْحَاضِر الْعَاقِل دَالَّة على ذَلِك ۔اھ ملخصاً (2)

زیارت قبور اور ان پر سلام اور ان سے حاضر عاقل کی طرح خطاب کی حدیثیں اس پر دلیل ہیں۔ اھ ملخصاً۔

قول (119)

شرح الصدور میں مثل قولین سابقین منقول:

(1) (ذكره السيوطي في شرح الصدور عزاه إلى عز الدين بن عبدالسلام في أماليه، باب مقر الأرواح، 246)

(2) (شرح الصدور، بحواله ابن عبدالبر، باب مقر الارواح، 239)

"وَقد شرع صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لأمته أَن يسلمُوا على أهل الْقُبُور سَلام من يخاطبونه مِمَّن يسمع وَيعْقل"۔(1)

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کیلئے اہل قبور پر ایسا سلام مشروع فرمایا ہے جیسے سننے سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں۔

(1)(ذكره السيوطي في شرح الصدور، باب زيارة القبور، 224، وانظر: كتاب الروح لابن القيم، المسألة الأولى وهي هل تعرف الأموات زيارة الأحياء وسلامهم أم لا، 5، وفيض القدير شرح الجامع الصغير 5\487)

اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں سورۃ الروم کی آیت نمبر 52.53 کے تحت لکھا ہے کہ:

وَثَبَتَ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِ الْمُشَيِّعِينَ لَهُ، إِذَا انْصَرَفُوا عَنْهُ، وَقَدْ شَرَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّتِهِ إِذَا سَلَّمُوا عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ أَنْ يُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ سَلَامَ مَنْ يُخَاطِبُونَهُ فَيَقُولُ الْمُسْلِمُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَهَذَا خِطَابٌ لِمَنْ يَسْمَعُ وَيَعْقِلُ، وَلَوْلَا هَذَا الْخِطَابُ لَكَانُوا بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ الْمَعْدُومِ وَالْجَمَادِ، وَالسَّلَفُ مُجْمِعُونَ عَلَى هَذَا، وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْآثَارُ عَنْهُمْ بِأَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ بِزِيَارَةِ الْحَيِّ لَهُ وَيَسْتَبْشِرُ....وَقَدْ شُرِعَ السَّلَامُ عَلَى الْمَوْتَى، وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَمْ يَشْعُرْ وَلَا يَعْلَمُ بِالْمُسْلِمِ مُحَالٌ، وَقَدْ عَلِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتَهُ إِذَا رَأَوُا الْقُبُورَ أَنْ يَقُولُوا: "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، يَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَمِنْكُمْ وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، نَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ". فَهَذَا السَّلَامُ وَالْخِطَابُ وَالنِّدَاءُ لِمَوْجُودٍ يَسْمَعُ وَيُخَاطِبُ وَيَعْقِلُ وَيَرُدُّ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعِ الْمُسْلِمُ الرَّدَّ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

(تفسير ابن كثير 6\325.327، دار طيبة للنشر والتوزيع، وانظر: الكوكب الوهَّاج والرَّوض البَهَّاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج 26\36)

قول (120)

امام علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول دربارۂ سماع موتیٰ نقل کر کے فرماتے ہیں:

"هُوَ الظَّاهِرُ الْمُخْتَارُ الَّذِي يَقْتَضِيهِ أَحَادِيثُ السَّلَامِ عَلَى الْقُبُورِ". (1)

یہی ظاہر و مختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضا کرتی ہیں۔

قول (121)

علامہ مناوی نے اسی امر کی دلیل یوں نقل فرمائی ہے:

"فان السَّلَام على من لَا يشْعر محَال". (2)

کہ جو نہ سمجھے اُس پر سلام اصلاً معقول نہیں۔

---

(1)(شرح النووي على صحيح مسلم، باب عرض مقعد الميت۔۔، 2\387، وانظر الكوكب الوهَّاج والرَّوض البَهَّاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج 26\47)۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے جس قول کے تحت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات فرمائی وہ مندرجہ ذیل ہے: "يُحْمَلُ سَمَاعُهُمْ عَلَى مَا يُحْمَلُ عَلَيْهِ سَمَاعُ الْمَوْتَى فِي أَحَادِيثِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَتِهِ الَّتِي لَا مَدْفَعَ لَهَا وَذَلِكَ بِإِحْيَائِهِمْ، أَوْ إِحْيَاءِ أَجْزَاءٍ مِنْهُمْ يُعَلِّقُونَ بِهِ وَيَسْمَعُونَ فِي الْوَقْتِ الَّذِي يُرِيدُهُ اللَّهُ"۔

(إكمال المعلم بفوائد مسلم 8\405، وشرح الطيبي على مشكاة المصابيح، باب حكم الاسراء، تحت الرقم، 3967، ومرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب حكم الاسراء، تحت الرقم 3967)

(2)(التيسير بشرح الجامع الصغير، حرف الميم، 2\420)

قول(122)

شیخ محقق مدارج النبوۃ میں سلام اموات کو حدیث سے نقل کرکے فرماتے ہیں:

خطاب باکسی که نشنود و نه فهمد معقل نیست ونزدیک ست که شمار کرده شود از قبیله عبث چنانکه عمر رضی اللہ عنه عنه گفت۔(1)	جو نہ سنے نہ سمجھے اس سے خطاب معقول نہیں اور قریب ہے کہ عبث کے دائرے میں شمار ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

قول(123)

مولانا علی قاری شرح اللباب میں دربارۂ سلام زیارت فرماتے ہیں:

"من غير رفع صوت ولا اخفاء بالمرة لفوت الاسماع الذی هو السنة"۔(2)	نہ بلند آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ، جس میں سنانا کہ سنت ہے فوت ہو جائے۔

(1)(مدارج النبوت، فصل در سماعت میت، 2\95)

(2)(المسلک المتقسط في المنسک المتوسط على لباب المناسک، باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 288)

فصل دوازدھم

اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب وکلام میں

قول (124 تا 127)

منسک متوسط و مسلک متقسط و اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیری میں ہے، واللفظ للاخرین فإنه ابسط: کہ بعد زیارتِ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے:

"جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا أَفْضَلَ ما جَزَى إِمَامًا عن أُمَّةِ نَبِيِّهٖ وَلَقَدْ خَلَفْتَهُ بِأَحْسَنِ خَلَفٍ وَسَلَكْتَ طَرِيقَهُ وَمِنْهَاجَهُ خَيْرَ مَسْلَكٍ وَقَاتَلْتَ أَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدَعِ وَمَهَّدْتَ الْإِسْلَامَ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ ولم تَزَلْ قَائِلًا لِلْحَقِّ نَاصِرًا لِأَهْلِهٖ حتى أَتَاكَ الْيَقِينُ"۔

آپ کو اللہ تعالیٰ ہم سے جزا وعوض نیک دے بہتر اُس عوض کا جو کسی امام کو اُس کے نبی کی اُمت سے عطا فرمایا ہو۔ بے شک آپ نے بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور کی راہ وطریقہ پر چلے، آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا، آپ نے اسلام کو آراستگی دی۔ آپ نے صلہ رحم فرمایا، آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے:

جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا أَفْضَلَ الْجَزَاءِ وَرَضِيَ عَمَّنْ اسْتَخْلَفَكَ فَقَدْ نَصَرْتَ لِلْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ حَيًّا وَمَيِّتًا فَكَفَلْتَ الْأَيْتَامَ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَقَوِيَ بِكَ الْإِسْلَامُ وَكُنْتَ لِلْمُسْلِمِينَ إِمَامًا مَرْضِيًّا وَهَادِيًا مَهْدِيًّا جَمَعْتَ شَمْلَهُمْ وَأَغْنَيْتَ فَقِيرَهُمْ وَجَبَرْتَ كَسِيرَهُمْ۔(1)	اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے اور اُن سے راضی ہو جنہوں نے آپ کو خلیفہ کیا۔ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ آپ نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام و مسلمین کی مدد فرمائی آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا۔ اسلام نے آپ سے قوت پائی آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنمائے راہ یاب ہوئے۔ آپ نے اُن کا جتھا باندھا اور ان کے محتاجوں کو غنی کر دیا اور ان کی شکستہ دلی دور فرمائی

اسی طرح کتب مناسک میں بہت تصریحیں اس کی ملیں گی۔

قول (128 تا 130)

امام خطابی نے دربارہ تلقین فرمایا:

"لَا بَأْسَ بِهِ إِذْ لَيْسَ فِيهِ إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالَى، وَعَرْضُ الِاعْتِقَادِ على	اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ ہے کیا مگر اللہ تعالیٰ کی یاد اور میت پر عرض

(1) (الفتاوی الهندية، مطلب زيادة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 266\1، والاختيار لتعليل المختار، بَابُ الْهَدْيِ، 176.177\1، نور الإيضاح 156، ومراقي الفلاح 284، وحاشية الطحطاوي على مراقی الفلاح 749، وانظر: المسلک المتقسط 290)

عَلَى الْمَيِّتِ ،إلى قوله : وَكُلُّ ذَلِكَ   اعتقاد اور یہ سب خوب ہیں۔

حَسَنٌ، نقله القارى فى المرقاة

"۔(1)

بعینہ اسی طرح ذیل مجمع البحار (2) میں مذکور

وحسبنا الله العزيز الغفور وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وآله

وصحبه الى يوم النشور۔

---

(1) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب اثبات عذاب القبر، تحت الرقم (133) 327\1، وشرح الطيبي على مشكاة المصابيح، 317\1)

امام مظہر الدین الذیدانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 727ھ فرماتے ہیں:

"أما لو لَقَّنَ أحدٌ الميتَ عند الدفن لم يكن فيه حرجٌ؛ لأنه ليس فيه إلا ذكرُ الله تعالى، وعرض الاعتقاد على الميت والحاضرين، والدعاءُ للميت وللمسلمين، ويكون فيه إرغام لمُنكِري الحشر والبعث وأحوال القيامة؛ وكلُّ ذلك حسنٌ."

(المفاتيح في شرح المصابيح، تحت الرقم (133) 235\1)

(2) (تكملة مجمع البحار، تحت "ثبت" 25)

فصل سیز دھم

بعد دفن میت کو تلقین اور اُسے عقائد اسلام یاد دلانے میں

یہ فصل فصلِ دوازدہم کی ایک صنف ہے کہ اس میں بھی میت سے سوائے سلام اور قسم کا خطاب وکلام ہے **کما لا یخفی۔**

میں یہاں صرف علمائے حنفیہ کے اقوال شمار کروں گا کہ شافعیہ تو قاطبۃً قابل تلقین ہیں الا من شاء اللہ۔

قول (131 تا 133)

امام زاہد صفار نے کتاب مستطاب تلخیص الادلّہ میں تصریح فرمائی ہے کی تلقین موتی مسلک اہلسنت ہے اور منعِ تلقین مذہبِ معتزلہ پر مبنی کہ وہ میّت کو جماد مانتے ہیں۔

امام حاکم شہید نے کافی اور امام خبازی نے خبازیہ میں اُن سے نقل فرمایا:

"أَنَّ هٰذَا (ای منع التلقین) عَلٰی قَوْلِ الْمُعْتَزِلَةِ لِأَنَّ الْإِحْيَاءَ بَعْدَ الْمَوْتِ عِنْدَهُمْ مُسْتَحِيلٌ أَمَّا عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ فَالْحَدِيثُ أَیْ :"لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" مَحْمُولٌ عَلٰی حَقِيقَتِهِ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُحْيِيهِ عَلٰی مَا جَاءَتْ بِهِ الْآثَارُ وَقَدْ رُوِیَ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

تلقین سے ممانعت معتزلہ کا مذہب ہے اس لئے کہ موت کے بعد زندہ کرنا اُن کے نزدیک محال ہے لیکن اہلسنت کے نزدیک حدیثِ تلقین (اپنے مردوں کو: لا الٰہ الا اللہ" سکھاؤ) اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اس لئے کہ اللہ تعالی مردے کو زندہ فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے، اور حضور

"أَنَّهُ أَمَرَ بِالتَّلْقِينِ بَعْدَ الدَّفْنِ ". ذكره في ردالمحتار عن معراج الدارية-(1)

ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا الخ، اسے ردالمحتار میں معراج الدرایہ کے حوالے سے ذکر کیا۔

قول (134 و135)

درمختار میں جوہرہ نیرہ سے ہے:

"أَنَّهُ مَشْرُوعٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ " (2).

بیشک تلقین اہلسنّت کے نزدیک مشروع ہے۔

قول (136)

بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

"و كيف لا يفعل! وقد روى عنه عَلَيْهِ السَّلَامُ :أنه أمر بالتلقين

تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ نبی ﷺ سے مروی ہوا، حضور ﷺ

(1)(ردالمحتار على الدر المختار، مطلب في تلقين بعد الموت، 191\2، وانظر: حاشية الشلبي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، باب الجنائز 234\1)

(2)(الجوهرة النيرة على مختصر القدوری، باب الجنائز، 102\1، والدر المختار، باب صلوة الجنازة، 88\1)

امام ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الزبیدی متوفی 800ھ جوہرہ نیرہ میں لکھتے ہیں: "وَأَمَّا تَلْقِينُ الْمَيِّتِ فِي الْقَبْرِ فَمَشْرُوعٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحْيِيهِ فِي الْقَبْرِ وَصُورَتُهُ أَنْ يُقَالَ يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ أَوْ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ اُذْكُرْ دِينَكَ الَّذِي كُنْتَ عَلَيْهِ وَقَدْ رَضِيتَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا."۔

بعد الدفن۔ (1) — نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

اور ان کا قول فصل ہشتم میں گزرا کہ اہلسنت کے نزدیک تلقین اپنی حقیقت پر ہے۔

قول (137 و 138)

امام اجل شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا:

"لا يؤمر به ولا ينهى عنه .نقله في البناية وغيرها". (2) — تلقین کا حکم نہ دیں نہ اُس سے منع کریں اسے بنایہ وغیرہ میں نقل کیا۔

حلبہ میں اسے نقل کر کے فرمایا:

"ظاهره أنه يباح". (3) — اس قول سے ظاہر اباحت ہے۔

قول (139)

امام فقیہ النفس قاضی خاں نے فرمایا:

"إن كان التلقين لا ينفع لا يضر أيضا فيجوز. اثره المذكوران". (3) — تلقین میں اگر کوئی نفع نہ ہو تو ضرر بھی نہیں، پس جائز ہو گی، اسے دونوں مذکور حضرات نے ذکر کیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ نفی نفع بر سبیل تنزل ہے۔

---

(1) (البناية شرح الهداية، باب الجنائز، 3\207)

(2) (حلبة المجلى وبغية المهتدي في شرح منية المصلي وغنية المبتدي 2\625، والبناية شرح الهداية، باب الجنائز، 3\209)

(3) (حلبة المجلى وبغية المهتدي 2\625، وفيه: فيجوز أنه مباح)

(4) (حلبة المجلى وبغية المهتدي 2\625، البناية شرح الهداية 3\209)

قول (140 تا 143)

صاحب غیاث فرماتے ہیں:

"انی سَمِعۡتُ اُسۡتَاذِی قَاضِی خَانۡ یَحۡکِی عَنۡ الإمامِ ظَهِیرِ الدِّینِ أَنَّهُ لَقَّنَ بَعۡضَ الۡأَئِمَّةِ وَأَوۡصَانِی بِتَلۡقِینِهِ فَلَقَّنۡتُهُ "۔نقله فی شرح النقایة۔(1)

میں نے اپنے استاد قاضی خان کو سنا کہ امام اجل ظہیر الدین کبیر مرغینانی سے حکایت فرماتے تھے، بعض ائمہ نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنی تلقین کرنے کی وصیّت کی تو میں نے اُنہیں تلقین کی پس جواز ثابت ہوا۔(اسے شرح نقایۃ میں نقل کیا گیا۔)

اسی طرح صاحب حقائق نے بتصریح (☆) اس کے کہ یہ تلقین بعد دفن تھی، صاحب غیاث سے نقل کیا، کمافی الحلبة (جیسا کہ حلبۃ میں ہے۔)

---

(1) (حلبة المجلي 2\625، وحاشية الشلبي علي تبيين الحقائق 1\234، وجامع الرموز ،فصل فی الجنائز ، 1\278، والبناية شرح الهداية 3\209، وفيه: وحكي عن ظهير الدين المرغيناني أنه لقن بعض الأئمة من السلف بعد دفنه، وأوصى أن يلقن هو أيضا بعد دفنه، كذافي "عباب المفتي".

(☆)(یہ معنی خود لفظ اوصانی سے مستفاد ہیں۔مگر اس میں صریح تر ہے کہ: لقن بعض الائمة بعد دفنه وأوصانی بتلقینه فلقنته بعد ما دفن۔(حاشية الشلبی علی التبیین بحوالہ الحقائق باب الجنائز)(بعض ائمہ نے بعد از دفن میّت کو تلقین فرمائی اور مجھے میّت کو تلقین کرنے کی وصیت کی تو میں نے بعد از دفن میّت کو تلقین کی ۱۲ منہ)

امام ابن امیر الحاج عبارت حقائق لکھ کر فرماتے ہیں:

"یفید أن فعله راجع علی ترکه" یہ کلام استحباب تلقین کا مفید ہے۔(1)

پھر اس پر حدیث سے دلیل ذکر کر کے ائمہ محدثین امام ابو عمرو بن الصلاح وغیرہ سے اُس کا بوجہ شواہد و عمل قدیم علمائے شام قوت پانا نقل کرتے ہیں(2) کما اسلفناہ فی المقصد الثانی (جیسا کہ ہم نے اسے مقصد دوم میں پیش کیا)

قول(144 و145)

مضمرات میں ہے:

"نَحْنُ نَعْمَلُ بِهِمَا عِنْدَ الْمَوْتِ وَعِنْدَ الدَّفْنِ. نقله فی الهندية "۔(3) ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں وقت نزع بھی اور وقتِ دفن بھی۔ (اسے ہندیہ میں نقل کیا گیا)

قول(146)

ذیل مجمع البحار میں ہے:

"اتفق کثیر علی التلقین"۔(4) بہت علماء کا تلقین پر اتفاق ہے۔

قول(147)

نور الایضاح میں ہے:

---

(1)(حلبة المجلي و بغية المهتدی 2\625)

(2)(انظر: حلبة المجلي و بغية المهتدي 2\626)

(3)(الفتاوی الهنديهة، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز 1\157)

(4)(تکمله بحار الأنوار، تحت "ثبت" 25)

"تلقینه فی القبر مشروع" (1) مردے کو تلقین کرنا مشروع ہے۔

قول (148، 149)

علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں کتاب التجنیس والمزید سے ناقل:

"التلقین بعد الموت فعله بعض مشائخنا"۔ (2) ہمارے بعض مشائخ نے موت کے بعد تلقین فرمائی ہے۔

قول (150 **تا** 152)

جامع الرموز میں جواہر سے منقول:

"سئل القاضی محمد الکرمانی عنه فقال ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن" وروی فی ذلك الحدیثین "۔ (3) قاضی محمد کرمانی سے دوبارہ تلقین سوال ہوا، فرمایا جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کی نزدیک اچھی ہے، اور اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں۔

قول (153)

طحطاوی حاشیہ مراقی میں علامہ حلبی سے منقول:

" کیف لا یفعل مع أنه لا ضرر تلقین کیونکر نہ کی جائے حالانکہ اس میں

---

(1) (نور الایضاح، باب احکام الجنائز، 54)

(2) (التجنیس والمزید 2\289 مسئلة (1042)، وحاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب صلوة الجنازه 1\364)

(3) (جامع الرموز ،فصل فی الجنائز ، 1\279، وحاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح 367)

فیہ بل فیہ نفع للمیت"۔ (1) — کوئی نقصان نہیں بلکہ میّت کا فائدہ ہے

قول (154)

کشف الغطاء میں ہے:

بالجملہ بمقتضائے مذہب اہل سنت و جماعت تلقین مناسب۔ پھر امام صفار کا ارشاد کہ:

سزاور آنست کہ تلقین کردہ شود میت بر مذہب امام اعظم وہر کہ تلقین نمیکند ونمیگوید بآن پس اوبر مذہبِ اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است و روح در قبر معاد نمیشود۔

مذہب امام اعظم میں میت کو تلقین مناسب ہے اور جو تلقین کا تارک اور منکر ہے وہ معتزلہ کا مذہب رکھتا ہے جو میّت کو جماد محض کہتے ہیں اور قبر میں پھر روح کا اعادہ نہیں مانتے۔

نقل کر کے فرمایا:

وانچہ در کافی گفتہ کہ اگر مسلمان مردہ است، محتاج نیست بسوی وے بعد از موت وگرنہ فائدہ نمی کند ناتمام است چہ باوجود

وہ جو کافی میں کہا کہ اگر بحالتِ اسلام مرا ہے تو وہ موت کے بعد تلقین کا محتاج نہیں، اور اگر ایسا نہیں تو تلقین بے سود ہے ناتمام ہے اس لئے کہ اسلام کے باوجود، دل کو ثابت رکھنے کے لئے تلقین

(1) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح 560، وفي نسخة 367)

اسلام احتیاج بسوئے تلقین برائے ثابت داشتن دل باقیست چنانچه در حدیث آمده آنحضرت ﷺ بعد از دفن فرمودی استغفار کنید برادر خود را وسوال کنید برائے وے تثبت رابدر ستیکه الآن سوا ل کرده میشود ازوے، الی آخره (1)

کی حاجت ثابت ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ دفن کے بعد فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دُعا کرو کہ اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے ،الخ۔

قول (155.156)

علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں دربارہ تلقین پہلے استحباب پھر جواز پھر منع تینوں قول نقل کر کے استحباب پر دلیل قائم کی اور بے شک تعلیل، دلیل اختیار وتعویل ہے (2)

علامہ حامد آفندی نے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں فرمایا:

" هُوَ الْمُرَجَّحُ إذْ هُوَ الْمُحَلِّيُّ بِالتَّعْلِيلِ "۔(3)

اس کی علّت بیان کی گئی ہے لہذا اسی کو ترجیح ہے۔

(1)(کشف الغطاء، فصل احکام دفن، 57)

(2)(انظر: تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، باب الجنائز 1\234.235)

(3)(مغني المستفتي عن سوال المفتي، وانظر لهذا القول: العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب النكاح 1\16)

لہذا علامہ شامی آفندی تبیین کا یہ کلام نقل کر کے فرماتے ہیں:

"ظَاهِرُ اسْتِدْلَالِهِ لِلْأَوَّلِ اخْتِيَارُهُ". (1)

یعنی قول استحباب پر دلیل قائم کرنے سے ظاہر یہی ہے کہ امام زیلعی اسی کو مذہب مختار جانتے ہیں۔

اور خود علامہ شامی کا کلام اختیار، جواز و استحباب پر دلیل ہے کہ معراج الدرایہ سے عدم تلقین کا ظاہر الروایہ ہونا نقل کر کے پھر اُسی معراج سے بحوالہ کافی و خبازیہ امام صفار کا وہ ارشاد نقل کیا پھر فتح کا حوالہ دیا کہ انہوں نے حدیث تلقین کو اپنی حقیقت پر محمول کرنے کی بہت تائید فرمائی، پھر غنیّہ سے تائید لائے کہ حدیث میں تجوز ہے مگر تلقین سے منع نہ کریں گے کہ میّت کو مفید ہے، پھر زیلعی کے کلام سے یوں استظہار کیا اور شارح نے جو مشروعیت تلقین کو قول اہل سنت کہا اسے مقرر و مسلّم رکھا، واللہ اعلم۔

نکتہ جلیلہ تتمیم کلام و ازالہ اوہام میل

اقول و باللہ التوفیق و بہ الوصول الٰی ذری التحقیق، طائفہ جدیدہ اقوال کے مقابل براہ تلبیس و مغالطہ، منع تلقین کے اقوال پیش کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ محض جہالت بے مزہ ہے، ہم یہاں نفس مسئلہ تلقین کی بحث میں نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان علمائے مجوّزین نے ادراک و سمع موتی مانا اور یہ امر اقوال مذکورہ سے یقینا ثابت، ذرا آنکھیں مل کر دیکھیں کہ ان ائمہ نے کیا چیز جائز مانی، تلقین میّت، پھر یہ سیکھیں کہ تلقین کے معنی کیا ہیں، تفہیم و تذکیر یعنی سمجھانا اور یاد دلانا کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی (2)

(1) (ردالمحتار علی الدر المختار، مطلب فی التلقین بعد الموت، 2\191)

(2) (حاشیۃ الطحطاوي علی مراقي الفلاح 558)

پھر کسی ذی عقل سے پوچھیں کہ تفہیم و تذکیر جماد و دیوار کو ہوتی ہے یا سامع فہیم وہوشیار کو؟ حاشا وکلّا ہر سمجھ والا بچہ جانتا ہے کہ سمجھانا اور یاد دلانا ہرگز متصور نہیں جب تک مخاطب سنتا سمجھتا نہ ہو اور جس کے اعتقاد میں ہو کہ مخاطب نہ عقل و فہم رکھتا ہے نہ میرا کہا سنے پھر اُس کے آگے بقصد تفہیم و تذکیر بات کرے وہ قطعاً مجنون و دیوانہ ہوگا، لہذا یقیناً واجب کہ جو ائمہ و علماء استحباب، خواہ جواز تلقین کے قائل ہوئے اُنہوں نے بلاشبہ اموات کو بعد دفن بھی کلام احیاء سننے والا مانا اور اسی قدر مقصود تھا، بخلاف اقوالِ منع کہ وہ زنہار نہ مخالف کو مفید نہ ہمیں مضر کہ ترک تلقین کی علّت کچھ انکارِ فہم وسماع ہی میں منحصر نہیں جس سے خواہی نخواہی سمجھا جائے کہ جو تلقین نہیں مانتا وہ میّت کو سمیع و فہیم بھی نہیں جانتا، کیا ممکن نہیں کہ اُس کی وجہ بعض کے نزدیک عدمِ ثبوت ہے، جیسا کہ حلبہ میں ہے:

"نص الشیخ عز الدین بن عبدالسلام علیٰ أنه بدعة". (1) شیخ عزالدین بن اسلام نے اس کے بدعت ہونے پر نص کی ہے۔

دیکھو امام عزالدین شافعی اس وجہ سے قائلِ تلقین نہ ہوئے کہ اُن کے نزدیک بدعت تھی حالانکہ یہ وہی امام عزالدین ہیں جن کا ارشاد قول (117) میں گزرا کہ مردے اگر ہمارا کلام نہ سمجھتے ہوتے تو سلامِ قبور محض لغو تھا۔

یونہی کیا ممکن نہیں کہ منع کی وجہ اُن کی رائے میں عدم فائدہ ہو بایں معنی کہ مردہ باایمان گیا تو خود رحمت الٰہی اُسے بس ہے وہ بتوفیق ربانی آپ ہی صحیح جواب دے گا۔

قال اللہ تعالیٰ:

(1) (حلبۃ المجلی و بغیۃ المھتدی فی شرح منیۃ المصلی و غنیۃ المبتدی 2\625)

{يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ} (1)

اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

اور جو عیاذ باللہ نوعِ دیگر ہے اسے لاکھ تلقین کیجئے کیا فائدہ دیکھو امام حافظ الدین نسفی نے کافی شرح وافی میں انکار تلقین اسی پر مبنی کیا:

حیث قال ولقن الشهادة لقوله عليه الصلوة والسلام لقنوا موتا كم شهادة أن لا اله إلا الله وأريد به من قرب من الموت وقيل هو مجرىً علىٰ حقيقته وهو قول الشافعي لأنه تعالى يحييه وقد روى أنه عليه السلام أمر بتلقين الميت بعد دفنه وزعموا أنه مذهب أهل السنة والأول مذهب المعتزلة إلا انا نقول لا فائدة بالتلقين بعد الموت لأنه ان مات مومنا فلا حاجة إليه وان مات كافرا فلا يفيد التلقين

اُن کی عبارت یہ ہے: وقتِ نزع شہادت یاد لائے اس لئے حضور علیہم الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے: "اپنے مردوں کو کلمہ شہادت کی تلقین کرو"۔ اس سے مراد وہ ہیں جو قریب الموت ہوں۔ اور کہا گیا کہ یہ اپنے حقیقی معنی میں ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اسے زندہ کردے گا اور مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مذہب اہل سنّت ہے اور اول معتزلہ کا مذہب ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ موت کے بعد تلقین کا کوئی فائدہ

(1) (سورة إبراهيم: 27)

ھ ببعض تلخیص۔ (1) نہیں اس لئے کہ اگر بحالتِ ایمان مرا ہے تو تلقین کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کافر مرا ہے تو تلقین کارگر نہ ہوگی، اھ۔

اگرچہ علماء نے اس شُبہ کا جواب کافی دے دیا کہ ہم شق اوّل یعنی موت علی الایمان اختیار کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلّم کہ وہ وقت ہول ودہشت کا ہے ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میّت کا قوی ہوگا، ڈھارس بندھے گی، وحشت گھٹے گی۔ قال اللہ تعالی:

{أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ} (2) سُن لو! خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل۔

اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میت کے لئے خدا سے تثبت مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔ (3) کما مر فی المقصد الاول (جیسا کہ مقصد اول میں گزرا)

---

(1) (کافی شرح وافی۔۔۔۔۔)

(2) (الرَّعد: 28)

(3) ((أخرجه أبو داود في السنن، كِتَاب الْجَنَائِزِ، بَاب الِاسْتِغْفَارِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِلْمَيِّتِ فِي وَقْتِ الِانْصِرَافِ (3221)، والحاكم 1\526(1372)، وقد تقدم تخريجه۔

وقال الحاكم: هذا حديث صحيح الأسناد، ولم يخرجاه۔ ووافقه الذهبي۔

وقال النووي في الأذكار: 428 وروينا في سنن أبي داؤد والبيهقي باسناد حسن عن عثمان۔ وجود اسناده في المجموع شرح المهذب 5\292۔

وقال الحافظ في نتائج الأفكار كما في الفتوحات الربانية 4\193: هذا حديث حسن

وقال البغوي: هذا حديث غريب لا نعرفه الا من حديث هشام بن يوسف۔

شیخ الاسلام کا کلام قول (154) میں سن چکے اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

"نفی صاحب الکافی فائدته مطلقاممنوع "بأن فیه فائدة التثبیت للجنان قوله: "نعم الفائدة الأصلیة" وهی تحصیل الإیمان فی هذا الوقت"منتفیة ویحتاج إلیه لتثبیت الجنان للسؤال فی القبر". (1) اھموضحًا بحاشیة الطحطاوی۔

صاحب کافی کا مطلقاً فائدے سے انکار ہمیں تسلیم نہیں (کیونکہ اس میں دل کو ٹھہرانہ اور ثبات دینے کا فائدہ ہے) ہاں فائدہ اصلیہ (اس وقت اسے ایمان بخشنا) نہیں اور تلقین کی ضرورت قبر میں سوال کے وقت دل کی تقویت اور ثبات کے لئے ہے۔

علامہ ابراہیم کا جواب اسی مقصد میں گزرا کہ تلقین میں میّت کا فائدہ ہے کہ ذکر خدا سے اسی کا دل بہلے گا۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ اگر عدم فائدہ میں ایسی ہی تقریر کریں تو دعاء و دوا، تمام کارخانہ اسباب سب مہمل و معطل رہ جائے، کہ تقدیر الٰہی میں حصول مراد ہے تو آپ ہی ملے گی ورنہ کیا حاصل۔ غرض جب واضح و بیّن کہ تلقین بے فہم وسماع میّت محال اور اس کا انکار کچھ نفی سماع میں منحصر نہیں تو یقیناً ثابت کے اقوال جواز ہمارے مذہب پر دلائل ساطع اور اقوال ترک و منع اصلاً مضر نہیں، پھر اُن کے مقابل اُن کا پیش کرنا کیا کہا جائے کہ کس درجے کی سفاہت ہے اور یہ قدیم چالاکی ان حضرات کی ہے جہاں

(1) (مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، باب احکام الجنائز، 561)

کسی امر کے اثبات کو بعض علماء کے وہ اقوال جن کا مبنیٰ اس امر کا ماننا ہو پیش کیجئے اور وہ مسئلہ مختلف فیہا ہو، فوراً دوسری طرف کے قول نقل کر لائیں گے، یہ نہیں دیکھتے کہ محلِ نزع کیا تھا اور موضع استدلال کون سا مقدمہ ہے، کہا تو یہ تھا کہ امر ثابت ہے ولہذا فلاں فلاں ائمہ نے اس پر فلاں بات مبنی کی، اس کا یہ کیا جواب ہوگا کہ فلاں فلاں نے وہ بنا نہ مانی، کیا انکار بنا انکار مبنی کو مستلزم ہوتا ہے، واقعی سلامت عقل عجب دولت ہے جسے خدا دے وباﷲ التوفیق۔

یہ نکتہ واجب الحفظ ہے کہ اس سے مخالفین کی بہت چالاکیوں کا حال کھلتا ہے واﷲ الھادی۔

فائدہ جمیلہ تنقیح مسئلہ تلقین میں

اقول و باللہ استعین نفس مبحث استطراداً اتنی بات اور سمجھ لیجئے کہ ظاہر الروایۃ میں اگر لایلقن یا غیر مشروع آیا بھی ہوتو ممانعت وعدمِ جواز کے لئے متعین نہیں، آخر نہ سنا کہ امام مجتہد برہان الدین محمود نے ذخیرہ میں بروایت امام محمد بن الحسن امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظمؒ سے نقل کیا کہ شکر مشروع نہیں اور علماء نے اس کے معنی عدمِ وجوب لئے، اشباہ میں ہے:

سَجْدَةِ الشُّكْرِ جَائِزَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالى .لَا وَاجِبَةٌ.وَهُوَ مَعْنَى مَا رُوِيَ عَنْهُ أَنَّهَا لَيْسَتْ مَشْرُوعَةً؛ أَيْ: وُجُوبًا.وأقره عليه العلا مة السيد الحموى فى غمز العيون، والسيد ان الفاضلان أحمد الطحطاوى و محمد الشامى فى حواشى الدر. (1)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سجدہ شکر جائز ہے واجب نہیں، یہی اس کا معنی ہے جو امام صاحب سے مروی ہے کہ سجدہ شکر مشروع نہیں یعنی وجوباً مشروع نہیں اھ۔ اسے علامہ سید حموی نے غمز العیون میں اور علامہ سید احمد طحطاوی وعلامہ سید محمد شامی نے حواشی دُرمختار میں برقرار رکھا۔

(1) (الأشباه والنظائر، الفن الثالث :الجمع والفروق، الفروق، مَا افْتَرَقَ فِيهِ سُجُودُ التِّلَاوَةِ وَالشُّكْرِ 323 وانظر : وغمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، الْقَاعِدَةُ الْأُولَى لَا ثَوَابَ إلَّا بِالنِّيَّةِ 1\65، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح 500، ورد المحتار على الدر المختار 2\120)

فتاویٰ حجہ میں فرمایا:

عندی أن قول الإمام محمول على الإيجاب وقول محمد على الجواز والاستحباب فيعمل بهما لا يجب بكل نعمة سجدة شكرا كما قال أبو حنيفة ولكن يجوز أن يسجد سجدة الشكر فی وقت سر بنعمة أو ذكر نعمة فشكرها بالسجدة وأنه غير خارج عن حد الاستحباب۔نقله فی حاشية المراقی و قبله الحلبی فی الغنية (1)۔

میرے نزدیک یہ ہے کہ امام اعظم کا قول ایجاب پر اور امام محمد کا قول جواز و استحباب پر محمول ہے تو دونوں قولوں پر عمل کیا جائیگا ہر نعمت پر سجدہ شکر واجب نہیں جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے لیکن جب کسی نعمت سے مسرت ہو تو سجدہ شکر کرنا جائز ہے، اسی طرح جب کسی نعمت کی یاد ہو تو اس کے شکریہ میں سجدہ کر لینا یہ دائرہ استحباب سے باہر نہیں اھ اسے حاشیہ مراقی میں اور اس سے پہلے حلبی نے غنیّہ میں لکھا ہے۔

اسی ذخیرہ میں فرمایا:

"لَا يَتَعَوَّذُ التِّلْمِيذُ إِذَا قَرَأَ عَلَى

شاگرد استاد کے پاس درس کے وقت

(1)(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، سجدة الشكر مكروهة، 500۔ وغنية المستملي في شرح منية المصلي ، فصل في مسائل شتى من كتاب الصلاة وهي الخاتمة ص 666، درمطبع ہوپ واقع لاہور 1283ھ، وفيه: وسجدة الشكر ذكر الطحاوي عن أبي حنيفة رحمه الله أنه قال: لا أراه شيئا، قال أبو بكر الرازي: معناه ليس بواجب ولا مسنون بل هو مباح لا بدعة۔)

اُسْتَاذِہٖ"۔(1)	تعوذ نہ پڑھے۔

درمختار میں اسے نقل کر کے کہا:

"أَیْ لَا یُسَنُّ"۔(2)	یعنی یہ مسنون نہیں۔

نہر میں کہا:

"لیس ما فی (الذخیرۃ) فی المشروعیۃ وعدمھا بل فی الاستنان وعدمہ"۔(3)	ذخیرہ کی عبارت مشروعیت اور عدمِ مشروعیت سے متعلق نہیں بلکہ سنّیت اور عدم سنّیت سے متعلق ہے۔

یوں ہی ہمارے ائمہ سے دربارہ عقیقہ لایعق عن الغمام منقول، علمائے کرام فرماتے ہیں اسکے معنی نفی وجوب واستنان ہیں اور اباحت ثابت ہے۔

فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

"لا یعق عن الغلام وعن الجاریۃ یرید أنہ لیس بواجب ولا سنۃ لکنہ مباح"۔(4)	لڑکے اور لڑکی کی طرف عقیقہ نہ کرے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ واجب وسنّت نہیں۔لیکن مباح ہے۔

---

(1)(الدر المختار، باب صفۃ الصلوۃ، 47\1)

(2)(الدر المختار، باب صفۃ الصلوۃ، 47\1، والرد المحتار علی الدر المختار، باب صفۃ الصلوۃ، 489\1)

(3)(النھر الفائق شرح کنز الدقائق، باب صفۃ الصلوۃ، 210\1)

(4)(خلاصۃ الفتاوی، کتاب الکراھیۃ، الفصل التاسع فی المتفرقات، 377\4، بحوالہ فتاوی رضویۃ جدید 787\9)

اسی طرح عامہ کتب میں مثلاً ہدایہ، وقایہ، نقایہ، بدائع، منیہ، ملتقی، تنویر، جوہرہ وغیرہ فاتحہ سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں امام اعظم وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہما کا قول بلفظ: " لا یاتی ولا یسمی " (تسمیہ نہ لائے، بسم اللہ نہ پڑھے) ذکر کیا۔(1)

پھر محققین نے تصریح فرمائی کہ اس سے مراد نفی سنّت ہے، بخلاف امام محمد کے قائل استنان ہیں، رہی کراہت وممانعت، وہ کسی کا مذہب نہیں، کہ پڑھنا بالاجماع بہتر ہے جیسا کہ ذخیرہ ومجتبیٰ وبحر ونہر وحاشیہ دُرر للعلامۃ الشرنبلانی وشرح علائی وحواشی شامی و طحطاوی وغیرہا سے واضح۔(2)

علامہ غزی تمرتاشی نے فرمایا: " لا بین الفاتحۃ والسورۃ " فاتحہ وسورت کے درمیان نہیں۔ محقق علائی نے لا کے بعد لفظ تسن بڑھا دیا۔ یعنی مسنون نہیں۔ پھر فرمایا: " ولا تکرہ اتفاقا " مکروہ تو بالاتفاق نہیں۔(3)

---

(1)(انظر: الهداية مع البناية 2\208، وشرح الوقاية مع حاشية عمدة الرعاية 1\145، ونقاية مع فتح باب العناية 1\246، وبدائع الصنائع 1\204، ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر 1\143، وتنوير الابصار مع الدر المختار 1\47، والجوهرة النيرة 1\139)

(2)(انظر: بحر الرائق شرح كنز الدقائق 1\330عن الذخيرة والمجتبى، والنهر الفائق شرح كنز الدقائق 1\211، وحاشية الشرنبلالي على درر الحكام شرح غرر الأحكام 1\69، والرد المحتار على الدر المختار 1\490، وحاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح260)

(3)(انظر: الدر المختار في شرح تنوير الابصار 1\47، والرد المحتار 1\490)

طحطاوی نے فرمایا:

"[بل] لا خلاف [فی] أنه لو سمی لکان حسنا" نهر۔ (1)

بلکہ اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ اگر بسم اللہ پڑھا تو اچھا ہے۔

بحر الرائق میں ہے:

"الْخِلَافُ فِي الِاسْتِنَانِ أَمَّا عَدَمُ الْكَرَاهَةِ فَمُتَّفَقٌ علیه وَلِهَذَا صَرَّحَ فِي الذَّخِيرَةِ وَالْمُجْتَبَى بِأَنَّهُ إنْ سَمَّى بين الْفَاتِحَةِ وَالسُّورَةِ كان حَسَنًا عِنْدَ أبي حَنِيفَةَ "۔الخ (2)

اختلاف مسنون ہونے میں ہے اور مکروہ نہ ہونے پر تو اتفاق ہے۔ اسی لئے ذخیرہ اور مجتبیٰ میں تصریح ہے کہ اگر فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اچھا ہے الخ

پھر امام صفار کا ارشاد سن چکے کہ مذہب امام میں تلقین مناسب ہے، یہ امام علام صرف دو واسطہ سے شاگرد صاحبین، امام نصیر بن یحییٰ سے اخذ علم کیا: " وهو عن ابن سماعة عن أبي يوسف ح وعن أبي سليمان الجوزجاني عن محمد"۔

یہ بالیقین اعرف بمذہب امام و معنی ظاہر الروایۃ ہیں، پھر اُس سے ہزار درجہ زائد اُس جناب کا وہ ارشاد ہے کہ تلقین مذہب اہلسنت اور اس کا منع مشرب معتزلہ ہے، اور واقعی مشائخ مذہب میں اس فرقہ ضالہ کا اختلاط اور نقول مذہب میں اس کے اقوال و تخاریج کا اندراج بعض جگہ سخت لغزشوں کا باعث ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ کبھی حقیقت کار ماہروں پر ملتبس ہو جاتی ہے وباللہ العصمۃ جیسے بشر

(1) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح 260، ونهر الفائق 1\211)

(2) (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، 1\330)

مریسی معتزلی کا قول: " وَالرَّحْمٰنِ لَا أَفْعَلُ كَذَا "۔ رحمٰن کی قسم میں ایسا نہ کروں گا۔ اگر سورۃ رحمٰن مراد لی یمین نہ ہوگی، صاحب ولوالجیہ (1) وخلاصہ وغیرہما نے یوں نقل کر دیا گویا یہی مذہب ہے، حالانکہ وہ اس معتزلی کا قول ہے اور مذہب مہذب ائمہ کرام کے بالکل خلاف کما حققہ فی البحر الرائق۔ (2) جیسا کہ بحر الرائق میں اس کی تحقیق کی ہے۔

ردالمختار میں کہا:

"هٰذَا التَّفْصِيلَ فِي الرَّحْمٰنِ قَوْلُ بِشْرٍ الْمَرِيسِيِّ "۔(3) — الرحمٰن میں یہ تفصیل، بشر مریسی کا قول ہے۔

ایسا ہی اشتباہ علامہ زین بین نجیم مصری کو مسئلہ ذبیحہ میں واقع ہوا جس پر علامہ سید احمد حموی نے فرمایا:

"مَبْنَاهَا عَلَى الِاعْتِزَالِ الصَّرِيحِ وَالْعَجَبُ أَنَّ الْمُصَنِّفَ لَمْ يَتَفَطَّنْ لَهُ مَعَ ظُهُورِهِ مِنَ الْقُنْيَةِ"۔ (4) — اس کا مبنی اعتزال صریح پر ہے اور عجب یہ کہ مصنف کو اُس پر تنبہ نہ ہوا باآنکہ صاحب قنیہ کا معتزلی ہونا کھلا ہوا ہے۔

بالجملہ روایت کا تو یہ حال ہے۔ رہی درایت، مقصد دوم میں دیکھ چکے کہ مصطفیٰ ﷺ

---

(1) (الفتاوى الولوالجية، كتاب الأيمان، الفصل الأول، 2\154)

(2) (انظر: البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الأيمان 4\306)

(3) (الردالمحتار على الدر المختار، كتاب الأيمان، 3\711)

(4) (غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر، كتاب الصيد والذبائح، 3\228، وفي نسخة: 2\106)

سے اس حدیث میں وارد، جسے امام ابن الصلاح وامام ضیا وامام ابن حجر وامام ابن امیر الحاج وصاحب مجمع وغیر ہم نے بوجہ شواہد وعواضد، حسن وقوی کہا، پھر سیّدنا ابوامامہ باہلی صحابی اور راشد وضمرہ وحکیم وغیر ہم تابعین کے اقوال اُس میں مروی، پھر اور صحابہ سے اُس کا خلاف ہر گز ثابت نہیں، بااں ہمہ قولِ صحابی قبول نہ کرنا اُصولِ حنفیہ پر کیونکر مستقیم ہوا، تقلیدِ (☆) صحابی ہمارے امام کا مذہب معلوم ہے۔

میزان الشریعۃ الکبریٰ میں امام ابومطیع بلخی سے منقول:

"قلت للإمام أبي حنيفة رضي الله عنه: أرأيت لو رأيت رايا ورأى أبوبكر رأيا أكنت تدع رأيك لرأيه؟ فقال: نعم، فقلت له أرأيت لو رأيت رأيا ورأى عمر رأيا أكنت تدع رأيك لرأيه؟	میں نے امام ابوحنیفہ سے عرض کی: بھلا ارشاد فرمایئے اگر آپ کی ایک رائے ہو اور صدیق اکبر کی رائے اس کے خلاف ہو کیا آپ اپنی رائے اُن کی رائے کے آگے چھوڑ دیں گے؟ فرمایا: "ہاں"، میں نے عمر فاروق کی نسبت

(☆) مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب الخطبہ (تحت الرقم: 411) میں فرماتے ہیں: "قول الصحابي حجة فيجب تقليده عندنا اذا لم ينفعه شيء آخر من السنة". انتهى. أقول وهذا لا يختص بقول الصحابي فإن كل دليل يترك لدليل أقوى منه ۱۲منه (م)

صحابی کا قول حجت ہے تو اسکی تقلید ہمارے یہاں واجب ہے جب کہ کوئی حدیث اس کی نفی نہ کرتی ہو۔ انتہی اقول: یہ قول صحابی سے ہی خاص نہیں اس لئے کہ ہر دلیل اپنے سے قوی تر دلیل کے باعث متروک ہوگی ۱۲ منہ۔

فقال: نعم. و کذالك کنت ادع رائی لرأی عثمان وعلی وسائر الصحابة ما عدا أبا هريرة وأنس بن مالك و سمرة بن جندب". (1)

پوچھا، فرمایا: "ہاں"، اور یونہی میں اپنی رائے عثمان غنی وعلی المرتضیٰ و باقی تمام صحابہ کی رائے کے آگے ترک کر دوں گا۔ سوا ابو ہریرہ وانس بن مالک و سمرہ بن جندب کے۔اھ (رضی اللہ تعالی عنہم)

بلکہ علامہ ابن امیر الحاج تو حلبہ میں فرماتے ہیں:

جب کسی مسئلہ میں ایک صحابی کا قول مروی ہو اور دیگر صحابہ سے اُس کا خلاف نہ آئے وہ مسئلہ اجماعی ٹھہرے گا۔

حيث قال "الصَّحِيحُ قَوْلُنَا لِمَا رُوِيَ عن عَلِيٍّ رضی اللّٰهُ عنه أَنَّهُ قال فی مُسَافِرٍ أَجْنَبَ يَتَلَوَّمُ إلَى آخِرَ الْوَقْتِ ولم يُرْوَ عن غَيْرِهِ من الصَّحَابَةِ خِلَافُهُ فَيَكُونُ إجْمَاعًا". (2)

جیسا کہ فرمایا: صحیح ہمارا قول ہے اس لئے کہ حضرت علی سے جنابت والے مسافر کے بارے میں مروی ہے کہ وہ آخر وقت تک پانی کا انتظار کرے، اس کے خلاف کسی اور صحابی سے مروی نہیں، تو یہ ان کا اجماعی مسئلہ قرار پائے گا۔

بہر حال انکار اگر عدم ثبوت پر مبنی، تو ثبوت حاضر اور نفی نفع پر مبنی، تو نفع ظاہر۔

---

(1) (المیزان الکبری، فصل فی بیان ضعف قول من نسب الإمام أبا حنیفة.. 65\1)

(2) (حلبة المجلی ------ وبدائع الصنائع، صفة التیمم، 55\1)

ہاں! یہ رہ گیا کہ فہم وسماع موتی کا انکار کیجئے یہ بیشک اُصول معتزلہ ہی پر درست ہوگا۔ ولہذا بحر العلوم نے فرمایا اس بنا پر کہ مردہ نہیں سنتا تلقین نہ ماننا مذہب باطل ہے کما سیأتی نقله ان شاء الله تعالیٰ۔

لاجرم عمائد حنفیہ سے یہ علمائے دین وائمہ ناقدین جن میں امام صفار وحاکم شہید وشمس الائمہ وظہیر کبیر وفقیہ النفس وغیرہم ائمہ مجتہدین ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جواز واستحباب تلقین کے قائل ہوئے اور بالیقین وہ ہم سے زیادہ روایات ودرایاتِ مذہب پر آگاہ تھے، اور قطعاً اُس کے خلاف پر اصلاً کوئی دلیل نہیں اور بے شک اُس میں احیاء واموات مسلمین کا نفع ہے، ذکر خدا، رغمِ اعدا ہے، پھر وجہ انکار کیا ہے، تنزلی درجہ اتنا سہی کہ:

"لا یؤمر به ولا ینهی عنه"

باقی عدمِ جواز یا ممانعت حاش للہ محض بے حجت،

ومن ادعی فعلیه البیان هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی والله تعالی أعلم وعلمه جل مجده أتم وأحکم۔

جو اس کا مدعی ہو بیان اس کے ذمہ۔ یہ وہ ہے جو میرے علم میں ہے اور حق کا علم میرے رب کے یہاں ہے۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ اور اُس کا علم زیادہ کامل محکم ہے، اس کا مجد جلیل ہے۔

فصل چھارم دھم

اصل مسئلہ مسئولہ سائل میں۔ یعنی ارواح کرام کو ندا اور اُن سے توسل وطلب دعا۔

یہ فصل بھی فصل دوازدہم کا ایک حصہ ہے کہ یہاں بھی کلامِ سلام کے سوا ہے مگر مثل فصل تلقین بوجہ مہتم بالشان ہونے کے فصل جداگانہ قرار پائی واللہ الموفق۔

قول (157 تا 159)

سیّدی خواجہ حافظی فصل الخطاب پھر شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل:

قیل للرضا رضی الله تعالی عنه علمنی کلاما إذا زرت واحدا منکم فقال: أدن من القبر و کبر الله أربعین مرّة ثم قل السلام علیکم یا أهل بیت الرسالة إنی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسألتی وحاجتی وأشهد الله انی مومن بسر کم وعلانیتکم وإنی ابرأ إلی الله من عدو محمد وال محمد من الجن و الإنس۔ (1)

یعنی امام ابن الامام الٰی ستۃ آباء کرام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم جمیعا سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمایئے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں۔ فرمایا: قبر کے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ، پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہل بیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش و سوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم و

(1) (جذب القلوب، باب دوازدہم در ذکر مقبرہ شریفہ بقیع، 138۔

اس مسئلہ پر راقم کے "مقالات" جلد اوّل ملاحظہ فرمائیں (محمد ارشد مسعود عفی عنہ)

وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں اُن سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالیٰ علی محمد وآل محمد و بارک وسلم۔ آمین!

قول (160.161)

سیّدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاویٰ میں ہے:

"سئلت عمن يقول فی حال الشدائد يا رسول الله أو يا علی أو يا شيخ عبدالقادر مثلاً هل هو جائز شرعاً أم لا؟۔ فأجبت نعم الإستغاثة بالأولياء ونداؤهم والتوسل بهم أمر مشروع ومرغوب لا ينكره إلا مكابرا و معاند. وقد حرم بركة الأولياء الكرام . وسئل شيخ الإسلام الشهاب الرملی الأنصاری الشافعی عما يقع من العامة من

مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یارسول اللہ، یاعلی، یا شیخ عبدالقادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے نہیں؟ میں نے جواب دیا :ہاں !اولیاء سے مدد مانگنی اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع و شیئ مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا۔ مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف اور بے شک وہ برکت اولیاء کرام سے محروم ہے، شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتاء

قولهم عند الشدائد يا شيخ فلان ونحو ذلك من الإستغاثة بالأنبياء والمرسلين والأولياء الصالحين؟ . فأجاب بما نصه الإستغاثة بالانبياء والمرسلين والأولياء والعلماء الصالحين جائزة بعد موتهم. إلخ اه ملخصا۔(۱)

کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیاء و اولیاء سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرح میں کیا حکم ہے؟۔

امام ممدوح نے فتویٰ دیا کہ انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء صالحین سے اُن کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت واستمداد جائز ہے۔

قول(162)

علامہ خیر الملۃ والدین رملی حنفی استاد صاحبِ درمختار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فتاویٰ خیریہ میں فرماتے ہیں:

"قولهم يا شيخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمت"۔(2)

لوگوں کا کہنا یا شیخ عبد القادر! یہ ایک ندا ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے۔

---

(1)(فتاوی جمال مكي---وفتاوى الرملى، تفضيل البشر على الملائكة، 382\4

وفيه:(فَأَجَابَ) بِأَنَّ الِاسْتِغَاثَةَ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ وَالصَّالِحِينَ جَائِزَةٌ وَلِلرُّسُلِ وَالْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ إغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ؛ لِأَنَّ مُعْجِزَةَ الْأَنْبِيَاءِ وَكَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ لَا تَنْقَطِعُ بِمَوْتِهِمْ)

(2)(فتاوى خيرية، كتاب الكراهة والاستحسان، 182\2)

علامہ محمد بن محمد بن شرف الدین الخلیلی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1147ھ فرماتے ہیں:==

قول(163)

سید احمد زروق رضی اللہ تعالی عنہ کہ اکابر علماء واولیائے دیارِ مغرب سے ہیں اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

أنا لمريدى جامعٌ لشتاتِهِ إذا ما سَطَا جورُ الزمانِ بنكبته

وإن كنتَ فى ضيقٍ و كربٍ ووحشةٍ فنادبيا زروق آت بسرعته (1)

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستمِ زمانہ اپنی نحوست سے اُس پر تعدی کرے اور اگر تو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں ندا کر: یا زروق، میں فوراً آموجود ہوں گا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب اس شیرِ الہی کا حال کتاب بستان المحدثین میں یوں لکھتے ہیں:

شیخ اوسیدی زیتون رحمة الله تعالی علیه درِ حق او بشارت داده که او از ابدال سبعه است وبا وصف علو حال باطن تصانیف او در	ان کے شیخ سیّدی زیتون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کے حق میں بشارت دی کے وہ ساتوں ابدال میں سے ایک ہیں ،علم باطن میں بلند رتبہ کے ساتھ ظاہری علوم میں بھی انکی کثیر تصانیف موجود

= = "وأما قولهم: يا شيخ عبد القادر فهو نداء وإذا أضيف إليه شيء لله فهو طلب شيء إكراما لله تعالى فما الموجب لحرمة ذلك".

(فتاوي الخليلي على المذهب الشافعي 2\263)

(1)(انظر: نيل الابتهاج بتطريز الديباج 133، وبستان المحدثين، 322)

علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ ومفیدو کثیر افتادہ۔(1)	ہیں جو نافع ومفید ہیں۔

پھر شمارِ تصانیف کے بعد لکھا:

بالجملہ مردے جلیل القدریست کہ مرتبہء کمال او فوق الذکر است واو از محققان صوفیہ است کہ بین الحقیقۃ والشریعت جامع بودہ اندو بشاگردی او اجلہ علماء مفتخر ومباہی بودہ اند مثل شہاب الدین قسطلانی کہ سابق حال او مذکور شدہ وشمس الدین لقانی،الخ۔(2)	مختصر یہ کہ وہ ایک جلیل القدر شخصیت ہیں جن کا رتبہ بیان سے بالاتر ہے وہ ان صوفیہ محققین سے ہیں جو حقیقت و شریعت کے جامع ہوئے اُن کی شاگردی پر اجلہ فخر ومباہات کرتے ہیں جیسے علامہ شہاب الدین قسطلانی جن کا حال پہلے ذکر ہوا اور شمس الدین لقانی، الخ۔

پھر کہا:

واو را قصیدہ ایست برطور قصیدہ جیلانیہ کہ بعضے	قصیدہ غوثیہ کی طرز پر ان کا ایک قصیدہ بھی ہے جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

(1)(بستان المحدثین، 320)
(2)(بستان المحدثین,320)

ابیات او این ست۔(1)

اور وہی دو بیت مذکور نقل کیے۔

قول(164.165)

امام ابن الحاج امام ابن النعمان کی سفینۃ النجاء سے ناقل:

"الدُّعَاءُ عِنْدَ قُبُورِ الصَّالِحِينَ، وَالتَّشَفُّعُ بِهِمْ مَعْمُولٌ بِهِ عِنْدَ عُلَمَائِنَا الْمُحَقِّقِينَ مِنْ أَئِمَّةِ الدِّينِ" ۔(1)

قبور صالحین کے پاس دعاء اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے۔

قول(166 **تا** 170)

لباب وشرح لباب واختیار وفتاویٰ ہندیہ میں ہے: والفظ للأولین فإنه أتم۔

بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے سرہانے کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد اعادہ سلام وذکر مآثر اسلام عرض کرے:

جزا کما الله عن ذالك مرافقته فی جنته وایانا معکما برحمته انه ارحم الراحمین وجزا کما الله عن الإسلام وأهله خیر الجزاء، جئنا یا صاحبی رسول الله ﷺ۔زائرین

اللہ تعالی آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے نبی ﷺ کی رفاقت عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی بیشک وہ ہر مہر والے سے زیادہ مہر والا ہے، اللہ تعالی

(1)(بستان المحدثین، 320)

(2)(المدخل لابن الحاج، 1\255)

لنبينا وصديقنا وفاروقنا ونحن نتوسل بكما إلى رسول الله ﷺ ليشفع لنا إلى ربّنا۔ (2)

آپ دونوں کو اسلام و اہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلہ کرامت فرمائے، اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں یارو! ہم اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔

اسی طرح مدخل میں ہے:

"يَتَوَسَّلُ بِهِمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُقَدِّمُهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ شَفِيعَيْنِ فِي حَوَائِجِهِ"۔ (2)

یعنی حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف توسل کرے اور اُنہیں اپنی حاجتوں میں شفیع بنا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کرے۔

قول (171)

اشعۃ اللمعات میں فرمایا:

---

(1)(المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط علی لباب المناسک، باب زیارۃ سیر المرسلین 290، و الفتاوی الهندیة، زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 1\266)

(2)(المدخل لابن الحاج، زیارۃ سید الأولین والآخرین، 1\265)

لیت شعری چه میخواہند ایشاں باستمداد و امداد که این فرقه منکر ند آں را آنچه ما می فہمیم ازاں اینست که داعی دعا کند خدا وتوسل کند بروحانیت ایں بنده مقرب یا ندا کند ایں بنده مقرب را که اے بنده خدا وولی وے شفاعت کن مراد بخواہ از خدا که بدہد مسئول و مطلوب مرا اگر ایں معنی موجب شرک باشد چنانکه منکر زعم میکند باید که منع کرده شود توسل وطلب دعا از دوستان خدا در حالت نیز واین مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است در دین و آنچه مروی ومحکی ست از مشائخ

نہ معلوم وہ استمداد وامداد سے کیا چاہتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنیوالا خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندہ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے یا اس بندہ مقرب سے عرض کرتا ہے اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میرا مطلوب مجھے عطا فرمادے، اگر یہ معنی شرک کا باعث ہو جیسا کہ منکر کا خیال باطل ہے تو چاہئے کہ اولیاء اللہ کو ان کی حیات دنیا میں بھی وسیلہ بنانا اور ان سے دعا کرانا ممنوع ہو حالانکہ یہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں معروف و مشہور ہے۔ ارواح کاملین سے استمداد اور استفادہ کے بارے میں مشائخ اہل کشف سے جو روایات و واقعات وارد ہیں وہ حصر وشمار سے باہر ہیں اور ان حضرات کے رسائل وکتب

اہلِ کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں خارج از حصر است ومذکور ست در کتب ورسائل ایشاں ومشہور ست میان ایشاں، حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نہ کند او را کلمات ایشاں، عافانا اللّٰہ من ذٰلک کلام درینمقام بحد اطناب کشید برزغم منکراں کہ درقرب ایں زماں فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد واستعانت را از اولیائے خدا ومتوجہاں بجناب ایشاں را مشرک بخدا وعبدۃ اصنام میدانند ومیگویند آنچہ می گویند اھ ملتقطا۔(1)

میں مذکور اور اُن کے درمیان مشہور ہیں۔ ہمیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور شاید ہٹ دھرم منکر کے لئے اُن کے کلمات سودمند بھی نہ ہوں۔ خدا ہمیں عافیت میں رکھے۔ اس مقام میں کلام طویل ہوا اس منکرین کی تردید وتذلیل کے پیش نظر جو ایک فرقہ کے روپ میں آج کل نکل آئے ہیں اور اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت کا انکار کرتے ہیں اور ان حضرات کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک وبت پرست سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں اھ

(1)(اشعۃ اللمعات وباب حکم الاسراء، فصل اول 3\401)

اور شرح عربی میں اس مضمون اخیر کو یوں ادا فرمایا:

إنما اطلنا الكلام في هذا المقام رغما لأنف المنكرين فإنه قد حدث في زماننا شرذمة ينكرون الإستمداد من الأولياء ويقولون ما يقولون وما لهم على ذلك من علم إن هم إلا يخرصون۔(1)

ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انہیں اِس پر کچھ علم نہیں یونہی اپنے سے اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

اسی طرح جذب القلوب شریف میں معنی توسل و استمداد بروجہ مذکور بیان کر کے فرمایا:

وورود نص قطعی در وے حاجت نیست بلکہ عدم نص بر منع آن کافی ست۔(2)

اس بارے میں نصِ قطعی کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ممانعت پر نص نہ ہونا ہی کافی ہے۔

---

(1) (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، باب حكم الأسراء 7\40)

نوٹ: مطبوع مطبع اہلسنت و جماعت واقع بریلی، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، الاعظمیہ پبلی کیشنز، لاہور، کے نسخوں میں شیخ محقق کے فارسی و عربی عبارات کے حاشیہ میں فوائد موجود ہیں جن میں (۱) استمداد کا منکر متعصب ہے اور اولیاء سے بے اعتقاد (۲) جواز استمداد پر دلیل کی حاجت نہیں (۳) استمداد کا منکر ایک ذلیل طائفہ نو پیدا ہے۔

(2) (جذب القلوب، باب پانزدہم، در بیان حکم زیارت قبر مکرم، 224)

قول (172)

شیخ الاسلام جنہیں مائۃ مسائل میں علمائے محدثین سے شمار کیا اور اُن کی کتاب کشف الغطاء پر جا بجا اعتماد و اعتبار کیا، اسی کشف الغطاء میں فرماتے ہیں:

انکارِ استمداد را وجہے صحیح نمی نماید مگر آنکہ از اول امر منکر شوند تعلق روح وبدن را بالکیہ وآن خلاف منصوص است ، وبریں تقدیر زیارت ورفتن بقبور ہمہ لغو بیمعنی گردد وایں امرے دیگر است کہ تمامہ اخبار و آثار دال برخلاف آنست ونیست صورت استمداد مگر ہمینکہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب عزّت الٰہی بتوسل روحانیت بندہ مقرب یا ندا کند آں بندہ را کہ اے بندۂ	استمداد سے انکار کی کوئی صحیح وجہ نظر نہیں آتی مگر یہ کہ سرے سے روح و بدن کے تعلق کا ہی بالکل انکار کردیں۔ اور یہ نص کے خلاف ہے۔ اس تقدیر پر تو قبروں کے پاس جانا اور زیارت کرنا سب لغو اور بے معنی ہوا جاتا ہے۔ اور یہ ایک دوسری بات ہے جس کے خلاف تمام آثار و احادیث دلیل ہیں اور استمداد کی صورت کیا ہے؟ یہی کہ حاجت مند اپنی حاجت خدائے عزّوجل سے بندہ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ کر کے طلب کرتا ہے یا اس بندے کو ندا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے! اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور میرے مطلوب کے لئے خدا سے دعا

خدا و ولی وے شفاعت کن مرا وبخواہ از خدائے تعالی مطلوب مرا ودر وے ہیچ شائبہ شرک نیست چنانچہ منکر وہم کردہ۔(1)

کیجئے اس میں تو شرک کا کوئی شائبہ بھی نہیں جیسا کہ منکر کا وہم وخیال ہے اھ ملتقطا۔

قول(173)

سید محمد عبدری مدخل میں دوبارہ زیارت قبورِ انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

"یَأْتِی اِلَیْھِمْ الزَّائِرُ وَیَتَعَیَّنُ عَلَیْهِ قَصْدُھُمْ مِنَ الْأَمَاکِنِ الْبَعِیْدَةِ، فَإِذَا جَاءَ إِلَیْھِمْ فَلْیَتَّصِفْ بِالذُّلِّ، وَالِانْکِسَارِ، وَالْمَسْکَنَةِ، وَالْفَقْرِ، وَالْفَاقَةِ، وَالْحَاجَةِ، وَالِاضْطِرَارِ، وَالْخُضُوعِ . وَیَسْتَغِیثُ بِھِمْ وَیَطْلُبُ حَوَائِجَهُ مِنْھُمْ وَیَجْزِمُ

زائر اُن کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دور دراز مقاموں سے اُن کی زیارت کا قصد کرے پھر جب حاضری سے شرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت و انکسار و محتاجی و فقر و فاقہ و حاجت و بے چارگی و فروتنی کو شعار بنائے اور اُن کی سرکار میں فریاد کرے

(1)(کشف الغطاء، فصل دہم زیارت قبور، 80.81)

نوٹ: شیخ الاسلام کی عبارت کے حاشیہ میں مطبوع مطبع اہل سنت و جماعت بریلی، حامد اینڈ کمپنی لاہور میں ہے: استمداد کے انکار میں صد ہا دینیات کا انکار ہے)

لِلْإِجَابَةِ بِبَرَكَتِهِمْ. فَإِنَّهُمْ بَابُ اللّٰهِ الْمَفْتُوحِ، وَجَرَتْ سُنَّتُهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ فِي قَضَاءِ الْحَوَائِجِ عَلَى أَيْدِيهِمْ وَبِسَبَبِهِمْ ".(ملخصا) - (1)

اور اُن سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ اُن کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے در کشادہ ہیں اور سنّت الٰہی جاری ہے کہ اُن کے ہاتھ پر اور اُن کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

والحمدللہ ربّ العٰلمین۔

(1) (المدخل لابن الحاج، فصل في زيارة القبور، 1\258)

نوٹ: سیدی محمد عبدری کے قول کے حاشیہ میں مطبوع مطبع اہل سنت وجماعت بریلی، حامد اینڈ کمپنی لاہور، اور الاعظمیہ پبلی کیشنز میں ہے: (۱) دور دور سے قصد مزارات کرے۔ (۲) مزارات کے آگے خشوع وخضوع (۳) سنت الٰہی جاری ہے کہ اولیاء کے ہاتھ پر حاجت روائی ہوتی ہے)

فصل پانزدھم

بقیہ تصریحات سماع اموات میں

قول (174 تا 178)

امام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیاء میں ایک فصل ."ماورد فی حیاۃ الانبیاء "دوسری فصل "حیاتِ شهداء " میں وضع کر کے فصل ثالث تمام اموات کے سماع وکلام و ادراک وحیات میں وضع کی اور اس میں احادیث صحیحہ صحیح بخاری ومسلم وغیرہما سے علم و سماع موتی ثابت کر کے فرمایا:

"وعلى الجملة هذه الأمور ممكنة في قدرة الله تعالى وقد وردت بها الأخبار الصحيحة فيجب التصديق بها". (1)

بالجملہ یہ سب امور قدرت الٰہی میں ممکن ہیں اور بے شک ان کے ثبوت میں یہ حدیثیں وارد ہوئیں تو ان کی تصدیق واجب ہے۔

فصل اول میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات حقیقی تحقیق کر کے آخر میں فرمایا:

"أما الإدراكات كالعلم والسماع فلا شك إن ذلك ثابت لسائر الموتى فكيف بالأنبياء" (2)۔

رہے ادراکات جیسے علم وسماع، یہ تو یقیناً تمام اموات کے لئے ثابت ہیں پھر انبیاء تو انبیاء ہیں علیہم الصلوۃ والسلام۔

(1) (شفاء انسقام، الباب التاسع، الفصل الثالث، 203)

(2) (شفاء السقام، الباب التاسع، الفصل الأول، 191.192)

امام جلال الدین سیطوطی نے شرح الصدور میں اس جناب کا یہ قول نقل کر کے تقریر فرمائی۔(1)

امام زین الدین مراغی جنہیں شرح مواہب میں "المحدث، العالم النحریر" کہا(2)۔

اس جناب کی یہ تحقیق انیق نقل کر کے فرماتے ہیں:

"إنه مما یعز وجوده وفی مثله فلیتنافس المتنافسون"۔(3) یہ نایاب تحقیق ہے اور چاہیے کہ ایسی ہی چیز میں نہایت رغبت کریں رغبت کرنے والے۔

امام احمد قسطلانی نے مواہب شریف میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی، پھر علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر وتائید میں حدیثیں نقل کیں۔(4)

قول (179)

امام ممدوح نے باب مذکور کی فصل خامس میں فرمایا:

"كان المقصود بهذا كله تحقيق السماع ونحوه من الاعراض بعد اس سب سے مقصود موت کے بعد سماع وغیرہ صفات کی تحقیق تھی کہ بعض لوگ

(1)(شرح الصدور، بَاب زِيَارَةِ الْقُبُورِ وَعلمِ الْمَوْتَى بزوارهم ورؤيتهم لَهُم 204)

(2)(انظر: شرح الزرقاني على المواهب 7\369)

(3)(المواهب اللدنيه، حی فی قبره، 2\394)

(4)(انظر: شرح الزرقاني على المواهب، 7\369.370)

الموت . فإنه قد يقال ان هذه الاعراض مشروطة بالحياة ، فكيف تحصل بعد الموت وهذا خيال ضعيف لأنا لا ندعى ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع وإنما ندعى ان السماع بعد الموت حاصل لحى . وهو اما الروح وحدها حالة كون الجسد ميتا أو متصلة بالبدن حالة عود الحياة اليه"۔(1)

کہنے لگتے ہیں ان اوصاف کے لئے زندگی شرط ہے تو بعد موت کیونکر حاصل ہوں گے، حالانکہ یہ پوچ خیال ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ جو چیز مردہ ہے وہ سنتی ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعد مرگ سماع اُس کے لئے ثابت ہے جو زندہ ہے یعنی روح، یا تو تنہا وہی جب بدن مردہ ہو یا جسم سے متصل ہو کر جب حیات بدن کی طرف عود کرے۔

قول(180)

علامہ قونوی سے جذب القلوب میں ہے کہ انہوں نے بہت احادیث ذکر کر کے فرمایا:

جمیع ایں احادیث دلالت دارد بر آنکه اموات را ادراک وسماع حاصل ست وشک نیست که سمع از اعراضی است که مشروط است بحیاۃ، پس ہمه حی اند ،

ان تمام احادیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ مردوں کو ادراک وسماع حاصل ہے اور بلاشبہ سماعت ایسا وصف ہے جس کے لئے زندگی شرط ہے تو سب زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی حیاتِ شہداء سے کم درجے کی ہے اور حیات انبیاء

(1)(شفاء السقام، الباب التاسع، الفصل الخامس، 209)

ولیکن حیاتِ ایشاں در مرتبہ کمتر از حیات شہدا است ، وحیات انبیاء صلوات اللہ تعالی علیہم کامل تر از حیات شہدا است۔(1)

علیہم الصلوۃ والسلام حیات شہداء سے زیادہ کامل ہے۔

قول(181.182)

امام قرطبی پھر امام سیوطی قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے مسئلے میں فرماتے ہیں:

"وَقد قيل إن ثَوَاب الْقِرَاءَة للقارىء وللميت ثَوَاب الإستماع وَلذَلِك تلْحقهُ الرَّحْمَة قَالَ الله تَعَالَى {وَإِذا قرئ الْقُرْآن فَاسْتَمعُوا لَهُ وأنصتوا لَعَلَّكُمْ ترحمون} وَلَا يبعد [فِي] من كرم الله تَعَالَى أَن يلْحقهُ ثَوَاب الْقِرَاءَة والإستماع مَعًا"۔(2)

بتحقیق کہا گیا کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے اور میّت کے لئے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا اور اسی لئے اُس پر رحمت ہوتی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور چپ رہو شائد تم پر مہر ہو۔ اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مردے کو قرأت و استماع دونوں کا ثواب پہنچائے۔

---

(1)(جذب القلوب، باب چهارم، 206.207)

(2)(تذکرۃ بأحوال الموتی، القراءۃ عند المیت 288، و شرح الصدور 312)

اقول:

ثواب قرأت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں اور سیّدنا امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک عباداتِ بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا، مگر جمہور اہلسنّت قائل اطلاق عموم ہیں، اور یہی مذہب ہمارے امام رضی اللہ عنہ کا ہے یہاں تک کہ خود محققین شافعیہ نے اُس کی ترجیح و تصحیح کی منهم السيوطي في أنيس الغيرب ۔تو ہمارے نزدیک شک نہیں کہ میّت کو تلاوت کا بھی ثواب پہنچتا ہے۔(1)

قول (183)

علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں امام ابوالفضل خاتم الحفاظ سے ناقل:

سَمَاعُ مَوْتَى كَلَامِ الْخَلْقِ حق قَدْ جَاءَتْ بِهِ عِنْدَنَا الْآثَارُ فِي الْكُتُبِ (2)

اموات کا کلامِ مخلوق کو سننا حق ہے بیشک اس باب میں ہمارے پاس کتابوں میں حدیثیں آئیں۔

قول (184)

ملک العلماء بحر العلوم مولٰنا عبد العلی لکھنوی مرحوم ارکانِ اربعہ میں فرماتے ہیں:

"انکار التلقین بناء علی ما قیل اس بناء پر کہ بعض نے کہا کہ مردہ نہیں

---

(1) (تلاوت قرآن کا ثواب میت کو پہنچنے کے متعلق قبلہ مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی محمد عباس رضی مدظلہ العالی کی تلاوت قرآن برائے ایصال ثواب ۔اور راقم الحروف کی جامع ایصال ثواب ملاحظہ فرمائیں، محمد ارشد مسعود عفی عنہ)

(2) (السيرة الحلبية ۔إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون، 2\250، والحاوي للفتاوى 2\16، و 2\211)

ان المیت لایسمع مذهب باطل"۔ (1)

سننا، تلقین سے انکار مذہب باطل ہے۔

قول (185)

زہر الربی شرح سنن نسائی میں بعد تحقیق و تفصیل نقل فرمایا:

"فَثَبَتَ بِهَذَا أَنَّهُ لَا مُنَافَاةَ بَيْنَ كَوْنِ الرُّوحِ فِي عِلِّيِّينَ أَوِ الْجَنَّةِ أَوِ السَّمَاءِ وَأَنَّ لَهَا بِالْبَدَنِ اتِّصَالًا بِحَيْثُ تُدْرِكُ وَتَسْمَعُ وَتُصَلِّي وَتَقْرَأُ وَإِنَّمَا يُسْتَغْرَبُ هَذَا لِكَوْنِ الشَّاهِدِ الدُّنْيَوِيِّ لَيْسَ فِيهِ مَا يُشَاهِدُ بِهِ هَذَا وَأُمُورُ الْبَرْزَخِ وَالْآخِرَةِ عَلَى نَمَطٍ غَيْرِ الْمَأْلُوفِ فِي الدُّنْيَا "۔(2)

تو ثابت ہوا کہ کچھ منافات نہیں اس میں کہ روح علیین یا جنّت یا آسمانوں میں ہو اور اُس کے ساتھ بدن سے ایسا اتصال رکھے کہ سمجھے، سنے، نماز پڑھے قرآن مجید کی تلاوت کرے، اس سے تعجب یوں ہوتا ہے کہ دُنیا میں کوئی بات اس کے مشابہ نہیں پاتے، حالانکہ برزخ وآخرت کے کام اُس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے۔

قول (186 **تا** 189)

علامہ عبدالرؤف تیسیر میں وائل اور مولانا علی قاری مرقاۃ میں قاضی سے ناقل:

واللفظ للمناوی :"النُّفُوس القدسية إذا تجردت عن العلائق

الفاظ مناوی کے ہیں: پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی

(1) (ارکان اربعہ....)

(2) (زهر الربى حاشية على النسائي، كتاب الجنائز، 1\293)

الْبَدَنِيَّة اتَّصلت بالملأ الْأَعْلَى وَلم يبْق لَهَا حجاب فترى وَتسمع الْكل كالمشاهد"۔(1)

ہیں ملاء اعلیٰ سے مل جاتی ہیں اور اُن کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔

قول(190)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں زیر حدیث: "لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" محدث علامہ ابن مالک سے منقول:

"تنكيرهما في سياق النفي؛ لتعميم الأحياء والأموات"۔(2)

یعنی حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ زندہ جن اور زندہ آدمی جتنے لوگوں کو مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اس کی آذان سنتے ہیں سب روز قیامت اس کے لئے گواہی دیں گے۔

---

(1)(تحفة الأبرار شرح مصابيح السنة للقاضي البيضاوي، باب الصلاة على النبي ﷺ وفضائلها 1\307، والتيسير بشرح الجامع الصغير، حرف الحاء، 1\502، وفيض القدير شرح الجامع الصغير 3\400، و4\199، ومرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الصلاة على النبي ﷺ ــــــ وشرح الطيبي على مشكاة المصابيح، باب الصلاة على النبي ﷺ ــــــ)

(2)(شرح مصابيح السنة لابن الملك، باب فَضل الأَذان وإجابة المؤذن 1\399، ومرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب فَضل الأَذان وإجابة المؤذن ـــ ومرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح لمبار كفوري، باب فَضل الأَذان وإجابة المؤذن 2\362)

یہاں تصریح ہوئی کہ بعد موت علم وسماع کا باقی رہنا بنی آدم سے خاص نہیں، جن کے لئے حاصل ہے اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہیے، لانعدام المخصص، کیونکہ کوئی دلیل تخصیص نہیں۔

قول (191 تا 198)

امام اسمٰعیل، پھر امام بیہقی، پھر امام سہیلی، پھر امام قسطلانی، پھر امام علامہ شامی، پھر علامہ زرقانی نے سماع موتی کا اثبات کیا اور دلیل انکار سے جواب دیے: کما یظھر بالمراجعة الی الارشاد والموھب وشرحھا وغیر ذلك من اسفار العلماء۔ (1) جیسا کہ ارشاد الساری شرح بخاری، مواہب لدّنیہ، شرح مواہب اور ان کے علاوہ کتب علماء کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔

مواہب میں امام ابن جابر سے بھی اثبات سماع نقل کیا۔(2)

امام کرمانی، امام عسقلانی، امام عینی، امام قسطلانی نے شرح صحیح بخاری اور امام سخاوی، امام سیوطی، علامہ حلبی، علی قاری، شیخ محقق وغیرہم نے اس کی تحقیقیں فرمائیں۔

ازانجا کہ یہ اقوال ان کی مباحث سے متعلق جنہیں اس رسالہ دورِ آئندہ پر محمول رکھا ہے، لہذا ان کی نقل عبارات ملتوی رہی واللہ الموفق۔

قول (199)

جذب القلوب شریف میں ہے:

---

(1) (انظر :ارشاد الساری شرح صحیح البخاری 6\255 ،والمواھب اللدنیة 2\392، وشرح الزرقاني علی المواھب 7\364.373 وغیرھم)

(2) (المواھب اللدنیة ،مغازیه وسرایاه وبعوثه صلی اللہ علیه وسلم 1\224)

تمام اهل سنّت وجماعت اعتقاد دارند به ثبوت ادارکات مثل علم وسماع مر سائر اموات را۔(1)

تمام اہل سنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ علم اور سماعت جیسے ادراکات تمام مردوں کے لئے ثابت ہیں۔

قول(200)

جامع البرکات میں فرمایا:

سمهودی می گوید که تمام اهل سنت وجماعت اعتقاد دارند به ثبوت ادراک مثل علم و سمع و بصر مر سائر اموات را از آحاد بشر انتهی

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ تمام سنت اہل سنّت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ عام افراد بشر میں سے تمام مردوں کے لئے ادراک جیسے علم اور سننا دیکھنا ثابت ہے ۔انتہی۔(2)

والحمد للہ رب العٰلمین۔

---

(1)(جذب القلوب، باب چهار دهم، 201.202)

(2)(انظر: وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 4\181، جامع البرکات۔۔۔)

محمد بن علی شوکانی نے نیل الأوطار 3\295 میں لکھا کہ:

"وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَة مِنْ الْمُحَقِّقِينَ إلَى أَنَّ رَسُولَ الله - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - حَيّ بَعْدَ وَفَاته، وَأَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّته، وَأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا يُبْلَوْنَ، مَعَ أَنَّ مُطْلَق الْإِدْرَاك كَالْعِلْمِ وَالسَّمَاع ثَابِت لِسَائِرِ الْمَوْتَى".

اسی بات کو عظیم آبادی غیر مقلد نے عون المعبود شرح سنن ابوداود 3\261 میں نقل کیا ہے۔==

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے جن سو (100) ائمہ و علماء کے اسمائے طیبہ گنائے تھے بحمد اللہ اُن کے اور اُن سے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ دوسو (200) شمار کر دیئے اور ایفائے وعدہ سے سبکدوش ہوا۔

تنبیہ:

ناظر گمان نہ کرے کہ ہمارے تمام دلائل بس اسی قدر، بلکہ جو نقل نہ کیا وہ بیشتر و اکثر۔ پھر فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس رسالہ میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار و احادیث و اقوال علمائے قدیم و حدیث خاص حضور پرنور سیّد عالم حی باقی روح مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات عالی و علم عظیم و سمع جلیل و بصر کریم میں وارد اُنہیں ذکر نہ کرے تین وجہ سے:

اولاً: مسلمانوں پر نیک گمان کہ خاص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا، ارباب طائفہ کہ ارواح موتی کو جماد سمجھتے ہیں شاید یہاں اس کلمہ مغضوبہ مبغوضہ سے اُنہیں بھی احتراز ہو، اور معاذ اللہ جسے نہ ہو تو استغفر اللہ، ایسا شقی لئیم قابل کلام و خطاب نہیں بلکہ اُس کا جواب اللہ کا عذاب، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

== حسین بن محمد مغربی نے البدر التمام شرح بلوغ المرام 5\407 میں لکھا کہ:

" قَالَ الأستاد أَبُو مَنْصُورٍ الْبَغْدَادِيُّ: قَالَ الْمُتَكَلِّمُونَ الْمُحَقِّقُونَ مِنْ أَصْحَابِنَا: إِنَّ نَبِيَّنَا - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَإِنَّهُ بشر بِطَاعَةِ أُمَّتِهِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا يَبْلُوْنَ مَعَ أَنَّا نَعْتَقِدُ ثُبُوتَ الْإِدْرَاكَاتِ كَالْعِلْمِ وَالسَّمَاعِ لِسَائِرِ الْمَوْتَى".

یہی بات احمد بن غنیم النفراوی المالکی نے الفواکہ الدانی علی رسالۃ ابن أبي زید القیروانی 1\96 میں لکھی ہے۔

ثانیًا: واللہ! فقیر کو حیاء آئی کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک ایسی بحث "لا" و "نعم" میں بطور خود شامل کرے، ہاں دوسرے کی طرف سے ابتداء ہو تو اظہار حق میں مجبوری ہے۔

ثالثًا: وہاں دلائل کی وہ کثرت کی نطاق نطق بیان سے عاجز۔

پھر انہیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے "العظمة لله" اُس کا پوچھنا ہی کیا۔

آخر اُنہیں یہ مدارج و معارج کس نے عطا کئے، اسی سرکار ابد قرار نے، صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ وابنہ الاکرم سیّدی و مولای الغوث الأعظم. والحمد للہ رب العالمین۔

نوع دوم

اقوال کبراء وعمائد خاندان عزیزی میں

یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے ناظر اُن کے مطالب کو فصول نوعِ اول پر تقسیم کر لے سر دست سو 100 مقال اُن کے بھی حاضر کرتا ہوں وباللہ التوفیق۔

وصل اول

مقال (1)

شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

"إذا انتقلوا إلى البرزخ كانت تلك الأوضاع والعادات والعلوم معهم لا تفارقهم. (1)

جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب اُن کے ساتھ ہوتے ہیں جدا نہیں ہوتے۔

مقال (2)

اسی میں ہے:

"إذا مات هذا البارع لا يفقد هو ولا براعته بل كل ذلك بحاله.(ملخصا)۔(2)

جب یہ بندہ کامل انتقال فرماتا ہے نہ وہ گمتا ہے نہ اس کا کمال بلکہ سب بدستور اُسی حال پر رہتے ہیں۔

---

(1) (فیوض الحرمین مترجم، مشهد عظیم وتحقیق شریف 42)

(2) (فیوض الحرمین مترجم، تحقیق شریف، 113)

مقال (3)

اسی میں ہے:

"کل من مات من الکمل یتخیل إلی العامة أنه فقد من العالم ، ولا واللہ ما فقد بل تجوهر وقوی". (1)

جس کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام کے خیال میں گزرتا ہے کہ وہ عالم سے گم گیا حالانکہ خدا کی قسم! وہ گما نہیں بلکہ اور جوہر دار قوی ہوگیا۔

مقال (4)

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

چوں آدمی می میرد روح را اصلا تغیر نمیشود چنانچه حامل قوی بود حالا ہم ست وشعور وادرا کے که داشت حالا ہم دارد بلکه صاف تر و روشن تر اھ ملخصًا (2)

جب آدمی مرتا ہے روح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا، جس طرح پہلے حامل قوی تھی اور جو شعور ادراک اسے پہلے تھا اب بھی بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے اھ ملخصا۔

مقال (5)

تحفہ اثناء عشریہ میں فرماتے ہیں:

چوں روح از بدن جدا شد

جب روح بدن سے جدا ہوتی ہے

(1) (فیوض الحرمین، تحقیق شریف، 111)

(2) (تفسیر عزیزی، آیت ولا تقولوا لمن یقتل الخ، 1\559)

قوائے نباتی از وجدا می شوند	قوائے نباتی اُس سے جدا ہو جاتے ہیں
نه قوائے نفسانی و حیوانی	مگر قوائے نفسانی وحیوانی باقی رہتے ہیں
واگر وجود قوائے نفسانی و	،اور اگر قوائے نفسانی و حیوانی کے
حیوانی فیضاناً یا بقاء	فیضان یا بقا کے لئے قوائے نباتی اور
مشروط باشد بوجود قوائے	مزاج کا وجود شرط ہو تو لازم آئے گا کہ
نباتی ومزاج لازم آید که	ملائکہ میں شعور وادراک، حس وحرکت،
ملائکه را شعور وادراک	غضب ودفع ناموافق کچھ بھی نہ ہو۔تو
وحسے وحرکتے وغضب و	عالم برزخ میں رُوحوں کا حال ایسا ہے
دفع منافر نباشد، پس حال	ہے جیسے ملائکہ کا حال ہے کہ کسی شکل اور
ارواح در عالم قبر مثل حال	بدن کی وساطت سے کام کرتے ہیں
ملائکه است که بتوسط	اور نفس نباتی کے بغیر ان سے حیوانی و
شکلے وبدنے کارمی کنند	نفسانی افعال صادر ہوتے ہیں۔
ومصدر افعال حیوانی	
ونفسانی می گردند بے آنکه	
نفس نباتی همراه داشته	
باشند۔(1)	

مقال (6)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل واربعین میں استناد کیا اور

(1) (تحفه اثنا عشریه، باب هشتم، 239.240)

جناب مرزا صاحب اُن کے پیرومرشد ممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب 75 میں انھیں فضیلت وولایت مآب، مروج شریعت ومنور طریقت ونورِ مجسم وعزیز ترین موجودات ومصدر انوار فیوض وبرکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب اُنہیں بیہقی وقت کہتے، رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:

اولیاء گفته اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد میکنند وگاهی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می بر آید ، میگویند که رسول خدا را سایه نبود ﷺ ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبهشت هر جا که خواهند می روند وبسبب همیں حیات اجساد آنهارا در قبر خاک نمیخورد بلکه کفن هم میماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود، ارواح مومنین هر جا که خواهد سیر کنند مراد از

اولیاء فرماتے ہیں: ہماری رُوح ہی ہمارا جسم ہے یعنی اُن کی رُوحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے رُوحوں کے رنگ میں جلوہ نما ہوتے ہیں۔ اولیاء بتاتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ اُن کی روحیں زمین، آسمان اور جنّت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ اور اسی وجہ سے قبر میں اُن کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی، بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا امام مالک سے راوی ہیں کہ: مومنوں کی روحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالیٰ اُن کے اَجسام کو رُوحوں کی قوت عطا فرماتا ہے

مومنین کاملین اند حق تعالی اجساد ایشاں را قوت ارواح مے دھد در قبور نماز میخوانند وذکر می کنند وقرآن میخوانند اھ ملخصا۔(1)	وہ قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں۔

مقال (7)

تفسیر عزیزی میں ارواحِ انبیاء واولیاء وعام صلحا علی سید ہم وعلیہم الصلوۃ والسلام کا ذکر کر کے کہ بعض علیّین اور بعض آسمان اور بعض درمیانِ آسمان وزمین اور بعض چاہ زمزم میں ہیں، لکھتے ہیں:

تعلقے بقبر نیز ایں ارواح رامے باشد کہ بحضور زیارت کنندگان واقارب ودیگر دوستاں بر قبر مطلع ومستانس مے گردند وزیرا کہ رُوح را قرب وبُعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود ومثال آں در وجودِ انسان روحِ بصری است کہ ستار	ان رُوحوں کی قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے جس کے سبب زائرین اور عزیزوں دوستوں کی آمد کا انہیں علم ہوتا ہے اور اُن سے انہیں اُنس حاصل ہوتا ہے اس لئے مکان کی دوری ونزدیکی روح کے لئے اس ادراک سے مانع نہیں ہوتی۔ انسان کے وجود میں اس کی مثال رُوحِ بصر ہے جو ہفت آسمان کے ستارے کنویں کے اندر سے دیکھ سکتی

(1)(تذکرۃ الموتی والقبور۔ باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں۔ 75.76)

ھانے هفت آسماں را در وںِ ہے۔
چاہ مے تواند دید۔(1)

مقال(8)

مظاہر حق ترجمۃ مشکوۃ میں ہے:

"پانچویں قسم: مہربانی اور اُنس کے لئے ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ کوئی گزرے اوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کرے تو پہچانتا ہے وہ اُس کو، اور جواب سلام کا دیتا ہے، وعزاہ للامام النووی۔"(2)

مقال(9)

---

(1)(تفسیر عزیزی، پارہ 30، إن کتاب الأبرار لفی علیین، 193)

(2)(مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ المصابیح، باب زیارۃ القبور، فصل اول، 716.717\1 بحوالہ فتاوی رضویہ جدید 805\9

نوٹ: راقم الحروف کے پاس مظاہر حق جدید جس کی تزئین وترتیب جدید عبداللہ جاوید غازی پوری فاضل دیوبند نے کی ہے اس میں زیارت قبور کی قسمیں ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: (۲) دعا مغفرت اور ایصال ثواب وغیرہ کے لیے یہ ہر مسلمان کے لیے مسنون ہے۔(۳) حصول برکت وسعادت کی خاطر۔ اس مقصد کے تحت اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کی جاتی ہے کیونکہ برزخ میں بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے تصرفات اور اُن کی برکتیں بے شمار ہیں۔۔(۵) دینی اخوت ومحبت اور انس ومہربانی کے تحت۔ جیسا کہ ایک حدیث میں منقول ہے کہ: جب کوئی شخص اپنے کسی بھی مومن بھائی کی قبر پر گزرتا ہے اور وہاں سلام (ودعاء مغفرت وغیرہ) پیش کرتا ہے تو مردہ اس شخص کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔
(مظاہر حق جدید 166.167\2، دار الاشاعت کراچی)

مولوی اسحاق صاحب نے اربعین میں عورتوں کے لئے زیارت قبر مطلقاً ممنوع ٹھہرانے کو نصاب الاحتساب سے نقل کیا کہ:

"جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتی ہے ملعونہ ہوتی ہے جب نکلتی ہے چار طرف سے شیاطین اسے گھیر لیتے ہیں: "وإذا أتت القبر یلعنھا روح المیت"۔ (1) اور جب قبر پر آتی ہے میّت کی روح اُسے لعنت کرتی ہے۔

اپنا ادعائے اطلاق ثابت کرنے کو نقل تو کر گئے مگر نہ دیکھا کہ اُس نے جمادیت موتی کا خاتمہ کر دیا۔ کلام مذکور صاف دلیل واضح ہے کہ میّت حضور زائر پر مطلع ہوتا اور یہ بھی پہچانتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت، اور اُس کے بیجا فعل سے پریشان بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ زنِ زائرہ پر لعنت کرتا ہے۔

مقال (10)

مرزا مظہر جانجاناں اپنے ملفوظات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہتے ہیں:

یک بار قصیدہ در مدح	ایک بار ان کی مدح میں ایک قصیدہ
ایشاں گفتہ بودم ، عنایت	عرض کیا تھا، اس فقیر کے حال پر بہت
بسیار بحال فقیر نمودہ از	عنایت فرمائی اور تواضعاً فرمایا کہ ہم اس
روئے تواضع فرمودند ما	ساری ستائش کے لائق نہیں۔

(1) (مسائل اربعین، مسئلہ 39، ص 96)

نوٹ: مطبوع مطبوع اہل سنت بریلی شریف، حامد اینڈ کمپنی لاہور، الاعظمیہ میں مقال نمبر (۹) کے حاشیہ میں ہے: مولوی اسحاق کا نادانستہ علم اموات پر ایمان لانا۔)

لائق اینہمہ ستائش نیستم۔(1)

مقال(11)

اسی میں حضرت مولیٰ علی وجہہ الکریم کی نسبت کہا:

یک بار قصیدہ بجناب ایشاں عرض نمودم۔الخ(2)

ایک بار ان کی بارگاہ میں ایک قصیدہ عرض کیاالخ۔

مقال(12)

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

"إذا مات الإنسان كان للنسمة نشأة أخرى فينشىء فيض الروح الالهی فيها قوة فيما بقي من الحس المشترك تكفي كفاية السمع والبصر والكلام".(3)

جب آدمی مرتا ہے روح حیوانی کے لئے ایک اور اُٹھان ہوتی ہے تو روح الہی کا فیض اُس کے بقیہ حس مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے۔

مقال(13)

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں زیر کریمہ {وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ} میں فرماتے ہیں:"حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں۔اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردوں کی روح

(1)(ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں،ازکلمات طیبات،78)

(2)(ملفوضات مرزا مظہر جان جاناں،ازکلمات،طیبات،78)

(3)(حجۃ اللہ البالغہ،باب حقیقۃ الروح،19،ومترجم،ص 28)

سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا۔(1)

وصل دوم بقائے تصرفات وکرامات اولیاء بعد الوصال میں

مقال(14)

شاہ ولی اللہ ہمعات میں لکھتے ہیں:

"در اولیائے امّت واصحاب طرق اقوی کسیکه بعد تمام راهِ جذب باکده وجوه باصل این نسبت میل کرده است ودر آنجا بوجه اتم قدم زده است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند۔ ولهذا گفته اند که ایشاں درقبر[قبور]خود مثل احیاء تصرف میکنند"۔(1)

اولیائے امّت و اصحابِ طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت۔ جس کے بعد تمام راہِ عشق مؤکدترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اسی مقام پر قائم ہوچکی ہے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں رہ کر زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

مقال(15)

---

(1)(موضح القرآن،ص۴۸۰)

نوٹ: مطبوع مطبع اہل سنت وجماعت بریلی شریف، حامد اینڈ کمپنی لاہور، الاعظمیہ وغیرہ میں مقال نمبر(۱۳) کے حاشیہ میں ہے کہ: شاہ عبدالقادر صاحب کی توفیق)

(2)(ہمعات، ہمعہ ۱۱، ص61)(حاشیہ: حضور غوث اعظم مزار مبارک سے تصرف فرمائیں)

حجۃ اللہ البالغہ میں اہل برزخ کو چار قسم کر کے لکھا:

"إذا مات انقطعت العلاقات فلحق بالملئكة وصار منهم . والهم كالهامهم وسعى فيما يسعون فيه وربما اشتغل هؤلاء باعلاء كلمة الله ونصر حز ب الله وربما كان لهم لمة خير بابن آدم ".ملخصاً۔(1)

جب مرتے ہیں علائق بدنی منقطع ہو کر ملائکہ سے ملتے اور اُنہیں میں سے ہو جاتے ہیں، جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں، یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک رُوحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد و قتل کفار و امدادِ مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے نزدیک و قریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضہ خیر فرمائیں۔

مقال(16)

تفسیر عزیزی میں ہے:

بعض خواص اولیاء را که جارجه تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانند درین

بعض خواص اولیاء جنہیں اپنے دوسرے بنی نوع کی تکمیل و ارشاد کا ذریعہ بنایا ہے ان کو اس حالت میں

(1)(حجۃ اللہ البالغہ، باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ ص 34، مطبع بریلی)

حالت (یعنے بحالت عالم برزخ) تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمیگرد(1)	(یعنی عالم برزخ کی حالت میں) دنیا کے اندر تصرف بخشا ہے اور مشاہدہ الٰہی میں ان کا استغراق اس جانب توجہ سے مانع نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کے مدارک بہت زیادہ وسعت رکھتے ہیں

یہی وہ عبارت جس کے سبب مولوی منکر صاحب نے بھی بعض اموات کے لئے زیادت ادراک گوارا کی تھی۔

مقال(17)

مرزا مظہر صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعض ارواح کاملاں را بعد ترک تعلق اجساد آنہا را دریں نشأۃ تصرفے باقی است۔الخ(2)	جسموں سے ترکِ تعلق کے بعد بھی بعض ارواحِ کاملین کا تصرف ان دُنیا میں باقی ہے۔(الخ)

مقال(18)

میاں اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم میں حضرت جناب مولیٰ علی وجہہ الکریم کی نسبت خدا جانے کس دل سے یوں ایمان لاتے ہیں:

در سلطنت سلاطین وامارت	سلاطین کی سلطنت اور حکام کی حکومت

---

(1)(تفسیر عزیزی، پارہ 30، والقمر اذا التسق، ص 206)

(2)(مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں، معہ کلمات طیبات مکتوب 14 ص 27)

امراء ہمت ایشان را دخلے است که برسیاحین عالم ملکوت مخفی نیست۔(1)

میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ہمت کو ایسا دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیاحت کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

مقال(19)

اسی میں شوکت وعظمت جناب مرتضوی لکھ کر کہا:

شان جناب شیخین بس بلند به نسبت آن ابہت وجلال مذکور است تمثیلش بظاهر مرتبه امیر کبیر است که فارغ از امورِ سیاست گردیده ملازم بادشاه گشته به نسبت کسیکه قائم بر خدمات ومشغول بکار پردازی است اگرچه شوکت ظاهریه وکثرت اتباع در حق ایں مصاحب به نسبت آں امیر اعظم که قائم بخدمات اقل

مذکورہ شوکت وجلال کی بہ نسبت حضرات شیخین کی شان بہت بلند ہے، عالم ظاہر میں اس کی مثال اس امیر کبیر کا مرتبہ ہے جو اُمورِ سیاست سے فارغ ہو کر بادشاہ کی خدمت میں رہتا ہے بہ نسبت دوسرے امیر کبیر کے جو اُمورِ مملکت سے وابستہ اور کار پردازی میں مشغول ہے اگرچہ ظاہری شوکت اور تابعداروں کی کثرت، امور مملکت سے وابستہ اس امیر اعظم کی بہ نسبت اس مصاحب کے حق میں کم سے کم تر ہے لیکن عزت و وجاہت میں یہ اُس سے بالاتر ہے۔اس لئے کہ وہ امیر اپنی تمام

(1) (صراط مستقیم، ہدایت ثانیہ، درذکر بدعاتیکہ الخ،ص66، درمطبع ضیائی میرٹھ)

قلیل است لیکن در عزّت ووجاہت فوق است چه فی الحقیقت آن امیر باهمگی شوکت وحشمت واتباع خود گویا که از اتباع آن مصاحب است زیرا که مشورت وتدبیرش درهمه اتباع بادشاهی جاری و ساری است اه ملخصاً۔(1)	تر شوکت وحشمت اور تابعداروں کے باوجود گویا اِس مصاحب کا ایک تابعدار ہے اس لئے کہ اس کا مشورہ اور اسکی تدبیر بادشاہ کے تمام تابع داروں میں جاری وساری ہے۔

مقال (20)

مظاہر الحق میں ہے: تیسری قسم: زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لئے، وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے کہ ان کے لئے برزخ میں تصرفات و برکات بے شمار ہیں۔ وعزاہ للامام النووی (اسے امام نووی کے حوالے سے لکھا ہے۔)(2)

وصل سول بعد وصالِ اولیاء کے فیض وامداد میں

مقال (21 تا 31)

شاہ ولی اللہ ومولوی خرم علی نے کہا:

---

(1)(صراط مستقیم، ہدایت ثانیہ، درذکر بدعاتیکہ الخ، ص 67، در مطبع ضیائی میرٹھ)

نوٹ: مقال (18.19) کے تحت حاشیہ مطبع بریلی، حامد اینڈ کمپنی میں: مولوی اسماعیل کا نیا ایمان

(2)(مظاہر حق، باب زیارۃ القبور، ص 716\1، ومظاہر حق جدید 166.167\2)

منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو۔(1)

عزیزی میں فرمایا:

ارباب حاجات حل مشکلات خود از انہامی یابند۔(2)

اہل حاجات اپنی مشکلوں کا حل ان سے پاتے ہیں۔

دونوں شاہ صاحبوں پھر مولوی خرم علی نے کہا:

اویسیت کی نسبت قوی صحیح ہے روحی فیض ہے اور روحانیت سے تربیت ہے۔ ملخصاً۔(3)

عزیزی میں لکھا ہے:

از اولیائے مدفونین انتفاع جاری است۔(4)

دفن شدہ اولیاء سے نفع یابی جاری ہے۔

مرزا مظہر صاحب مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کی نسبت مظہر، قصیدہ:

عرض نمودم نوازشہا فرمودند۔(5)

میں نے ایک قصیدہ عرض کیا، بڑی نوازشیں فرمائیں۔

---

(1)(شفاء العلیل ترجمۃ القول الجمیل، کشف قبور و استفاضہ بدان، 86، لاہور)

(2)(تفسیر عزیزی، پارہ 30، ص 206)

(3)(شفاء العلیل فصل 11، سلسلہ طریقت مصنف، 217)

(4)(تفسیر عزیزی، پارہ 30، ص 143)

(5)(ملفوظات، از کلمات طیبات ملفوظات حضرات ایشاں، 78)

شاہ ولی اللہ و مولوی خرم علی نے کہا: شاہ عبد الرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا کی روح سے، (1) کہ یہ سب اقوال مقصد اول کی نوع اول میں گزرے۔

مقال (32)

مرزا صاحب موصوف نے اپنے ملفوظات میں فرمایا:

از فرطِ محبت که فقیر را بجناب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللّٰه تعالی عنه ثابت است وسر منشأ نسبت علیه نقشبندیه ایشاں اند بمقتضائے بشریت غشاوه بر نسبت باطنی عارض میشود خود بخود رجوع بآنجناب پیدا گشته بالتفات ایشاں رفع کدورت میشود	اس فرط محبت کے سبب جو فقیر کے لئے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ثابت ہے، اور بلند نسبت نقشبندیہ کا سر منشا وہی ہیں بہ تقاضائے بشری نسبت باطنی پر ایک پردہ سا عارض ہو جاتا ہے، خود بخود اس بارگاہ کی طرف رجوع پیدا ہوتا ہے اور ان کی وجہ سے کدورت دور ہو جاتی ہے۔(2)

مقال (33 تا 36)

اسی میں ہے:

(1) (شفاء العلیل فصل 11، سلسلہ طریقت حضرت مصنف، ص 219)

(2) (ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات، 78)

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقه علیه ایشاں بسیار معلوم شد باهیچکس از هل ایں طریقه ملاقات نشده که توجه مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست۔(1)	اپنے طریقہ عالیہ کے متوسلین پر حضرت غوث الثقلین کا التفات زیادہ معلوم ہوا اس طریقہ والوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جس کے حال پر حضرت کی توجہ مبارک مبذول نہ ہو۔

پھر کہا:

عنایت حضرت خواجه نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است مغلان در صحرایا وقت خواب اسباب واسپان خود بحمایت حضرت خواجه می سپارندو تائیدات از غیب همراه ایشاں می شود دریں باب حکایات بسیار است تحریر آں باطالت میرساند۔(2)	اپنے معتقدین کے حال پر حضرت خواجہ نقشبند کی عنایت کارفرما ہے۔ مغل لوگ صحراؤں میں سونے کے وقت اپنے سامان اور گھوڑوں کو حضرت کی حفاظت کے سپرد کرتے ہیں اور غیبی تائیدات ان کے ہمراہ ہوتی ہیں، اس بات میں واقعات بہت ہیں جنہیں لکھنے سے طول ہوگا۔

(1)(ملفوظات، ملفوظات حضرت ایشاں 83) (2)(ایضًا)

پھر کہا:

سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحال زائران مزار خود عنایت بسیار می فرمایند۔(1)	سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے مزار کی زیارت کرنے والوں کے حال پر بڑی عنایت فرماتے ہیں۔

پھر کہا:

ہمچنیں شیخ جلال پانی پتی التفاتہا مینمایند۔(2)	اس طرح جلال پانی پتی بھی بہت التفات فرماتے ہیں۔

مقال (37)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کی مدح مقال (6) میں گزری تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:

اولیاءاللہ دوستاں ومعتقدان را در دنیا وآخرت مددگاری میفرمایند و دشمناں را ہلاک می نمایند واز ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی میرسد۔(3)	اولیاء اللہ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی دنیا و آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ اور روحوں اور اویسیت کے طریقے پر باطنی فیض پہنچتا ہے۔

(1) (ملفوظات، ملفوظات حضرت ایشاں، 83)

(2) (ملفوظات، ملفوظات حضرت ایشاں، 83)

(3) (تذکرۃ الموتی والقبور، مترجم 76)

مقال (38تا45)

یہی قاضی صاحب سیف المسلول میں مرتبہ قطبیت ارشاد کو یوں بیان کر کے کہ:

فیوض وبرکات کارخانه ولایت که از جناب الهی بر اولیاء الله نازل میشود اول بر یک شخص نازل میشود ازاں شخص قسمت شده بهر یک از اولیائے عصر موافق متبه وبحسب استعداد میرسد، بهیچ کس از اولیاء الله بے توسط او فیضی نمیرسدد کسے از مردان خدا بے وسیله او درجه ولایت نمی یابد اقطاب جزئی واوتاد وابدال ونجباء و نقباء وجمیع اقسام از اولیائے خدا بوے محتاج می باشند صاحب ایں منصب عالی را امام وقطب

کارخانہ ولایت کے فیوض و برکات جو خدا کی بارگاہ سے اولیاء اللہ پر نازل ہوتے ہیں، پہلے ایک شخص پر اُترتے ہیں اور اس شخص سے تقسیم ہوکر اولیائے وقت میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ و استعداد کے مطابق پہنچتے ہیں اور کسی ولی کو بھی اس کی وساطت کے بغیر کوئی فیض نہیں پہنچتا، اور اہل اللہ میں سے کوئی بھی اس کے وسیلہ کے بغیر درجہ ولایت نہیں پاتا۔ جزئی اقطاب، اوتاد، ابدال، نُجبا، نُقبا اور تمام اقسام کے اولیاء اللہ اس کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس منصب بلند والے کو امام، اور قطب الارشاد بالا صالہ بھی کہتے ہیں۔ اور یہ منصب عالی ظہور آدم علیہ السلام کے زمانے سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی روح پاک کے لئے مقرر تھا۔

الارشاد بالاصالۃ نیز خوانند
وایں منصب عالی از وقت
ظہور آدم علیہ السلام
بروح پاک علی مرتضی کرم
اللہ تعالی وجہہ الکریم مقرر
بود۔

پھر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالی علیہم کو بترتیب اس منصب عظیم کا عطا ہونا لکھ کر کہتے ہیں

بعد وفات عسکری علیہ السلام تا وقت ظہور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلی ایں منصب بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بود۔	حضرت عسکری کی وفات کے بعد سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی کے زمانہ ظہور تک یہ منصب حضرت حسن عسکری کی روح سے متعلق رہے گا۔

پھر کہا:

چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوے متعلق شد وتا ظہور	جب حضرت غوث الثقلین پیدا ہوئے یہ منصب مبارک ان سے متعلق ہوا اور امام محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب

محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد۔	حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا۔

پھر کہا:

چوں امام محمد مہدی ظاہر شود ایں منصب عالی تا انقراض زمان بوے مفوض باشد۔	جب امام محمد مہدی ظاہر ہوں گے یہ منصب بلند اختتام زمانہ تک ان کے سپرد رہے گا۔

اخیر میں کہا:

استنباط ایں مدعا از کتاب اللہ واز حدیث می توانیم کرد ۔(1)	ہم اس مدعا کے استنباط کتاب اللہ اور حدیث پاک سے کر سکتے ہیں اھ ملخصاً۔

اصل ان سب اقوال ثلثہ کی جناب شیخ مجدد الف ثانی سے ہے۔

جیسا کہ جلد سوم مکتوب 43/123 میں مفصلاً مذکور، ان کے کلام میں اس قدر امر اور زائد ہے کہ:

بعد از ایشاں (یعنی حضرت مرتضے کرم اللہ تعالی وجہہ الاسنیٰ) بھر یکي از	حضرت مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے لئے ترتیب و تفصیل کے ساتھ قرار

(1) (سیف المسلول، مترجم، 527تا529)

یکے از ائمہ اثناء عشر علی الترتیب والتفصیل قرار گرفت ودر اعصار ایں بزرگواران و ہمچنیں بعد از ارتحال ایشاں ہر کس را فیض وہدایت میرسد بتوسط ایں بزرگواران بودہ ملاذ وملجائے ہمہ ایشاں بودہ اند تاآنکہ نوبت بحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ۔ا ھ ملخصا۔	پزیر ہوا، ان بزرگوں کے زمانے میں، اسی طرح اُن کی رحلت کے بعد جسے بھی فیض و ہدایت پہنچتی اُنہی بزرگوں کے توسط سے تھی اور سب کا ملجا یہی حضرات تھے یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر قدرسرہ تک نوبت پہنچی الخ۔

اورانہوں نے جلد ثانی میں خود اپنے لئے بھی اس منصب کا حصول مانا اور اس اعتراض سے کہ پھراس دورے میں منصب مذکور کا حضور پرنور غوث اعظم سے اختصاص کب رہا، جلد ثابت میں یوں جواب دیا کہ:

مجدد الف ثانی دریں مقام نائب مناب حضرت شیخ است وبنیابت حضرت	مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کا قائم مقام ہے اور حضرت شیخ کی نیابت سے یہ معاملہ اس سے وابستہ ہے

شیخ ایں معامله باو مربوط است چنانکه گفته اند نور القمر مستفاد من نور الشمس فلا محذود۔(1)

جیسا کہ کہا گیا ہے کہ مہتاب کا نور آفتاب کے نور سے مستفاد ہے۔تو کوئی اعتراض نہ رہا۔

مقال(46تا58)

شاہ ولی اللہ انتباہ میں اور اُن کے بارہ اساتذہ و مشائخ کہ عرب و ہند وغیرہما بلاد کے علماء اولیاء ہیں، حضرت مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ کو وقت مصیبت مددگار مانتے اور "تجدہ عونالك فی النوائب" ۔انہیں مصائب میں اپنا مددگار پاؤ گے۔ کوحق جانتے۔وسیاتی نقله فی الوصل الآتی ان شاء الله تعالی۔

مقال(59)

شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں لکھا:

از جمله نسبت هائے معتبره نزدیک قوم نسبت اویسیه است۔خواه ایں مناسبت به نسبت ارواح انبیاء باشد، یا اولیائے امت، یاملائکه۔ وبسا است که مناسبت به

اہل طریقت کے نزدیک معتبر نسبتوں میں سے ایک نسبت اویسی بھی ہے خواہ یہ مناسبت ارواح انبیاء کی نسبت سے ہو یا اولیائے امت یا ملائکہ کی نسبت سے ہو اور ایسا بھی بہت ہوتا ہے کہ کسی روح سے مناسبت پیدا ہوگئی اس لئے

(1)(مکتوبات امام ربانی،مکتوب دوصد و بست وسوم 3\347.348)

روح خاص حاصل شود بجهت آنکه فضائل وے استماع کرده مجتبے خاص بهم رسا نید و آن محبت سبب کشاده شدن را هے گر دد میان آن روح واین کس یا بجهت آنکه آں روح مرشد وے یاجد وے باشد در وے همت ارشاد منتسبانِ خود متمکن شده ، الخ انتہی ملتقطا۔(1)

کہ اس کے فضائل سن کر اس سے ایک خاص محبت بہم پہنچائی، وہ محبت اس روح اور اس شخص کے درمیان ایک راہ کھلنے کا سبب ہو جاتی ہے، یا اس وجہ سے کہ وہ اس کے مرشد یا مرشد کے مرشد کی روح ہے اس کے اندر اپنے منتسبین کی رہنمائی کی ہمت خود قرار پذیر ہے۔ الخ

مقال(60)

اسی میں ہے:

از ثمرات ایں نسبت (یعنی اویسیه) رویت آں جماعت است در منام وفائده از ایشاں یافتن ودر مہالک ومضائق صورت آں

اس نسبت اویسی کے ثمرات سے ہے خواب میں اس جماعت کا دیدار ہونا، ان سے نفع پانا، ہلاکت و مصیبت کی جگہوں میں اس جماعت کی صورت کا نمودار ہونا اور مشکلات کا حل اس

(1)(ہمعات، ہمعه 11، 56.57)

آں جماعت پدید آمدن۔ وحل مشکلات وے باں صورت منسوب شدن۔(1)

صورت سے منسوب ہونا۔

مقال (61)

اسی میں ہے:

امروز اگر کسے را مناسبت بروح خاص پیدا شود واز انجا فیض بردارد ، غالبا بیرون نسبت از آنکه ایں معنی به نسبت حضرت پیغمبر ﷺ باشد یا به نسبت حضرت امیر المومنین حضرت علی کرم اللّٰه تعالی وجهه، یا به نسبت حضرت غوث الثقلین جیلانی رضی اللّٰه عنه وآنانکه مناسبت بسائر ارواح دارند، باعث

آج اگر کسی خاص روح سے مناسبت پیدا ہوا اور وہاں سے فیض یاب ہو تو غالباً اس سے باہر نہ ہوگا کہ یہ معنی حضرت رسول خدا ﷺ کی نسبت سے ہو یا حضرت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ کی نسبت سے یا حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ہو اور جو لوگ تمام ارواح سے مناسبت رکھتے ہیں ان کی خصوصیت کا باعث عارضی اسباب ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ اس بزرگ سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور اس کی قبر پر زیادہ جاتا ہے، یہ معنی قابل کی جانب

(1)(همعات، همعه 11، ص59)

خصوص آں اسباب طاریه شده اند مثل آنکه وے محبت آں بزرگ بسیار دارد ، وبر قبر وے بسیار میرود، واین معنی سلسله جنبان از جهت قابل گشته است، وآں بزرگ را ہمت قویه بوده است در تربیت منتسبان خود وآں ہمت ہنوز در روح وے باقی است واین معنی سلسله جنبان از جهت فاعل است۔(1)	سے محرک بنا۔ اور اپنے منتسبین کی تربیت میں اس کی بزرگ کی ہمت قوی تھی اور وہ ہمت روح میں اب بھی باقی ہے۔ یہ معنی فاعل کی جانب سے محرک ہوا۔

مقال (62)

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے:

قد استفاض من الشرع ان الله تعالی عبادا هم افاضل الملئکة وانهم یکونون سفراء بین الله وبین عباده وانهم یلهمون فی	یعنی بے شک شرع سے بدرجہ شہرت ثبوت کو پہنچا کہ مقرب فرشتے خدا اور اس کے بندوں میں واسطہ ہوتے اور آدمیوں کے دلوں میں نیک بات کا

(1) (همعات، همعه 11، ص62.63)

قلوب بنی اٰدم خیرا . وان لهم اجتماعات کیف شاء الله وحیث شاء الله یعبر عنهم باعتبار ذلك بالملاء الاعلیٰ وان لارواح افاضل الاٰدمیین دخولا فیهم ولحوقا بهم کما قال الله تعالیٰ: یا یتها النفس المطمئنة ارجعی الیٰ ربك راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی . والملاء الاعلیٰ ثلثه اقسام . قسم هم نفوس انسانیة ما زالت تعمل اعمالا منجیة تفید اللحوق بهم حتی طرحت عنها جلابیب ابدانها فانسلکت فی سلکهم وعدت منهم.اھ ملخصا۔(1)

القاء کرتے ہیں اور ان کے لئے اجتماع ہیں جس طرح خدا چاہے اور جہاں چاہے اسی لحاظ سے اُنہیں ملاء اعلیٰ کہتے ہیں اور یہ بھی اُسی طرح شرع سے بشہرت ثابت کہ بزرگان دین کی روحیں بھی اُن میں داخل ہوتی اور اُن سے ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :"اے اطمینان والی جان ! چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے سارضی اور وہ تجھ سے خوش ، پس داخل ہو میرے بندوں میں اور آ میری جنت میں "۔اور ملاء اعلیٰ کی ایک قسم وہ ارواح انسانی ہیں کہ ہمیشہ رستگاری کے کام کرتے ہیں جن کے باعث اُن ملائکہ سے ملے یہاں تک کہ جب بدن کی نقابیں پھینکیں ملاء اعلیٰ میں داخل ہوئے اور انہیں سے شمار کئے گئے۔

(1)(حجة الله البالغه ، باب ذکر الماء الاعلی ، 1\15 . 14،مطبع الصدیقی،بریلی شریف)

مقال (63)

عزیزی میں فرمایا:

در دفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامه یکجا می باشند علاقه روح بابدن از راه نظر عنایت بحال میماند و توجه روح بزائرین و مستانسین و مستفیدین بسهولت میشود۔(1)

دفن کرنے میں بدن کے تمام اجزاء ایک جگہ جمع ہوجاتے ہیں اور نظر عنایت سے روح کا تعلق بدن سے ہوجاتا ہے اور زائرین اور انس اور استفادہ کرنے والوں کی طرف توجہ آسان ہوجاتی ہے ۔

مقال (64)

میاں اسمٰعیل صراط مستقیم میں لکھ گئے:

حضرت مرتضی رایک نوع تفضیل بر حضرات شیخین هم ثابت وآں تفضیل بجهت کثرت اتباع ایشاں ووساطت مقامات ولایت بل سائر خدمات است مثل قطبیت و غوثیت

حضرت مرتضی کو یک گونہ فضیلت حضرات شیخین پر بھی ثابت ہے اور وہ فضیلت متبعین کی کثرت اور مقامات ولایت بلکہ تمام خدمات ۔ جیسے قطبیت ، غوثیت ، ابدالیت ، و غیرہا ، میں وساطت کے لحاظ سے ہے ۔ سب حضرت مرتضی کے عہد کریم سے اختتام

(1)(تفسیر عزیزی، پارہ 30، ص143)

وابدالیت وغیرها همه از عهد کرامت مهد حضرت مرتضے تا انقراض دنیا همه بواسطه ایشاں است۔(1)

دنیا تک ان ہی کے واسطے سے ہے۔

مقال (65)

اسی میں ہے:

حق جل وعلا بذات پاک خود یا بواسطه ملائکه عظام یا ارواح مقدسه بسبب برکت توسل بقرآن محافظت طالب خوہد نمود

حق جلا وعلا خود یا ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ کے واسطہ سے، قرآن سے توسّل کی برکت کے سبب طالب کی حفاظت فرمائے گا۔(2)

مقال (66)

مولوی اسحاق کی مائۃ مسائل میں ہے:

سوال: شخصیکه منکر باشد فیض روح مبارک محمد رسول اللّٰه ﷺ را در عالم برزخ وشخصے که

جو شخص عالم برزخ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک کے فیض کا اور جو دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ارواح مقدسہ کے فیض کا اور عالم برزخ

(1) (صراط مستقیم، ہدایت ثانیہ در ذکر بدعاتیکه الخ، 66)

(2) (صراط مستقیم، باب چہارم، 159)

منکر باشد از فیض ارواح مقدسه انبیائے دیگر علیهم الصلوة والسلام وشخصے که منکر باشد از فیض ارواح اولیاء الله در عالم برزخ حکم او چیست؟	میں جو اولیاء اللہ کی ارواح کے فیض کا منکر ہو اس کا حکم کیا ہے؟
جواب:	
هر فیض شرعی که ثبوت باخبار متواتره باشد منکر آں کا فراست وهر فیضیکه ثبوت آں باخبار مشهوره باشد منکر آں ضال است هر فیضے که ثبوت آں بخبر واحد باشد منکر آں بسبب ترک قبول گنهگار خواهد شد بشرطیکه ثبوت آں بطریق صحیح یا بطریق حسن خواهد شد۔ اھ ملخصاً(1)	جس فیض شرعی کا ثبوت احادیث متواترہ سے ہو اس کا منکر کافر ہے اور جس فیض کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہو اس کا منکر گمراہ ہے اور جس فیض کا ثبوت خبر واحد سے ہو اس کا منکر ترکِ قبول کی وجہ سے گنہگار ہو گا بشرطیکہ اس کا ثبوت بطریق صحیح یا بطریق حسن ہو۔

(1) (مائۃ مسائل، سوال ششم تا ہشتم، 16.17)

ہر چند یہ جواب سراپا عیاری پر مبنی ہے مگر سب نے دیکھا کہ سوال فیض برزخ سے تھا، واجب کہ جواب اُسے بھی شامل ہو، اس قدر امر نفی جنون کے لئے ضروری یا اُن کی دیانت وللّٰہیت سے انکار اور اخفائے حق و تلبیس بالباطل کا اقرار کیا جائے۔

مقال (67)

جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعد از حلت ارشاد پنا ھی قبلہ گاھی (یعنی خواجہ باقی باللّٰہ علیہ رحمۃ اللّٰہ) بتقریب زیارت مزار شریف بہ بلدہ محروسہ دھلی اتفاق عبور افتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشاں رفتہ بود دراثنائے توجہ بمزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدسہ ایشاں ظاھر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود راکہ بحضرت خواجہ احرار

حضرت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ) کی رحلت کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے شہر دہلی میں گزرنے کا اتفاق ہوا۔ عید کے دن حضرت کے مزار پاک کی زیارت کے لئے گیا۔ مزار پاک کی جانب توجہ کے دوران حضرت کی مقدس روحانیت سے کامل التفات رونما ہوا اور کمال غریب نوازی سے اپنی خاص نسبت جو حضرت خواجہ احرار کی جانب تھی مجھے مرحمت فرمائی۔

منسوب بود مرحمت فرمودند۔(1)

تنبیہ:

لفظ: " بتقریب زیارت مزار شریف الخ "ملحوظ رہے اور یونہی "غریب نواز" بھی کہ حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی نسبت کہے جس سے متعصبان طائفہ چڑھتے ہیں۔

مقال(68)

شاہ ولی اللہ انفاس العارفین اپنے استاذ الاستاذ محدث ابراہیم کردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں:

دو سال کم وبیش در بغداد ساکن بود بر قبر سیدی عبدالقادر قدس سرہ ، متوجہ میشد وذوق ایں راہ از آنجا پیدا کرد۔(2)

کم وبیش دو سال تک آپ بغداد میں مقیم رہے، اس دوران آپ اکثر سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کو مرکز توجہ بنایا کرتے تھے۔ اور یہیں سے آپ کو راہ معرفت کا ذوق پیدا ہوا۔

مقال(69)

اسی میں حضرت میر ابوالعلی قدس سرہ، کے ذکر مبارک میں لکھا:

(1)(مکتوبات امام ربانی، مکتوب 297، ص 1\413)

(2)(انفاس العارفین مترجم، ص 386)

بمزار فیض الانوار حضرت خواجه معین الدین چشتی قدس سره، متوجه بودند واز آنجناب دل ربائیها یافتند و فیضها گرفتند۔(1)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار فیض الانوار کی طرف متوجہ ہوئے، اس بارگاہ سے خاص لطف وکرم پایا اور فیوض حاصل کئے۔

مقال(70.71)

اسی میں اپنے نانا ابوالرضا محمد سے نقل کیا:

میفرمودند یکبار حضرت غوث الاعظم رضی اللّٰه تعالی عنه را در یقضه دیدم اسرار عظیم دراں محل تعلیم فرمودانده۔(2)

فرماتے تھے ایک بار حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو بیداری میں دیکھا اس مقام میں عظیم اسرار تعلیم فرمائے۔

مقال(72)

اسی میں شیخ مذکور کے حالات میں لکھا:

عجوزه را از مخلصان بعد وفات ایشاں تپ لرزه گرفت بغایت نزار گشت شبے

مخلصین میں سے ایک بڑھیا حضرت کی وفات کے بعد تپ لرزہ میں گرفتار ہوئی انتہائی لاغر ہوگئی، ایک رات اسے پانی

(1)(انفاس العارفین، مترجم، 69)
(2)(انفاس العارفین مترجم، 194)

بنوشیدن آب وپوشیدن لحاف محتاج شد وطاقت آں نداشت وکسے حاضر نبود ایشاں متمثل شدند و آب دادند و لحاف پوشانیدند آں گاہ غائب شدند۔(1)

پینے اور لحاف اوڑھنے کی ضرورت تھی، اس کے اندر طاقت نہ تھی اور دوسرا کوئی موجود نہ تھا، حضرت متمثل ہوئے، پانی دیا، لحاف اُڑھایا، پھر اچانک غائب ہو گئے۔

مقال (73 **تا** 75) القول الجمیل میں ہے:

تأدب شیخنا عبدالرحیم من روح الأئمة الشیخ أبي محمد عبدالقادر الجیلانی والخواجه بهاء الدین محمد نقشبند والخواجه معین الدین بن الحسن الچشتی وإنه رأهم واخذ منهم الإجازة وعرف نسبة کل واحد منهم علی حدتها مما فاض منهم علی قلبه وکان یحکی لنا حکایتها رضی الله تعالی عنه وعنهم اجمعین۔(2)

یعنی ہمارے مرشد شیخ عبدالرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث اعظم وخواجہ نقشبند و خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالی عنہم کی ارواح طیبہ سے آدابِ طریقت سیکھے اور ان سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو اُن سرکاروں سے اُن کے دل پر فائز ہوئی جدا جدا پہچانی اور ہم سے اس کی حکایت بیان کرتے تھے اللہ تعالی ان سب حضرات اور اُن سے راضی ہوا۔

(1) (انفاس العارفین مترجم،369)

(2) (القول الجمیل معہ شفاء العلیل، فصل 11، سند سلسلہ قادریہ، 222.223)

مولوی خرم علی صاحب نے اگرچہ راھم کے ترجمہ میں لفظ "خواب میں دیکھا" اپنی طرف سے بڑھا دیا جس پر کلام شاہ ولی اللہ میں اصلاً دال نہیں، مگر ارواح عالیہ کا فیض بخشا، اجازتیں دینا، نسبتیں عطا فرمانا، مجبورانہ، مسلّم رکھا۔

مقال (76.77)

مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں:

از حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللّٰہ علیہ دو کس طریقه گرفتند یکے طریقه قادری اخذ کرد ودیگرے طریقه نقشبندیه اختیار نمود ایشاں فرمودند که روح مبارک حضرت غوث الاعظم تشریف آورده صورت مثالی مرید خاندان خود همراه بروند وحضرت خواجه نقشبند تشریف فرما شده صورت مثالی معتقد خود را با خود بردند رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہم۔

حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے دو آدمیوں نے طریقت حاصل کی، ایک نے طریقہ قادری لیا، دوسرے نے طریقہ نقشبندیہ اختیار کیا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم کی روح مبارک تشریف لائی اور اپنے خاندان کے مرید کی صورت مثالی کو ساتھ لے گئی اور حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما ہو کر اپنے عقیدتمند کی صورت مثالی کو اپنے ساتھ لے گئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔(1)

(1) (ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں، ص 83)

مقال(78)

اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا:

روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجه بهاء الدین نقشبند متوجه حال حضرت ایشاں گردیده تا قریب یکماه فی الجمله تنازع در مابین روحین مقدسین درحق حضرت ایشاں مانده زیراکه هرواحد ازیں هر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامه بسوئے خود میفرمود تا آنیکه بعد انقراض زمانه تنازع ووقوع مصالحت بر شرکت روزے هر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوه گر شدند وتا قریب

حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی رُوحیں حضرت کے حال پر متوجہ ہوئیں اور قریب ایک ماہ تک دونوں مقدس روحوں کے درمیان حضرت کے حق میں تنازع رہا اس لئے دونوں اماموں میں سے ہر ایک حضرت کو پورے طور سے اپنی طرف کھینچنے کا تقاضا کررہے تھے یہاں تک کہ زمانہ تنازع کے ختم ہونے اور شرکت پر مصالحت واقع ہوجانے کے بعد ایک دن دونوں مقدس روحیں حضرت پر جلوہ گر ہوئیں ایک پہر کے قریب دونوں امام حضرت کے نفس نفیس پر قوی توجہ اور پرزور تاثیر ڈالتے رہے یہاں تک کہ اسی ایک پہر کے اندر دونوں طریقتوں کی نسبت حضرت کو نصیب ہوگئی۔

یکپاس هر دو امام برنفس نفیس حضرت ایشاں توجه قوی وتاثیر زور آور میفرمودند تا آنیکه در همان یک پاس حصول نسبت هر دو طریقه نصیبه حضرت ایشاں گردید(1)

مقال(79)

اُسی میں ہے:

روزے حضرتؒ ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجه خواجگان ، خواجه قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سره العزیز تشریف فرماشدند وبر مرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثناء بروح پر فتوح ایشاں علامات متحقق شد

ایک دن خواجہ خواجگاں خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کے مرقد انور کی طرف حضرت تشریف لے گئے، ان کے مرقد مبارک پر مراقبہ میں بیٹھے، اس دوران حضرت کی روح پرفتوح پر علامات متحقق ہوئیں اور آں حضور نے حضرت پر بہت قوی توجہ فرمائی جس کے سبب نسبتِ چشتیہ کے حصول کی ابتداء متحقق ہوئی۔

(1)(صراط مستقیم، باب چہارم، ص177)

وآنجناب بر حضرت ایشاں
توجہی بس قوی فرمودند
که بسبب آں توجه ابتدائے
حصول نسبت چشتیه
متحقق شد۔(1)

وصل چہارم

اصل مسئلہ مسئولہ سائل یعنی اولیائے کرام سے استمداد و التجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت ان کی ندا میں۔

مقال (80تا88)

شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:

بزیارت قبر ایشاں رود۔ و از آنجا انجذاب دریوزہ کند(2)

ان کی قبروں کی زیارت کو جائے اور وہاں بھیک مانگے۔

رباعی میں کہا:

فیض قدس از ہمت ایشاں میجو۔(3)

(ان کے ہمت سے فیض قدس کے خواستگار رہو)

---

(1)(صراط مستقیم، باب چہارم، 177)

(2)(ہمعات، ہمعہ 8، ص34)

(3)(ہمعات، مکتوبات شاہ ولی اللہ مع کلمات طیبات، مکتوب بست ودوم، ص194 بحوالہ فتاوی رضویہ جدید 2\820)

وہ پھر مولوی خرم علی کہتے ہیں: میت سے قریب ہو پھر کہے یا روح (1)

عزیزی میں فرمایا:

اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از آنہا می نمایند۔(2)	اویسی لوگ باطنی کمالات کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں۔

اور فرمایا:

اربابِ حاجات حل مشکلات خود از آنہامی طلبند۔(3)	اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل ان سے طلب کرتے ہیں۔

اسی میں ہے:

از اولیائے مدفونین استفادہ جاری است۔(4)	مدفون اولیاء سے استفادہ جاری ہے۔

مرزا صاحب نے مولی علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت کہا:

در عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع میشود۔(5	عارضہ جسمانی میں آں حضرت کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

کہ یہ سب اقوال مقصد اول میں گزرے۔

(1) (شفاء العلیل ترجمۃ القول الجمیل، 86)

(2) (تفسیر عزیزی، پارہ 30، ص 102) (3) (ایضاً، 143)

(4) (ایضاً، 143) (5) (ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں، 78)

شاہ عبدالعزیز نے سیّد احمد زروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت کہا:

مردے جلیل القدریست کہ مرتبہ کمال او فوق الذکر است۔(1)	ایک جلیل القدر شخصیت ہیں جن کا رتبہ کمال ذکر سے بالاتر ہے۔

پھر ان سے نقل کیا: "مصیبت میں یا زروق کہہ کر پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا۔

مقال (89)

مرزا صاحب کے وصایا میں ہے:

بزیارت مزارعات اولیاء دریوزہ فیض جمیعت کن الخ۔(2)	مزارات اولیاء کی زیارت سے دل جمعی کے فیض کی بھیک مانگو۔

مقال (90 تا 102)

شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں:

ایں فقیر خرقہ ازدست شیخ ابو طاہر کردی پوشیدہ وایشاں بعمل آنچہ در جواھر خمسہ ہست اجازت دادند	اس فقیر نے شیخ ابو طاہر کردی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے جواہر خمسہ میں جو کچھ ہے اس کے عمل کی اجازت دی۔۔(3)

(1)(بستان المحدثین، ص 321)

(2)(کلمات طیبات، نصائح و صایا یا مرزا صاحب، ص 89)

(3)(الانتباہ فی سلاسل اولیاء، طریقہ شطاریہ، ص 137، کراچی)

پھر کہا:

وایضاً فقیر در سفر حج چون بلاہور رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیدی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواھر خمسہ۔(1)	فقیر سفر حج میں جب لاہور پہنچا شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی پائی انہوں نے دعائے سیفی کی اجازت دی بلکہ خواہر خمسہ کے تمام عملیات کی اجازت دی۔

یہ شیخ ابو طاہر کردی مدنی شاہ ولی اللہ کے شیخ حدیث و پیر سلسلہ ہیں، مدینہ طیبہ میں مدتوں ان کی خدمت میں رہ کر سلاسل حدیث حاصل کئے کہ وہی اُن سے شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن سے مولوی اسحق کو پہنچے اور اُن شیخ محمد سعید کی نسبت انتباہ میں لکھا:

یکے از اعیان مشائخ طریقه بودند شیخ معمر ثقة۔(2)	ممتاز مشائخ طریقت میں سے ایک عمر رسیدہ شیخ ثقہ تھے۔

اسی میں دونوں مشائخ سے سلاسل اجازت بیان کئے جن سے ثابت کہ شیخ ابراہیم کردی والد شیخ ابو طاہر مدنی اور ان کے استاد شیخ احمد قشاشی اور ان کے استاد شیخ احمد شناوی اور شاہ ولی اللہ کے استاذ الاستاذ احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ ولی اللہ

(1)(الانتباہ فی سلاسل اولیاء، طریقہ شطاریہ، ص138، کراچی)

(2)(الانتباہ فی سلاسل اولیاء، طریقہ شطاریہ، ص138)

کے اکثر سلاسل حدیث میں داخل ہیں کما یظھر من المسلسلات وغیرھا۔ اوران شیخ معمر ثقہ کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری اوران کے شیخ مولانا عبدالملک اوران کے شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر مولٰنا وجیہہ الدین علوی ان سب علماء ومشائخ نے سیفی وغیرہ اعمال جواہر خمسہ کی اجازتیں اپنے اساتذہ سے لیں اور تلامذہ کو عطا کیں اور جناب شاہ محمد غوث گوالیاری تو ان سلاسل کے منتہی اور جواہر کے مؤلف ہیں رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

اب ملاحظہ ہو کہ اسی دعائے سیفی کی ترکیب میں کیا لکھا ہے:

ناد علی ھفت بار یا سہ بار یا یکبار بخوانند وآں ایں است: ناد علیا مظھر العجائب تجدہ عونالك فی النوائب كل ھم وغم سینجلی بولایتك یا علی یا علی یا علی۔ (1)	سات بار، یا تین بار، یا ایک بار نادعلی پڑھے اور وہ یہ ہے: حیرت زاد چیزوں کے مظہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ندا کر انہیں ناگہانی آفتوں مصیبتوں میں اپنا مددگار پائے گا، ہر رنج وغم دور ہو جائے گا آپ کی ولایت سے اے علی، اے علی، اے علی۔ (رضی اللہ عنہ)

اگر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مشکل کشا ماننا، مصیبت کے وقت مددگار جاننا، ہنگام غم و تکلیف اُس جناب کو ندا کرنا، یاعلی یاعلی کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذ اللہ تمھارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار ومشرکین ٹھہریں اور سب سے بڑھ کر بھاری

(1) (جواہر خمسہ مترجم، فصل 13، مناجات اوراد عیہ، ص 281، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

مشرک کٹر کافر عیاذ اًباللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے، احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سندیں اُن سے لیتے مدتوں اُن کی خدمتگاری و کفش برداری کی داد دیتے، اُنہیں شیخ ثقہ و عادل بتاتے اُن کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں۔ محدثی کا تمغا، حدیث کی سندیں یوں بر بار ہوئیں کہ اتنے مشرکین اُن میں داخل، پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و عقیدت حاصل، اور اُن کی سب سندوں میں تمہارے طور پر یہ مشرک اعظم و کافر اکبر شامل، کہاں کی شاہی، کیسی محدثی، اصل ایمان کی سلامتی مشکل، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پھر مولوی اسحاق و میاں اسمٰعیل بیچارے کس گنتی میں کہ اُن کی تو ساری کرامات اسی شرکستان کی بھٹی میں مشرکوں کی نسل، مشرکوں کی اولاد، مشرک ہی پیر، مشرک ہی استاد، آنکھ کھلتے ہی مشرک نظر پڑے، ہوش سنبھلتے ہی مشرکوں میں بگڑے، مشرکوں کی گود، مشرکوں کی بغل، مشرکوں کا دودھ، مشرکوں کا عمل، مشرکوں میں پلے، مشرکوں میں بڑھے، مشرکوں سے سیکھے، مشرکوں سے پڑھے، مشرک دادا، مشرک نانا، عمر بھر مشرکوں کو جانا۔ العیاذ باللہ ربّ العٰلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الحق المبین۔

مسلمان دیکھیں کہ یا علی یا علی کو شرک ٹھہرانے کی کیا سزا ملی، نہ ناحق مسلمانوں کو مشرک کہتے نہ اگلوں پچھلوں کو مشرک بننے کی مصیبت سہتے، اس سے یہی بہتر کہ راہ راست پر آئیں۔ سچے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں ورنہ اپنوں کے ایمان کی فکر فرمائیں کہ کرد کہ نیافت کو بھول نہ جائیں۔

دیدی که خون ناحق پروانه شمع را

چندان اماں نه داد که شب را سحر کند

دیکھا کہ پروانہ کے خونِ ناحق نے شمع کو اتنی بھی اماں نہ دی کہ شب کو سحر کرے۔

نسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ اٰمین۔

ہم خدا سے عافیت اور انجام کی خیریت کے خواستگار ہیں۔ الٰہی قبول فرما!

مقال (103)

اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات و قضائے حاجات کے لئے ختم یوں نقل کیا:

اوّل دو رکعت نفل بعد ازاں یکصد ویازده بار درود، بعد ازاں یکصد ویازده بار کلمه تمجید ویکصد ویازده بار شیئاً للّٰه یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ۔(1)

پہلے دو رکعت نفل پڑھے، اس کے بعد ایک سو گیارہ بار درود، پھر ایک سو گیارہ بار کلمہ تمجید اور سو گیارہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ۔ (خدا کے لئے کچھ عطا ہو اے شیخ عبدالقادر جیلانی)

مقال (104)

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

کاش اگر قتله عثمان ده دو ازده سال دیگر هم تن بصبر

کاش اگر قاتلان عثمان دس بارہ سال اور صبر کرتے اور خاموش بیٹھتے تو سندھ،

(1) (الانتباہ فی سلاسل الاولیاء۔۔۔۔۔۔)

دادند وسکوت کردہ می نشستند سند وھند وترک وچین نیز مثل ایران وخراسان یا علی یا علی می گفتند۔ الخ (1)

ہند، ترکستان اور چین بھی ایران و خراسان کی طرح یا علی یا علی کہتے۔ الخ

مقال (105)

رسالہ فیض عام مزارات اولیاء سے استعانت میں شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہے:

طریق استمداد از ایشاں آنست که بزبان گوید اے حضرت من برائے فلاں کار در جناب الہی التجامیکنم شمانیز بدعا وشفاعت امداد من نماید لکن استمداد از مشہور ین باید کرد (ملحضاً)(۱)

ان حضرات سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے کہے: اے میرے حضور! فلاں کام کے لئے میں بارگاہ الٰہی میں التجا کر رہا ہوں آپ بھی دعا و شفاعت سے میری امداد کیجئے۔ لیکن استمداد مشہور حضرات سے کرنا چاہئے۔

یہ خاص صورت مسئلہ کا جواب ہے، واللہ الھادی الی سبیل الصواب۔

الحمدللہ! کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہنچی، سو مقال کا وعدہ تھا ایک سو پانچ گئے، اس کی

(1)(تحفہ اثنا عشریہ، مطاعن عثمان رضی اللہ تعالی عنہ الخ، 314)
(2)(فتاوی عزیزی، رسالہ فیض عام، 177\1)

وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں پینتیس سوال تھے، مقصد دوم میں ساٹھ حدیثیں، ادھر نوع اول میں دو سو قول، اب یہ ایک سو پانچ مقال مل کر چار سو کا عدد کامل اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہو گیا کہ مولوی صاحب سددہ اللہ تعالی کے اصل مذہب اور اُس چند سطری تحریر پر چار سو وجہ سے اعتراض ہے، والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ رسالہ میں دوبارہ سماع موتی علمائے عرب کا فتوی

اس رسالہ کے زمانہ تالیف میں فقیر کو معتبر طور پر خبر پہنچی کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر وہ مسئلہ کا رد لکھے گا ہم دونوں تحریریں مولویانِ بھوپال کو بھیج دیں گے کہ وہ حکم ہو جائیں۔

اقول تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں، مولوی صاحب ماشاء اللہ فاضل ہیں، یہیں کیوں نہ تصفیہ ہو جائے، طالبان تحقیق کو اظہار حق سے کیوں باک آئے، رسالہ فقیر کو ملاحظہ فرمائیں، اگر حق واضح ہو جائے تسلیم واجب، ورنہ جواب مناسب، ہاں تحریر جواب میں استعداد و استعانت کا اختیار ہے بھوپالیوں سے ہو یا بنگالیوں سے، اور اگر اوروں ہی پر رکھنا صلاح وقت ہے تو اہل ہند میں جسے دیکھئے گا بلا مرجح خود احد الفریقین ہے۔ بھوپالیوں کو مثلاً مصطفی آبادیوں پر کیا وجہ ترجیح ہے، لہذا سب سے قطع نظر کر کے علمائے عرب کو حکم کیجئے کہ دین وہیں سے نکلا اور وہیں کو پلٹ جائے گا اور وہاں کے جمہور علماء پر ان شاء اللہ تعالی شیطان ہرگز قابو نہ پائے گا۔ جناب مولٰنا اگر اس رائے کو پسند فرمائیں تو ان اکابر کرام کا مہری دستخطی فتوی بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود، جس میں اکثر مسائل وہابیت کا رد واضح فرمایا اور طائفہ جدیدہ کو ضال، مضل، مبتدع، مبطل ٹھہرایا۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس میں سے چند سطریں متعلق مسئلہ سماع مع شرح و دستخط علماء بتلخیص والتقاط حاضر کرتا ہے۔ واللہ الہادی اس سوال کے جواب میں کہ وہابیہ عدم علم وعدم سماع موتی کا ادعاء واعتقاد رکھتے ہیں، فرمایا:

هذا الادعاء افتراء قبيح وهذا الإعتقاد اعتداء صريح فإن العلماء المحققين من الحنفية والشافعية وغيرهم قد اثبتو اطلاع الانسان فى البرزخ وسماعه لسلام الزائر وكلامه معرفته والانس به بالاحاديث الصحيحة والأثار الصريحة وتلك المسئلة مع دلائلها مصرحة فى المرقاة شرح المشكوة لعلى القارى الحنفى وشرح الصدور للحافظ السيوطى وشفاء السقام للامام السبكى وغيرها من الكتب المشهورة لجمهور المحققين حتى اشارو اليه فى كتب العقائد المشهورة

یعنی وہابیہ کا یہ ادعاء افترائے قبیح اور یہ اعتقاد ظلم صریح ہے، حنفیہ وشافعیہ وغیرہم علمائے محققین نے صحیح حدیثوں صریح خبروں سے ثابت کیا ہے کہ آدمی برزخ میں علم رکھتا اور زائر کا سلام وکلام سنتا اور اسے پہچانتا اور اُس سے انس حاصل کرتا ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ علی قاری حنفی وشرح الصدور حافظ سیوطی شافعی و شفاء السقام امام سبکی وغیرہا جمہور محققین کی کتب مشہورہ میں اس مسئلہ اور اس کے دلائل کی تصریح ہے یہاں تک کہ علماء نے عقائد کی مشہور کتابوں میں اُس کی طرف اشارہ کیا، مقاصد وشرح مقاصد میں تصریح فرمائی کہ معتزلہ وغیرہم کے نزدیک یہ بدن شرطِ ادراک ہے۔ تو اُن کے مذہب میں جب آلات

فقد صرح فی المقاصد وشرحہ انہ عند المعتزلۃ وغیرھم البدنیۃ المخصوصۃ شرط فی الادراک فعندھم لا یبقی ادراک الجزئیات عند فقد الآلات، وعندنا یبقی، وھو ظاھر من قواعد السلام، ولھذا ینتفع بزیارہ قبور الابرار والاستغاثہ من نفوس الاخیار الخ (1)۔ وبالجملۃ فالنفس الانسانیۃ تبقی لھا الادراکات ولھا تعلقات کثیرۃ بموضع دفن جسدھا، و الاحادیث والآثار شاھدۃ لذلک لا ینکرھا لعد العلم بھا الا مکابر معاند۔ الخ۔

بدنی نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہا، اور ہم اہلسنت کے نزدیک ادراک باقی رہتا ہے، قواعد اسلام اسی کی تائید کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قبور ابرار کی زیارت اور ارواح اولیاء سے استعانت نفع دیتی ہے۔ غرض روح انسانی کے ادراکات باقی اور اُسے موضع دفن سے بہت تعلقات ہیں۔ احادیث وآثار اس پر گواہ ہیں جنہیں جان بوجھ کر انکار نہ کریگا مگر باطل کوشش دشمن حق۔

اس کے بعد شبہات منکرین کا نصوص علماء سے رد کیا اور عمائد علمائے حرمین طیبین نے اس پر مہر ودستخط ثبت فرمائے۔

---

(1) (شرح المقاصد، المبحث الرابع مدرک الجزئیات عندنا النفس، 2\43)

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن حسین کتبی حنفی مفتی مکہ معظّمہ

لا کلام فیه ولا شك یعتریه اس میں نہ کلام کی گنجائش نہ شک کی خلش۔

امر برقمة محمد بن حسین الکتبی الحنفی مفتی مکة المکرمة عفی عنه

بمنه، امین۔ فان لی ذمة منه بتسمیتی محمدا وهو اوفی الخلق بالذمم۔

شرح دستخط حضرت مولانا وشیخ مشایخنا رئیس المدرسین بالمسجد الحرام مولانا

جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

لا یلتفت المفید الا الیه ولا یعول المستفید الا علیه۔ مفید التفات نہ کرے مگر اسی طرف، اور مستفید اعتماد نہ کرے مگر اسی پر۔

امر برقمه رئیس المدرسین الکرام بالمسجد المکی الحرام الراجی لطف

ربه الخفی جمال بن عبداللہ شیخ عمر الحنفی لطف اللہ تعالیٰ بهما۔

شرح دستخط حضرت مولانا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ مبارکہ۔

لاریب فیه ولا شك یعتریه المالکیة بمکة

کتبه الفقیر حسین بن ابراهیم مفتی المشر فیه المحمیة۔

شرح دستخط حضرت مولانا وشیخنا وبرکتنا زین الحرم عین الکرم مولانا احمد زین

دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ قدس سرہ العزیز

رأیت هذا المؤلف الشریف الحاوی لکل برهان لطیف فرأیته قد نص علی عقائد أهل میں نے یہ شریف تالیف جامع ہر دلیل لطیف دیکھی تو میں نے اُسے پایا کہ اہل حق وارباب تائید کے عقیدے صاف

الحق المؤیدین وابطل عقائد	واضح لکھے ہیں اور باطل پرست
أهل الضلال المبطلین۔	گمراہوں کے مذہب باطل کیے ہیں۔

رقمه بقلمه المرتجی من ربه الغفران احمد بن زین دحلان۔

شرح دستخط حضرت مولانا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ

تأملت فی هذا المؤلف فرأیت	میں نے یہ رسالہ بغور دیکھا تو معلوم ہوا
مؤلفه قد اجاد ولکل نص سنی	کہ اس کے مصنف نے جیّد کلام لکھا اور
صریح افاد۔	ہر نص روشن کا افادہ کیا۔

کتبه الفقیر الی الله تعالیٰ محمد بن محمد الغرب الشافعی خادم العلم بالمسجد النبوی ﷺ

شرح دستخط مولانا عبدالکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

لما تأملت فی هذه الرسالة	جب میں نے یہ رسالہ غور سے دیکھا
وجدتها کالسیف الصارم	اسے معاند گمراہ کے حق میں مثل تیغ
للمعاند الضال لا یطعن فیها الا	برّاں پایا۔ نہ طعنہ کرے گا اس میں مگر
من اختل عقله وقبحت سیرته	وہ جس کہ مت کٹی اور عادت بد ہوئی ہر
فی جمیع الآجال۔	زمانہ میں۔

من خدام طلبة العلم بالمسجد النبوی ﷺ

المتوکل علی الله العظیم عبدالکریم بن عبدالحکیم

شرح دستخط مولانا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ سکینہ

وقفت علی ھذا المجموع فالفیتہ مھندا سل علی شق عصا الجماعۃ معز الاعن السنۃ۔

میں اس تالیف پر واقف ہوا تو اسے ایک تیغ ہندی پایا، کھینچی گئی اُس پر جس نے جماعت کا خلاف کیا اور سنت سے کنارہ کش ہوا۔

اشار برقمہ الی الشیخ الاجل الورع الفقیہ الزاھد مولنا عبدالجبار الحنبلی البصری نزیل المدینۃ المنورۃ متع اللہ المسلمین ببقائہ اٰمین

شرح دستخط حضرت مولانا السیّد ابراہیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ امینہ

کم طالعت بعد ما اطلعت ردود العلما ء الاجلۃ علی الفرقۃ الضالۃ المضلۃ فما رأیت مثل ھذہ الرسالۃ۔

میں نے جب سے اطلاع پائی اس فرقہ گمراہ وگمراہ گر پر علمائے جلیل کے بہت رد دیکھے مگر اس رسالہ کا مثل نظر سے نہ گزرا۔

قال بفمہ ورقمہ بقلمہ خادم العلم بالحرم النبوی ابراھیم ابن المرحوم محمد خیار الحسنی الحرمی۔

الحمد للہ علیٰ حصول المسئول وبلوغ الکلام نھایۃ المامول

فقیر وبد المصطفٰی احمد رضا سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی نے اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا پھر بوجہ عروض بعض اعراض واہتمام دیگر اغراض مثل تحریر مسائل وتصنیف بعض دیگر رسائل جن کی ضرورت اہم نظر آئی اس کی تبییض نے تاخیر پائی۔ اب بحمد اللہ بعنایت الٰہی واعانت حضرت رسالت پناہی علیہ افضل الصلوۃ

والسلام وعلیٰ آلہ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کو وقت عصر یہ مسودہ مبیضہ ہوا اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا افاضہ ہوا۔

والحمد لله اولا وآخرا وباطنا وظاهرا وصلى الله تعالى على سيدنا ومولنا محمد وآله وصحبه وابنه وحزبه وعلينا بهم وبارك وسلم تسليما كثيرا۔ نسئل الله تعالیٰ ان يتقبل سعينا ويغفرلنا ذنوبنا ويرحم فاقتنا ويحيينا مسلمين ويميتنا مومنين ويحشرنا فى زمرة الصالحين وان ينفع بهذا التاليف وسائر تصانيفى جميع اخوانى فى الدين۔ انه سميع قريب قدير مجيب والحمد لله رب العلمين۔

اور اول وآخر، باطن وظاہر میں خدا ہی کے لئے حمد ہے۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اُن کی آل واصحاب، اُن کے فرزند، اُن کی جماعت پر اور اُن کے طفیل ہم پر بھی خدا کا درود، برکت اور بکثرت سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دُعا ہے کہ ہماری کوشش قبول فرمائے، ہمارے گناہ بخشے، ہماری محتاجی پر رحم فرمائے، ہمیں اسلام کے ساتھ زندگی اور ایمان کے ساتھ موت نصیب کرے، صالحین کی جماعت میں ہمارا حشر فرمائے اور اس تالیف سے اور میری دوسری تصانیف سے میرے تمام دینی بھائیوں کو فائدہ پہنچائے۔ بیشک وہ سننے والا قریب، قدرت والا مجیب ہے، اور سب خوبیاں خدا کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

تمّت وبالخير عمّت — رسالہ تمام ہوا اور خیر کے ساتھ عام ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکمیل جمیل و تسجیل جلیل چند فوائد عالیہ کی یاد دہانی میں

حامدا و مصلیا و مسلما

ہر چند یہ فوائد وہی ہیں جن کا ثبوت مباحث رسالہ میں گزرا مگر کتاب میں اُن کے لئے کوئی فصل معین نہ تھی متفرق مواقع پر واقع ہوئے لہذا اُن کے مہتم بالشان ہونے نے چاہا کہ یہاں اُن کے مواضع پر مطلع کر دیا جائے۔

فائدہ اولیٰ

اس میں خلاف کرنے والا بدعتی گمراہ ہیں۔ دیکھو (قول 1\15) کہ ادراکات موتی کا انکار مذہب معتزلہ ہے۔قول (2\18) کہ بعض معتزلی رافضی جمادیت موتی سے سند لائے۔قول (3\19) کہ مُیت کا جماد ہونا، مذہب اعتزال ہے۔قول (4\25) کہ علم موتی کا منکر نہ ہوگا، مگر جو حدیثوں سے جاہل ہے اور دین سے منکر۔قول (5\199، و6\200) کہ علم و سمع بصر موتی پر تمام اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے۔ پر ظاہر کہ اُن کے اجماع کا مخالف نہ ہوگا مگر بدمذہب گمراہ۔

فائدہ ثانیہ

اہل قبور کہ زائروں کو دیکھتے پہچانتے، اُن کا کلام سنتے، سلام لیتے، جواب دیتے ہیں۔ یہ بات ہمیشہ ہے اس میں کسی دن کی تخصیص نہیں، جمعہ و غیر جمعہ سب یکساں، نہ کسی وقت کی خصوصیت، ہاں جمعہ کے دن خصوصاً صبح کو معرفت ترقی پر ہوتی ہے۔

دیکھو (قول:1\66 ، و2\69، و3\80، و4\81، و5\82، وحاشیہ قول 6\81،)

اور خود وہ تمام احادیث اور صدہا اقوال کہ فصول مقاصد دوم سوم میں اس مطلب پر منقول ہوئے اپنے اطلاق وارسال سے اس عموم واطلاق کی دلیل کافی ہیں۔ کما مرت الاشارۃ الیہ فی الکتاب۔ جیسا کہ کتاب میں اس کی طرف اشارہ گزرا۔

فائدہ ثالثہ

ارواح مومنین کو اختیار ہوتا ہے کہ زمین وآسمان میں جہاں چاہیں جائیں، سیر کریں، جولان فرمائیں، دیکھو (حدیث 1\1، و 9\2، وقول 13\3، ومقال 6\4) یہاں تک کہ بیداری میں اپنے مخلصین سے ملتے فیض بخشتے ہیں (مقال 5/70, و 71\6) ناتوان بیماروں کو پانی پلاتے، کپڑا اُڑھاتے ہیں (مقال 72\7) جہادوں میں شرکت فرماتے ہیں (مقال 15\5) دوستوں کی مدد دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں (مقال 37\9) یہاں تک کہ شرح سنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ روح کا حال جسم کا سا نہیں وہ ایک وقت میں چند جگہ ہوسکتی ہے۔ (قول 79)۔

میں کہتا ہوں اولیائے احیاء کی حکایات منقول کہ ایک وقت میں ستر جگہ تشریف فرما تھے، پھر بعد وصال کہ روح اپنی آزادی وترقی کامل پر ہوتی ہے اُس وقت کے افعال کا کہنا ہی کیا ہے۔ زہر الربی میں یہیں یہ بھی نقل فرمایا کہ ایمان والوں کے دل اسے بے تکلف قبول کرسکتے ہیں کہ جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام جب خدمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے سدرۃ المنتہی سے جدا نہ ہوتے ہوں بلکہ اسی آن میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی العبارۃ علی الحاشیۃ (☆)

(☆) (هَذَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ مِنْهَا جَنَاحَانِ سَدَّا الْأُفُقَ وَكَانَ يَدْنُو مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى =

پھر سفہائے غافلین کا خود حضور پرنور روح القسط روح القدس روح الارواح صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ جاہلانہ وسوسہ کہ اگر وہ کسی مجلس خیر میں تشریف لائیں تو پیش از قیامت مرقد اطہر سے خروج لازم ہو اور چاہیے کہ اس وقت روضہ انور خالی رہ جائے، محض حماقت ہے۔

اولاً: وہی روح کا جسم پر طفلانہ قیاس اور زندان وہم میں سلطان عقل کا احتباس۔

ثانیاً: ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ روحیں تو عوام مومنین کی بھی قبور میں محبوس نہیں رہتیں بلکہ اپنے اپنے مراتب کے لائق علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہ

==یَضَعَ رُكْبَتَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَيَدَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقُلُوبُ الْمُخْلِصِينَ تَتَّسِعُ لِلْإِيمَانِ بِأَنَّهُ من الْمُمكن أَنَّهُ كَانَ هَذَا الدُّنُوُّ وَهُوَ فِي مُسْتَقَرِّهِ مِنَ السَّمَاوَاتِ وَفِي الْحَدِيثِ فِي رُؤْيَةِ جِبْرِيلَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا جِبْرِيلُ صَافٌّ قَدَمَيْهِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ يَقُولُ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَأَنَا جِبْرِيلُ فَجَعَلْتُ لَا أَصْرِفُ بَصَرِي إِلَى نَاحِيَةٍ إِلَّا رَأَيْتُهُ كَذَلِكَ۔ (زهر الربى على سنن النسائى، كتاب الجنائز ارواح المومنين، 1\292)

یہ جبریل علیہ السلام ہین جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں جن میں دو پروں نے سارا افق بھر دیا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آتے یہاں تک کہ اپنے زانو حضور کے زانوؤں سے ملا کر اور اپنے ہاتھ حضور کی رانوں پر رکھتے اور مخلصین کے دل اس بات پر ایمان کی وسعت رکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ یہ قرب اسی حال میں ہو جب وہ آسمانوں کے اندر اپنے مستقر میں موجود ہوں۔ اور حدیث میں حضرت جبرائیل کو دیکھنے کے بارے میں ہے: میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ جبریل آسمان و زمین کے درمیان اپنے قدموں پر صف بستہ کہہ رہے ہیں۔ اے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔ پھر جس طرف بھی نگاہ پھیرتا انہیں اس کیفیت میں دیکھتا۔)

میں ہوتی ہیں جسے علمائے کرام یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی (☆) میں مفصلاً ذکر کیا۔

ثالثًا: یہ اعتراض بعینہ اُن احادیث کثیرہ پر بھی وارد جن میں صریح تصریح کہ ارواح مومنین بعد انتقال جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں، لازم کہ جب وہ سیر کو جائیں قبریں خالی رہ جائیں اور قیامت سے پہلے حشر ہو جائے مگر جہل و تعصب جو نہ کرائیں وہی غنیمت ہے۔

چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک سوال آیا زید کہتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روضہ انور

(☆)(مقام علیین بالائے ہفت آسمان است و پائین آن متصل بہ سدرۃ المنتہی و بالائے آن متصل بپایہ راست عرش مجید است و ارواح نیکاں بعد از قبض در آن جا میرسند، و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء در آن مستقر می مانند و عوام صلحاء را بعد از نویسانیدن نام و رسانیدن نامہائے اعمال بر حسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا در چاہ زمزم قرار می دھند و تعلقے بقبر نیز ایں ارواح رامی باشند۔ (تفسیر عزیزی، پارہ 30، ص193) ,آخر عبارت تک کہ مقال 7میں گزری ۱۲منہ۔

علیین ساتوں آسمان کے اوپر ہے اس کا زیریں حصہ سدرۃ المنتہی سے متصل ہے اور بالائی حصہ عرش مجید کے دائیں پائے سے متصل ہے۔ نیکوں کی روحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں اور مقربین یعنی انبیاء و اولیاء اس مستقر میں رہتے ہیں۔ اور عام صالحین کو درج کرانے اور اعمال نامے پہنچ جانے کے بعد حسب مراتب آسمان دنیا، یا درمیان آسمان و زمین، یا چاہ زمزم میں جگہ دیتے ہیں۔ اور ان ارواح کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے۔

سے جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں۔عمرو منکر ہے،

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس کے جواب میں مفصل فتویٰ لکھا اور وہاں اس سیر و اختیار کو شہداء وغیر شہداء عام مومنین کی ارواح کے لئے بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور کلمات علمائے دین سے اس کے وقائع نقل کئے ۔ یہ فتویٰ فقیر کی مجلد ششم فتاویٰ مسمی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں منسلک والحمدللہ رب العلمین۔

فائدہ رابعہ بغایت نافعہ

ارواح طیبہ کے نزدیک دیکھنے سننے میں دور نزدیک سب یکساں ہے۔ یہ ایک مطلب نفیس وجلیل وعظیم الفائدہ ہے جس کی طرف توجہ خاص لازم۔ دیکھو (قول 1\65) کہ اولیائے احیاء نور خدا سے دیکھتے ہیں اور نور خدا کو کوئی چیز حاجب نہیں، پھر اموات کا کیا کہنا (قول 69\2) کہ قبر سے نزدیکی توجمعہ کو ہوتی ہے اور ادراک وشناخت دائمی (قول 87\3، و86\4) کہ روح جنت یا آسمان یا علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے اور وہیں سے زائر کی آواز سنتی، جواب دیتی ہے، ادراک کرتی ہے، اپنے بدن سے کام لیتی ہے، پھر کون بتا سکتا ہے کہ زمین سے جنت تک کئی لاکھ کئی کروڑ منزل کا فاصلہ نہ کہ بریلی سے بغداد یا ھند سے مدینہ صلی اللہ تعالی علی مالکہا وآلہ وبارک وسلم (قول 113\5، و114\6) کہ ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور اُنہیں سارا جہان یکساں ہے (قول 187\7، و188\8، و189\9) کہ ارواح قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے (مقال 7\10) شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول کہ روح کو قرب وبعد مکانی اس دریافت کا حاجب نہیں اس کا حال نگاہ کا سا ہے

کہ کنویں کے اندر سے ساتوں آسمان کے ستارے دیکھ سکتی ہے۔ یہی معنی ہیں ارشاد عالی دو امام اہلبیت طہارت، دو فرزند ریحانین رسالت حضرت امام اجل زین العابدین علی بن حسین شہید کربلا و حضرت امام حسن مثنیٰ ابن امام اکبر سیدنا حسن مجتبیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیٰ ابیہم الکریم وعلیہم کے کہ زائران مزار اقدس سے فرمایا:

انتم ومن فی الاندلس سواء۔ تم اور جو اندلس میں بیٹھے ہیں برابر ہیں۔

حکاہ فی جذب القلوب وغیرہ۔

سوال ٦ میں حدیث گزری کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو روضہ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں سنتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ خاصہ ملزومہ الوہیت نہیں بلکہ بندے کو اُس کا حصول ممکن اور زیر قدرت الٰہی داخل، پھر کسی کے لئے اس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالی لہ نے اس کی تحقیق تام اپنے رسالہ سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ میں ذکر کی، وباللہ التوفیق۔

فائدہ خامسہ

ولہذا اُن کی امداد ہر جگہ جاری، کچھ نزدیکوں پر منحصر نہیں، اور اسی لئے اُن سے استمداد اور اُن کی ندا میں بھی حضور مزار غیر مشروط، بلکہ جہاں سے چاہو صحیح و درست ہے اگر چہ حضور مزارات میں نفع اتم وزائد ہے دیکھو (قول 1\113، و 2\114) غور کرو ائمہ مجتہدین کے پیرو تمام ملک خدا میں کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں پھر وہ کیونکر ہر شخص کی ہر مشکل و آفت میں مدد فرماتے ہیں اور دائماً خبر گیراں رہتے ہیں۔ اسی طرح حضرات اولیائے کرام اپنے مریدان سلاسل کے ساتھ، دیکھو (قول 3\97) خود سیدی احمد زرّوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جب کوئی مصیبت آئے یا زروق (☆) کہہ کر پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا دیکھو (قول 4\163)۔ اور شاہ عبد العزیز صاحب کا قول، دیکھو (مقال 5\88) شاہ ولی اللہ کہتے ہیں گھر بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرو، دیکھو (سوال 6\12) مرزا مظہر صاحب عارضہ جسمانی میں حضرت علی مولیٰ کرم اللہ تعالی وجہہ کی طرف اور مشکل باطنی

(☆) فائدہ جلیلہ: علامہ زیادی پھر علامہ اجہوری پھر علامہ داؤدی پھر علامہ شامی فرماتے ہیں: جس کی کوئی چیز گم جائے مکان بلند پر رو بقبلہ کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سید عالم ﷺ کی نذر کرے پھر اس کا ثواب حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اس کے بعد یوں عرض رسا ہو کہ:

یا سیدی احمد یا ابن علوان! میری گمی ہوئی چیز مجھے مل جائے الخ۔

ردالمختار حاشیہ درمختار کے منہیہ میں ہے:

قرر الزیادی ان الانسان اذا ضاع له شئ واراد ان یرد الله سبحانه علیه فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلة ویقرء الفاتحة ویهدی ثوابها للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ثم یهدی ثواب ذلک لسیدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتک من دیوان الاولیاء فان الله تعالیٰ یرد علی من قال ذلک ضاله ببرکته، اجمهوری مع زیادة کذا فی حاشیة شرح المنهج للدأودی رحمه الله تعالیٰ انتهی ۱۲ (م)

زیادی نے بیان کیا کہ جب کسی کی کوئی چیز گم جائے یو کسی اونچی جگہ پر قبلہ رو کھڑا ہو جائے، فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب سیدی احمد، یا ابن علوان کو ہدیہ کرے اور عرض گزار ہو کہ سیدی احمد یا ابن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کرائی تو دفتر اولیاء سے آپ کا نام نکلوا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ یہ کہنے والے کو اس کی گم شدہ چیز ان کی برکت سے واپس دلا دے گا۔ اجہوری باضابطہ، اسی طرح داؤودی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی شرح منہج میں ہے ۱۲۔)

میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی جانب توجہیں کرتے اُدھر سے امداد فرمائی جاتی، دیکھو(سوال 7\17، مقال 8\32) گھر بیٹھے قصائد سناتے ارواح عالیہ سے نوازشیں پاتے، دیکھو(سوال 9\18، ومقال 10\10) حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی نسبت کہا حضور کے جس متوسل سے ملاقات ہوئی توجہ والا اُس کے حال پر مبذول پائی، دیکھو(مقال 11\33) مغلوں کا بیان کہ جنگل میں یا سوتے وقت اپنا مال حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی حمایت میں سونپتے ہیں اس پر غیب سے مدد پاتے ہیں دیکھو(مقال 12\34) ہر شہر میں بندگان خدا ولایت وقطبیت کے مراتب پاتے ہیں پھر کیونکر اُن سب کو وہ فیض حضرات ائمہ اطہار وحضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالی عنہم عطا فرماتے ہیں، دیکھو(مقال 13\37، و 14\39، و15\40، و16\41، و17\42، و18\43، و19\44، و20\45، و 11\64) سلطنتیں اور امارتیں کس ملک وشہر میں نہیں ہوتیں، پھر اُن سب میں حضرت مولیٰ مشکل کشا کا توسط کیونکر ہوتا ہے۔ دیکھو(مقال 22\18) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے شیخ ابوالرضا کو اسرار تعلیم فرمائے، دیکھو(مقال 23\70، و 24\71) یہ ایک عجوزہ کو پانی پلا کر لحاف اُڑھا کر غائب ہو گئے، دیکھو (مقال 25\72) حضور غوث اعظم وحضرت نقشبند رضی اللہ تعالی عنہما نے اپنے مریدان سلسلہ کی تربیت فرمائی، دیکھو(مقال 22\76، و 27\77) اسمٰعیل دہلوی مدعی کہ دونوں ارواح طیبہ نے اُن کے پیر پر جلوہ فرمایا اور پھر بحصر تک توجہ بخشی، دیکھو(مقال 28\78) ولہذا یا رسول اللہ ﷺ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا بے تخصیص مکان وقید زمان جائز ہوا اور شاہ ولی اللہ

اور اُن کے اکابر نے یا علی یا علی کا وظیفہ کیا، (دیکھو قول 160\29، و 161\30، و 162\31، و مقال 90\32، و 91\33، و 92\34، و 93\35، و 94\36، و 95\37، و 96\38، و 97\39، و 98\40، و 99\41، و 100\42، و 101\43، و 102\44، و 103\45، و 104\46، مسلمان ان فوائد سے غفلت نہ کرے کہ بہت نافع ہیں اور ضلالت سے مانع، و اللہ الھادی الی صراط مستقیم۔

تنبیہ

یہ مواضع بعیدہ سے استمداد و ندا کا مسئلہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کے قابل ہے جس کی تائید میں خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت احادیث اور خاص تصریح میں حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمرو عثمان بن حنیف وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار اور علاوہ اُن چھیالیس (46) مصرحوں، تیرہ (13) مؤیدوں کے جن کی طرف فائدہ خامسہ و رابعہ میں ایما ہوا، بہت ائمہ دین و علمائے معتمدین و کبرائے خاندان عزیزی کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر جلوہ کر رہے ہیں، عجب نہیں کہ حضرت جل و علا کا ارادہ ہو تو فقیر اپنے رسائل کثیرہ کی تتمیم و تبییض سے فارغ ہو کر خاص اسباب میں ایک جامع رسالہ ترتیب دے اور ان سب احادیث و اقوال ماضیہ و آیۃ کو فراہم کر کے تحقیقات سلطنۃ المصطفیٰ وغیرہا افاضات تازہ کا اضافہ کرے، واللہ الموفق وبہ نستعین والحمد للہ رب العٰلمین

اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے، اور اسی سے ہم مدد مانگتے ہیں اور تمام تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار۔

تذییل

نواب صدیق حسن خان بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالہ تقصار جیود الاحرار میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین وغوث اعظم وقطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں۔

میں کہتا ہوں نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا گرا ہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پر خالص شرک جلی کا حکم لگائیں، غوث اعظم وغوث الثقلین تو بہت اجل واعظم ہے، آخر غوث کے کیا معنی، فریاد کو پہنچنے والا۔ جب ان کے نزدیک استمداد وفریاد شرک، تو فریادرس کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا! اب دیکھئے کہ ان حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہوگیا، قاضی ثناء اللہ پانی پتی ومیاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو غوث الثقلین لکھا، دیکھو (مقال 38، و 78) شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابوالرضا اُن کے جد امجد، اور مرزا جانجاناں اُن کے ممدوح اوحد، اور اُن کے پیر سلسلہ شیخ عبدالاحد نے غیارث الدارین حضور غوث الثقلین کو غوث اعظم کہا، دیکھو (مقال 61، و70، و71، و76، و77)

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:

برخے از اولیاء مسجود خلائق ومحبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ	کچھ اولیاء خلائق کے مسجود اور دلوں کے محبوب ہوگئے ہیں جیسے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء

وسلطان المشائخ حضرت قدس اللہ تعالیٰ سرّ ہما۔
نظام الدین اولیاء قدس اللّٰہ
تعالیٰ سرھما۔(1)

تنبیہ

ذرا یہ "مسجود خلائق" کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا۔

میاں اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں کہا:

طالبان نا فھم میدانند کہ مانیز ھم پایہ حضرت غوث الاعظم شدیم۔(2)

ناسمجھ طالب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی حضرت غوث الاعظم کے ہم پایہ ہو گئے۔

انہیں بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کا کی قدس سرہ العزیز کو قطب الاقطاب لکھا، دیکھو (مقال 79) اور وہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنہوں نے مائۃ مسائل کے جواب سوال دہم میں کہا:

ولایت و کرامت حضرت غوث اعظم قدس سرہ۔(3)

غرض مذہب طائفہ عجب مہذب مذہب ہے جس کی بناء پر تمام ائمہ وعمائدِ طائفہ بھی سَو سَو مشرک کافر بنتے ہیں، لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم

---

(1)(تفسیر عزیزی، پارہ 30، سورہ الم نشرح، ص 322)
(2)(صراط مستقیم، تکملہ در بیان سلوک ثانی راہ ولایت، 132)
(3)(مائۃ مسائل، جواب سوال دھم، مسئلہ 9، ص 20.21)

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم

الحمدللہ! کلام نے ذروہ منتہی لیا اور بیان نے مسئلے کو اُس کا حق دیا

ذلك من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون

یہ ہم پر اور لوگوں پر خدا کا ایک فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

اب حضراتِ وہابیہ سے اتنا پوچھ لینا چاہیے کہ اس مختصر رسالہ کے مقصد سوم نے علماء کے تین سو پانچ (305) قول آپ کے گوش گزار کئے جن میں ایک سو انچاس (149) علم وسمع وبصر موتیٰ کے متعلق خاص، اور پانچ (5) میں یہ کہ اولیاء کی کرامتیں بعد وصال بھی باقی ہیں، ان ایک سو چون (154) پر تو آپ کی سرکار سے شاید صرف حکم بدعت وضلالت ہو، اگر چہ وہ بھی بتصریح امام الطائفہ مثل شرک محل اصل ایمان ہے، باقی کتنے رہے ایک سو اکاون (151)، اور تین قول ابھی ابھی اسی تکملہ کے فائدہ رابعہ میں تازہ مذکور ہوئے، یہ پھر ایک سو چون (154) ہو گئے، جن کے مفاد ومقاصد کی تفصیل اس جدول سے ظاہر ہے:

اس باب میں کہ	اقوال ائمہ وعلماء سلف	مقالات خاندان عزیزی	کل	مجموعہ
اولیاء بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں۔	8	7	15	154
وہ بعد رحلت بھی بدستور نزدیک و دور مدد کرتے ہیں	25	59	84	

وقت حاجت ان سے استعانت اور ان کو ندا نزدیک و دور ہر جگہ روا۔	16	26	42	
ارواح طیبہ کو بعد انتقال دیکھنے سننے میں دور و نزدیک سب یکساں	12	1	13	

اب ان کی نسبت ارشاد ہو وہ ایک سو چون (154) بدعت تھے، یہ ایک سو چون (154) آپ کے مذہب میں خالص شرک، اور ان کے قائل ائمہ و افاضل عیاذاً باللہ پکے مشرک ٹھہریں گے یا نہیں؟

اگر کہیے نہ (اور خدا کرے ایسا نہ ہو) تو الحمد للہ کہ ہدایت پائی اور کفر و شرک کی تیز و تند کہ مدتوں سے بیرنگ چڑھی تھی اُتار پر آئی، ربّ قدیر کو ہدایت فرماتے کیا دیر لگتی ہے آخر کلمہ پڑھتے ہو، شاید پاس اسلام کچھ جھلک دکھا جائے، اور محبوبانِ خدا و ائمہ ہدی کو معاذ اللہ کافر و مشرک کہتے جگر تھرائے،

"إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ، إِنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"۔

بیشک وہ خدا پر آسان ہے، یقیناً اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

اور اگر شاید اصرار مذہب و تعصب مشرب آڑے آئے، اور بے دھڑک آپ کے منہ سے ہاں نکل جائے، تو آپ صاحبوں سے تو اتنا عرض کروں گا کہ حضرات! جنہیں آپ نے مشرک کہہ دیا ذرا نگاہ رو برو، ان میں شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحبان اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ خود بانی مذہب امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی ہیں، اب ان کی نسبت تصریحاً استفسار، اگر یہاں جھجکے تو کہوں گا کیوں صاحب! اُسی بات پر ائمہ ہدیٰ تو پناہ بخدا چنین و چنان ٹھہریں اور یہ حضرات مطلق

العنان کیا اُن کے لئے کوئی وحی آ گئی ہے کہ احکام الٰہی سے مستثنی رہیں یا انہوں نے رحمان سے عہد لے لیا ہے کہ اُن کی امامت میں بال نہ آئے اگر چہ شرک کے بول کہیں

" مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (1)۔ آللّٰهُ أَذِنَ لَكُمْ (2) أَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُونَ (3)۔ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ۔ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ (4)"

تمھیں کیا ہوا تم کیسا حکم لگاتے ہو؟ کیا خدا نے تم کو اذن دیا ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟۔ یا تمھارے لئے کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ اس میں تمھارے لئے وہ ہے جو تم پسند کرتے ہو۔

اور اگر شاید بات کی پچ ایسی ہی آ پڑی کہ یہاں بھی کھل کر شرک کی جڑی

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی

گو مشت خاک ماھم برباد رفتہ باشد

میں خوش ہوں کہ تم رقیبوں سے دامن کھینچ کر نکل گئے، گو اس میں ہماری خاک بھی برباد گئی۔

غرض اس تقدیر پر آپ سے زیادہ عرض کا کیا محل ہوگا جز این کہ

---

(1)(الصافات:154)

(2)(فی: ب، ح، ر، فر: أذن لكم بهذا أم على الله تفترون، وهو تصحيف۔ وفي: الف، بدون: بهذا، وهو الصواب)

(3)(یونس:59)

(4)(القلم:37.38)

"سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ". (1)
سوائے اس کے کہ تم پر سلام ہم نادانوں کو نہیں چاہیے۔

ہاں عوام اہلسنّت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو! اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی ہے جس نا مہذب مذہب ناپاک مشرب کی رو سے صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین وعلمائے دین واولیائے کاملین قرون ثلثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ مشرک کافر بدعتی خاسر ٹھہریں

مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

ظاہر ہے کہ وہ طائفہ تالفہ کیسا ہوگا اور اسے سنت و جماعت سے کتنا علاقہ، سبحان اللہ! سنت جماعت کو شرک بتائیں، جماعت سنت کو مشرک ٹھہرائیں، پھر سنّی ہونے کا دعوی بجاکلا ورب العرش الاعلی قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین ۔ سبحانك اللھم وبحمدك اشھد ان لا الہ الا انت استغفرك واتوب الیك والحمد للہ ربّ العٰلمین ۔

عرش اعلیٰ کے رب کی قسم، ہرگز نہیں! فرمادو حق آیا اور باطل مٹا، بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا ساری تعریف خدا کیلئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور درود وسلام رسولوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے سب آل واصحاب پر، اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے مغفرت کا طالب اور تیری بارگاہ میں تائب ہوں۔ اور سب خوبیاں سارے جہانوں کے مالک اللہ کے لئے ہیں۔

---

(1) (القصص: 55)

تذییل اھم اجل واعظم

رسالہ

الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین

مدفون کے سننے اور مسئلہ قسم کے درمیان محکم مطابقت

1316ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم لك الحمد وبك استعین صل و سلم وبارك علی الامان الامین المبارك الیمین جیبك وآلہ وصحبہ اجمعین۔

ما بر بار او جنث حانث فی یمین۔

اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد ہے اور میں تجھی سے مدد کا طالب ہوں۔ امانت دار امان، یُمن و برکت والے اپنے حبیب اور اُن کی تمام آل و اصحاب پر درود و سلام نازل فرما جب تک کوئی قسم پوری کرنے والا قسم پوری کرے یا قسم توڑنے والا قسم توڑے۔

عائدہ جزیلہ تحقیقِ مسئلہ یمین میں

حضرات منکرین کی غایت سعی وتمام مایۂ ناز اس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ کم علموں کو متزلزل کر دیتے یا کیا چاہتے ہیں۔

مائۂ مسائل میں کافی شرح وافی و فتح القدیر و کفایہ حواشی ہدایہ و مستخلص و عینی شروعِ کنز سے طولانی عبارتیں کچھ قطع و برید کچھ بیگانہ مزید پر مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں اور اگر سماعِ موتی سے منکر نہ ہوں تو لا اقل تردد تو کر جائیں، مگر بحمد اللہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری ملمع کاری ہے، ورنہ وہ عبارات اور اُن جیسی سو یا ہزار جنتی اور ہوں نہ ہمیں مضر نہ منکرین کو مفید، نہ اہلسنّت و جماعت کا اجماعی مسئلہ جو نصوص صریحہ، احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کسی مشکک کی تشکیکات بے معنی سے متزلزل ہو سکے۔

فقیر غفر اللہ المولی القدیر اُس کی تحقیق و تنقیح میں بھی کلماتِ چند نافع و سودمند گزارش

کرے کہ باذنہٖ تعالیٰ موافق کوثبات واستقامت، مخالف منصف کوارشاد وندامت، مکابر متعسف کووبال وغرامت دیں،

وبالله التوفيق و به الوصول الى ذرى التحقيق

اور خدا ہی سے توفیق ہے اور اسی کی مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی۔

مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے زید سے نہ بولوں گا، تو یہ قسم زید کی حالتِ حیات پر مقصود رہتی ہے۔ اگر بعد انتقالِ زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا۔

اصل مسئلہ ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ عنہم سے صرف اس قدر ہے اور اُس کی وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے، لفظ سے جو معنی عرفاً مراد و مفہوم ہوتے ہیں اُن پر قسم وارد ہوتی ہے نہ معنی لغوی یا شرعی پر، تمام کتب مذہب اور خود ان کتب مذکورہ میں (جن کی عبارات کو منکرین براہِ جہل یا تجاہل اپنی سند سمجھے) اس امر کی تصریحات جلیہ ہیں، مثلاً قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیرِ آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن عظیم میں زمین کو فرش اور آفتاب کو سراج اور آسمان کو سقف فرمایا،

قال الله تعالى :"جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا"۔(1) وقَالَ اللهُ تَعَالَى: "وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا"۔(2) وَقَالَ اللهُ تَعَالَى:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ اور فرماتا ہے: اور اس میں ایک چراغ اور روشن چاند بنایا۔ اور فرماتا ہے:

(1)(البقرة:22)

(2)(الفرقان:61)

"وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا"۔(1) اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔

یوں ہی قسم کھائی کسی گھر میں نہ جائے گا، تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہو گا اگر چہ لغۃً ان پر بھی گھر کا لفظ صادق وجہ وہی ہے کہ اگر چہ شرعاً یا لغۃً یہ اشیاء اُن الفاظ میں داخل مگر ایمان میں عرفاً شمول درکار ہے۔ وہ یہاں غیر حاصل، بعینہ اسی وجہ سے مسئلہ مذکورہ میں بعد موت بولنے سے حنث زائل کہ کسی سے نہ بولنا عرفاً اُس کی موت کے بعد سلام و کلام کو غیر شامل، اس سے یہ تراش لینا کہ ہمارے اصل ائمہ مذہب کے نزدیک میت سے کلام حقیقتاً یا شرعاً کلام نہیں محض باطل اور ایسا گمان کرنے والا اصل مبنائے مسئلہ سے جاہل یا ذاہل۔

ہمارے ائمہ رضی اللہ عنہم نے جس طرح یہ تصریح فرمائی یوں ہی یہ بھی کہ صورت مذکورہ میں اگر یہ قسم کھانے والا اور زید دونوں نماز میں تھے اور زید نے سلام پھیرنے میں ہمراہیوں پر سلام کی نیت کی حانث نہ ہوگا، اور بیرون نماز اگر زید کسی مجمع میں ہو اور قسم کھانے والا السلام علیکم کہے حانث ہو جائے گا۔ یونہی اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی زید نماز میں کچھ بھولا اس نے بتایا قسم نہ ٹوٹے گی اور نماز سے باہر بتایا ٹوٹ جائے گی۔

بحر الرائق ورد المحتار وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے:

"لَوْ سَلَّمَ عَلَى قَوْمٍ هُوَ فِيهِمْ حَنِثَ إِلَّا أَنْ لَا يَقْصِدَهُ فَيَدِينَ. وَلَوْ سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ لَا يَحْنَثُ. اگر کسی جماعت کو سلام کیا جس میں وہ بھی موجود ہے (جس سے کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تھی) تو حانث ہو

(1)(الأنبياء:32)

وَإِنْ كَانَ الْمَحْلُوفُ عَلَيْهِ عَنْ يَسَارِهِ [illegible] الصَّحِيحُ لِأَنَّ السَّلَامَيْنِ فِي الص[illegible]مِنْ وَجْهٍ وَلَوْ سَبَّحَ لَهُ لِسَهْوٍ أَوْ فَتَحَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ وَهُوَ مُقْتَدٍ لَمْ يَحْنَثْ وَخَارِجَ الصَّلَاةِ يَحْنَثُ". (1)	جائے گا لیکن اگر سلام میں اس کا قصد نہ کیا تو دیانۃً اس کا بیان مانا جائے گا اور اگر نماز کا سلام پھیرا اور وہ جس سے متعلق قسم کھائی تھی اس کے بائیں موجود ہے تو بھی قسم نہ ٹوٹی۔ یہی صحیح ہے اس لئے کہ دونوں سلام بھی ایک طرح داخل نماز ہیں اور اگر وہ امام تھا یہ مقتدی سہو پر اس کیلئے سبحان اللہ کہا یا قرأت میں غلطی پر لقمہ دیا تو حانث نہ ہوگا اور بیرونِ نماز ایسا ہوا تو حانث ہوجائے گا

اب اس سے یہ قرار دے لینا کہ نمازی پتھر ہیں، نمازی کچھ نہیں سنتے، نمازیوں سے کلام حقیقتاً کلام ہی نہیں۔ اس جہالت کی کچھ بھی حد ہے، خود اُنہیں کی کتب مستندہ کی عبارتیں سنئے کافی میں ہی:

"الْأَصْلُ أَنَّ الْأَلْفَاظَ الْمُسْتَعْمَلَةَ فِى الْأَيْمَانِ مَبْنِيَّةٌ على الْعُرْفِ عِنْدَنَا (الی ان قال) قُلْنَا إِنَّ غرض	اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قسم میں استعمال ہونے والے الفاظ کی بناء عرف پر ہے (آگے فرمایا) ہم یہ کہتے

(1) (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، باب اليمين، 361\4، رد المحتار على الدر المختار ،مَطْلَبٌ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ 791\3، وانظر :الاختيار لتعليل المختار ،فصل الْحِنثُ فِي الْيَمِينِ، 60\4 ،ومجمع الأنهر في شرح ملتقي الأبحر 303.304\2)

الْحَالِفِ مَا هُوَ الْمُتَعَارَفُ فيتقيد بما هو غرضه الا ترى ان من حلف ان لا يستضئ بالسراج اولا يجلس على البساط فاستضاء بالشمس او جلس على الارض لا يحنث .وان سمى فى القرآن السمش سراجا والارض بساطا رجل حلف ان لا يدخل بيتا لا يحنث بدخول الكعبة والمسجد والبيعة والكنيسة. (1)

ہیں قسم کھانے والے کا مقصد وہی ہوتا ہے جو عرف میں جاری ہے تو اس کی قسم اس کے مقصود سے مقید رہے گی۔ دیکھئے اگر کسی نے قسم کھائی کہ چراغ سے روشنی نہ لے گا یا بچھونے پر نہ بیٹھے گا اور سورج سے روشنی لی یا زمین پر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا۔ اگرچہ قرآن میں سورج کو چراغ اور زمین کو بچھونا فرمایا ہے۔ کسی نے قسم کھائی گھر میں نہ جائے گا تو کعبہ ومسجد یا کلیسا اور گرجا میں جانے سے حانث نہ ہوگا۔ الخ۔

اسی فتح القدیر میں ہے:

"الْأَصْلُ أَنَّ الْأَيْمَانَ مَبْنِيَّةٌ على الْعُرْفِ عِنْدَنَا لَا على الْحَقِيقَةِ اللُّغَوِيَّةِ كما نُقِلَ عن الشَّافِعِيِّ وَلَا على الِاسْتِعْمَالِ الْقُرْآنِيِّ كما عن مَالِكٍ وَلَا على النِّيَّةِ مُطْلَقًا كما

اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قسم کی بناء عرف پر ہے حقیقت لغویہ پر نہیں۔ جیسا کہ امام شافعی سے منقول ہے...... نہ ہی قرآن کے استعمال پر...... جیسا کہ امام مالک کے یہاں ہے......

(1) (کافی شرح وافی۔۔۔وانظر: الوافی علی مذهب الامام، (ق) ص 146، ذکر آخره، و الفتاوی الهندیة 2\68، ذکراوله نقلاعن الکافی، وتبیین الحقائق 3\117)

عند[عن] أَحْمَدَ "۔(1)

نہ ہی مطلقاً نیت پر...... جیسا کہ امام احمد کے یہاں ہے۔

اسی کفایہ میں ہے:

الْأَصْلُ أَنَّ الْأَلْفَاظَ الْمُسْتَعْمَلَةَ فِي الْأَيْمَانِ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْعُرْفِ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ عَلَى الْحَقِيقَةِ لأن الحقيقة حقيق بان يراد .وَعِنْدَ مَالِكٍ عَلَى مَعَانِي كَلَامِ القرآن لأنه على اصح اللغات وافصحها . ولنا ان غرض الحالف ما هو المتعارف فينعقد بغرضه ۔(2)

اصل یہ ہے کہ قسم میں جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ہمارے نزدیک ان کی بناء عرف پر ہے اور امام شافعی کے یہاں حقیقت پر ہے اس لئے کہ حقیقت اس قابل ہے کہ مراد ہو۔اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں الفاظ قرآن کے معانی پر بناء ہے اس لئے کہ قرآن سب سے زیادہ صحیح اور فصیح زبان پر وارد ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم کھانے والے کی غرض وہی ہوتی ہے جو عرف میں ہے تو اسکی غرض سے منعقد ہوگی۔

اُسی میں ہے:

(1)(فتح القدیر، باب الیمین فی الدخول والسکنی 5\96، وانظر :البحر الرائق 4\323، ومجمع الأنهر 2\277)

(2)(الکفایۃ مع فتح القدیر باب الیمین فی الدخول والسکنی 4\377، پشاور)

"رجعنا العرف على الحقيقة لان مبني الايمان على العرف"۔(1)

ہم نے عرف کو حقیقت پر ترجیح دی اس لئے کہ قسم کی بناء عرف ہی پر ہوتی ہے

اسی مستخلص شرح کنز میں کفایہ کا پہلا کلام بعینہٖ نقل کر کے لکھا:

"كذا فى الكفاية. وقد ذكر فخر الاسلام فى اصوله ان من جملة ما ترك به الحقيقة خمسة انواع وعد من جملتها استعمال العرف الغالب"۔(2)

اسی طرح کفایہ میں ہے اور فخر الاسلام نے اصول میں بیان فرمایا ہے کہ جن امور سے حقیقت متروک ہو جاتی ہے وہ پانچ قسم کے ہیں، ان میں اکثری عرف کے استعمال کو بھی شمار کیا۔

اُسی عینی شرح کنز میں ہے:

"الايمان عندنا مبنية على العرف وعند الشافعى واحمد على الحقيقة وعند مالك على معانى كلام القرآن"۔(3)

ہمارے نزدیک قسم عرف پر مبنی ہوتی ہے اور امام شافعی وامام احمد کے نزدیک حقیقت پر اور امام مالک کے نزدیک کلماتِ قرآن کے معانی پر۔

---

(1) (الكفاية مع فتح القدير باب اليمين مسائل متفرقه 4\473)

(2) (مستخلص الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الايمان، باب اليمين فى الدخول والسكنى 2\337)۔ وانظر: كنز الوصول الى معرفة الاصول (اصول البزدوى)، باب جملة ماتترك به الحقيقة 86.90)

(3) (رمز الحقائق شرح كنز الدقائق ، كتاب الايمان ، باب اليمين فى الدخول والسكنى 1\207)

بلکہ اسی فتح القدیر میں خاص ہمارے مسئلہ دائرہ کے مبنی علی العرف ہونے کی تصریح کی فرماتے ہیں:

"یَمِینُہُ لَا تَنْعَقِدُ إِلَّا عَلَی الْحَيِّ لِأَنَّ الْمُتَعَارَفَ ھُوَ الْکَلَامُ مَعَہُ"۔(1)

یعنی یہ قسم خاص حالت زندگی ہی پر منعقد ہوگی کہ عرف میں کسی سے بولنا اُس کی زندگی ہی میں بات کرنے کو کہتے ہیں۔

علامہ علی قاری مکی حنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں اسی مسئلہ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:

" ھذا منھم مبنی علی ان مبنی الایمان علی العرف فلا یلزم منہ نفی حقیقۃ السماع کَمَا قَالُوا فِیمَنْ حَلَفَ لَا یَأْکُلُ اللَّحْمَ فَأَکَلَ السَّمَکَ مَعَ أَنَّہ تَعَالٰی سَمَّاہُ لَحْمًا طَرِیًّا"۔(2)

یعنی ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ بعد موت کلام سے قسم نہ ٹوٹے گی اس پر مبنی ہے کہ قسم کی بناء عرف پر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مُردے حقیقتاً نہیں سنتے، جس طرح ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو گوشت نہ کھانے کی قسم کھائے مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا حالانکہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اُسے تر و تازہ گوشت فرمایا۔

اسی طرح شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث حنفی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بعد ذکر

(1) (فتح القدیر، باب الیمین فی الکلام 5\143)

(2) (مرقاۃ المفاتیح، باب حکم الاسراء، تحت الرقم (3967)، 7\475)

مسئلہ کہ:

اگر یکے سو گند خورد کہ کلام نہ کنم پس کلام کرد او را بعد مردن او حانث نمیگردد۔(1)	اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے بات نہ کروں گا، پھر اس کے مرنے کے بعد اس سے کلام کیا حانث نہ ہوگا۔

اُس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں:

مبنائے ایمان برعرف وعادت است نہ بر حقیقت۔ (2)	قسم کی بنیاد عرف و عادت پر ہے حقیقت پر نہیں۔

اصل بات تو اتنی ہے جسے انکارِ سماع موتی سے نام کومس بھی نہیں مگر بعض شروع مثل کتب خمسہ مذکورہ وغیرہا میں اس مسئلہ کی توجیہ وتاویل ووجہ ودلیل کچھ ایسے طور پر واقع ہوئی جس سے بنظر ظاہر بے فکر غائر کچھ وہم خلاف پیدا ہو، حضرات منکرین اور یہ ایک منکرین کیا اہلسنّت کے تمام مخالفین ہمیشہ: "الغریق یتشبث بلکل حشیش " کے مصداق ہوتے ہیں۔ ڈوبتا سوار (سہارا) پکڑتا ہے۔ اپنے صریح مضر سے بھی تو استدلال کر لاتے ہیں، پھر جس میں بظاہر کچھ نفع کا وہم نکلتا ہو اُس کا کہنا ہی کیا ہے، اب احادیث صحیحہ صریحہ جلیلہ جزیلہ کے تمام قاہر، باہر، ظاہر تصریحات سب اُٹھا کر طاق نسیاں پر رکھ دیں، صحابہ وتابعین وائمہ دین، سلف صالحین وخلف کاملین سب کے ارشادات جلیلہ عُلیہ سے آنکھیں بند کرلیں، احادیث اور وہ ارشاداتِ ائمہ کیوں دیکھے

(1)(اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، 3\299)

(2)(اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، 3\400)

جاتے وہاں تو انکار کی قلعی کھلتی ہے، نبی مطلع علی الغیب کے ارشاد سے اس برزخی حالِ پنہاں کی خبر اپنی خواہش کے خلاف ملتی ہے، اقوالِ علماء میں اجماعِ اہلسنّت کے بادل گرج رہے ہیں جنہیں سن کر اختراعِ انکار کی چھاتی دہلتی ہے۔ چار ناچار انہیں چند عبارات موہمہ کے معانی موہومہ پر ایمان لانا فرض ٹھہرا، خدارا انصاف! اگر معاذ اللہ صورت برعکس ہوتی کہ حضرات کی طرف وہ دلائل قاہرہ، احادیثِ متواترہ ونقول اجماع اھل سنت ہوتیں اور دوسرا ان کے خلاف ایسی چند عبارات سے استناد کرتا کچھ نہ بکھرتے پھرتے، طعن وتشنیع کے رنگ نکھرتے، مگر اپنے لئے سب کچھ حلال ہے، کیا کریں اس میں گنجائش یہیں تک مجال ہے۔

"ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ "۔(1) یہی ان کا مبلغ علم ہے۔

طُرہ یہ کہ ان میں مدعیانِ حنفیت درکنار، حضرات غیر مقلدین بھی انکار سماع موتی پر مرتے جان دیتے ہیں اور نصوص صریحہ، احادیث صحیحہ چھوڑ کر ایسے ہی بعض عبارات موہمہ کی آڑ لیتے ہیں۔ اب نہ عمل بالحدیث کی آن، نہ

"اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ " اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا کو چھوڑ کر [أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ] (2) رب بنالیا ہے۔

پر ایمان۔

بات یہ ہے کہ منکر صاحبوں کے یہاں دین وشریعت اپنی ہوا وہوس کا نام ہے، جہاں جیسا موقع دیکھا اُسی سے کام ہے۔

(1)(النجم:30)

(2)(التوبة:31)

ان حضرات کے عمل بالحدیث کی وہی حالت ہے جو قرآن عظیم میں اصل اصول مذہب والخویصرہ تمیمی کے دربارۂ صدقات ارشاد فرمائے کہ:

"وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ"۔ (1)

ان میں کوئی وہ ہے جو صدقات کے بارے میں تم پر عیب لگاتا ہے۔ اگر انہیں ان میں سے کچھ دے دیا جائے تو راضی ہو جائیں اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائیں۔

ارشاداتِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے زعم میں ان کے ہوسات کو جگہ دی تو خوش ہیں بڑے متبع حدیث ہیں، ورنہ خفا، حدیث کی طرف سے رو در قفا، اب لاکھ پکارا کیجئے "تَعَالَوْا إِلَى الرَّسُولِ" (رسول کی طرف آؤ) کون سنتا ہے کسے قبول، خوبی یہ کہ سب کو چھوڑ کر جن کا دامن پکڑا اُن کے کلمات میں بھی دع ما کدر (گدلے کو چھوڑ دو) پر عمل رہا، طرفہ تر یہ کہ خود اُن کی عبارتوں میں عقل و انصاف کو غور و نظر کی رخصت نہ دی، نہ احتمال و استدلال میں تمیز کی۔ ہاں طالب تحقیق و صاحب توفیق براہِ انصاف و ترکِ اعتساف ادھر آئے کہ بعونہٖ تعالیٰ رفعِ حجاب و دفعِ اضطراب و تنقیح جواب و توضیح صواب کے دریا لہراتے پائے۔

فاقول وبحول اللہ تعالیٰ اصول تقریر جوابات سے پہلے چند مقدماتِ مفید لائق تمہید والتوفیق من اللہ العزیز الحمید۔

(1) (التوبة: 58)

مقدمۂ اولیٰ (☆)

فصول سابقہ میں ثابت ہولیا کہ اہلسنّت کے نزدیک روح کیلئے فنا نہیں، موت سے روحوں کا مر جانا بدمذہبوں کا قول ہے، کتب عقائد مثل مقاصد ومواقف وطوالع اور اُن کی شروع وغیرہا اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں۔ یہ مسئلہ بلکہ خود روح کا جسم کے علاوہ ایک شے ہونا ہی اگرچہ بنظر بعض الناس منجملہ نظریات تھا، جس کے سبب امام اجل فخر الدین رازی کو تفسیر کبیر (1) میں زیر کریمہ: " يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ"۔ (2) اس پر سترہ حج قاہرہ (☆) کا قائم کرنا پڑا مگر قرآن وحدیث ان پر اتنے نصوص واضحہ قاطعہ عطا نہیں فرماتے جن کا حصر وشمار ہو سکے۔ اور اب تو بحمد للہ تعالیٰ یہ باتیں اہل اسلام مین بدیہیات سے ہیں جان کا جاننا ہر ایک کی جان نہیں مگر انجان سا انجان جان کا جانا، جسم سے نکلنا ضرور ہے، اور ساتھ ہی فاتحہ وخیرات و ایصال ثواب حسنات وصدقات سے بتا دیتا ہے کہ وہ روح کو باقی وبرقرار مانتا ہے تو موت حقیقتاً صفت بدن ہے نہ وصف روح، ولہذا علامۃ الوجود مفتی ابوالسعود محمد عمادی نے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیر قولہ تعالیٰ:

"بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ"۔ (3) بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں۔

---

(1) (انظر: تفسیر کبیر، سورۃ الاسراء، 21\394.397)

(2) (الاسراء:85) (3) (البقرۃ:169)

(☆) (موت بدن کی صفت ہے نہ روح کی مگر اطلاق اس پر بھی آتا ہے [حاشیہ مطبوع بریلی])

(☆) (ان میں بعض دلائل کا خلاصہ عن قریب آتا ہے جن سے بعد موت بدن حیاتِ روح بھی ثابت ۱۲ منہ (م)

فرمایا:

"فيه دَلالةٌ على أن روحَ الإنسانِ جسمٌ لطيفٌ لا يفنى بخراب البَدَن ولا يتوقف عليه إدراكُه وتألُّمه والتلذاذُه" -(1)

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی روح ایک جسم لطیف ہے جو بدن کے ہلاک ہونے سے فنا نہیں ہوتی اور اس کا ادراک اور لذت والم پانا بدن پر موقوف نہیں۔

پھر بھی مجاز أروح مفارق عن البدن پر بھی اُس کا اطلاق آتا ہے۔حدیث میں ہے:

"اللَّهُمَّ ربَّ الأرواحِ الفانيةِ، والأجسادِ الباليةِ" ...الحديث۔

اے اللہ! فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام کے رب، الحدیث۔(2)

(1)(ارشاد العقل السليم، [تفسير أبى السعود] 2\112، ونقل عنه القاسمي في محاسن التأويل 2\475)

(2)(أخرجه ابن ابي الدنيا في مجابي الدعوة (105)،والآجري في أخلاق حملة القرآن (95)،والديلمي في فردوس الأخبار 1\448(1825)،من طريق يحيى بن زياد ومحمد بن زياد عن عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ ,عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضى الله عنهما مرفوعا ـوقال ابن عراق في تنزيه الشريعة المرفوعة 2\328:لم يبين علته وَهُوَ فِي الْأَفْرَاد للدارقطني وَمن طَرِيقه أخرجه الديلمي؛ وَفِيه الْفضل بن يحيى عَن أَبِيه، وَلم أعرفهمَا، وَالله تَعَالَى أعلم.وذكره السيوطي في الزيادات على الموضوعات (736)

قلت: عبد العزيز: صدوق عابد ربما وهم ورمي بالإرجاء،قاله في التقريب ـويحيى بن زياد صدوق لكن روى عند ابنه الفضل بن يحيى وهو مجهول ،وعنه ابراهيم بن محمد العمري،وهو ضعيف ،وعنه عبد الله بن أحمد النحاس،وهو مجهول۔ ==

ولفظه عن ابن السنی عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: ابن السنی کے یہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں وہ فرماتے ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْجَبَّانَةَ يَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَيَّتُهَا الْأَرْوَاحُ الْفَانِيَةُ، وَالْأَبْدَانُ الْبَالِيَةُ، وَالْعِظَامُ النَّخِرَةُ، الَّتِي خَرَجَتْ مِنَ الدُّنْيَا وَهِيَ بِاللهِ مُؤْمِنَةٌ، اللَّهُمَّ أَدْخِلْ عَلَيْهِمْ رُوحًا مِنْكَ، وَسَلَامًا مِنَّا"۔(1)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: تم پر سلام ہو اے فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام اور گلی ہوئی ہڈیو! جو دنیا سے خدا پر ایمان کے ساتھ نکلے، اے اللہ! ان پر اپنی جانب سے آسائش اور ہماری طرف سے سلام پہنچا۔

علامہ عزیزی اس حدیث کے نیچے سراج المنیر میں فرماتے ہیں:

"(الارواح الفانية) ای الفانی اجسادها"(2)

ارواح فانی کا مطلب یہ ہے کہ جن کے جسم فانی ہیں۔

= = والثانی : محمد بن زیاد الجزری روی عن عبد العزیز المذکور ، وابن زیاد الجزری متروک الحدیث وضاع۔

(1)(أخرجه ابن السني في عمل اليوم والليلة 198 (598)۔قلت: في سنده حبان بن علي العنزي؛ ضعيف؛ كما في "التقريب". وعبد الوهاب بن حامد التيمي لم أعرفه۔ والحديث ضعفه الزبيدي في اتحاف السادة المتقين 10\377)

(2)(السراج المنير شرح الجامع الصغير، تحت حديث مذكوره 3\125، بحواله فتاوی رضویۃ جدید 9\844)

علامہ زین العابدین مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں:

" یَعْنِی الْأَرْوَاح الَّتِی أجسادها فانیة وَإِلَّا فالأرواح لَا تفنی "۔ یعنی ہو ارواح جن کے جسم فانی ہیں ورنہ ارواح تو فنا نہیں ہوتیں۔ (1)

علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

قوله الفانية ای الفانية اجسادها اذا الارواح لا تفنى ولذا اتى بالجملة بعدها مفسرة لذلك. اعنى والابدان البالية اى فى غير نحو الشهداء۔ (2) اس کا قول ''الفانیۃ'' یعنی جن روحوں کے جسم فانی ہیں کیونکہ روحیں فنا نہیں ہوتیں، اسی لئے اس کی تفسیر کرنے والا جملہ بعد میں لائے۔ میری مراد، الابدان البالیہ (بوسیدہ اجسام) یعنی شہداء کے ماسوا اجسام بوسیدہ ہیں۔

ان سب عبارات کا محصل یہ کہ رُوح پر اطلاق فانی باعتبار جسم واقع ہوا، یعنی اے وہ روحو! جن کے بدن فنا ہو گئے تم پر سلام ہو۔ ورنہ خود رُوح کیلئے ہرگز فنا نہیں۔ ولہذا دوسرے فقرے میں اس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن یعنی عام لوگوں کیلئے کہ شہداء اوران کے مثل خواص کے جسم بھی سلامت رہتے ہیں۔

اس کے بعد تیسیر وسراج المنیر دونوں میں ہے:

"فيه ان الاموات يسمعون اذ لا یعنی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا

(1)(التیسیر شرح الجامع الصغیر، تحت حدیث مذکورہ 248\2)

(2)(حواشی الحفنی علی ھامش السراج المنیر، 125\3، بحوالہ فتاوی رضویہ جدید 844\9)

یخاطب الا من یسمع "۔(1) کہ مُردے سنتے ہیں کہ خطاب اسی سے کیا جاتا ہے جو سنتا ہو۔

احادیث نوع اوّل مقصدِ اوّل پر نظر تازہ کیجئے تو وہ ایک ساتھ ان مطالب کو ادا کر رہی ہیں کہ بدن و روح دونوں پر میت کا اطلاق ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہیں کہ حقیقت موت بدن کیلئے ہے روح اس سے پاک و مبرا ہے۔

مثلاً حدیث پنجم میں ارشاد ہوا کہ جو شخص مردے کو نہلاتا کفناتا اُٹھاتا دفناتا ہے مُردہ اُسے پہچانتا ہے، پُر ظاہر کہ یہ افعال بدن پر وارد ہیں نہ کہ روح پر اور پہچاننا کام روح کا ہے اور جب اپنے علم و ادراک پر باقی ہے تو اُسے موت کہاں! موت کی چھوٹی بہن نیند میں تو پہچان رہتی نہیں، موت میں کیونکر رہتی! یونہی حدیث 6. 7 و احادیث 1 تا 15 وغیرہا سب اسی طرح ان جملہ مطالب کی معاً مؤدی ہیں کما لا یخفی۔

لاجرم شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:

موت بمعنی عدم حس وحرکت وعدم ادراک وشعور جسد را رومی دھد و روح را اصلاً تغیر نمیشود چنانچه حامل قوی بود حالاھم هست وشعورے وادراکے که داشت حالاھم ہے بلکہ اب زیادہ صاف

موت کا یہ معنی کہ حس و حرکت ختم ہو جائے اور ادراک و شعور مفقود ہو جائے، صرف جسم کیلئے ہوتا ہے اور روح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا، وہ جیسے پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے۔ پہلے جو شعور و ادراک اس کے پاس تھا وہ اب بھی

(1) (السراج المنیر شرح الجامع الصغیر، تحت آیہ مذکورہ 3\125)

دارد بلکه صاف تر وروشن تر پس ارواح را مطلقا خواه روح شهید باشد یا روح عامه مومنین یا روح کافر وفاسق بایں معنی مرده نتواں گفت مردگی صفت بدن است که شعور وادراک وحرکات وتصرفات که بسبب تعلق روح باوے ازوے ظاهر میشدند حالانمی شوند آری روح را بدو معنی موت لاحق میشود اوّل آنکه از مفارقت بدن از ترقی بازمیماند، دوم بعضے تمتعات مثل اکل وشرب از دستِ اُومی روند لهذا او را نیز در شرع حکم بموت میفرمایند اما دریں امور فقط اما شهیدان راه خدارا در حقیقت ایں دو

اور روشن ہے۔تو اس معنی کر کے روح کو مردہ نہیں کہہ سکتے، مطلقاً خواہ شہید کی روح ہو یا عام مومن کی روح یا کافر و فاسق کی روح موت بدن کی صفت ہے کہ روح کے تعلق کی وجہ سے جو شعور و ادراک و حرکات و تصرفات بدن سے ظاہر ہوتے تھے۔اب نہیں ہوتے...... ہاں روح کو دو معنی میں موت لاحق ہوتی ہے۔ایک یہ کہ بدن سے جدا ہو جانے کے بعد اس کی ترقی رک جاتی ہے، دوسرے یہ کہ کھانے پینے جیسی لذتیں اس کے قبضے سے نکل جاتی ہیں۔اسی لئے شریعت میں اس کیلئے بھی موت کا حکم دے دیتے ہیں، لیکن وہ بھی صرف ان باتوں میں ...... مگر خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کیلئے حقیقت میں یہ دونوں معنی بھی نہیں، بلکہ یہ حضرات زندہ ہیں اور ان کی ترقی ہمیشہ جاری ہے ،اور جسمانی لذتیں بھی ان سے

معنیهم نیست بلکه ایشاں زندگانند دائما در ترقی وتمتعات جسدانیه نیز از ایشاں موقوف نه شده۔ا ھ مختصرًا۔(1)

موقوف نہیں۔الخ۔

اسی میں ہے:

جانِ آدمی هرچند در شدائد و مصائب گرفتار شود بحفظ الٰهی محفوظ است شکسته شدن و فنا پذیر فتن آں از محالات است و لهذا در حدیث شریف وارد است انما خلقتم للابد یعنی جان آدمی که در حقیقت آدمی عبارت از آنست ابدی است هرگز فنا پذیر نیست، وآنچه در عرف میشهور است که موت هلاک جان می کند

آدمی جس قدر بھی سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو مگر اس کی روح خدا کی حفاظت کے باعث محفوظ ہے، اس کا ٹوٹنا پھوٹنا اور فنا ہونا محال ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے تم ہمیشہ کیلئے پیدا کئے گئے ہو......یعنی تمہاری جان اور روح ...... کہ حقیقت میں انسان اسی سے عبارت ہے ......ابدی اور جاودانی ہے، وہ کبھی بھی فنا ہونے والی نہیں اور وہ جو عرف میں مشہور ہے کہ موت جان کو ہلاک کردیتی ہے محض مجاز ہے۔ موت کا زیادہ سے زیادہ اثر یہ

(1)(تفسیر عزیزی، پارہ 2، آیت ولا تقولوا لمن یقتل الخ۔559)

محض مجاز است نہایت کار موت آن ست کہ جان از بدن جدا شود و بدن بسبب نایافت مربی و محافظ از ھم باشد والا جان را فنا متصور نیست واثبات عالم برزخ و امکان حشر و نشر مبنی برھمیں مسئلہ است۔(1)	ہے کہ جان بدن سے جدا ہوتی ہے اور بدن اپنے مربی ومحافظ کو کھودینے کی وجہ سے بکھر کر رہ جاتا ہے، ورنہ جان کیلئے فنا متصور نہیں ۔ عالم برزخ اور امکان حشر ونشر کے اثبات کی بنیاد اسی مسئلہ پر ہے۔

بالجملہ موت بہ معنی حقیقی کہ بدن ہی کو عارض ہوتی ہے۔ وہی ایسی چیز ہے کہ جسے لاحق ہو مہمل و معطل ومعرض فساد وملحق بالجماد کردے۔ موت مجازی کہ روح کیلئے ہے۔ان سب آفات سے پاک ومبرا ہے، وللہ الحمد والحجۃ السامیۃ۔

مقدمہ ثانیہ (☆)

ہر عاقل جانتا ہے کہ علم وادراک صفت جان پاک ہے نہ وصف مشت خاک،

قال اللہ عزوجل:"مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى "(2)علی القول المختار أن المراد: الرؤیۃ بحاسۃ البصر(3)	اللہ عزوجل نے فرمایا: دل نے غلط نہ کہا اُسے جو آنکھ نے دیکھا، یہ معنی قول مختار کی بنیاد پر ہے کہ یہاں رؤیت سے مراد حاسہ نگاہ سے دیکھنا ہے۔

(1)(تفسیر عزیزی، پارہ30، سورۃ الطارق، 226) (2)(النجم: 11)

(3)(المصباح المنیر، کتاب الباء 1\247، بحوالہ فتاوی رضویہ جدید 9\847)

تفسیر کبیر میں ہے:

"أَنَّ الْإِنْسَانَ شَیْءٌ وَاحِدٌ وَذَلِكَ الشَّیْءُ هُوَ الْمُبْتَلَی بِالتَّكَالِيفِ الْإِلَهِيَّةِ وَالْأُمُورِ الرَّبَّانِيَّةِ وَهُوَ الْمَوْصُوفُ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَمَجْمُوعُ الْبَدَنِ لَيْسَ كَذَلِكَ وَلَيْسَ عُضْوًا مِنْ أَعْضَاءِ الْبَدَنِ كَذَلِكَ فَالنَّفْسُ شَیْءٌ مُغَايِرٌ لِجُمْلَةِ الْبَدَنِ وَمُغَايِرٌ لِأَجْزَاءِ الْبَدَنِ وَهُوَ مَوْصُوفٌ بِكُلِّ هَذِهِ الصِّفَاتِ". (1)

انسان ایک شیٔ واحد ہے، اسی شی کا تکلیفات شرعیہ اور احکام ربانیہ سے ابتلا ہے۔ وہی سننے دیکھنے سے متصف ہے اور پورا بدن یہ صفت نہیں رکھتا" نہ ہی اعضائے بدن میں سے کوئی عضو اس وصف کا ہے تو روح پورے بدن کے مغائر اور ہر جزو بدن کے مغایر ایک شے ہے۔ وہی ان تمام صفات سے متصف ہے۔

اسی میں بعد اقامت حج کے لکھتے ہیں:

"فَثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ النَّفْسَ الْإِنْسَانِيَّةَ شَیْءٌ وَاحِدٌ وَثَبَتَ أَنَّ ذَلِكَ الشَّیْءَ هُوَ الْمُبْصِرُ وَالسَّامِعُ وَالشَّامُّ وَالذَّائِقُ وَاللَّامِسُ وَالْمُتَخَيِّلُ وَالْمُتَفَكِّرُ وَالْمُتَذَكِّرُ وَالْمُشْتَهِي وَالْغَاضِبُ وَهُوَ

یہاں مذکور سے ثابت ہوا کہ روح انسانی ایک شیٔ واحد ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہی شیٔ دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے، چھونے، خیال کرنے، سوچنے، یاد کرنے، خواہش کرنے، غصہ کرنے والی ہے، وہی تمام ادراکات سے

(1) (التفسیر الکبیر، تحت ویسئلونک عن الروح، 21\404)

الْمَوْصُوفُ بِجَمِيعِ الْإِدْرَاكَاتِ وَهُوَ الْمَوْصُوفُ بِجَمِيعِ الْأَفْعَالِ الِاخْتِيَارِيَّةِ وَالْحَرَكَاتِ الْإِرَادِيَّةِ"

سے متصف ہے اور وہی تمام افعال اختیاریہ اور حرکات ارادیہ سے متصف ہے۔(1)

پھر فرمایا:

لَمَّا كَانَتِ النَّفْسُ شَيْئًا وَاحِدًا، امْتَنَعَ كَوْنُ النَّفْسِ عِبَارَةً عَنِ الْبَدَنِ وَكَذَا الْقُوَّةُ السَّامِعَةُ وَسَائِرُ الْقُوَى، فَإِنَّا نَعْلَمُ بِالضَّرُورَةِ أَنَّهُ لَيْسَ فِي الْبَدَنِ جُزْءٌ وَاحِدٌ هو بِعَيْنِهِ مَوْصُوفٌ بِالْإِبْصَارِ وَالسَّمَاعِ وَالْفِكْرِ فَثَبَتَ أَنَّ النَّفْسَ الْإِنْسَانِيَّةَ شَيْءٌ وَاحِدٌ مَوْصُوفٌ بِجُمْلَةِ هَذِهِ الْإِدْرَاكَاتِ، وَثَبَتَ بِالْبَداهة أن البدن وشَيْئًا مِنْ أَجْزَاءِ الْبَدَنِ لَيْسَ كَذَلِكَ. وَلْنُقَرِّرْ هَذَا الْبُرْهَانَ بِعِبَارَةٍ أُخْرَى فَنَقُولُ: نَعْلَمُ بِالضَّرُورَةِ أَنَّا إِذَا

جب روح شیٔ واحد ہے تو محال ہے کہ روح بدن سے یا قوت سامعہ یا دیگر قوی سے عبارت ہو، اس لئے کہ ہمیں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ بدن میں کوئی ایک خاص جز ایسا نہیں کہ وہی دیکھنے، سننے اور فکر کرنے سے متصف ہو تو ثابت ہوا کہ روح انسانی وہ شیٔ واحد ہے جو ان تمام ادراکات سے متصف ہے اور بدیہی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ بدن اور اجزائے بدن میں کوئی جز ایسا نہیں ...... اسی دلیل کی تقریر ہم دوسرے الفاظ میں یوں کرتے ہیں کہ بدیہی طور پر ہم جانتے ہیں کہ جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کو پہچان

(1) (التفسیر الکبیر، تحت ویسئلونک عن الروح، 21\401)

أَبْصَرْنَا شَيْئًا عَرَفْنَاهُ وَإِذَا عَرَفْنَاهُ اشْتَهَيْنَاهُ وَإِذَا اشْتَهَيْنَاهُ حَرَّكْنَا أَبْدَانَنَا إِلَى الْقُرْبِ مِنْهُ فَوَجَبَ الْقَطْعُ بِأَنَّ الَّذِي أَبْصَرَ هُوَ الَّذِي عَرَفَ هُوَ الَّذِي اشْتَهَى هُوَ الَّذِي حَرَّكَ إلى آخر ما أطال و أطاب هذا مختصر ملتقط۔(1)	لیتے ہیں اور جب اسے پہچان لیتے ہیں تو ہم اس کی خواہش کرتے ہیں اور جب اس کی خواہش کرتے ہیں تو اپنے بدن کو اس سے قریب ہونے کیلئے حرکت دیتے ہیں تو اس بات کا قطعی طور پر حکم کرنا ضروری ہے کہ جس نے دیکھا اسی نے پہچانا' اسی نے خواہش کی، اسی نے حرکت دی۔

امام رازی نے اس کی مزید تفصیل اور عمدہ تقریر فرمائی ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ جگہ جگہ کی عبارتوں کا انتخاب نقل کیا۔

تفسیر عزیزی میں ہے:

جزو اعظم جان است و شعور وادراک وتلذذ وتالم خاصه اوست۔اھ ملخصا(2)	جزو اعظم جان ہے اور شعور وادراک اور احساس لذت والم اس کا خاصہ ہے اھ۔

اقول:

اس معنی پر شرع سے بھی دلائل قاطعہ قائم، قرآن عظیم واجماع عقلاء دو شاہد عدل ہیں کہ انسان سمیع وبصیر ہے۔

---

(1)(التفسير الكبير، تحت ويسئلونك عن الروح، أيضا)

(2)(تفسیر عزیزی، پارہ 30، ص226)

قال الله تعالی: "إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعاً بَصِيراً " (1)	اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ہم نے آدمی کو ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا تا کہ اُسے جانچیں، پھر ہم نے اسے سننے دیکھنے والا بنا دیا۔

اور عقلاً ونقلاً بدیہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ، کان انسان نہیں تو یقینا ثابت کہ یہ جسے سمیع وبصیر فرمایا چشم وگوش نہیں اور باقی اعضا کا سمع وبصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر تو وہ نہیں مگر روح۔ ولہذا قرآن مجید فرماتا ہے:

" أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ". (2)	کیا ان کے پاس پاؤں ہیں، جن سے وہ چلتے ہیں یا ہاتھ میں ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں یا آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں یا کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں۔

افعال وسمع وبصر کی اضافت صاحب جوارح کی طرف فرمائی اور جوارح پر بائے استعانت آئی، ثابت ہوا کہ فاعل وسامع وبصیر روح ہے اور بدن صرف آلہ۔ اسی طرح تمام نصوص احوال برزخ کہ بعد فنائے بدن بقائے ادراکات پر شاہد ہیں جن سے جملہ کثیرہ فصول سابقہ میں گزار، سب سے ثابت کہ مدرک غیر بدن ہے، ہاں کبھی مجازاً بدن کی طرف بھی بوجہ آلیت نسبت اداکات ہوتی ہے۔

(1)(الانسان:2)

(2)(الاعراف:195)

قال الله تعالى:" وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ"۔(1)

اللہ تعالی کا فرمان: اور کبھی سمجھ والا کان اُسے سمجھے۔

معالم میں ہے:

قَالَ قَتَادَةُ: أُذُنٌ سَمِعَتْ وَعَقَلَتْ مَا سَمِعَتْ.(2)

حضرت قتادہ نے فرمایا کوئی کان جو سنے اور سنی ہوئی بات کو سمجھے۔

مدارک میں ہے:

قال قتادة وهى أذن عقلت عن الله وانتفعت بما سمعت(3)

حضرت قتادہ نے فرمایا کوئی کان جس نے خدا تعالیٰ سے کلام کو سمجھا اور سنی ہوئی بات سے فائدہ اُٹھایا۔

یہ برتقدیر مجاز عقلی ہے اور محتمل کہ مجاز فی الطرف ہو یعنی روح پر اطلاق اذن،

کما فی قوله تعالى:" قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ "۔(4)

جیسا کہ اس ارشاد باری میں : فرماؤ تمہارے لئے وہ بھلائی کے کان ہیں۔

نعمائے جنت کی حدیث میں ہے:

"مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ"۔(5)

جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔

---

(1)(الحاقة:12)

(2)(معالم التنزيل، سورة الحاقة، 5\145، وانظر: تفسير ابن جرير 23\222)

(3)(تفسير النسفى، مدارك التنزيل، الحاقة، 4\286) (4)(التوبة: 61)

(5)(أخرجه مسلم في الصحيح كتاب الجنة وصفتها۔۔الخ (2824)، والبخاري

صحابہ رضی اللہ عنہم جب تاکید توثیق روایت چاہتے فرماتے:

"أَبْصر عَيْنَایَ وَ سَمِعَ أُذُنَایَ وَوَعَاہُ قَلْبِي". (1) میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے سمجھا۔

= في الصحيح باب ما جاء في صفة الجنة (3072)، و كتاب التفسير تفسير سورة تنزيل السجدة (4501)، وأحمد في مسنده 2\438(9647)، و ابن حبان في الصحيح 2\91(369)، والترمذي في الجامع في التفسير باب من سورة السجدة (3197)، والنسائي في السنن الكبرى 6\317(11085)، والحميدي في مسنده 2\480(1133)، والدارمي في السنن، باب من يدخل الجنة۔ 2\428(2819)، وأبو يعلى في مسنده 11\159(6272)، والطبراني في مسند الشاميين 1\93 (135) كلهم عن أبي هريرة رضي الله عنه۔

وفي الباب عن سهل بن سعد كما في المستدرك (3549) وغيره،

وعن المغيرة بن شعبة كما في المصنف لابن ابي شيبة 7\37 وغيره،

وعبن ابن عباس كما في المعجم الأوسط للطبراني (737) وغيره،

وعن أبي سعيد الخدري كما في المعجم الأوسط (5510) وغيره،

وعن أنس بن مالك كما في المعجم الأوسط (9443) وغيره۔

(1) (أخرجه مسلم في الصحيح في الربا (1584) وفية: أَبْصَرَتْ عَيْنَایَ، وَسَمِعَتْ أُذُنَایَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: ...الخ، عن أبي سعيد رضي الله عنه۔

ومن رواية شُرَيْحٍ الْخزَاعِيِّ، يَقُولُ: سَمِعَتْ أُذُنَایَ، وَبَصُرَ عَيْنِي، وَوَعَاہُ قَلْبِي حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. كتاب اللقطة باب الضيافة (1726)۔

وذكره ابن كثير في تفسيره، سورة البقرة (مختصر تفسير ابن كثير) 1\251، من=

تفسیر کبیر میں ہے:

"التَّحْقِيقَ أَنَّ الْإِنْسَانَ جَوْهَرٌ وهو الفعال وَهُوَ الدَّرَّاكُ وَهُوَ الْمُؤْمِنُ وَهُوَ الْمُطِيعُ وَهو الْعَاصِي. وَهَذِهِ الْأَعْضَاءُ آلَاتٌ وَأَدَوَاتٌ لَهُ فِي الْفِعْلِ فَأُضِيفَ الْفِعْلُ فِي الظَّاهِرِ إِلَى الْآلَةِ، وَهُوَ فِي الْحَقِيقَةِ مُضَافٌ إِلَى جوهر ذات الإنسان" [بتصرف](1)	تحقیق یہ ہے کہ انسان ایک جوہر ہے، وہی کام کرنے والا ہے، وہی سمجھنے والا ہے، وہی ایمان لانے والا ہے، وہی اطاعت کرنے والا ہے، وہی نافرمانی کرنے والا ہے، اور یہ اعضاء کام میں اس کے آلات واسباب ہیں تو ظاہر میں کام کی نسبت آلہ کی طرف کی گئی اور حقیقت میں وہ اسی جوہر ذات انسان کی طرف منسوب ہے۔

مقدمہ ثالثہ (☆)

جب باجماع اہل حق روح کیلئے موت نہیں اور تمام کتب عقائد میں تصریح اور شرح مقاصد کی عبارت فصل دوم نوع اوّل مقصد سوم میں گزری کہ اہلسنّت کے نزدیک جسم شرط حیات نہیں۔

== حديث عبادة بن الصامت رضي الله عنه: وفيه: أبصَر عيناى هاتان - ووضع أصبعيه على عينيه - وسمعَ أذناى هاتان ووعاه قلبى ، وعزاه إلى مسلم - وأخرجه مسلم في الصحيح ،باب حَدِيثِ جَابِرٍ الطَّوِيلِ وَقِصَّةِ أَبِي الْيَسَرِ، (3006)، بلفظ: بَصَرُ عَيْنَيَّ هَاتَيْنِ - وَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى عَيْنَيْهِ - وَسَمْعُ أُذُنَيَّ هَاتَيْنِ، وَوَعَاهُ قَلْبِي۔

(1) (التفسير الكبير، سوره انفعال، تحت الآية: 51، ج15\495)

(☆) (روح کی حیات مستمرہ ہے قبر میں اعادہ حیات بدن کے لیے ہوتا ہے پھر بھی استمرار ضروری نہیں)

معتزلہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور ظاہر کہ ادراکات تابع حیات ہیں،

کما نص علیه فی شرح طوالع الانوار للعلامة التفتازانی وللا صفهانی وشرح المواقف للسید الجرجانی۔ (جیسا کہ علامہ تفتازانی و اصفہانی کی شرح طوالع الانوار اور سید شریف جرجانی کی شرح مواقف میں اس کی تصریح ہے)۔

ولہذا ہمارے نزدیک روح موت سے متغیر نہیں ہوتی۔ اس کے علوم و ادراکات بدستور رہتے ہیں جس کا بیان شافی بروجہ کافی فصل مذکور میں مسطور، تو روح بعد دفن فتنہ وسوال، یا نعیم ونکال، کسی امر میں ہرگز اعادہ حیات کی محتاج نہیں کہ حیات و ادراکات اس سے جدا ہی کب ہوئے تھے، ہاں بدن ضرور محتاج ہے، وجہ یہ کہ اہلسنّت کے نزدیک قبر کی تنعیم یا معاذ اللہ عذاب جو کچھ ہے روح وجسم دونوں پر ہے۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں:

"عَذَاب الْقَبْر محله الرّوح وَالْبدن جَمِيعًا بِاتِّفَاق أهل السّنة وَ كَذَا الْقَوْل فِي التَّنْعِيم". (1)

باتفاق اہلسنّت عذاب قبر اور آسائش قبر کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔[بتصرف]

اور اس پر شرع مطہر سے نصوص کثیرہ وشہیرہ متواترہ دال ہیں جن کے استقصا کی طرف راہ نہیں۔

اسی کتاب کی احادیث مذکورہ میں بکثرت اس کے دلائل ہیں۔ کما تری۔ اسی طرح سوال نکیرین بھی روح وبدن دونوں سے ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

(1)(شرح الصدور، باب عذاب القبر، 247، دار ابن کثیر دمشق بیروت)

"لیس السوال فی البرزخ للروح وحدها کما قال ابن حزم وغیرہ وافسد منه قول من قال انه للبدن بلا روح والاحادیث الصحیحة ترد القولین"۔ (1)

برزخ میں تنہا روح سے سوال نہیں جیسے ابن حزم وغیرہ کا قول ہے اور اس سے زیادہ فاسد اُس کا قول ہے جو کہتا ہے کہ سوال صرف بدن بے روح سے ہے۔ صحیح احادیث دونوں قولوں کی تردید فرماتی ہیں۔

اور جماد من حیث ہو جماد سے سوال یا اُسے لذت، خواہ الم کا ایصال، بداہتہً محال، لا جرم وقت سوال وغیرہ بدن کو ایک نوع حیات کی عود سے چارہ نہیں۔

اگرچہ ہم اس کی کیفیت جزماً نہ جانیں، امام اجل ابوالبرکات نسفی عمدۃ الکلام میں فرماتے ہیں:

"عذاب القبر للکفار ولبعض العصاۃ من المومنین والانعام لا هل الطاعة . باعادۃ الحیاۃ فی الجسد وان توقفنا فی اعادۃ الروح حق"۔(2)

کفار اور بعض گنہگار مومنین کیلئے عذاب قبر اور اہل طاعت کیلئے آسائش و انعام حق ہے۔ اس طرح کہ جسم میں زندگی لوٹا دی جائے اگرچہ روح کے لوٹانے میں ہمیں توقف ہو۔

امام الائمہ مالک الازمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

"سؤال مُنکر وَنَکِیر فِي الْقَبْر

قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے اور قبر میں

(1) (شرح فقه الاکبر، تعلق الروح بالبدن علی خمسة انواع، ص 154، کانپور)

(2) (عمدۃ الکلام للنسفی۔۔۔۔۔۔)

وإعادة الرّوح إلَى الجَسَد فِي قَبره حق"۔ [بتصرف](1)
بندے کی طرف روح کا اعادہ حق ہے۔

اس کی شرح منح الروض میں ہے:

(اعادة الروح) ای ردها او تعلقها (الی العبد) ای جسده بجمیع اجزائه او ببعضها مجتمعة او متفرقة (فی قبره حق) والوا ولمجرد الجمعیة فلا ینا فی ان السوال بعد اعادة الروح و کمال الحال۔(2)

(روح کا اعادہ) یعنی اسے لوٹانا اور اس کا تعلق ہونا (بندے کی طرف) یعنی اس کے بدن کی طرف، جو اپنے تمام اجزاء کے ساتھ ہو یا بعض کے ساتھ ہو یہ مجتمع ہوں یا منتشر ہوں (اس کی قبر کے اندر حق ہے) اور ''واوٗ'' محض جمعیت کیلئے ہوتا ہے تو اس کے منافی نہیں کہ سوال روح لوٹانے اور حالت کامل ہو جانے کے بعد ہوگا۔

اسی میں ہے:

"اعلم ان اهل الحق اتفقوا علی ان الله تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاة فی القبر قدرما یتالم و یتلذذ ولکن اختلفوا فی انه هل

جان لو کہ اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے اندر قبر میں ایک طرح کی زندگی پیدا کر دیتا ہے اتنی کہ وہ لذت و الم کا احساس کرے، مگر اس

(1)(فقه اکبر، 18، وفي نسخة: 65، بیان عذاب القبر)

(2)(شرح فقه اکبر، تحت عبارت مذکوره، ص 121، کانپور)

يعاد الروح اليه والمنقول عن ابى حنيفة رضى الله عنه التوقف الا ان كلامه هنا يدل على اعادة الروح اذ جواب الملكين فعل اختيارى فلا يتصور بدون الروح وقيل قد يتصور".(1)	میں ان کا اختلاف ہے کہ اس کی جانب روح لوٹائی جاتی ہے یا نہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول یہ ہے کہ توقف کیا جائے، مگر یہاں پر ان کا کلام اعادۂ روح پر دال ہے۔ اس لئے کہ نکیرین کا جواب ایک فعل اختیاری ہے تو وہ بغیر روح کے متصور نہیں اور کہا گیا کہ متصور ہے۔

امام ابن الہمام اُسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

"الحق أن الميت المعذب فى قبره توضع فيه الحياة بقدر ما يحس بالألم والبنية ليست بشرط عند أهل السنة حتى لو كان متفرق الأجزاء بحيث لا تتميز الأجزاء بل هى مختلطة بالتراب فعذب جعلت الحياة فى تلك الأجزاء التى لا يأخذها البصر وإن الله على ذلك لقدير والخلاف فيه	حق یہ ہے کہ قبر میں عذاب دیئے جانے والے مُردے کے اندر اتنی زندگی رکھی جائے گی کہ وہ الم کا احساس کرے اور یہ بدن اس کیلئے شرط نہیں یہاں تک کہ اگر اس کے اجزاء اس طرح بکھر چکے ہوں کہ امتیاز ہو سکے بلکہ مٹی سے خلط ملط ہو گئے ہوں۔ پھر عذاب دیا جائے تو حیات ان ہی اجزاء میں کر دی جائے گی جو نظر نہیں آتے اور بلاشبہ اللہ

(1) (شرح فقہ اکبر، تحت عبارت مذکورہ، ص 121)

إن كان بناء على إنكار عذاب القبر أمكن وإلا فلا يتصور من عاقل القول بالعذاب مع عدم الإحساس". (1)	اس پر قادر ہے۔اس سے اختلاف اگر عذاب قبر سے انکار کی بناء پر ہوتو ہوسکتا ہے ورنہ کسی عاقل سے متصور نہیں کہ وہ اس کا قائل ہو کہ بغیر احساس کے عذاب ہوگا۔

پھر روح کی نسبت تو اوپر واضح ہو چکا کہ اس کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے، مگر بدن کیلئے بعد عود بھی استمرار ضرور نہیں کہ وہ ایک تعلق خاص بمقصد خاص ہوتا ہے جس کے انصرام پر اُس کا انقطاع بجا ہے۔

امام بدر عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں بجواب معتزلہ دلائل اثبات عذاب قبر میں فرماتے ہیں:

"لَنَا آيَات: إِحْدَاهَا: قَوْله تَعَالَى: {النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوا وَّعَشِيًّا} (غَافِر: 64) . فَهُوَ صَرِيح فِي التعذيب بعد الْمَوْت. الثَّانِيَة: قَوْله تَعَالَى: {رَبنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ} (غَافِر: 11) .	ہماری دلیل میں متعدد آیتیں ہیں۔ ایک باری تعالیٰ کا ارشاد وہ (فرعون اور اس کے ساتھی) صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں"۔ یہ بعد موت عذاب دیئے جانے کے بارے میں صریح ہے دوسری آیت: ارشاد باری تعالیٰ:

(1) (فتح القدیر مع شرح السیر اسی، باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک، 179\5، گجرات الھند، وانظر: حاشية الشلبي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق 156\3، القاھرۃ)

فَإن الله تَعَالَى ذكر الموتة مرَّتَيْنِ، وهما لَا تتحققان إلاَّ أَن يكون فِي الْقَبْر حَيَاة وَمَوْت، حَتَّى تكون إحْدَى الموتتين مَا يتَحَصَّل عقيب الْحَيَاة فِي الدُّنْيَا وَالْأُخْرَى مَا يتَحَصَّل عقيب الْحَيَاة الَّتِي فِي الْقَبْر". (1)

اے ہمارے رب! تو نے دوبارہ ہمیں موت دی اور دوباہ حیات دی"۔ اللہ تعالیٰ نے دوبار موت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ اُسی وقت ہوگا جب قبر میں بھی موت و حیات ہو کہ ایک موت تو وہ ہے جو دنیا کی زندگی کے بعد ہوتی ہے اور دوسری وہ جو قبر والی زندگی کے بعد ہوتی ہے۔

شرح الصدور میں بدائع سے ہے:

"نقلت من خط القاضی أبی یعلی فی تعالیقه لا بد من إنقطاع عذاب القبر لأنه من عذاب الدنیا والدنیا وما فیها منقطع فلا بد أن یلحقهم الفناء والبلاء ولا یعرف مقدار مدة ذلك". (2)

قاضی ابویعلی کی قلمی تحریر جو ان کی تعلیقات میں ہے، اُس سے میں نے نقل کیا ہے کہ عذاب قبر کا منقطع ہونا ضروری ہے اس لئے کہ وہ عذاب دنیا کی جنس سے ہے۔ اور دنیا اور دنیا کے اندر جو کچھ ہے سب منقطع ہے تو انہیں فنا اور بوسیدگی لاحق ہونا ضروری ہے اور اس مدت کی مقدار معلوم نہیں۔

---

(1) (عمدۃ القاری شرح البخاری، باب المیت یسمع خفق النعال، 8\146.145)

(2) (شرح الصدور، باب عذاب القبر، 248، بیروت، وانظر: بدائع الفوائد لابن القیم، فائدة هل یجوز للجماعة أن یقوموا قبل رؤیة الإمام، 3\105، بیروت)

پھر فرمایا:

"قلت: ودلیل [ویؤید] هذا ما أخرجه هناد بن السری فی الزهد عن مجاهد قال للكفار هجعة يجدون فيها طعم النوم حتى يوم القيامة فإذا صيح بأهل القبور يقول الكافر { يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا }[یس : 52] فیقول المؤمن إلى جنبه { هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ }[یس :52]" ۔(1)

میں نے کہا اس کی مؤید وہ ہے جو ہناد بن سری نے زہد میں امام مجاہد سے روایت کیا، فرمایا کفار کیلئے ایک خوابیدگی ہوگی جس میں نیند کا مزہ پائیں گے۔ قیامت تک جب قبر والوں کو پکارا جائے گا کافر بولے گا ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھایا تو اس کے پہلو سے مومن بولے گا یہی وہ جس کا رحمان نے وعدہ دیا اور رسولوں نے سچ فرمایا۔

مقدمۂ رابعہ (☆)

سمع وبصر لغۃً وعرفاً ادراک واضواء اصوات بحاسہ چشم وگوش کا نام ہے۔

قاموس میں ہے: "السَّمعُ حِسُّ الأُذُنِ" ۔(2) (سماعت کان کی حس کا نام ہے۔)

(1) (شرح الصدور، آخر باب عذاب القبر، 248، بیروت)

(☆) (سمع وبصر کے تین معنی ہیں، حاشیہ طبع بریلی شریف)

(2) (القاموس المحیط، باب العین، فصل السین، 730، مؤسسة الرسالة بیروت، وانظر: المحکم والمحیط الأعظم 1\511، والمخصص 1\90، ولسان العرب 8\162، وتاج العروس 21\223، والکلیات 1\495)

اُسی میں ہے: "البَصَرُ، محرَّكةً: حِسُّ العَيْنِ". (1)

(بصر...... صاد کی حرکت کے ساتھ...... آنکھ کے احساس کا نام ہے) اسی طرح تاج العروس میں محکم سے ہے۔

صحاح جوہری ومختار رازی میں ہے:

"البَصَرُ حَاسَّةُ الرؤْية". (2) (بصر حاسہ رؤیت ہے۔)

مصباح المنیر میں ہے: "الْبَصَرُ النُّورُ الَّذِى تُدْرِكُ بِهِ الْجَارِحَةُ". (3)

(بصر وہ نور ہے جس سے عضو کو ادراک ہوتا ہے۔)

اسی میں ہے:

"رَأَيْتُ الشَّيْءَ رُؤْيَةً أَبْصَرْتُهُ بِحَاسَّةِ الْبَصَرِ". (4)

(میں نے شئ کو دیکھا یعنی میں نے اُسے حاسہ بصر سے دیکھا۔)

اسی معنی پر مواقف وشرح مواقف میں فرمایا:

"إنما يحصل الإدراك السمعي سمعی ادراک کان کے سوراخ تک ہوا

---

(1) (القاموس المحيط، باب الراء، فصل الباء، 351۔ وانظر: المحكم المحيط الأعظم 8\315، والمخصص 1\108، ولسان العرب 4\64، وتاج العروس 10\196)

(2) (الصحاح للجوهری، تحت لفظ "بصر" 2\591، بیروت۔ وانظر: مختار الصحاح 35، ولسان العرب 4\64، وتاج العروس 10\196)

(3) (المصباح المنیر في غریب الشرح الكبير للحموی 50، وانظر: تاج العروس 10\196)

(4) (المصباح المنير في غريب الشرح الكبير 246، المكتبة العلمية، بيروت)

بوصول الهواء الى الصماخ". (1)	ہوا پہنچنے سے ہی ہوتا ہے۔[بتصرف]

اورشارح نے مباحث نظر میں ذکر کیا:

"الإدراك بالبصر يتوقف على أمور ثلاثة مواجهة (☆) المبصر	نگاہ سے ادراک تین امور پر موقوف ہے: نظر کا روبرو ہونا، آنکھ کی پتلی کو اس

(1)(المواقف ،المرصد الثاني في عوارض الأجسام،القسم الثاني في النفس الحيوانية، النوع الأول 2\571، دار الجيل بيروت)

(☆)(أي للمبصر نفسه أو شبحه المنطبع فى نحو مرأة على القول بالإنطباع أما على القول بخروج الشعاع فمقابلة المبصر حاصلة فى الوجهين لأجل الإنعكاس۔ أقول وميل ائمتنا الفقهاء۔ إلى القول بالإنطباع هو أن يقولوا كون الأبصار به و ذلک لأنهم صرحوا ان الرجل إذا رأى فرج امرأة وهى فى الماء تثبت حرمة المصاهرة، ولو رأى فرجها فى الماء لا منه وهى خارجة لم تثبت لأنه على الأول راى فرجها وعلى الثانى إنما راى شبحه لا نفسه كما فى الخانية وغيرها، فلو قالوا بالإنعكاس لكان رأى نفس الفرج فى الصورتين "فليحفظ" فإنى لم أر من نبه عليه ثم رايت المحقق نبه عليه فى فتح القدير ولله الحمد ۱۲ منه (م)

یعنی نگاہ کا خود مرئی کے سامنے ہونا یا اس کی مثال کے جو آئینہ وغیرہ میں منطبع ہو یہ اس قول پر کہ آئینہ میں شی کی صورت منطبع ہوتی ہے اور شعاع بصری نکلنے والے قول پر تو مرئی کا سامنا انعکاس کی وجہ سے دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔ اقول: ہمارے ائمہ فقہاء کا میلان قول انطباع کی طرف ہے کہ رویت انطباع سے واقع ہوتی ہے۔ وہ میلان یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ جب عورت پانی کے اندر ہو اور کوئی مرد اس کی شرمگاہ دیکھے تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور جب عورت پانی کے باہر ہے اور مرد نے پانی سے نہیں بلکہ پانی میں اس کی شرمگاہ دیکھی تو حرمت نہ ثابت ہوگی۔ اس لئے کہ پہلی صورت میں اس نے خود شرمگاہ دیکھی اور=

وتقلیب الحدقة نحوه طلبا	کی جانب اسے دیکھنے کی طلب میں
لرؤیته (☆) وإزالة الغشاوة	گردش دینا۔ دیکھنے سے مانع پردہ کا
المانعة من الإبصار".(1)	ازالہ۔

اور اس کا اطلاق بے واسطہ جوارح وآلات ادراک تام جزئیات مذکورہ خواہ غیر مذکورہ بروجہ جزئی مخصوص پر بھی کیا جاتا ہے۔ یہاں نہ مدرک بالفتح میں صوت ولون وضو کی تخصیص ہے، نہ مدرک بالکسر میں آلات جسمانیہ کی قید۔ روز قیامت مومنین اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سنیں گے اور وہ اور اس کی صفات اعراض سے پاک ہیں اور مولی عزوجل سمیع وبصیر علی الاطلاق ہے اور آلات وجوارح سے منزہ۔

== دوسری صورت میں خود شرمگاہ نہیں بلکہ اس کی مثال دیکھی جیسا کہ خانیہ وغیرہا میں ہے۔ تو یہ فقہاء اگر انعکاس کے قائل ہوتے تو خود شرمگاہ کی رویت دونوں صورت میں قرار پاتی۔ اسے یاد رکھنا چاہیے اس لئے کہ اس پر تنبیہ میں نے کہیں نہ دیکھی پھر حضرت محقق کو دیکھا کہ انہوں نے فتح القدیر میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے اور حمد اللہ ہی کیلئے ہے۔ ۱۲ منہ۔

(☆) أقول: قید الطلب خرج وفاقا فلیس من شرط الرؤیة طلبها والمراد بالازالة العدم أصلیا أو طاریا بفعل الرائی أو غیره ۱۲ منه (م)

اقول طلب کی قید اتفاقی ہے اس لئے کہ دیکھنے کیلئے دیکھنے کی طلب شرط نہیں۔ اور ازالہ سے مراد یہ ہے کہ پردہ نہ ہو خواہ سرے سے نہ رہا ہو یا بعد میں دیکھنے والے یا کسی اور کے عمل سے زائل ہو گیا ہو۔ ۱۲ منہ۔

(1) (شرح المواقف، المرصد الخامس فی النظر 201\1، ایران، وفي نسخة: 121\1، بیروت)

مصباح میں ہے:

"سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَکَ عَلِمَہُ"۔(1) (خدانے تیری بات سنی یعنی اسے جانا۔)

مجمع البحار میں ہے:

"البصير" تعالى يشاهد الأشياء ظاهرها وخافيها من غير جارحة. والبصر في حقه عبارة عن صفة ينكشف بها كمال نعوت المبصرات."(2)

خدائے بصیر بغیر کسی عضو کے اشیاء کا مشاہدہ فرماتا ہے۔ ان کے ظاہر کا بھی اور باطن کا بھی اور باری تعالیٰ کے حق میں بصر ایک ایسی صفت سے عبارت ہے جس سے مرئیات کی صفات کامل طور پر منکشف ہوجاتی ہے۔

منح الروض میں ہے:

"السمع صفة تتعلق بالمسموعات والبصر صفة تتعلق بالمبصرات فيدرك ادراكا تاما لا على سبيل التخيل والتوهم ولا على طريق تاثير حاسة ووصول هواء"۔(3)

سمع ایک صفت ہے جس کا تعلق مسموعات سے ہے اور بصر ایک صفت ہے جس کا تعلق مبصرات سے ہے تو اسے اداک تام ہوتا ہے مگر خیال ووہم کے طور پر نہیں، نہ ہی حاسہ کی تاثیر اور ہوا پہنچنے کے طور پر۔

(1) (المصباح المنیر، کتاب السین مع المیم، سمع، 1\289)

(2) (مجمع البحار الأنوار، باب الباء مع الصاد، 1\178۔ وتاج العروس 10\209)

(3) (شرح فقه الاکبر، شرح الصفات الذاتیه، 18.19، بحواله فتاوی رضویه)

اسی اطلاق پر مواقف وشرح میں فرمایا:

"الثانية: شبهة المقابلة وهي أن شرط الرؤية كما علم بالضرورة من التجربة المقابلة أو ما في حكمها نحو المرئي في المرآة وأنها مستحيلة في حق الله تعالى لتنزهه عن المكان والجهة. والجواب منع الاشتراط". (1)

دوسرا شبہ مقالہ کا ہے وہ یہ کہ رؤیت کی شرط یہ ہے کہ مرئی مقابل ہو جیسا کہ بداہت تجربہ سے معلوم ہے، یا مقابلہ کے حکم میں ہو۔ جیسے وہ جو آئینے میں نظر آتا ہے اور مقابل ہونا اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ اسی لئے کہ وہ جہت اور مکان سے پاک ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مقابلہ کا شرط رؤیت ہونا ہم نہیں مانتے۔

امام نسفی مصنف کافی مذکور نے عمدۃ الکلام میں فرمایا:

"ما قالوا من اشتراط المقابلة وغيره يبطل برؤية الله تعالىٰ ايانا" (2)

یہ جو کہا گیا کہ رؤیت کیلئے مقابلہ وغیرہ شرط ہے۔ اس دلیل سے باطل ہے کہ خدائے تعالیٰ ہمیں دیکھتا ہے اور مقابلہ وغیرہ بالکل نہیں۔

روح ملاصق بالبدن کا سمع وبصر بروجہ اوّل ہے اور مفارق کا از قبیل دوم:

(1) (شرح المواقف، المرصد الخامس فيما يجوز عليه تعالى، المقصد الاول، 199\3)

(2) (عمدة الكلام للنسفي۔۔۔)

كل ذلك على الأغلب و إلا فربما يحص الملاصق بنوره كما في كشوف الأولياء والمفارق بالآلات الباقية الدائمة كما في الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام . و معنى المفارقة فيهم طريان لفراق آني تحقيقا للموعد الرباني.

یہ سب حکم اکثری ہے ورنہ بارہا بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ بدن سے متعلق روح اپنے نور کے ذریعہ احساس کرتی ہے جیسا کہ اولیاء کرام کے کشف میں ہوتا ہے اور بدن سے مفارق روح ان آلات کے ذریعہ احساس کرتی ہے جو باقی و دائم ہوتے ہیں۔ جیسے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احساسات میں ہوتا ہے۔ اور ان کے حق میں بدن سے روح کی مفارقت کا معنی، بس ایک آن کیلئے جدائی کا طاری ہونا تا کہ وعدہ الٰہیہ (ہر نفس کیلئے موت) کا تحقق ہو جائے۔

اور اس معنی سے انکار کی منکران سماع موتی کو بھی گنجائش نہیں کہ آخر رؤیت جنت و نار و نعیم و عذاب و سماع و کلام ملائکہ ماننے سے چارہ کہاں، اور جب جسم معطل اور آلات مختل تو یہی معنی ظاہر و عیاں، و سیأتی تفصیلہ عنقریب ان شاء القریب۔

اور یہاں ایک تیسرے معنی مجازی اور ہیں:

یعنی رائی و مرئی و سامع و مسموع میں بروجہ آلیت واسطہ ہونا اور صور جزیہ کا مدرک تک پہنچانا یہ اُس وقت مراد ہوتے ہیں جب سمع و بصر بدن کی طرف مضاف ہوں، کما

بیناہ فی المقدمۃ الثانیۃ۔ خواہ بروجہ اثبات اور یہ ظاہر ہے خواہ بضمن سلب جہاں سلب مقتصر نا مستمر ہے۔ لتضمنہ الاثبات کما لا یخفی۔ (اس لئے کہ وہ اثبات کو متضمن ہے جیسا کہ واضح ہے)

مقدمہ خامسہ

قرآن واحادیث نصوص شرعیہ ومحاورات عرفیہ سب میں انسان کی طرف صفات روح و جسم دونوں نسبت کی جاتی ہیں۔

قال اللہ تعالی:" وَلَقَدْ خَلَقْنَا الإِنْسَانَ مِنْ سُلالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ الی قولہ سبحان: فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ" ۔[المؤمنون: 12، 14] وقال عزوجل :"وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ" ۔[الحجر: 28۔29] وقال تبارك اسمه: "إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ" ۔ [الصافات: 11] وقال جل جلاله:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا فرمایا۔ پھر اسے ایک عزت والی قرار گاہ میں ٹھہریا۔ ارشاد باری تعالیٰ تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔ اور فرماتا ہے یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا بے شک میں بدبو دار گارے کی بجتی ہوئی مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں تو جب میں اُسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی معزز روح پھونک دوں تو تم اس کیلئے سجدے میں گر جانا۔ اور فرماتا ہے بے شک ہم نے ان کو چپکتی

" یا أَیُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِی رَیْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَیِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِی الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى " ۔[الحج: 5]

ہوئی مٹی سے بنایا۔
اور فرماتا ہے اگر تمہیں بعث سے متعلق کچھ شک ہے تو بے شک ہم نے تم کو مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خون بستہ سے پھر پارۂ گوشت سے، مکمل اور نامکمل تا کہ تم پر ہم روشن کر دیں اور جسے چاہیں ایک مقررہ میعاد تک رحموں میں ٹھہرائیں۔ الآیہ۔

پر ظاہر کہ کھنکھناتی چیکتی خمیر کی ہوئی مٹی، پھر پانی کے قطرے، پھر خون کی بوند، پھر گوشت کے لوتھڑے سے بننا رحم میں ایک مدت معین تک ٹھہرنا، ٹھیک ہونے کے بعد اس میں روح کا پھونکا جانا یہ سب احوال (☆) واطوار بدن کے ہیں اور انسان کی طرف نسبت فرمائی۔

وقال عز مجدہ: "وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا" ۔[الاحزاب: 72] وقال تعالٰی شانہ: أَیَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ (3) بَلَى قَادِرِینَ عَلَى أَنْ نُسَوِّیَ بَنَانَهُ (4) بَلْ یُرِیدُ الْإِنْسَانُ لِیَفْجُرَ أَمَامَهُ ۔

خدائے عزوجل فرماتا ہے: اور انسان نے اس امانت کو اُٹھالیا۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔ اور فرماتا ہے: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے، کیوں نہیں، ہم قادر ہیں

(☆) (خصوصاً اخیر کہ غیر بدن کیلئے کسی طرح محتمل نہیں ۱۲ منہ (م)

يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ (6) الی قوله جل ذكره: يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ [القيامة: 3.10] الی قوله جلت عظمته: يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ (13) بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ (14) وَلَوْ أَلْقَى مَعَاذِيرَهُ (15) [القيامة]

کہ اس کے پور برابر کر دیں، بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اس کے آگے بے حکمی کرے، پوچھتا ہے کب ہے قیامت کا دن (تا ارشاد) انسان کہتا ہے اس دن مفر کہاں (تا ارشاد ربانی) اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے کیا اور پیچھے کیا بلکہ انسان اپنے نفس کو خوب دیکھنے والا ہے، اگر چہ اپنے عذر سامنے لائے۔

واضح ہے کہ تکالیف شرعیہ سے مخاطب ہونا اور ظلم وجہل وحسبان وارادہ وسوال وکلام و اعلام ومعرفت ومعذرت یہ سب صفات وافعال روح سے ہیں، یونہی فجور بھی۔

قال عز مجده: وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا"۔ [الشمس: 7.8]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا پھر اس کے دل میں اس کی نافرمانی اور پرہیز گاری ڈالی۔

انہیں بھی انسان کی جانب اضافت فرمایا بلکہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے امور اس کیلئے مذکور۔

قال عزشانه: "إِنَّا خَلَقْنَا الإِنْسَانَ

باری تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک ہم نے

مِنۡ نُّطۡفَةٍ أَمۡشَاجٍ نَّبۡتَلِيهِ فَجَعَلۡنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا" [الإنسان:2] انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے بنایا کہ اسے آزمائیں، پھر ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا بنایا۔

مردوزن کے ملے ہوئے نطفے سے بدن بنا اور تکلیف وآزمائش روح کی ہے اور وہی شنوا و بینا۔

قال تعالیٰ ذکرہ: "أَوَلَمۡ يَرَ الۡإِنسَانُ أَنَّا خَلَقۡنَاهُ مِن نُّطۡفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلۡقَهُ" ۔الآیۃ [یس:77.78] ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور کیا انسان نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ کھلا جھگڑنے والا ہے اور اس نے ہمارے لئے مثل بنائی اور اپنی تخلیق کو بھول گیا۔

رویت وعلم، شان روح ہے اور نطفے سے پیدائش بدن کی، پھر خصومت ومثل زنی و نسیان احوال روح اور ضمیر اخیر نے پھر تخلیق نطفہ سے جانب بدن مراجعت کی۔ یہی سب محاورات عرف عام میں شائع۔ اب چار حال سے خالی نہیں، یا تو انسان محض بدن ہے یا مجرد روح یا ہر ایک یا مجموع۔

احتمال ثالث تو بداہۃً مدفوع، ہر عاقل جانتا ہے کہ اس کے بنی نوع کا ہر فرد اور وہ خود ایک ہی انسان ہے، نہ یہ کہ ہر شخص میں دو انسان ہوں ایک روح ایک بدن، ولہذا اس کی طرف کسی کا ذہاب معلوم نہیں، ثلثہ باقیہ مذاہب معروفہ ہیں، اول اکثر متکلمین کا خیال ہے اور ثانی امام رازی وغیرہ کا مفاد مقال، اور ثالث خود انہیں امام جلیل ودیگر اجلہ اکابر کا ارشاد جمیل۔ تفسیر کبیر میں ہے:

أَمَّا الْقَائِلُونَ بِأَنَّ الإِنْسَانَ عِبَارَةٌ عَنْ هَذِهِ الْبِنْيَةِ الْمَخْصُوصَةِ وَعَنْ هَذَا الْجِسْمِ الْمَحْسُوسِ فَهُمْ جُمْهُورُ الْمُتَكَلِّمِينَ ۔وهَذَا الْقَوْلَ عِنْدَنَا بَاطِلٌ(وذكر عليه حججا إلى أن قال) الْحُجَّةُ الْخَامِسَةُ: أَنَّ الإِنْسَانَ قَدْ يَكُونُ حَيًّا حَالَ مَا يَكُونُ الْبَدَنُ مَيِّتًا وَالدَّلِيلقَوْلُهُ تَعَالَى: "وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ" [آلِ عِمْرَان: 169] فَهَذَا النَّصُّ صَرِيحٌ فِي أَنَّ أُولَئِكَ الْمَقْتُولِينَ أَحْيَاءٌ وَالْحِسُّ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ هَذَا الْجَسَدَ مَيِّتٌ.

اس مخصوص ساخت اور اس محسوس جسم کو انسان بتانے والے جمہور متکلمین ہیں اور یہ قول ہمارے نزدیک باطل ہے (اس پر دلائل ذکر کئے' یہاں تک کہ فرمایا) پانچویں دلیل یہ ہے کہ انسان کبھی زندہ ہوتا ہے جبکہ بدن مردہ ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ ارشاد باری ہے کہ: انہیں جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں۔ یہ صریح نص ہے کہ وہ شہید زندہ ہیں۔ اور احساس یہ بتاتا ہے کہ بدن مردہ ہے۔

الْحُجَّةُ السَّادِسَةُ: قَوْلَهُ تَعَالَى:" النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا " [غَافِر: 46] وَقَوْلَهُ: أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا [نُوح: 25] وقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: "الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ

چھٹی دلیل' باری تعالی کا ارشاد ہے: فرعون اور اسکے ساتھی آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اور یہ ارشاد: وہ غرق کئے گئے پھر آگ میں ڈالے گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: قبر جنت

مِنْ حُفَرِ النَّارِ". كُلُّ هٰذِهِ النُّصُوصِ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْإِنْسَانَ يَبْقَى بَعْدَ مَوْتِ الْجَسَدِ.

الْحُجَّةُ السَّابِعَةُ: قوله ﷺ: إِذَا حُمِلَ الْمَيِّتُ عَلَى نَعْشِهِ رَفْرَفَ رُوحُهُ فَوْقَ النَّعْشِ، وَيَقُولُ يَا أَهْلِي وَيَا وَلَدِي (الحديث) النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرَّحَ بِأَنَّ حَالَ مَا يَكُونُ الْجَسَدُ عَلَى النَّعْشِ بَقِيَ هُنَاكَ شَيْءٌ يُنَادِي وَيَقُولُ جَمَعْتُ الْمَالَ مِنْ حِلِّهِ وَغَيْرِ حِلِّهِ وَمَعْلُومٌ أَنَّ الَّذِي كَانَ الْأَهْلُ أَهْلًا لَهُ وَكَانَ جَامِعًا لِلْمَالِ وَ بَقِيَ فِي رَقَبَتِهِ الْوَبَالُ لَيْسَ إِلَّا ذٰلِكَ الْإِنْسَانُ فَهٰذَا تَصْرِيحٌ بِأَنَّ فِي الْوَقْتِ الَّذِي كَانَ الْجَسَدُ مَيِّتًا كَانَ الْإِنْسَانُ حَيًّا بَاقِيًا فَافْهَمْ.

الْحُجَّةُ الثَّامِنَةُ: قَوْلُهُ تَعَالَى: يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى

کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ یہ تمام نصوص اس پر دلیل ہیں کہ انسان بدن کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ ساتویں دلیل: رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد: جب میت کو اس کی چارپائی پر اُٹھایا جاتا ہے اس کی روح جنازے کے اوپر پھڑپھڑاتی ہے اور کہتی ہے اے میرے لوگو! اے میری اولاد! (الحدیث) نبی ﷺ نے صراحت فرما دی کہ: جس وقت بدن چارپائی پر ہوتا ہے اس وقت ایک شئی باقی رہتی ہے جو ندا دیتی ہے اور کہتی ہے میں نے مال جائز و ناجائز طریقوں سے جمع کیا اور معلوم ہے کہ اہل جس کے اہل تھے، اور جو مال جمع کرنے والا تھا اور جس کی گردن پر وبال رہ گیا وہ نہیں مگر وہی انسان۔ تو یہ اس بات کی تصریح ہے کہ جس وقت بدن مردہ ہے

رَبِّكِ راضِيَةً مَرْضِيَّةً [الفجر: 27، 28]

وَالْخِطَابُ إِنَّمَا هُوَحَالَ. الْمَوْتُ فَدَلَّ أَنَّ الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى اللهِ بَعْدَ مَوْتِ الْجَسَدِ يَكُونُ حَيًّا رَاضِيًا وَلَيْسَ إِلَّا الْإِنْسَانُ فَدل أَنَّ الْإِنْسَانَ بَقِيَ حَيًّا بَعْدَ مَوْتِ الْجَسَدِ. الْحُجَّةُ الْعَاشِرَةُ: جَمِيعَ فِرَقِ الدُّنْيَا مِنَ الْهِنْدِ وَالرُّوْمِ وَالْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَجَمِيعِ أَرْبَابِ الْمِلَلِ وَالنِّحَلِ. مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسِ وَالْمُسْلِمِينَ يَتَصَدَّقُونَ عَنْ مَوْتَاهُمْ وَيَدْعُونَ لَهُمْ بِالْخَيْرِ وَيَذْهَبُونَ إِلَى زِيَارَاتِهِمْ، وَلَوْلَا أَنَّهُمْ بَعْدَ مَوْتِ الْجَسَدِ بَقُوا أَحْيَاءً لَكَانَ التَّصَدُّقُ وَالدُّعَاءُ والزيارة عبثا. فَيَدُلُّ أَنَّ فِطْرَتَهُمُ الْأَصْلِيَّةَ شَاهِدَةٌ بِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يَمُوتُ، بَلِ يَمُوتُ الْجَسَدُ.

اسی وقت انسان زندہ، باقی اور سمجھنے والا ہے۔ آٹھویں دلیل: اللہ تعالی کا ارشاد: اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ، اس حالت میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ یہ خطاب بعد موت ہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ بدن کی موت کے بعد جو اللہ کی طرف لوٹنے والا ہے وہ زندہ، راضی ہوتا ہے۔ اور وہ انسان ہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان جسم کی موت کے بعد بھی زندہ رہا۔ دسویں دلیل: ہندوستان، روم، عرب، عجم کے رہنے والے تمام اہل عالم اور یہود ونصاری، مجوس، مسلمان، تمام ادیان و مذاہب والے اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں، اُن کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور اُن کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، اگر وہ جسم کی موت کے بعد زندہ نہ رہتے تو صدقہ، دعا اور زیارت ایک عبث اور

اَلْحُجَّةُ السَّابِعَةَ عَشْرَةَ: أَنَّ الْإِنْسَانَ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ عَالِمًا، وَالْعِلْمُ لَا يَحْصُلُ إِلَّا فِي الْقَلْبِ، فَيَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ الْإِنْسَانُ عِبَارَةً عَنِ الشَّيْءِ الْمَوْجُودِ فِي الْقَلْبِ أَوْ شَيْءٍ لَهُ تَعَلُّقٌ بِالْقَلْبِ. اھ ملتقطا ملخصا (1).

بے فائدہ کام ہوتا۔ اس میں دلیل ہے کہ ان کی اصل فطرت اس پر شاہد ہے کہ انسان نہیں مرتا بلکہ جسم مرتا ہے۔ سترھویں دلیل: ضروری ہے کہ انسان علم رکھنے والا ہو اور علم کا حصول قلب ہی میں ہوتا ہے، تو لازم ہے کہ انسان اس شے سے عبارت ہو جو قلب میں موجود ہے یا اس شئ سے جو قلب سے متعلق ہے۔

امام الطریقۃ بحر الحقیقۃ سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالی عنہ فتوحات مکیہ شریف میں فرماتے ہیں:

"لیس فی العلوم اصعب تصور امن هذه المسائلة فان الارواح طاهرة بحکم الاصل والاجسام و قواها کذالك طاهرة بما فطرت علیه من تسبیح خالقها وتوحیده ثم باجتماع الجسم والروح حدث اسم الانسان و

علوم میں اس مسئلہ سے زیادہ عسیر الفہم کوئی نہیں، اس لئے کہ ارواح بحکم اصل پاک ہیں، اسی طرح اجسام اور ان کے قوی اپنے خالق کی تسبیح وتوحید کی جس فطرت پر پیدا ہوئے ہیں، پاک ہیں۔ پھر جسم اور روح کے ملاپ سے نام انسان رونما ہوا، اس سے تکلیفات و

(1) (تفسیر کبیر، الآیۃ: ویسئلونک عن الروح الآیۃ، الاسراء، 21\394.397)

تعلق به التكاليف و ظهر منه الطاعات والمخالفات". (1)	احکام وابستہ ہوئے اور اس سے فرمانبرداری و خلاف ورزی ظہور پذیر ہوئی۔

امام عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں امام ابوطاہر رحمہ اللہ تعالی سے نقل فرماتے ہیں:

الانسان عند اهل البصائر هذا المجموع من الجسد والروح بمافيه من المعاني. (2)	ارباب بصیرت کے نزدیک انسان جسم وروح کا یہ مجموع ہے ان تمام معانی کے ساتھ جو اس میں ہیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالی فی سورۃ النحل (الآیۃ: 4): "خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ" فرماتے ہیں:

اعْلَمْ أَنَّ الْإِنْسَانَ مُرَكَّبٌ مِنْ بَدَنٍ وَنَفْسٍ، فَقَوْلُهُ تَعَالَى: "خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ "إِشَارَةٌ إِلَى الِاسْتِدْلَالِ بِبَدَنِهِ عَلَى وُجُودِ الصَّانِعِ الْحَكِيمِ، وَقَوْلُهُ تعالى:" فَإِذا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ "إِشَارَةٌ إِلَى الِاسْتِدْلَالِ بِأَحْوَالِ نَفْسِهِ عَلَى	معلوم ہوا کہ انسان بدن اور روح سے مرکب ہے، تو ارشاد باری: (انسان کو نطفے سے پیدا کیا) بدن انسان سے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب اشارہ ہے۔ اور ارشاد باری تعالی: (پھر جبھی وہ کھلا جھگڑنے والا ہے) روح انسان کے احوال سے

(1)(الیواقیت والجواهر المبحث السادس والستون، 150\2)

(2)(الیواقیت والجواهر، المبحث السادس والستون، 154/2)

وُجُودِ الصَّانِعِ الحَکِیمِ.(1) صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب اشارہ ہے۔

اقول و باللہ توفیق آیات کریمہ قرآن اعظم و محاورات عامہ شائعہ تمام عالم کے ملاحظہ سے بہ نگاہ اولین ذہن میں منقش ہوتا ہے کہ جسے انسان کہتے اور زید وعمرو اعلام یا من وتو ضمائر، یا این وآن اسمائے اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں۔اس میں روح و بدن دونوں ملحوظ ہیں۔ایک یکسر معزول ہوا ایسا ہرگز نہیں، اب خواہ یوں ہو کہ ہر ایک نسخ حقیقت انسانی میں داخل وجز و حقیقی ہو یا یوں کہ ایک سے تجو ہر حقیقت اور دوسرے کو معیت شرطیت مگر ساتھ ہی عقل ونقل کی طرف نظر کیجیے تو ان کا اجماع و اطباق دیکھتے ہیں کہ انسان ایک شئی مدرک عاقل فاہم مرید مکلف مخاطب من اللہ تعالی ہے، اور یہ صفات اس کے لئے حقیقیۃً ثابت ہیں نہ کہ موصوف بالذات کوئی شئی غیر ہو اور اس کی طرف سے بالتبع بالعرض نسبت کئے جاتے ہوں، اس بین وواضح امر کی طرف التفات کرتے ہی منجلی ہو گیا کہ جس طرح قولین اولین میں تجرد وتخص بمعنی بشطر لاشئی مراد لینا کسی عاقل سے معقول نہیں۔اگر ہے تو لا بشرط شئ، اور یہ بھی منقول نہیں کہ روح وبدن میں کوئی لحاظ سے بالکل معزول نہیں اور قول اول تو اصلا قابل قبول نہیں کہ انسان عاقل ہے اور ابدان ذوی العقول نہیں، انسان مالک ومتصرف ہے بدن کی طرح آلہ ومعمول نہیں، یوں ہی یہ بھی روشن ہو گیا کہ قول اخیر میں مجموع سے مراد بشرط شئ ہے نہ ترکب نفس حقیقت، ورنہ انسان عاقل ومدرک نہ رہے کہ مجموع مدرک ونامدرک نامدرک ہے اور لازم آئے کہ آیات ومحاورات عامہ خواہ بدنیات ہوں جن میں

(1)(تفسیر کبیر، سورۃ النحل الآیۃ:٤، 172\19)

موصوف بصفات جسم کو انسان کہا گیا یا روحیات جن میں صفات نفس سے انسان کو متصف کیا، خواہ جامعات جن میں دونوں کو اجتماع دیا سب یکسر حقیقت سے معزول اور مجاز پر محمول ہوں کہ اب انسان نہ روح ہے نہ بدن بلکہ شئی ثالث ہے، لاجرم مجموع کا محمل اول مراد نہیں ہوسکتا۔

ومن الدلیل علیه قول الإمام أبی طاهر بما فیه من المعانی فما کان لعاقل أن یتوهم دخول الإعراض فی قوام جوهر وإنما المراد الدخول فی الحاظ وکذا تنصیص الإمام الرازی علی الترکیب مع اعطائه مرارا کثیرة ان الإنسان هو الروح۔

اس کی ایک دلیل امام ابو طاہر کے یہ الفاظ ہیں (ان تمام معانی کے ساتھ جو اس میں ہیں) کہ اس سے کوئی عاقل یہ وہم نہیں کرسکتا کہ اعراض ایک جوہر کی حقیقت میں داخل ہیں مراد صرف لحاظ میں داخل ہونا ہے۔ اسی طرح مرکب ہونے پر امام رازی کی تصریح، جب کہ ان کے کلام سے بہت سی جگہ مستفاد ہے کہ انسان وہی روح ہے۔

رہا محمل دوم اس میں بھی دو احتمال ہیں قوام روح سے ہوا اور بدن شرط یعنی انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہو یا بالعکس یعنی بدن متعلق بالروح کا ثانی بھی اُس مقدمہ مذکورہ واضح سے مدفوع کہ انسان عاقل مخاطب بالاصالۃ ہے، نہ بالتبع، تو بفضل اللہ تعالی عرش تحقیق مستقر ہوگیا کہ مختار و منصور وہی قول اخیر بایں معنی وتفسیر ہے اور قول ثانی بھی اُس سے بعید نہیں کہ جب قوام جوہر میں صرف روح ہے تو انسان روح ہی کا نام ہوا ملحوظ بلحاظ تعلق ہونا اُسے روح ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ نہ اُن عبارات میں لحاظ

سے تعلق سے قطع نظر مذکور تو اُس کا اُسی قول منصور کی طرف ارجاع میسور، ولہذا امام اجل فخر الدین رازی نے باآنکہ بارہا روح ہی کے انسان ہونے پر تسجیل و تنقیح فرمائی، خود ہی انسان کے روح و بدن سے مرکب ہونے کی تصریح فرمائی۔

اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں جہاں وہ عبارت لکھی کہ:

جان آدمی که درحقیقت آدمی عبارت ازآں است۔	آدمی کی جان کہ حقیقت میں آدمی اس سے عبارت ہے۔

وہیں اس کی شرح یوں ارشاد کی:

تفصیل این اجمال آنکه آدمی مرکب از دو چیز است جان و بدن، جزو اعظم جان است که تبدل و تغیر دراں راه نمی باید و بدون بمنزله لباس است که اختلاف بسیار در وے راه می یابداه مختصرا۔(1)	اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی دو چیزوں سے مرکب ہے، جان اور بدن۔ جزوِ اعظم جان ہے جس میں تبدل وتغیر کو راہ نہیں۔ اور بدن بمنزلہ لباس ہے کہ اس میں بہت تبدیلی ہوا کرتی ہے۔

پھر روح کا بدن سے تعلق چار قسم ہے:

ایک تعلق دُنیوی بحال بیداری، دوسری بحال خواب کہ من وجہ متعلق من وجہ مفارق، تیسرا برزخی، چوتھا اخروی

(1)(تفسیر عزیزی، پارہ 30، سورۃ الطارق، ص226)

وجعلها فی شرح الصدور عن ابن القیم خمسة حیث قال: للروح بِالْبدنِ خَمْسَة أَنْوَاع من التَّعَلُّق مُتَغَايِرَة الأول فِي بطن الْأُم ، الثَّانِي بعد الْولادَة ، الثَّالِث فِي حَال النّوم فلهَا بِهِ تعلق من وَجه ومفارقة من وَجه ،الرَّابِع فِي البرزخ فَإِنَّهَا وَإِن كَانَت قد فارقته بِالْمَوْتِ فَإِنَّهَا لم تُفَارِق فراقا كليا بِحَيْثُ لم يبْق لَهَا إِلَيْهِ إلتفات، الْخَامِس تعلقهَا بِهِ يَوْم الْبَعْث وَهُوَ أكمل أَنْوَاع التعلقات وَلَا نِسْبَة لما قبله إِلَيْهِ إِذْ لَا يقبل الْبدن مَعَه موتا وَلَا نوما وَلَا فَسَادًا۔اھ (1)

و تبعه القاری فی منح الروض۔

اور شرح الصدور میں ابن قیم کے حوالے سے پانچ قسم قرار دی۔عبارت یہ ہے: بدن سے روح کے پانچ الگ الگ قسم کے تعلق ہیں۔ پہلا: شکم مادر میں، دوسرا: ولادت کے بعد۔ تیسرا: حالت خواب میں کہ ایک طرح سے روح بدن سے متعلق ہے اور دوسری طرح سے جدا ہے۔ چوتھا: برزخ میں کہ روح موت کے باعث اگرچہ بدن سے جدا ہو چکی ہے مگر بالکل جدا نہیں ہوئی کہ بدن کی طرف اسے کوئی التفات نہ رہ گیا ہو۔ پانچواں: روز بعث کا تعلق۔ وہ سب سے زیادہ کامل تعلق ہے جس سے ماقبل کے تعلقات کو کوئی نسبت نہیں۔ اس لئے کہ اس تعلق کے ساتھ بدن، موت، خواب اور فساد وتغیر قبول نہیں کرتا۔

(1) (شرح الصدور، باب مقر الارواح، 317، وانظر: کتاب الروح لابن القیم و المسألة السادسة، ص 137)

أقول: الكلام فى الأنواع المتغائرة ولا يظهر للتعلق الرحمى تغاير مع الذى بعد الولادة فإن كليهما تعلق الإتصال المحض والتدبير والتصرف الناقص بخاف النومى فلا يتمحض للإتصال والبرزخى فليس مع ذالك تعلق التدبير والأخروى فلا نقص فيه أصلا فيتحصل التقسيم هكذا التعلق اما متمحض للإتصال أولا الأول إن كمل بحيث لا يقبل الفراق فأخروى وإلا فدنيوى يقظى، والثانى إن كان تعلق تدبير فنومى أولا فبرزخى فإن قيل ليس يستعمل الجنين الاته وجوارحه فى الأعمال والإدراك مثل المولود قلت: لا يستعملها المولود من

اقول: گفتگو الگ الگ، اور جداگانہ تعلقات کے بارے میں ہے جب کہ شکم مادر والے تعلق کی، بعد ولادت والے تعلق سے کوئی مغایرت ظاہر نہیں۔ اس لیے کہ دونوں صورتوں میں خالص اتصال اور تدبیر وتصرف کا ناقص تعلق ہے۔ اس کے برخلاف حالت خواب کے تعلق میں خالص اتصال نہیں، من وجہ فراق بھی ہے اور برزخ والے تعلق میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ تدبیر کا تعلق نہیں اور آخرت والے تعلق میں بالکل کوئی نقص نہیں۔ تو تقسیم اس طرح حاصل ہوگی: تعلق یا تو خالص اتصال رکھتا ہے یا نہیں۔

اول: اگر ایسا کامل ہے کہ جدائی قبول نہ کرے تو اخروی، ورنہ دُنیوی جو بیداری میں ہو۔ اور ثانی: اگر تدبیر کا تعلق ہے تو خواب والا ہے اور تدبیر والا نہیں تو برزخی ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو

ساعته كالعظيم ولا الفطيم كاليافع ولا اليافع كمن بلغ أشده ولا كمثله الشيخ الهرم ثم الفاني، فليعجل عامة ذالك تعلقات متغائرة فافهم۔

کہ شکم کا بچہ افعال اور ادراک میں اپنے آلات و جوارح کو پیدا شدہ بچے کی طرح استعمال نہیں کرتا (اس فرق کی وجہ سے دونوں کو دو شمار کیا گیا) ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اس وقت مولود بچہ بھی اپنے اعضاو جوارح کو اس بچے کی طرح استعمال نہیں کرتا جو دودھ چھوڑ چکا ہو۔ اور دودھ چھوڑنے والا نوجوان یا قریب البلوغ کی طرح، اور یہ بھرپور جوانی والے کی طرح استعمال نہیں کرتا۔ نہ ہی اس کی طرح بہت بوڑھا، پھر مزید بڑھاپے سے فنا کو پہنچ جانے والا شخص استعمال کرتا ہے۔ تو چاہیئے کہ ان سب کو جداگانہ متغائر تعلقات قرار دیا جائے۔ تو اسے سمجھو۔

ان میں جس طرح اعلیٰ واکمل تعلق اخروی ہے جس کے بعد فراق کا احتمال ہی نہیں۔ یوں ہی ادون واقل تعلق برزخی ہے کہ باوصف فراق ایک اتصال معنوی ہے مگر قرآن عظیم وحدیث کریم کے نصوص قاطعہ شاہد عدل ہیں کہ اس قدر تعلق بھی بقائے انسانیت کے لئے بس ہے۔

بداہتہً معلوم کہ قبر میں تنعیم یا معاذ اللہ تعذیب جو کچھ ہے اُسی انسان ہی کے واسطے ہے جو اپنی حیات دُنیاوی میں مومن و مطیع یا معاذ اللہ کافر و عاصی تھا، نہ یہ کے طاعت و ایمان تو انسان نے کئے اور نعمت مل رہی ہے کسی غیر انسان کو، یا کفر و عصیان انسان سے ہوئے اور عذاب ہوتا ہو کسی غیر انسان پر، اسی طرح وہ تمام حجج واضحہ ہے جو ابھی تفسیر کبیر سے بعد موت بقاو حیات انسان پر گزریں مع اپنے نظائر کثیرہ کے اس مدعا کی کفیل ہیں تو ثابت ہوا کہ حقیقیت انسانیہ میں جو تعلق ملحوظ ہے مطلق و مرسل ہے کسی طرح کا ہو۔

أما ما قال الإمام أبو طاهر بعد ما أسلفنا نقله، من انه إذا بطلت صورة جسده بالموت وزالت عنه المعاني بقبض روحه لا يسمى إنسانا.فإذا جمعت هذه الأشياء إليه بالإعادة۔ ثانيا: كان هو ذالك الإنسان بعينه ألا ترى ان الجسد الفارغ من الروح والمعاني يسمى شبحا و جثة ولا يسمى إنسانا و كذالك الروح المجرد لا يسمى إنسانا.الخ۔(1)

رہا وہ جو امام طاہر نے سابقاً نقل شدہ عادت کے بعد فرمایا کہ جب موت سے آدمی کے جسم کی صورت باطل ہو جاتی ہے اور روح قبض ہو جانے کی وجہ سے معانی اس سے زائل ہو جاتے ہیں تو اسے انسان نہیں کہا جاتا۔ پھر جب دوبارہ یہ چیزیں اس کے ساتھ جمع کر دی جاتی ہیں تو بعینہ وہی انسان ہو جاتا ہے۔ دیکھو کہ روح اور معانی سے خالی جسم کو شبح اور جثہ ڈھانچہ اور لاشہ کہا جاتا ہے انسان نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح

(1)(الیواقیت والجواہر، المبحث السادس والستون، 154/2)

فأقول: ليس يريد رحمه الله تعالى ان الانسان يبطل بالموت وان الذى فى البرزخ من لدن الموت الى حين البعث ليس بانسان، ومعاذ الله ان يريده وهو قول اهل البدع ومصادم للقواطع و كيف يجوز ان لا يكون الروح البرزخى المتصل بالبدن اتصالا فى فراق انسان، ومعلوم قطعا ان الانسان هو الذى كان امن و كفر واحسن وفجر وبديهى ان غير الانسان غير الانسان افينعم من لم يعمل ويعذب من لم يعص، والله تعالى يقول عنهم: " يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا" (يس:52) فافادان المبعوثين فى الحشر هم الراقدون فى القبر

مجرد روح کو انسان نہیں کہا جاتا۔

تو میں کہتا ہوں: امام موصوف رحم اللہ تعالی کی مراد یہ نہیں کہ انسان موت سے نیست ونابود ہو جاتا ہے اور عالم برزخ میں از دمِ موت تا وقتِ بعث جو ہوتا ہے وہ انسان نہیں۔ اللہ کی پناہ کہ یہ اُن کی مراد ہو۔ جب کہ یہ بدمذہبوں کا قول ہے اور قطعی دلائل سے متصادم ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ روح برزخی انسان نہ ہو جو بدن سے فراق کے ساتھ ایک اتصال بھی رکھتی ہے اور یہ قطعاً معلوم ہے کہ انسان وہی ہے جس سے ایمان وکفر اور نیکی وبدی کا صدور ہوا اور بدیہی ہے کہ غیر انسان، غیر انسان ہے تو کیا انعام اسے ہوتا ہے جس نے عمل نہ کیا۔ اور عذاب اسے ہوتا ہے جس نے معصیت نہ کی، حالانکہ اللہ تعالی اُن کے متعلق بیان فرماتا ہے کہ

ومعلوم ان الكائنون فی الدنیا فالاسان هو هوفی الدور الثلث لم یزل عن انسانیة ولم ینسلخ عن حقیقة وقال تعالى:" النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا "(غَافِر: 46) وانما اعاد الضمير الى الناس المذ كورين فهم المعروضون على النار لا غيرهم، وقال تعالى:"قُتِلَ الإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ"(عَبَس: 17) الى قوله عزو جل:"ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ " (عبس: 1 2) فالاقبار بعد الاماتة وقد ارجع الكناية فيه الى الانسان فثبت ان الميت المقبور ليس الا انسانا. وبالجملة ففی الدلائل على هذا كثرة لا مطمع فی احاطتها. وانما اراد التنبيه على ان الانسان ليس بمعزول اللحاظ عن شئ من الروح والبدن

وہ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی کس نے ہماری خواب گاہ سے ہمیں اُٹھایا' اس سے افادہ ہوا کہ حشر میں جو اُٹھائے جانے والے ہیں وہی قبر میں سونے والے ہیں اور معلوم ہے کہ آخرت میں جو اُٹھائے جائیں گے وہ وہی ہیں جو دنیا میں تھے۔ تو انسان تینوں مقامات پر وہی انسان ہے۔ کسی وقت وہ انسانیت سے جدا اور اپنی حقیقت سے خارج نہ ہوا۔ اور باری تعالی فرماتا ہے وہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ ضمیر ان ہی لوگوں کی طرف لوٹائی جو مذکور ہوئے تو آگ پر پیش کئے جانے والے وہی ہیں' غیر نہیں' اور ارشاد باری ہے' انسان مارا جائے کتنا بڑا ناشکرا ہے (تا ارشاد باری) پھر اسے موت دی' پھر اسے قبر میں رکھا۔ تو قبر میں رکھنا موت دینے کے بعد ہوا اور ضمیر اس میں بھی انسان ہی کی طرف لوٹائی تو ثابت ہوا

فالجسد اذا بطلت صورته بالموت وزالت عنه المعانی لخروج الروح عنه لا یسمی ذالك الجسد الفارغ انسانا وقد كان یسمی قبله عرفا لمكان الاتصال كما سیأتی و كذالروح المجرد من حیث هو مجرد لا یسمی انسانا وانما الانسان المجموع اعنی الروح الملحوظ بلحاظ الاتصال اعم ان یكون دنیویا او اخرویا او برزخیا.هكذا ینبغی ان یفهم هذا المقام ولله سبحانه ولی الانعام۔

کہ میت جو قبر میں ہوتا ہے وہ انسان ہی ہے۔ بالجملہ دلائل اس بارے میں بہت ہیں جن کا احاطہ کرنے کی طمع نہیں۔امام موصوف نے بس اس بات پر تنبیہ فرمانا چاہا ہے کہ روح اور بدن دونوں میں کسی سے بھی انسان لحاظ میں جدا نہیں۔تو جسم کی صورت جب موت کی وجہ سے باطل ہو جائے اور اس سے رُوح نکل جانے کے باعث معانی اُس سے زائد ہو جائیں تو اُس خالی جسم کو انسان نہیں کہا جاتا، جبکہ اس سے پہلے عرفاً کہا جاتا تھا کیونکہ اتصال تھا جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔اسی طرح روح مجرد کو، اس حیثیت سے کہ وہ مجرد ہے انسان نہیں کہا جاتا۔انسان تو مجموعہ ہے روح و بدن کا یعنی وہ روح جس کے ساتھ بدن سے اتصال کا لحاظ ملحوظ ہے خواہ وہ اتصال دنیوی ہو یا اخروی یا برزخی۔

اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیے اور

خدائے پاک ہی مالکِ انعام ہے۔

یہ تحقیق حقیقت ومصداق انسان میں کلام تھا، اب آیات ومحاورات مذکورہ کی طرف چلئے جب انسان وروح ہر ایک کا انسان جداگانہ ہونا بداہۃً باطل ہوچکا، تو اب اقوال ثلاثہ سے کوئی قول لیجئے آیات ومحاورات بدنیہ وروحیہ سے ایک میں تجوز اور جامعہ میں استخدام ماننے سے گریز نہ ہوگی کمالا یخفی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ مفسرین ان میں کہیں استخدام (☆) مانتے ہیں نہ اہل عرف ان میں کسی کلام کو حقیقیت سے جدا جانتے ہیں،

(☆) (بل قال بعض العلماء ان الاستخدام بهذا المعنى لم يقع فى القرآن العظيم اصلا نقله الامام السيوطى فى الاتقان (فى النَّوْعُ الثَّامِنُ وَالْخَمْسُونَ: فِي بَدَائِعِ الْقُرْآنِ) قال :وَقَدِ اسْتَخْرَجْتُ بِفِكْرِي آيَاتٍ وذكر ثلاثا الاولى :"أَتَى أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ "امر الله محمد ﷺ كما اخرج ابن مردويه من طريقه الضحاك عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما۔ والضمير له مراد به قيام الساعة او العذاب۔ والثانيه: "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ" "المراد به آدم' ثم اعاد الضمير عليه مراد به ولده فقال: "ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً" قال: وهى اظهرها، والثالثة: "لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ" ثم قال :"قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ" اى اشياء آخر هذا ملخص كلام السيوطى۔ اقول: وقد استخرجت مثالين اخرين الاول قوله عزو جل: "أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ" الفرج فرج المرأة والضمير للفرج بمعنى فرج الجيب على ما عليه المحققون، والآخر ذكرته فى رسالتى الزلال الانقى من بحر سبقة الاتقى التى ذكرت فيها تفسير قوله عزوجل: "وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى"، ۱۲منه

بلکہ بعض علماء نے کہا کہ: اصلاح بلاغت میں استخدام یہ ہے کہ کسی لفظ کے متعدد معنی ہوں اور=

تو وجہ یہ ہے کہ بوجہ شدت اختلاط گویا روح وبدن شے واحد ہیں بلکہ روح خفی ونظری ہے اور بدن محسوس مرئی اور اشراق شمس روح نے بدن پر حیات کی شعائیں ڈال کر اسے اپنے رنگ میں رُنگ لیا، جس طرح دہکتے کوئلے کو کہ اس کے ہر ذرے میں آگ کی سرایت نے " انا النار " کہنے کا مستحق کردیا اب اسے آگ ہی کہا جاتا ہے، یونہی جسم کو" انا الانسان" کا دعوی پہنچتا ہے۔ ہم سنتا' دیکھتا' بولتا' چلتا پھرتا' کام

= = ایک جگہ لفظ یا اس کی ضمیر سے ایک معنی مراد لیا جائے اور وہی دوسری جگہ ضمیر سے دوسرا معنی مراد لیا جائے' بلکہ بعض علماء نے فرمایا استخدام اس معنی میں قرآن عظیم میں بالکل کہیں وارد نہیں، اسے امام سیوطی نے اتقان میں نقل فرمایا، وہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی فکر سے چند آیات میں استخدام نکالا ہے۔ تین آیتیں ذکر فرمائیں، ایک: "اللہ کا امر آیا تو اس کی جلدی نہ مچاؤ" اللہ کا امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ ابن مردویہ نے بطریق ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا۔ اور اس کی ضمیر سے: "جو اس کی جلدی نہ مچاؤ" میں ہے۔ قیام قیامت یا عذاب مراد ہے۔ دوسری: " ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا"۔ انسان سے مراد حضرت آدم ہیں۔ " پھر ہم نے اسے نطفہ کیا"۔ یہاں انسان کی طرف راجع ضمیر "اسے" سے مراد اولاد آدم ہے۔ فرمایا یہ سب سے زیادہ ظاہر ہے۔ تیسری: "ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں"۔ پھر ارشاد ہوا: "تم سے پہلے کچھ لوگوں نے انہیں پوچھا"۔ یعنی کچھ دوسری چیزوں کو پوچھا۔ یہ امام سیوطی کے کلام کی تلخیص ہے۔ اقول: میں نے دو مثالیں اور نکالی ہیں، اول ارشاد باری عزوجل: "مریم نے اپنی شرمگاہ محفوظ رکھی تو ہم نے اس میں پھونک ماری" شرمگاہ سے مراد شرمگاہ زن اور اس کی ضمیر سے مراد چاک گریبان، اس قول کی بنیاد پر جو محققین کا مختار ہے۔ دوسری مثال میں نے اپنے رسالہ "**الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی** "(۱۳۱۴ھ) میں ذکر کی ہے جس میں میں نے ارشاد باری عزوجل: "**وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی**" کی تفسیر بیان کی ہے۔

کرتا، بدن ہی دیکھتے ہیں حالانکہ مدرک و فاعل روح ہے اور بدن آلہ۔لہذا بدن پر اطلاق انسان حقیقت عرفیہ قرار پایا اور وہی تمام صفات و افعال کا منسوب الیہ ٹھہرا، اور قرآن عظیم بھی مطابقت عرف پر اُترا،

قال تعالی :"إِنَّهُ لَحَقٌّ مِثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ" ۔[الذاریات:23]

باری تعالی فرماتا ہے: بے شک وہ حق ہے اسی کے مثل جو تم بولتے ہو۔

اب نہ تجوز ہے نہ استخدام، نظیر اس کی 'رأیت زیدًا' ہے، زید را دیدم، زید کو دیکھا، حالانکہ زید اگر چہ اُس سے بدن ہی مراد لیجئے ہر گز ہمیں مرئی نہیں، مرئی صرف رنگ وسطح بالائی ہے اور وہ قطعاً نہ روح زید ہے نہ بدن، مگر شدت اتصال کے باعث اسے رؤیت زید کہتے ہیں اور ہر گز اس میں تجوز ومخالفت حقیقت کا تو ہم بھی نہیں کرتے، یہاں تک کہ اگر کوئی زید کے رنگ وسطح کو یونہی دیکھے اور قسم کھائے میں نے زید کو نہ دیکھا قطعاً کاذب سمجھا جائے گا لاجرم تفسیر کبیر میں روح کے غیر جسم ہونے پر کلام واسع ومشبع لکھ کر فرماتے ہیں:

اعْلَمْ أَنَّ أَكْثَرَ الْعَارِفِينَ الْمُكَاشِفِينَ مِنْ أَصْحَابِ الرِّيَاضِيَّاتِ وَأَرْبَابِ الْمُكَاشَفَاتِ وَالْمُشَاهَدَاتِ مُصِرُّونَ عَلَى هَذَا الْقَوْلِ جَازِمُونَ بِهَذَا الْمَذْهَبِ. وَاحْتَجَّ الْمُنْكِرُونَ بقوله تعالى:"

معلوم ہوا کہ اہل ریاضت اور ارباب کشف ومشاہدہ میں سے اکثر عرفاء مکاشفین اس قول پر اصرار اور اس مذہب پر جزم رکھتے ہیں، اور منکرین نے باری تعالی کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے:" اسے کس چیز سے

مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ" [عبس: 17، 18] هَذَا تَصْرِيحٌ بِأَنَّ الْإِنْسَانَ مَخْلُوقٌ مِنَ النُّطْفَةِ، وَأَنَّهُ يَمُوتُ وَيَدْخُلُ الْقَبْرَ، لولم يكن عبارة عَنْ هَذِهِ الْجُثَّةِ لَمْ تَكُنِ الْأَحْوَالُ الْمَذْكُورَةُ صحيحة. والجواب: أَنَّهُ لَمَّا كَانَ الْإِنْسَانُ فِي الْعُرْفِ وَالظَّاهِرِ عِبَارَةً عَنْ هَذِهِ الْجُثَّةِ أُطْلِقَ عَلَيْهِ اسْمُ الْإِنْسَانِ فِي الْعُرْفِ (☆) . اھ مختصرا.

پیدا کیا۔ نطفہ سے" یہ اس بات کی تصریح ہے کہ انسان نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے اور وہی مرنے والا اور قبر میں جانے والا ہے اگر انسان جسم و جثہ سے عبارت نہ ہوتو مذکورہ احوال صحیح نہ ہونگے۔ جواب یہ ہے کہ: عرف اور ظاہر میں انسان اس بدن سے عبارت تھا تو عرفاً اس پر لفظ انسان کا اطلاق ہوا۔

اقول: وهذا الجواب احسن مما قدم قبله حيث قال. فَإِنْ قَالُوا هَذِهِ الْآيَةُ حُجَّةٌ عَلَيْكُمْ لِأَنَّهُ تَعَالَى

اقول: یہ جواب اُس سے بہتر ہے جو اس سے پہلے ذکر فرمایا ہے کہ: اگر وہ کہیں کہ یہ آیت تمہارے خلاف حجت ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک

(☆) (عرف تو عرف اس شدت اختلاط وعدم تمایز بحد اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکا دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں، وہ بھی کہاں، خاص مقام تحدید میں انسان کی تعریف کر بیٹھے حیوان ناطق، حالانکہ حیوانیت بدن کے لئے ہے کہ وہی جسم نامی ہے اور ناطق ومدرک روح، بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں خلط ہے، جسم نامی متحرک بدن ہے اور حساس ومدید روح ۱۲ منہ۔

قَالَ: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ [المؤمنون: 12] وَكَلِمَةُ مِنْ لِلتَّبْعِيضِ وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْإِنْسَانَ بَعْضٌ مِنْ أَبْعَاضِ الطِّينِ قُلْنَا كَلِمَةُ مِنْ أَصْلُهَا لِابْتِدَاءِ الْغَايَةِ كَقَوْلِكَ خَرَجْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ إِلَى الْكُوفَةِ فَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ يَقْتَضِي أَنْ يَكُونَ ابْتِدَاءُ تَخْلِيقِ الْإِنْسَانِ حَاصِلًا مِنْ هَذِهِ السُّلَالَةِ وَنَحْنُ نَقُولُ بِمُوجِبِهِ لِأَنَّهُ تَعَالَى يُسَوِّي الْمِزَاجَ أَوَّلًا ثُمَّ يَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ فَيَكُونُ ابْتِدَاءُ تَخْلِيقِهِ مِنَ السُّلَالَةِ، اھ۔ (1)

قلت : وقد يستأنس له بقوله تعالى: "وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ" [السجدة: 7] فافهم۔

خلاصہ سے، جو مٹی سے ہے۔ کلمہ من (سے) تبعیض کے لئے ہے اور یہ بتاتا ہے کہ انسان مٹی کا ایک جز اور بعض ہے۔ہم جواب دیں گے کہ: کلمہ من کی اصل ابتدائے غایت کے لئے ہے، جیسے تم کہتے ہو میں بصرہ سے کوفہ گیا۔تو ارشاد باری: (ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے جو مٹی سے ہے) اس کا مقتضی ہے کہ تخلیق انسان کی ابتداء اس خلاصے سے ہو اور ہم اس کے مقتضی کے قائل ہیں اس لئے کہ اللہ تعالی پہلے مزاج استوار فرماتا ہے، پھر اس میں روح پھونکتا ہے تو تخلیق انسان کی ابتداء خلاصہ سے ہوتی ہے، اھ۔

قلت: اس جواب کیلئے اس ارشاد سے استیناس ہوتا ہے اور انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی۔تو اسے سمجھو۔

---

(1) (تفسیر کبیر، تحت الآیۃ: ویسئلونک عن الروح۔۔ 21\404)

بالجملہ خلاصہ مبحث یہ ہوا کہ اطلاق انسان کے لئے دو حقیقتیں ہیں ایک: حقیقت اصلیہ دقیقہ یعنی روح متعلق بالبدن اگرچہ بتعلق برزخی، دوم: حقیقت مشہورہ عرفیہ یعنی بدن، اور اکثر متکلمین کے زعم میں یہی حقیقت اصلیہ ہے، اور اگر غرابتِ فن سے قطع نظر کرکے ان کا کلام انسانِ عرفی پر محمول کریں تو وہ بھی صحیح۔

مقدمہ سادسہ

اقول: صفات بدن دو قسم ہیں۔

اصلیہ کہ خود بدن کے لئے حاصل، اور تبعیہ کہ حقیقۃً صفاتِ روح ہیں، اور بوجہ اتحاد ومذکورِ بدن کی طرف منسوب، جیسے علم وسمع وبصر وارادہ وفاعلیت افعالِ اختیاریہ وغیرہا، عرف میں اگرچہ انسان نامِ بدن ٹھہرا مگر صفات تبعایہ کی اس کی طرف اضافت مشروط بشرط حیات ہے، بعد موت بے عودِ حیاتِ بدن خالی کو عرفاً لغۃً کسی طرح سمیع وبصیر مرید فاعل عامل نہیں کہتے کہ یہ نسبتیں اسی اتصال سریانی پر مبنی تھیں جس نے روح وبدن کو عرفاً امر وحدانی کر دیا تھا، جب وہ مسلوب ہوا کشف محجوب ہوا، صفاتِ تبعیہ حق بہ حقدار رسید ہو کر اپنے مرکز کو گئیں اور اس تودہ خاک کو اپنی اصلی حالتیں ظاہر ہوئیں۔

نظیر اس کی وہی صحبتِ آتش وانگشت ہے، کوئلہ کالا ٹھنڈا تاریک تھا اور نار دخانی گرم و سرخ وروشن، جب تک آگ کی سرایت سے دہک رہا تھا اس کے اپنے عیوب چھپے ہوئے تھے آگ ہی کے اوصاف سے موصوف ہوتا جب آگ جدا وبرکران ہوئی وہی اصل حقیقت عیاں ہوئی تو ایمان اگرچہ عرف پر مبنی ہیں اور عرفاً انسان خواہ بلفظ انسان وبشر وآدمی تعبیر کیا جائے یا اعلام وضمائر واسمائے اشارہ سے اُس کا معبر عنہ یہی بدن ہوتا ہے مگر بنظر تقسیم مذکور امور محلوف علیہا کی طرف نظر ضرور، اگر صفات اصلیہ پر

مقصور ہو، جیسے اُٹھانا، بٹھانا، نہلانا وغیرہا تو کچھ حالتِ حیات کی تخصیص نہ ہوگی کہ نفسِ بدن ان کا صالح ہے، اور اگر صفاتی تبعیہ پر موقوف ہو جیسے خطاب واعلام وافہام وکلام، تو ضرورۃً متقید بحالِ حیات رہے گا کہ بغیر اُس کے بدن اُن کا صالح نہیں۔

بالجملہ انسان کا عرفاً بدن میں حقیقت ہونا اور معنی حقیقی عرفی میں استعمال کیا جانا زنہار اسے مقتضی نہیں کہ وہ کلام بدن کی ہر حالت کو مشتمل رہے یا بعض احوال پر اقتصار کے باعث حقیقت عرفیہ سے منسلخ ہو کر کسی اور معنی پر محمول بنے بلکہ وہی مراد ہو کر بات جس حال کے قابل ہوگی اسی قدر کو شامل ہوگی، مثلاً اگر کہیے زید نے کوئلے سے بدن جلالیا تو قطعاً اس سے وہی دہکتا ہوا کوئلہ مراد ہوگا کہ جلانے کی صلاحیت اسی میں ہے، اس سے نہ یہ لازم کہ مطلق کوئلہ اس سے مفہوم ہو، نہ یہ کہ کوئلہ اپنی معنی حقیقی سے محروم ہو، وھذا کلہ ظاھر جدا۔

بحمد اللہ تعالی یہ معنی ہیں اُس ضابطے کے جو علماء نے یہاں ارشاد فرمایا، اور تنویر الابصار ودرمختار وشروح کنز وغیرہا میں مذکورہ ہوا کہ:

"مَا شَارَكَ الْمَيِّتُ فِيهِ الْحَيَّ يَقَعُ الْيَمِينُ فِيهِ عَلَى الْحَالَتَيْنِ، وَمَا اخْتَصَّ بِحَالَةِ الْحَيَاةِ تَقَيَّدَ بِهَا". (1)

جس امر میں میت زندہ کا شریک ہو اس میں قسم دونوں حالتوں پر واقع ہوگی اور جو حالتِ حیات سے خاص ہو اُس میں قسم حالتِ زیست سے مقید رہے گی۔

---

(1) (الدر المختار شرح تنویر الابصار، باب الیمین في الضرب والقتل وغیر ذلك، 301\1، والبحر الرائق شرح کنز الحقائق 394\4)

مقدسہ سابعہ

اقول: مناظرات میں وقت واطالت کہ راہ پاتی ہے بیشتر اصل مقصد و مورد نزاع سے غفلت کے باعث منہ دکھاتی ہے، فریقین اس کے پابند رہیں، یہ تو معلوم کہ اہل باطل کو اکثر اصل مطلب سے فرار ہی میں مفر، مگر اہل حق پر اس کا خیال لازم، ہر وقت پیش نظر رکھیں کہ بحث کیا تھی اور چلے کدھر، اس میں باذن اللہ تعالیٰ تخفیف مؤنت اور مخالف کے عجز وسکوت جلد ظاہر ہونے پر معونت ہوتی ہے، اس مسئلہ دائرہ سماعِ موتی میں مقصود اہلسنت کچھ اس پر موقوف نہیں کہ تمام اموات کے بدن ہی قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں، زائروں کے سلام وکلام وہ اُنہی کانوں کے ذریعہ سے سنیں، ہوائے متموج متکیف بالصوت انہی کے پٹھوں کو قرع کرے، اسی طریقے پر سماع ہو۔

یونہی روایت عامہ اموات میں، ہماری اس سے کوئی غرض متعلق نہیں کہ وہ انہیں آنکھوں سے دیکھے، انہیں سے خروج شعاع یا انہیں کے لوح میں صورت کا انطباق ہو، یہ نہ واقع ہے نہ ہمارا دعوی کو اس پر توقف۔

آخر اہلسنت کے نزدیک جس طرح ابھی کا مردہ سنتا، دیکھتا ہے یونہی برسوں کا، جبکہ کان، آنکھ، جسم کا کوئی ذرہ سلامت نہ رہا سب خاک وغبار ہو کر مٹی میں مل گیا، جس طرح مسلمان قبر میں سنتا ہے یونہی ہندو وکافر مرگھٹ میں جس وقت اس کے کان، آنکھ کو آگ دیتے ہیں وہ اُن آگ دینے والوں کو دیکھتا اُن کی باتیں سنتا اس آگ کی اذیت کا احساس کرتا ہے، آنکھ کان اعضا کو جلتا دیکھتا اُن پر آگ بھڑکنے کی آواز سنتا ہے اور جب جل بجھ کر راکھ ہو جاتے ہیں جب بھی دیکھتا سنتا ہے، جو سلام وکلام مدفون امروزہ کے لئے شرح مطہر میں ہے وہی مدفونِ ہزار سالہ کے واسطے، دونوں

سے وہی کہا جائے گا کہ: سلام تم پر اے ایمان والو! اللہ تعالی تمہیں اور ہمیں بخشے، تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے پچھلے، خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ نے اُن صحابی اعرابی رضی اللہ تعالی عنہ کو جب یہ حکم دیا ہے کہ:

"جہاں کسی کافر کی قبر پر گزر ہو اسے دوزخ جانے کا مژدہ دو"۔

تو ارشادِ اقدس میں تخصیص تازہ مرے ہوئے کی نہ تھی بلکہ صاف تعمیم تھی اور تعمیم ہی پر اُن صحابی نے کاربندی کی، غرض دلائل مطلق ہیں اور عقیدہ مطلق اور آلاتِ جسمانیہ کی تخصیص ناحق، ہمیں اتنی بات سے کام ہے کہ مردے زندوں کی طرح صورتِ صوت کا ادراک کرتے ہیں، اور اوپر روشن ہو چکا کہ ادراکِ کار روح ہے اور روح نہ موت سے مرتی ہے نہ متغیر ہوتی ہے، مگر اس پر بھی لفظِ میت کا اطلاق آتا ہے ہم انہیں ارواحِ موتی کے سماع و ابصار کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی کو اموات کا دیکھنا سننا کہتے ہیں، اس سے کچھ غرض نہیں کہ وہاں بھی ذرائع و آلات یہی ہوں یا غیر۔

فصل پانزدہم میں امام شیخ الاسلام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی سبکی قدس سرہ الملکی کا ارشاد گزرا کہ ہم نہیں کہتے کہ مردہ بدن سنتا ہے بلکہ روح سنتی ہے خواہ تنہا جبکہ بدن مردہ رہے یا جسم سے مل کر جبکہ حیات جانبِ جسم عود کرے، آخر اس قدر سے حضراتِ منکرین بھی منکر نہیں کہ اموات جنت و نار و ملائکہ ثواب و عذاب کو دیکھتے، اُن کی بات سنتے سمجھتے، قیامت کے آنے نہ آنے کی دُعائیں کرتے ہیں، تو اس کی تسلیم انہیں بھی ضرور کہ دیکھنا سننا بولنا اُنہیں آلاتِ جسمانیہ پر غیر مقصور۔

قال المولی تبارك وتعالی: "النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا

مولی تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: وہ صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور

وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ". (1)

قیامت کے دن فرعون والوں کو زیادہ سخت عذاب میں ڈالیں گے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَرْوَاحَ آلِ فِرْعَوْنَ فِي أَجْوَافِ طَيْرٍ سُودٍ يُعْرَضُونَ عَلَى النَّارِ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ تَغْدُو وَتَرُوحُ إِلَى النَّارِ. وَيُقَالُ: يَا آلَ فِرْعَوْنَ هَذِهِ مأواكم حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ. (2)

فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ڈال کر انہیں روزانہ دو بار نار پر پیش کیا جاتا ہے۔ صبح کو اور شام کو نار کی طرف جاتی ہیں تو کہا جاتا ہے اے فرعون والو! یہ تمہارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

فرعون اور فرعونیوں کو ڈوبے ہوئے کئی ہزار برس ہوئے ہر روز صبح وشام دو وقت آگ پر پیش کئے جاتے ہیں، جہنم جھنکا کر ان سے کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے ،اور ایک انہیں پر کیا موقوف ہر مومن وکافر کو یونہی صبح وشام جنت ونار دکھاتے اور یہی کلام سناتے ہیں۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم وموطائے امام مالک وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ عُرِضَ عَلَيْهِ

جب تم میں سے کوئی مرتا ہے اس پر

(1)(غافر:46)

(2)(تفسیر عبدالرزاق 147\3، وتفسیر بغوی 99\4)

مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ . إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ وَيُقَالُ لَهُ: هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"۔ (1)	اس کا ٹھکانا صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت سے تھا تو اہل جنت کا مقام اور اہل نار سے تھا تو اہل نار کا مقام دکھایا جاتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ خدا تجھ کو روز قیامت اس کی طرف بھیجے۔

(1)(أخرجه مالك في الموطأ جامع الجنائز 1\221،وفي رواية أبي مصعب 1\391،وعبد بن حميد في مسنده (730)،والطيالسي في مسنده 3\370 (1941)،وعبدالرزاق في المصنف 3\586(6745)،وابن أبي شيبة في المصنف 7\83(34370)، وأحمد في مسنده (5926)، و(6059)،والبخاري في الصحيح ، بَابُ المَيِّتِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالعَشِيِّ 2\99(1379)، و(6515)، ومسلم في الصحيح ،بَابُ عَرْضِ مَقْعَدِ الْمَيِّتِ مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ عَلَيْهِ (2866)، والترمذي في السنن، بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ القَبْرِ (1072)، والنسائي في السنن (2070)،وابن ماجه في السنن، بَابُ ذِكْرِ الْقَبْرِ وَالْبِلَى (4270)،وأبو يعلى في مسنده 10\198(5830)،والسراج في حديثه 3\197(2458)،والطبرانى في الأوسط 2\255(1907)، و8\133(8190)، والخطيب في تاريخ بغداد 8\48، والبيهقي في البعث والنشور (165) ،وفي اثبات عذاب القبر (49)، واللالكائى في شرح أصول اعتقاد أهل السنة (2124)،و(2242)، والبغوي في شرح السنة 5\422(1524)،وابن عساكر في تاريخه 11\165,و 32\160، والذهبى في معجم الشيوخ 1\342،والآخرون من حديث ابن عمر رضي الله عنهما۔

یونہی اموات کی باہم ملاقات، آپس کی گفتگو، قبر کا اُن سے باتیں کرنا، اُن کی حد نگاہ تک کشادہ ہونا، احیاء کے اعمال انہیں سنائے جانا، اپنے حسنات وسیئات اور گاؤ ماہی کا تماشا دیکھنا وغیرہ وغیرہ امور کثیرہ جن کی طرف صدر مقصد دوم میں اشارہ گزرا، جن کے بیان میں دس بیس نہیں صدہا حدیثیں وارد ہوئیں ان مطالب پر شاہد ہیں جس طریقہ سے وہ ان چیزوں اور آوازوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور قیامت تک جسموں کے گلنے، خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سنیں گے، یونہی زائروں، قبروں کے سامنے گزرنے والوں اور ان کے کلام کو۔

طرفہ یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے بھی جواب وسوال (19) میں تسلیم کیا مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں۔ حضرت! جن کانوں سے سلام سنتے ہیں انہیں سے کلام، یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا، اب جانبِ منکرین نظر کیجئے، اُن کا انکار بھی قطعاً عام ہے، صرف آلاتِ جسمانیہ سے خاص نہیں۔

کاش! وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراکِ تام کرتے ہیں مگر نہ گوش بدن تو جھگڑا ہی کیا ہے۔ ابھی اتفاق ہوگیا۔ اہل سنت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں، گوش وگوشت کی تخصیص کب بتاتے ہیں۔ مگر حاشا وہ کب اس راہ آتے ہیں، انہیں تو اولیائے مدفونین کی ندا حرام کرنی ہے، ان محبانِ خدا سے طلبِ دُعا حرام کرنی ہے، وہ کس دل سے سننا مان لیں، اگرچہ بے ذریعہ گوش دیکھنا تسلیم کرلیں گے گو بے واسطہ چشم۔ انہیں تو مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا ہے کہ جب درمیان زائر ومقبور کے حجب عدیدہ سمع وبصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، یہ تحریر محل نزاع ہے جس کا سمجھ لینا مزیل اشکال،

والحمد لله المهیمن المتعال اورتمام تعریف خدائے نگہبان برتر کے
وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا محمد لئے ہے ، اور اللہ تعالیٰ ہمارے آقا
والہ وصحبہ خیر صحب وال۔ حضرت محمد اوراُن کی آل واصحاب پر جو
بہترین آل واصحاب ہیں درود نازل
فرمائے۔

بحمد اللہ تقریر مقدمات سے فراغ پایا تحریر جوابات کا وقت آیا جو امر جس مقدمہ میں ثابت کیا گیا جواب میں اس پر علامت مق لکھ کر شمار مقدمہ کا ہندسہ بغرض یاد دہانی ثبت ہوگا کہ ہر جگہ بحکم مقدمہ فلان یا دیکھو مقدمہ فلان لکھنے کی حاجت نہ ہو۔

فاقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔
اللہ تعالیٰ کی توفیق ومدد سے، ذرویہ تحقیق تک پہنچا جاسکتا ہے۔

جواب اول

ائمہ اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماعی عقیدہ کہ مردے سنتے ہیں قطعاً حق ہے، اور کیوں نہ حق ہو کہ وہ اہل سنت ہیں، حق انہیں میں منحصر ہے، اور اس کے معنی (مق 7) یہ کہ مردگان (کہ ان پر بھی اطلاقِ (مق 1) مردہ ومیت کیا جاتا ہے اور خود وہ اور اُن کے ادراکات باقی ومستمر وبحال ونامتغیر ہیں) بعد فراق بھی بدستور ادارک اصوات وکلام کرتے ہیں اور اُن مشائخ وشراحِ اہلسنت وفلاح رحمہم اللہ تعالیٰ کا بیان کہ "مردے نہیں سنتے" بے شک صحیح ہے، اور کیوں نہ صحیح ہو کہ وہ اہل فقاہت ہیں، ان کا فضل وکمال ظاہر وباہر ہے۔

اور اس کے معنی یہ کہ جو چیز مر گئی یعنی بدن کہ حقیقۃً (مق 1) وہی مردہ ہے سمع سے

معزول ہے آلیت (مق 2) وتوسط وتادیہ صور کے لائق نہیں، دونوں کلام صراحۃً سچ ہیں اور آپس میں اصلاً متخالف، نہ کوئی حرف مفید مخالف۔

بحمد اللہ تعالی اس معنی نفیس کا بروجہ احتمال ہی بیان کرنا ہمیں بس تھا، مخالف عباراتِ علماء سے متدل، اوران کے منکرِ سامع ہونے کا مدعی ہے اور احتمال قاطع استدلال، پھر سند کے لئے نظرِ انصاف میں متعدد دلیلیں موجود (☆)، مثلاً:

دلیل (1)

جب ائمہ دین وعلمائے معتمدین سے ہزار در ہزار قاہر تصریحیں سماعِ موتی کے باب میں موجود اور بتصریحِ علماء حتی الامکان کلماتِ ائمہ میں توفیق وتطبیق محمود ومقصود، اور بے ضرورت داعیہ ابقائے خلاف ونزاع جس کے باعث خواہی نخواہی ایک گروہِ ائمہ کا کلام غلط وباطل ٹھہرے مطرود ومردود۔

اور یہ توفیق کہ بتوفیقِ الٰہی ہم نے ذکر کی واضح وصریح اور تخالف مفقود، تو لاجرم اسی کی طرف مصیر لازم، اور راہِ خلاف بند ومسدود۔

دلیل (2)

خلاف وتطبیق درکنار ثقات علماء، اثباتِ سماعِ موتی پر اجماعِ اہلسنت نقل فرما چکے، کیا معاذ اللہ انہیں جزاف وکذب کی طرف نسبت کر سکتے ہیں یا اکثر مشائخ حنفیہ عیاذاً باللہ ایسے بے مقدار ونا قابلِ شمار کہ اُن کے خلاف کو لاشیٔ ٹھہرا کر علماء ادعائے اجماع رکھتے ہیں، لاجرم سبیل یہی ہے کہ باہم خلاف ہی نہیں اجماع نسبت ارواح ہے اور قولِ مشائخ نسبتِ اشباح۔

(☆) (کہ بقالوں مناظرہ شواہد نقض تفصیلی ہیں کما لا یخفی ۱۲ منہ)

دلیل (3)

جب احادیثِ کثیرہ وافرہ صریح متوافرہ سماعِ موتی پر بے تخصیص وتقییدِ وقت ایسی ناطق جن میں ذی انصاف و دین کو مجالِ تاویل وتبدیل نہیں تو کیا مقتضائے حق شناسی حضراتِ مشائخ ہے کہ اپنی بات بنانے کے لئے خواہ مخواہ اُن کا کلام مخالفِ احادیثِ سید الانام علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام ٹھرائے اور وہ بھی کس جرات کے ساتھ کہ خاص اخبار متعلقہ بغیب و برزخ کا مقام اور خود ارشاداتِ صریحہ نبی لاریب امین الغیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خلاف کلام

وان ھذا الا بلاء لایحتمل وعناء لایرم — یہ ایسی بلاء ہے جو اٹھنے والی نہیں اور ایسی تکلیف جو ٹلنے والی نہیں۔

رہا وہابی قنوج رفو خواہ مائۃ مسائل صاحبِ تفہیم المسائل کا تعصب کہ:

آنچہ از ملا علی قاری و شیخ عبدالحق آوردہ ہم ہا از شرح صدور نقل می کنند وماثہ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی کتب احادیث طبقہ رابعہ است واین احادیث قابل اعتماد نیستند۔(1)

جو کچھ ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق سے نقل کیا ہے سب شرح صدور سے ناقل ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطی کی کتابوں کا سرمایہ طبقہ رابعہ کی احادیث ہیں اور یہ حدیثیں قابل اعتماد نہیں۔

(1)(تفہیم المسائل، عدم سماع موتی از کتب حنفیہ، ص 83)

اقول اولاً:

شدتِ تعصب نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیثِ جلیلہ کو شاید دیکھنے نہ دیا، اُن پر بھی طبقہ رابعہ کا حکم ہو گیا۔

کیا علی قاری وشیخ محقق نے اُن سے استناد نہ کیا، یا آپ نے اُن کے کلاموں کا جواب دے لیا، شرم شرم شرم! ہاں مجھی کو سہو ہوا جواب کیوں نہ دیا، وہ دیا کہ عقل وحیا دیانت سب کو جواب دیا۔ آخر کلام میں اسے بھی سن لیجئے۔

ثانیاً:

یہاں اُن کے علاوہ اور حدیثیں بھی تھیں کہ ائمہ فن نے جن کی تصحیحیں کیں، زیادہ علم نہ تھا تو اپنے خصم ہی کا کلام دیکھا ہوتا، مولانا علی قاری کی عبارت نقل کی تھی:

"هَذِهِ الْمَسَائِلُ كُلُّهَا ذَكَرَهَا السُّيُوطِيُّ فِي كِتَابِ شَرْحِ الصُّدُورِ فِي أَحْوَالِ الْقُبُورِ، بِالْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ، وَالْآثَارِ الصَّرِيحَةِ".(1)

یعنی یہ سب مسائل امام سیوطی نے شرح الصدور میں صحیح حدیثوں صریح روایتوں سے بیان کئے۔

شیخ محقق کی عبارت منقول تھی:

بالجمله کتاب وسنت مملو و مشحون اند باخبار و احادیث که دلالت می کند

بالجملہ کتاب وسنت ایسی اخبار واحادیث سے لبریز ہیں جن میں دلیل ہے کہ مردوں کو دُنیا واہل دُنیا سے متعلق

---

(1)(مرقاۃ المفاتیح، باب الجمعة، تحت الرقم(1361)

بروجود علم مرموتی رابدنیا واہل آں پس منکر نہ شود آں را مگر جاہل باخبار و منکر دین۔(1)

علم ہوتا ہے، تو اس کا منکر وہی ہوگا جو احادیث سے جاہل اور دین کا منکر ہو۔

ثالثاً:

کیا مولانا قاری و شیخ محقق نے احادیثِ سلام و حدیثِ ترمذی عن ام المومنین دربارہ خطاب بہ میت وغیرہا سے استدلال نہ کیا تھا، یا یہ سب بھی طبقہ رابعہ میں داخل اور اُن پر اعتماد مردود و باطل۔

رابعاً:

کتب سیوطی میں جو کچھ ہے کیا سب طبقہ رابعہ سے ہوتا ہے یا یہاں خاص ایسا ہے؟ اور جب دونوں باتیں بداہۃً باطل، تو طبقہ رابعہ کا ذکر مہمل و لاطائل۔

خامساً:

احادیث طبقہ رابعہ جس طرح تصانیفِ امامِ ممدوح میں مذکور ہوئی ہیں یونہی عامہ ائمہ کی تالیف میں۔ اور خود یہ بلکہ اُن سے نازل تر کی احادیث و روایات حجۃ اللہ البالغہ و قرۃ العینین و ازالۃ الخفاء و تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہا تصانیفِ ہر دو شاہ صاحب میں کہ یہی اس تقسیم طبقات کے موجد و قائل ہیں تو وہ تو وہ بھری ہیں۔

سادساً:

لطف یہ کہ خود انہی شاہ عبدالعزیز صاحب نے خود اسی مسئلہ سماعِ موتی میں خود انہیں

(1)(اشعۃ اللمعات، باب رحکم الاسراء، 401/3)

احادیث سے استناد کیا، اسی طرح شرح الصدور شریف کا حوالہ دیا کہ:

تفصیل آں دفتر طویل مے خواہد درکتاب شرح الصدور فی احوال الموتی و القبور که تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی است و دیگر کتب حدیث باید دید۔	اس کی تفصیل ایک طویل دفتر کی طالب ہے۔شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور اور دوسری کتبِ حدیث دیکھنا چاہیے۔ (1)

سابعاً:

یہ سب تمہارے فہم کے لائق کلام تھا، اگر طبقات کے بارے میں تحقیق حق ناصع درکار ہوتو فقیر کا رسالہ مدارج طبقات الحدیث دیکھئے کہ بعونہ تعالی آنکھیں کھلیں اور حق کے دریا لہراتے ملیں، مکابرہ قنوجی اب وہ جواب سنیے جوملا تفہیمی صاحب نے صحیح حدیثوں اور ائمہ علماء کی تمام تحقیقوں کا دوحرف میں دے دیا۔

یہی شگوفہ طبقہ رابعہ چھوڑ کر فرماتے ہیں:

علاوه بریں از تفسیر ابن عباس که شیخ جلال الدین سیوطی ذکر آں در دُرِّ منثور کرده صریح عدم سماع موتی مستفاداست۔	علاوہ ازیں تفسیر ابن عباس سے جس کا ذکر شیخ جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں کیا ہے مردوں کا نہ سننا صاف طور پر مستفاد ہے۔ (تفہیم المسائل,83)

(1) (فتاوی عزیزی مکتوب درحال ہمراہیان حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ 88/1)

پھر وہ تفسیر بحوالہ ابوجہل سدی بن سل الجنید النیشاپوری (☆) بطریق عبدالقادر عن ابی صالح عن ابن عباس یہ نقل کی کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے قلیب بدر پر اُن کافروں کی لاشوں سے کلام کیا اور فرمایا: تم کچھ اُن سے زیادہ نہیں سنتے۔

فانزل الله تعالی: إِنَّكَ لا تُسْمِعُ الْمَوْتَى"۔ "وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ" اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیتیں اُتاریں، پھر خود اس روایت کی نسبت کہا: نص است برآنکه موتی را سماع نیست۔ یہ اس پر نص ہے کہ مردے نہیں سنتے۔

اقول اولاً:

صحاح جلیلہ مشہورہ بخاری و مسلم کے مقابل ایسی شواذ غریبہ ونوادر مجہولہ اجزائے خاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی، اور ایک کتاب میں رطب و یابس، مقبول ومردود جو ملے محض جمع کر دینا مقصود ہو، دوسری جگہ استدلال وتفریع وتحقیق وتنقیح موجود ہو، ان میں فرق کی تمیز بنائی۔

ثانیاً:

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تو، مؤکد بقسم کر کے فرمائیں

"وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ"۔ (1)

(☆) (در نسخه مطبوعه تفهیم المسائل ہمچنین است صحیح الجنید نیشاپوری فلیتنبه ۱۲منه)

(1) (أخرجه أحمد في مسنده (12471)، و(16359)، والبخاري في الصحيح، بَاب قَتْلِ أَبِي جَهْلٍ، جزء 5\76 (3976)، والطبراني في الكبير 5\96 (4701)، وفي مسند الشاميين 4\22، والروياني في مسنده 2\156، والبغوي في شرح السنة 13\383.384، والآخرون من حديث أنس، وأنس عن أبي طلحة رضي الله عنهما)

قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جان پاک ہے میں جوفرمار ہاہوں اُسے تم اُن سے کچھ زیادہ نہیں سنتے۔

اور تُو اِن آیتوں کو اُس کے خلاف پر اُتر نامانے۔کیا معاذ اللہ قرآنِ عظیم اپنے رسول کی قسم کی تکذیب کے لئے اُترا؟ ایسا لکھتے اللہ ورسول سے کچھ حیانہ آئی؟

ام المومنین نے جب حدیث کو مخالفِ آیت گمان کیا راوی کی طرف وہم وسہو نسبت فرمایا تُو نے تو اس ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں فرمانا اور قرآن عظیم کا معاذ اللہ اُس خبر کی تغلیط میں آنا مانا۔

ثالثاً:

لطف یہ کہ یہ آیتیں تین سورتوں میں وارد ہوئیں، نمل، ملائکہ، روم۔تینوں مکیہ ہیں کہ قبل ہجرت نازل ہوئیں اور واقعہ بدر ہجرت کے بعد ہے، کیا آیتیں پیشگی اُتر آئیں تھیں؟ علماء نے ان آیات کو نہ مستثنیات من المکیات میں شمار فرمایا نہ مستثنیات فی النزول میں۔

رابعاً:

سباق وسیاقِ آیات دیکھیے صراحۃً کلامِ کفار احیاء میں ہے کہ سخنِ حق نہیں سنتے، نہیں مانتے' نہ کافروں کی لاشوں میں۔

سورہ روم میں فرماتا ہے:

وَلَئِنۡ أَرۡسَلۡنَا رِيحًا فَرَأَوۡهُ مُصۡفَرًّا لَّظَلُّوا مِنۢ بَعۡدِهِۦ يَكۡفُرُونَ. فَإِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتَىٰ وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ

اگر ہم ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں، بیشک تم مردوں کو نہ سناؤ

الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ۔ وَمَا أَنْتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ (1)	اور نہ بہروں کو پکار سناؤ گے جب وہ پیٹھ دے کر پھریں، اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والے ہو، تم ان ہی کو سناؤ گے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں پھر وہ فرمانبردار ہوں۔

بعینہ اسی طرح "إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ " سے آخر تک سورہ نمل (2) میں ہے۔

سورہ فاطر میں ہے:

إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ۔ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۔ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ۔ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ۔ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۔ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ۔ (3)	بے شک تمہارا ڈر سنانا ان ہی کو کام دیتا ہے جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈریں اور نماز قائم کریں، اور جو ستھرا بنے تو وہ اپنے نفع ہی کے لئے ستھرا ہوگا اور اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے، اور برابر نہیں نابینا اور بینا، نہ ہی تاریکیاں اور روشنی، نہ ہی سایہ اور تیز دھوپ، اور برابر نہیں زندے اور مردے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اور تم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے

(1)(الروم:51.53) (2)(النمل:80.81)

(3)(فاطر:18.23)

ہیں، تم تو صرف ڈر سنانے والے ہو۔

ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں پر کیوں پکار رہے ہو وہ مرنے کے بعد کیا سنیں گے۔

خامساً:

قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعہ میں اس افادے کیلئے یہ کلام پاک اُترتا تو فاطر والی آیت یا نمل و روم میں کی ایک کافی تھی۔ "إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ " جدا اور "مَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ " الگ اُترنے کی کیا حاجت تھی؟

نمل و روم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف زیادت فا کا فرق ہے، اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کیلئے ایک بار "إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ " آخر تک سناتے پھر اسی وقت "فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ " آخر تک سناتے۔

لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سورت سے جدا نہیں ہوسکتی اور جب مکہ معظّمہ میں پیش ہجرت انکار اُتر چکا تھا تو اب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا؟۔

سادساً:

ظاہر حس و عقل بالبداہۃ جسمِ میت کے معطل و بے حس ہونے پر شاہد ہے، اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعاً امور غیبیہ سے ہے۔ اب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآنِ عظیم کا معاذ اللہ اُس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں، یا تو اولاً عیاذاً باللہ حضور پُرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجماً بالغیب کلام فرمادیا، یا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگا دیا تھا، یا یوں کہ اوّل

اُسی طرف سے خبر غیب معاذ اللہ خلاف واقع آئی، پھر اس کا ردّ اُترا، تمہارا ایمان ان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو۔

سابعاً:

اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعاً یقیناً حتماً جزماً آیاتِ مذکورہ آیت کریمہ

"فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى "۔(1)

تو انہیں تم نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اُن کو قتل کیا۔ اور تم نے کنکریاں نہ پھینکیں جب پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں۔

کے باب سے ہیں جن میں معاذ اللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی قسم پر ردو انکار نہیں بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسامِ مردہ تمہارا کلام سن رہے ہیں یہ تم نے انہیں نہ سنایا بلکہ خدا نے سنایا:

"إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ" ۔

یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ اُن خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش وحواس بدن کے پھر درست ہو گئے۔ اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے، اور تفہیمی ملّا کے فہم خوار و ذلیل، والحمد للہ الھادی الی سواء السبیل -

خیر بات دور پہنچی اور اب صاحبِ تفہیم داخل من فی القبور تو سماعِ قبول سے قطعاً مہجور، لہٰذا اصل سخن کی جانب عنان گردانی کیجئے۔ کلام مشائخ در بارہ اجسام موتی ہونے پر شواہد و اسانید میں یہ تین امورِ بالائی کافی ووافی تھے مگر خود نفس مسئلہ میں انہیں علماء کرام

(1)(الانفال:17)

کے کلام و دیگر ابحاث مقام اور ان کے ردو احکام و نقض و ابرام یک زبان اس معنی پر شہود عدول تو قبول واجب اور عدول مخذول۔ مثلاً:

دلیل (4)

بحث دیکھئے کاہے کی ہے؟ ایمان کی۔ اور باجماع حنفیہ و تصریحات علمائے مذکورین وغیرہم اُن کا مبنی عرف اور عرف (مق 5) میں انسان و زید و آن و تو سب کا مورد بدن تو قسم اُسی پر صادق اور یہ تمام داوری و چالشگری اُسی سے متعلق۔

دلیل (5)

پر ظاہر کہ اوّل تا آخر اُن کا کلام موت میں ہے، اور میت نہیں مگر بدن، خود اسی کافی شرح وافی میں اسی بحث ایمان میں فرمایا:

"الروح لايموت لكنه زال عن قالب فلان والله تعالیٰ قادر علی إعادته".(1)

یعنی روح میت نہیں وہ تو صرف بدن سے جدا ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔

دلیل (6)

ساتھ ہی دلائل میں صاف تصریح فرماتے ہیں کہ جس میت میں اُن کا کلام ہے وہ وہی ہے جسے ادراک نہیں، جسے فہم نہیں، جسے درد نہیں پہنچتا، جو بے حس ہے۔ کتب خمسہ مستندہ مائۃ مسائل میں ہے:

واللفظ للرمز . الكلام للافهام فلا يتحقق في الميت.(2)

(1) (کافی شرح وافی۔۔۔۔)

(2) (رمز الحقائق شرح كنز الدقائق، باب اليمين في الضرب و القتل الخ، 1\220)

اور الفاظ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق کے ہیں: کلام سمجھانے کیلئے ہوتا ہے تو میت کے حق میں ثابت نہ ہوگا۔

فتح القدیر میں ہے:

"وَالْمَوْتُ یُنَافِیهِ".(1) اور موت اس کے منافی ہے۔

اسی مستخلص الحقائق میں بتبعیت ہدایہ ہے:

"من قال ان ضربتك فعبدی حر فهو علی الضرب فی الحیاة . فلومات ثم ضرب لا یحنث لان الضرب اسم لفعل مؤلم یتصل بالبدن و الایلام لا یتحقق فی المیت".

کسی نے کہا کہ اگر میں نے تجھے مارا تو میرا غلام آزاد ہے، یہ قسم زندگی کے اندر مارنے پر محمول ہوگی، اگر اس کے مرجانے کے بعد مارا تو حانث نہ ہوگا، اس لئے کہ مارنا بدن سے متعلق الم رساں کام کا نام ہے اور الم رسانی میت کے حق میں متحقق نہیں۔

اسی فتح القدیر(3) میں ہے:

لا یتحقق فی المیت لأنه لا یحس" میت کے حق میں متحقق نہیں، اس لیے

(1)(فتح القدیر، باب الیمین فی الضرب و القتل و غیر ذالک، 5\195، وفي نسخة: 4\461)

(1)(مستخلص الحقائق، باب الیمین فی الضرب و القتل و غیرہ ذلک 2\388، بحوالہ فتاوی رضویہ جدید 9\881)

(3)(فتح القدیر، باب الیمین فی الضرب و القتل 5\193، وفي نسخة: 4\460)

کہ وہ احساس نہیں رکھتا۔

اسی مائۃ مسائل میں عینی شرح کنز سے ہے:

"الضرب ایقاع الالم و بعد الموت لا یتصور"۔(1) ضرب کا معنی تکلیف پہنچانا اور بعد موت یہ متصور نہیں۔

تو قطعاً ثابت وہ بدن ہی میں کلام کر رہے ہیں کہ وہی (مق 1) ایسا میت ہے جسے نہ حس رہتا ہے نہ ادراک، بخلافِ روح کہ اس کے ادراکات قطعاً باقی ہیں، خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرما چکے:

"الروح لا یتغیر بالموت"۔(2) روح موت سے متغیر نہیں ہوتی۔

دلیل (7)

پھر جب اس تقریر پر شبہ وارد ہوا کہ جب حس نہیں ادراک نہیں، تالم نہیں، تو عذاب قبر کیسا! تو ان سب حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذ اللہ جس پر عذاب کرنا ہوتا ہے اُسے قبر میں ایک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسی مائۃ مسائل میں عینی سے بعد عبارت مذکورہ ہے:

"ومن یعذب فی القبر یوضع فیه الحیاۃ علی الصحیح"۔(3) جسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے صحیح قول یہ ہے کہ اُس میں زندگی پیدا کر دی جاتی ہے۔

---

(1) (مائۃ المسائل، مسئلہ 26، ص 56)

(2) (عمدۃ الکلام۔۔۔۔)

(3) (مائۃ مسائل، مسئلہ 26، ص 52)

اُسی میں کافی (☆) سے ہے:

"عند العامة یوضع فیہ الحیاة بقدر ما یتألم لا الحیات المطلقة وقیل یوضع فیہ الحیاة من کل وجہ"۔

جمہور کے نزدیک اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ اسے الم کا احساس ہو، حیات مطلقہ نہیں رکھی جاتی اور کہا گیا کہ اس میں پورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے۔

متخلص میں بعد عبارت مسطورہ ہے:

وعذاب القبر یوضع حیاة جدیدة فیہ وھو قول عامة العلماء خلافا

عذاب قبر بدن میں ایک نئی زندگی رکھنے سے ہوتا ہے ۔ اسی پر عامہ علماء

(☆) (لطیفہ: ، مائۃ مسائل میں یہ کافی کی عبارت اسی طرح نقل کی جس سے وہم ہو کہ جمہور علماء کے نزدیک قبر میں بدن کی طرف عودِ حیات صرف ایک خفیف طور پر ہوتا ہے، حیات کامل ملنا قول بعض ومرجوع ہے کہ اسے عامہ کی طرف نسبت کر کے اسے بلفظ قیل نقل کیا۔ حالانکہ فقیر کے نسخہ کافی میں جمہور کے نزدیک اعادۂ حیات اور اُس کی دلیل لکھ کر اُنہیں سے وہ دونوں قول حیات خفیفہ وحیاتِ کاملہ کے یکساں طور پر نقل کئے کہ:

ثم اختلفوا فقیل توضع فیہ الحیاة بقدر ما یتالم لا الحیاة المطلقة، و قیل توضع فیہ الحیاة من کل وجہ (کافی شرح وافی۔۔۔)

پھر علماء مختلف ہوئے، بعض نے کہا اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ اسے الم کا حساس ہو حیات مطلقہ نہیں رکھی جاتی، اور بعض نے کہا کہ اس میں پورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے۔اھ اسی طرح علامہ عینی نے بنایہ شرح ھدایہ میں فرمایا فلیتنبہ ۱۲ منہ

(1) (مائة مسائل مسئلہ 26، ص 52)

لابی الحسن الصالحی (☆) فان عنده یعذب المیت من غیر حیاته (1)

ہیں بخلاف ابوالحسن صالحی کے، اس کے نزدیک بغیر زندگی کے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

اور بالیقین یہ شان (متق 3) بدن ہی کی ہے کہ اُسے موت عارض ہوتی اور اُس کا حس و ادراک باطل کرتی، پھر معاذ اللہ تعذیب کیلئے ایک گونہ حیات دی جاتی ہے اور وہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلافِ روح کہ اس کی حیات مسترہ ہے، امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خوب صاف فرمادیا بعد عبارت مزبورہ لکھتے ہیں:

لِأَنَّهُ لَا يُحِسُّ وَلِذَا كَانَ الْحَقُّ أَنَّ الْمَيِّتَ الْمُعَذَّبَ فِي قَبْرِهِ تُوضَعُ فِيهِ الْحَيَاةُ بِقَدْرِ مَا يُحِسُّ بِالْأَلَمِ حَتَّى لَوْ كَانَ مُتَفَرِّقَ الْأَجْزَاءِ بِحَيْثُ لَا تَتَمَيَّزُ الْأَجْزَاءُ بَلْ هِيَ مُخْتَلِطَةٌ بِالتُّرَابِ فَعُذِّبَ جُعِلَتْ الْحَيَاةُ فِي تِلْكَ الْأَجْزَاءِ الَّتِي لَا يَأْخُذُهَا الْبَصَرُ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى ذَلِكَ لَقَدِيرٌ .الخ۔ قد تقدم تاما فی المقدمة

اس لئے کہ اس میں احساس نہیں۔ اسی لئے حق یہ ہے کہ جس مُردے کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اُس کے اندر اتنی زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ وہ الم کا احساس کرے، یہاں تک کہ اگر اس کے اجزاء اس طرح بکھر گئے باہم امتیاز نہ رہا بلکہ مٹی سے خلط ملط ہو گئے پھر اُسے عذاب دیا گیا تو ان ہی اجزاء میں زندگی رکھ دی جاتی ہے جو نظر نہیں

(1) (مستخلص الحقائق، باب الیمین فی الضرب والقتل، 2\388)

(☆) (رجل من المعتزله الیه تنسب الفرقة الصالحیة ۱۲ منه (م)

(یہ معتزلہ میں سے ایک شخص ہے جس کی طرف فرقہ صالحیہ منسوب ہے۔)

الثالثة۔ آتے۔اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس پر ضرور قادر ہے الخ۔(1) یہ عبارت مقدمہ سوم میں مکمل گزری۔

اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے وہ کسے میت کہہ رہے تھے، کس کی طرف اعادۂ حیات بقدرِ احساس الم مانا، کس کے اجزاء متفرق ہو گئے، کس کے اجزاء اتنے باریک ہوئے کہ نظر کام نہیں کرتی، ہاں وہ کیا ہے جس کے اجزاء مٹی میں مل گئے، کیا وہ روح پاک ہے، حاشا یہی بدن تودۂ خاک ہے۔تو آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ اسی مردۂ حقیقی میں علماء کا کلام ہے، اسی کی نسبت انکار سماع وافہام ہے۔وللہ الحجة السامیة۔

دلیل(8)

انہیں کتب میں (آیت) کریمہ "وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ" سے استدلال کیا اور پر ظاہر کہ "مَنْ فِي الْقُبُورِ" نہیں مگر بدن، خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہِ بدقسمتی (☆) خود انہیں امام عینی شارح کنز کی عمدة القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:

"فَإِن قلت: بعد فرَاغ الْملكَيْنِ من السُّؤَال مَا يكون الْمَيِّت؟ یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنت میں رہتی ہے اور شقی کی سجین میں

(1)(فتح القدیر، باب الیمین فی الضرب و القتل 5\194.193، وانظر: حاشية الشلبي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، بَابُ الْيَمِينِ فِي الضَّرْبِ وَالْقَتْلِ وَغَيْرِ ذَلِك، 3\156)

(☆)(مطبوع بریلی شریف میں حاشیہ پر فائدہ: بدقسمتی تفہیم المسائل۔موجود ہے)

قلت: إِن كَانَ سعيدا كَانَ روحه فِي الْجنَّة. وَإِن كَانَ شقيا فَفِي سجّين على صَخْرَة فِي الأَرْض السَّابِعَة۔ (1)

ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔ تو قبر میں نہیں مگر بدن، اسی سے آیت نفی اسماع فرماتی ہے اور اسی سے یہ علماء نفی سماع۔

دلیل (9)

نیز یہ سب علماء قول ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دلیل لائے اور ان شاء الله القريب المجيب عنقریب روشن ہوتا ہے کہ ام المومنین صرف سماعِ جسمانی کی منکر ہیں اور ادراکِ روحانی کی مثبت و مقر۔

دلیل (10)

انہیں کتب میں اسی مبحث میں مسائل دو قسم کے ذکر فرمائے: ایک متقید بحیات، دوسرے شامل حیات و ممات۔

فرماتے ہیں اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے ماروں یا تجھ سے بولوں، یا عورت سے کہا اگر تجھ سے صحبت کروں یا تیرا بوسہ لوں تو یہ قسمیں اس مخاطب مرد و زن کی زندگی پر مقتصر رہیں گی اور اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے نہلاؤں یا اُٹھاؤں یا چھوؤں یا بٹھاؤں تو موت و حیات دونوں کو شامل ہوں گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ شخص مر گیا اور اس نے اُسے غسل میت دیا اُس کا جنازہ اُٹھایا، اُسے ہاتھ لگایا، کفن پہنایا تو حانث ہوگا۔

کافی میں عبارت منقولہ مائۃ مسائل کے چند سطر بعد ہے:

"بخلاف ان غسلتك او حملتك اس کے برخلاف اگر کہا: اگر میں نے

(1) (عمدة القاری شرح صحيح البخاری، باب المَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ 8\147)

او مستك او البستك فانها لا تتقيد بالحياة لان الغسل يراد به التنظيف و تطهير و ذا يتحقق في الميت الا ترى انه يجب غسل الميت تطهيرا له فكيف ينافيه ولو صلى على الميت قبل الغسل لم يجزوبعده يجوز ومن صلى حامل ميت لم يغسل لم يجز ولو كان غسيلا جاز والحمل يتحقق بعد الموت قال صلى الله تعالى عليه وسلم من حمل ميتا فليتوضا والمس للتعظيم أوالشفقة فيتحقق بعد الموت والالباس للتعظيمة والميت محل لها"۔(1)

تجھے نہلایا، یا اٹھایا یا مس کیا یا پہنایا تو یہ قسمیں حالت حیات سے مقید نہ رہیں گی ۔اس لئے کہ نہلانے سے پاک صاف کرنا مقصود ہوتا ہے اور وہ میت کے حق میں بھی ثابت ہے۔دیکھو کہ میت کو پاک کرنے کیلئے اُسے غسل دینا واجب ہے تو وہ قسم اس کے منافی کیسے ہوگی؟ اور اگر غسل سے پہلے میت کا جنازہ پڑھ لیا تو جائز نہیں اور بعد غسل جائز ہے اور جس نے ایسے مُردے کو لئے ہوئے نماز پڑھی جسے غسل نہ دیا گیا تھا تو جائز نہیں اور اگر غسل دیا ہوا تھا تو جائز ہے اور اُٹھانا بعد موت بھی متحقق ہے ۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے"جس نے کسی میت کو اُٹھایا تو چاہیے کہ وضو کرے"۔مس کرنا تعظیم یا شفقت کیلئے ہوتا ہے تو وہ بعد موت بھی متحقق ہوگا۔پہنانا تعظیم کیلئے ہوتا ہے اور میت اس کا محل ہے۔

(1)(کافی شرح وافی۔۔۔۔۔۔)

دیکھئے وہی کاف ہے وہی خطاب ہے اور اگر اس سے بدن مراد نہ ہوتا تو ان حلفوں میں واجب تھا کہ کبھی حانث نہ ہو کہ مسائل قسم ثانی مطلقاً وہی ہوں گے جنہیں محض بدن سے تعلق ہے، جب بدن مقصود نہیں تو اُسے نہلانا، اُٹھانا، چھونا، پہنانا کیوں موجب حنث ہونے لگا۔ اور ایک اسی قسم پر کیا ہے قسم اوّل میں ضرب و جماع و بوسہ کیا غیر بدن سے متعلق ہیں، نسق واحد کے ذکر کئے ہوئے تمام مسائل میں بدن مراد لینا اور صرف ایک کو اس سے الگ کردینا کس قدر دوراز کار ہے کاف خطاب سے جو ان سب میں مراد ہے وہی کلمتك میں، تو لا جرم یقینا قطعاً یہ سب خطاب محاورہ عرف حلف سب متعلق بدن ہی ہیں اور فارق وہی جلیل و جمیل جو بتوفیق اللہ تعالیٰ ہم نے ذکر کیا کہ ضرب میں درد، کلام میں فہم، بوسے میں لذت، جماع میں قضائے شہوت درکار ہے اور یہ امور بدن کے ان صفات پر مقصور کہ بہ تبعیت روح اسے حاصل ہوتے ہیں لہذا بعد موت جسم خالی انہیں کافی نہیں بخلاف غسل و حمل و مس والباس کہ صرف صفات اصلیہ بدن کے طالب ہیں تو ان میں حیات و موت یکساں۔

دلیل (11)

ان ائمہ کرام و علمائے اعلام کا یہ کلام ارواحِ موتی پر حمل کرنا صراحۃً باطل و توجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل ہے۔ اُن کے کلمات عالیات بہزار زبان اس سے تحاشی فرما رہے ہیں، شواہد سنئے:

شاھد (1)

امام اجل ابوالبرکات نسفی قدس سرہٗ کا ارشاد اسی کافی شرح وافی سے ابھی گزرا کہ روحیں نہیں مرتیں۔

شاهد(2)

خود عقائد کی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ رُوح میں مرگ سے کچھ تغیر نہیں آتا کیا وہ اسی روح کو کہیں گے کہ مرگئی، فہم وادراک کے قابل نہ رہی، یہ کچھ ہوا اور تغیر نہ آیا، وائے جہالت!

شاهد(3)

یہی امام ابن الہمام اور ایک یہی کیا تمام علمائے اعلام زیارتِ قبور میں اموات پر سلام اور اُن سے خطاب وکلام تسلیم فرماتے اور اسے سنت بتاتے ہیں، فتح القدیر میں ہے:

"یکره النوم عند القبر وقضاء الحاجة بل أولى وكل ما لم يعهد من السنة والمعهود منها ليس إلا زيارتها والدعاء عندها قائما كما كان يفعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فى الخروج إلى البقيع ويقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون أسأل الله لى ولكم العافية". (1)

قبر کے پاس سونا مکروہ ہے اور قضائے حاجت بھی بلکہ بدرجۂ اولٰی یہ مکروہ ہے اور ہر وہ کام جو سنت سے معہود نہ ہو۔ اور سنت سے معہود یہی زیارت اور وہاں کھڑے ہو کر دعا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع تشریف ارزانی میں کیا کرتے تھے اور کہتے تم پر سلام ہوا ے اہل ایمان لوگو! اور ہم بلاشبہ تم سے ملنے والے ہیں اگر اللہ نے چاہا۔ میں اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت مانگتا ہوں

(1)(فتح القدير، فصل فى الدفن، 142\2، وفي نسخة: 102\2)

فصل یازدہم میں گزرا کہ یہ سلام وکلام ضرور دلیل سماع وافہام ہیں، مگر یہ اکابر اعلام معاذ اللہ اتنی تمیز نہ رکھتے تھے کہ اینٹوں پتھروں سے سلام وکلام کیا معنی؟

شاهد(4)

یوں ہی جس نے زیارت حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ذکر کی بالاتفاق اُن سے علاوہ سلام خطاب وکلام تعلیم بھی کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ مواجہہ اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا ہٹے کہ صدیق (رضی اللہ عنہ) کے مواجہے میں آجائے اُس وقت ان سے یوں عرض کرے پھر ان کے مواجہہ سے اتنا ہٹے کہ فاروق (رضی اللہ عنہ) کے مواجہے میں آجائے اُس وقت اُن سے یوں گزارش کرے اگر معاذ اللہ یہ سلام وکلام محض از قبیل

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست	اے باد صبا! یہ سب کچھ تو نے اڑایا ہے۔

تھا تو ہٹ ہٹ کر مواجہوں میں آنے کی کیا حاجت تھی! ہٹ دھرم بے انصاف کی کہتے نہیں، مگر ذی عقل منصف تو قطعاً ان تعلیمات سے یہی سمجھتا ہے کہ یہ سلام وکلام ضرور حقیقی ہے اور مواجہے سے مقصود پیش نظر آنا، اسی فتح القدیر میں ہے:

ثُمَّ يَتَأَخَّرُ عَنْ يَمِينِهِ قَدْرَ ذِرَاعٍ فَيُسَلِّمُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فإن رأسه حيال منكب النبي صلى الله تعالى عليه	پھر اپنے داہنے، ہاتھ بھر ہٹ کر حضور ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ پر سلام عرض کرے اس لئے کہ ان کا سر مبارک نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دوش انور

وسلم فیقول السلام علیك یا خلیفة رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم وثانیة فی الغار أبا بکر الصدیق جزاك الله عن أمة محمد صلی الله تعالی علیه وسلم خیرا ثم یتأخر کذلك قدر ذراع فیسلم علی عمر رضی الله تعالی عنه لأن رأسه من الصدیق کرأس الصدیق من النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فیقول السلام علیك یا أمیر المؤمنین عمر الفاروق الذی أعز الله به الإسلام جزاك الله عن أمة محمد صلی الله علیه تعالی وسلم خیرا۔ (1).

کے مقابل ہے، تو عرض کرے آپ پر سلام اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خلیفہ اور غار میں ان کے ثانی ابوبکر صدیق! خدا آپ کو اُمت محمد ﷺ کی جانب سے جزائے خیر دے۔ پھر اسی طرح ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ پر سلام عرض کرے، اس لئے کہ ان کا سر مبارک حضرت صدیق سے اسے طرح ہے جیسے حضرت صدیق کا سر مبارک حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ہے، تو عرض کرے آپ پر سلام کو عزت وقوت دی، اللہ آپ کو اُمت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف سے نیک جزاء عطا فرمائے۔

شاهد(5)

چلے کہاں کو، انہیں امام ابن الہمام کا وہ ارشادِ ہدایت بنیاد جگر شگاف توہب والحاد سنئے کہ سارے انکاری مذہب پر مُردنی چھا جائے، اموات کو پتھر سمجھنے پر

(1) (فتح القدیر، کتاب الحج، 3\181، وفي نسخة: 3\95)

حجارة من سجیل کا پتھراؤ آئے۔

اسی فتح القدیر کے آخر کتاب الحج میں فرماتے ہیں:

یأتی القبر الشریف ویستقبل جداره ویستدبر القبلة،وما عن أبی اللیث أنه یقف مستقبل القبلة مردود بما روی أبی حنیفة رضی الله عنه فی مسنده عن ابن عمر رضی الله عنهما قال من السنة أن تأتی قبر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم من قبل القبلة وتجعل ظهرك إلی القبلة وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام علیك أیها النبی ورحمة الله وبرکاته إلا أن یحمل علی نوع ما من استقبال القبلة وذلك أنه صلی الله تعالی علیه وسلم فی القبر الشریف المکرم علی شقه الأیمن مستقبل القبلة وقالوا فی زیارة القبور مطلقا

یعنی مزار انور حضور سید اطہر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زیارت کو حاضر ہو روضۂ اقدس کی طرف منہ اور قبلے کو پیٹھ کرے اور وہ جو فقیہ ابو اللیث سے نقل کیا گیا کہ قبلہ رُو کھڑا ہو مردود ہے اُس حدیث سے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ سنت یوں ہے کہ مزار اقدس کے حضور قبلہ کی طرف سے آئے قبلے کو پشت اور قبر انور کی طرف منہ کرے، پھر عرض رسا ہو سلام حضور پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک گونہ قبلے کی طرف ہونا مراد لیں اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قبر منور میں دہنی کروٹ پر قبلہ رو تشریف فرما ہیں اور علمائے کرام نے

الأولى أن يأتي الزائر من قبل رجل المتوفى لا من قبل رأسه فإنه أتعب لبصر الميت بخلاف الأول لأنه يكون مقابلا بصره لأن بصره ناظر إلى جهة قدميه إذا كان على جنبه فعلى هذا تكون القبلة عن يسار الواقف من جهة قدميه صلى الله تعالى عليه وسلم بخلاف ما إذا كان من جهة وجهه الكريم فإذا أكثر الاستقبال إليه صلى الله تعالى عليه وسلم لا كل الاستقبال يكون استدباره القبلة أكثر من أخذه إلى جهتها فيصدق الاستدبار ونوع من الاستقبال ـ الخ ـ(1)

عام قبروں کی زیارت میں حکم دیا ہے کہ زائر کو چاہئے میت کی پائنتی کی طرف سے آئے نہ کہ سرہانے کی جانب سے کہ اس میں مُردے کی نگاہ کو تکلیف ہوتی ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ یوں آنے والا میت کی نگاہ کے سامنے ہوگا اس لئے کہ میت جب کروٹ سے ہوتو اس کی نظر اپنے پاؤں کی طرف ہے تو اس تقدیر پر جب یہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاؤں کی طرف سے حاضر ہوگا قبلہ اس کے بائیں ہاتھ کو ہوگا، زیادہ رخ جانب قبر انور ہوگا اور ایک گوشہ جانب قبلہ تو پشت بقبلہ بھی ہو اور گونہ قبلہ کی طرف جھکا ہونا بھی صادق آیا۔ الخ۔

اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ ایمان سے کہنا یہی وہ علماء ہیں جو میت کو پتھر، بے حس، بے ادراک بتارہے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(1) (فتح القدير كتاب الحج، 3\181.180، وفي نسخة: 3\95)

پھر امام ممدوح یہ صرف اپنا ارشاد نہیں فرماتے بلکہ ہمارے علمائے کرام سے نقل فرما رہے ہیں، خدا کی شان یہی وہ مشائخ حنفیہ ہیں کہ سماعِ روح کا انکار جن کے سر باندھے، اللہ تعالیٰ توفیق انصاف بخشے۔ آمین!

شاهد (6)

یہی امام عینی شارح کنز عمدة القاری شرح صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب الاذان بعد ذهاب الوقت میں فرماتے ہیں:

الروح جَوْهَر لطيف نوراني مدرك للجزئيات والكليات، غني عَن الاغتذاء، بَرِيء عَن التَّحَلُّل والنماء، وَلِهَذَا يبْقى بعد فنَاء الْبدن إِذْ لَيست لَهُ حَاجَة إِلَى الْبدن، وَمثل هَذَا الْجَوْهَر لَا يكون من عَالم العنصر بل من عَالم الملكوت، فَمن شَأْنه أَن لَا يضرّهُ خلل الْبدن ويلتذ بِمَا يلائمه ويتألم بِمَا يُنَافِيهِ، وَالدَّلِيل على ذَلِك قَوْله تَعَالَى: " وَلَا تحسبن الَّذين قتلوا فِي سَبِيل الله أَمْوَاتًا بل أَحيَاء عِنْد رَبهم "	روح ایک جوہر لطیف نورانی ہے کہ علم و سمع و بصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے۔ کھانے پینے سے بے نیاز، گھٹنے بڑھنے سے بری ہے، اسی لئے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اُسے بدن کی طرف اصلاً احتیاج نہیں۔ ایسا جوہر عالم آب و گل سے نہیں ہوتا بلکہ عالم ملکوت سے، تو اس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اُسے کچھ نقصان نہ پہنچائے، جو بات موافق ہو اُس سے لذت پائے جو مخالف ہو اس سے درود پہنچے اور اس پر دلیل اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ: جو راہِ خدا میں

(ال عمران: 169). الْآيَة. وَقَوله: صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: "إِذا وضع الْمَيِّت على نعشه رَفْرَف روحه فَوق نعشه. وَيَقُول: يَا أَهلِي وَيَا وَلَدي". (1)

مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ جانیو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (الآیہ) اور نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حدیث کہ جب مُردہ نعش پر رکھا جاتا ہے اُس کی روح بالائے نعش پر افشاں رہتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے گھر والو! اے میرے بچو!

للہ انصاف! اگر روح بعد موت معطل اور اس کا فہم وادراک مختل ہو تو یہ کیونکر صحیح ہوتا کہ اسے بدن کی حاجت نہیں، خلل بدن سے کچھ مضرت نہیں، بھلا روح تو بیکار و جماد ہوئی یہ رب کے پاس زندہ کون ہے؟ یہ نعش پر جلوہ افگن ونوازن کون ہے؟

شاهد(7)

یہی امام محمود اسی عمدہ میں اس حدیث کے نیچے کہ میت کو اپنے اہل کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل فرماتے ہیں:

حكى عَن طَائِفَة أَن مَعْنَاهُ أَنه يعذب بِسَمَاع بكاء أَهله عَلَيْهِ ويرق لَهُم. قَالَ: وَإِلَى هَذَا ذهب مُحَمَّد بن جرير الطَّبَرِيّ وَغَيره. قَالَ القَاضِي عِيَاض: وَهُوَ أولى

یعنی امام ممدوح نے ایک جماعت علماء سے نقل فرمایا کہ معنی حدیث یہ ہیں کہ لوگ مُردے پر جو روتے ہیں مُردے کو اُن کا رونا سن کر صدمہ ہوتا، اور اُن کیلئے اُس کا دل کڑھتا ہے۔ امام نے

(1) (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الاذان بعد ذهاب الوقت، 5\88)

الْأَقْوَال، وَاحْتَجُّوا بِحَدِيث فِيهِ: "أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم زجر امْرَأَة مِن الْبكاء على ابْنهَا، وَقَالَ: إِن أحدكُم إِذا بَكَى استعبر لَهُ صويحبه، فيا عباد الله لَا تعذبوا إِخْوَانكُمْ".(1)

فرمایا محمد بن جریر طبری وغیرہا اسی طرف گئے، امام قاضی عیاض نے فرمایا: یہ سب قولوں سے بہتر ہے، اور اس پر ایک حدیث سے دلیل لائے کہ ایک بی بی اپنے بیٹے پر رورہی تھیں نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انہیں منع کیا اور فرمایا: "جب تم میں کوئی روتا ہے تو اُس کے رونے پر مُردے کے بھی آنسو نکل آتے ہیں تو اے خدا کے بندو! اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دو"۔

یہ تو ان ائمہ سے نقل تھی اور اس سے پہلے خود امام عینی فرما چکے ہیں:

أما تصور الْبكاء من الْمَيِّت فقد ورد فِي حَدِيث: أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: "إِن أحدكُم إِذا بَكَى استعبر لَهُ صويحبة"، وَالْمرَاد بصويحبة الْمَيِّت.(2)

یعنی میت کا رونا متصوّر ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی روتا ہے تو اس کا ساتھی وہ مردہ بھی رونے لگتا ہے۔ اور صویحب سے مراد میت ہے۔

للہ انصاف! یہی علماء ہیں جو ارواحِ موتی کے سماع وفہم سے انکار رکھتے ہیں۔

---

(1) (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، 8\79)

(2) (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، 8\78)

فائدہ

یہ بی بی حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالی عنہما ہیں اور یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ و طبرانی نے اُن سے روایت کی وہ خدمتِ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں حاضر تھیں اپنے ایک بیٹے کو یاد کر کے روئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کیا طریقہ ہے کہ دُنیا میں زندگی تک تو اپنے ساتھی سے اچھا سلوک اور مرے پیچھے ایذا دو۔

"فَوَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَبْكِي فَيَسْتَعْبِرُ (☆) لَهُ صُوَيْحِبُهُ. فَيَا عِبَادَ اللّٰهِ لَا تُعَذِّبُوا مَوْتَاكُمْ "(1)

قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جان پاک ہے کہ تمہارے رونے پر تمہارا مُردہ رونے لگتا ہے، تو اے خدا کے بندو! اپنی اموات کو عذاب نہ کرو۔

(☆) (فتاوی رضویہ میں: احَدَاکُنَّ لَتَبْکِی، فَتَسْتَعِينُ لَه۔ ہے مثل معجم الکبیر للطبرانی

(1) (أخرجه الطبراني في الكبير 25\10، وذكره الهيثمي في المجمع 6\12 وقال: رواه الطبراني ورجاله ثقات۔ وذكره الحافظ في الفتح 3\155، بلفظه۔

قال الحافظ: هذا طرف من حديث طويل حسن الإسناد أخرجه ابن أبي خيثمة وابن أبي شيبة والطبراني وغيرهم وأخرج أبو داود والترمذي أطرافا منه"۔هو قطعة من حديث طويل أخرجه أبو عبيد في الأموال (730)، والبخاري في الأدب المفرد (1178)، وأبو داود (3070 و 4847)، والترمذي (2814) وفي الشمائل (64 و 120)، والحربي في الغريب (2/ 392 و 3/ 930)، وابن أبي عاصم في الآحاد (3492) والطبراني في الأحاديث الطوال (25/7-11)

شاهد(8)

علامہ شرنبلالی نے غنیّۃ ذوی الاحکام میں قول درد:

"الْإِيلَامُ لَا يَتَحَقَّقُ فِي الْمَيِّتِ وَ كَذَا الْكَلَامُ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ بِهٰذَا الْإِفْهَامُ وَالْمَوْتُ يُنَافِيهِ". (1)

الم رسانی میت کے اندر متحقق نہیں، اسی طرح گفتگو بھی، کیونکہ اس کا مقصود افہام اور سمجھانا ہوتا ہے، موت اس کے منافی ہے۔

پر تقریر کی اور خود فرمایا:

"الْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ كُلَّ فِعْلٍ يُلِذُّ وَيُؤْلِمُ وَيَغُمُّ وَيَسُرُّ يَقَعُ عَلَى الْحَيَاةِ دُونَ الْمَمَاتِ". (2)

اس بارے میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ فعل جس سے لذت و الم اور غم و سرور ہو وہ حیات ہی پر واقع ہوگا موت پر نہیں۔

اور قول 32 میں ان کا ارشاد بحوالہ حضرت استاذ سن چکے کہ مُردوں کو جوتوں کی پچل سے اذیت ہوتی ہے۔

شاهد(9)

قول 51 دیکھو کہ گھاس اور پیڑ کی تسبیح سے مردہ کا جی بہلتا ہے۔

تنبیه

فتاوی قاضی خاں و امداد الفتاح و مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی وغیرہا میں مقبروں سے

(1) (الدرر الحكام شرح غرر الأحكام مع غنية، باب حلف الفعل، 2\53)

(2) (غُنيَةُ ذَوِي الْأَحْكَامِ فِي بُغْيَةِ دُرَرِ الْأَحْكَامِ، باب حلف الفعل، 2\53، وانظر: تبيين الحقائق 3\157، والبحر الرائق 4\394، وبداية المبتدي 103.104)

درخت و گیاہ سبز کاٹنے کی کراہت پر دلیل مذکور قائم فرمائی اور جس عاقل غیر ماؤف الدماغ کے سامنے ان الفاظ کو بیان کیجئے کہ فلاں کی تسبیح سے فلاں کا جی بہلا، اُس کا ذہن قطعاً اس طرف جائے گا کہ اس نے اُس کی تسبیح سنی اور اس سے انس ملا، بداہت عقل شاہد ہے کہ کسی شے سے انس پانے کو اس پر اطلاع ضرور، اور تسبیح جنس کلام سے ہے جس پر اطلاع بطورِ سماع تو یہ کلام علما صراحتہً سماعِ موتی کی دلیل صاف ہے۔ بلکہ اس درجہ قوت قویہ سمع کی جو عامۂ احیاء کو حاصل نہیں کمانبھنا علیہ سالفا۔

تو صاحب تفہیم المسائل کا خبط (☆) کہ اس کلام کو ہرگز مطلب سے آشنائی نہیں۔

پھر کہا:

دیکھنا چاہیے کہ اس عبارت کو مُردوں کے سننے سے کیا مناسبت ہے؟۔(1)	باید دید کہ ایں عبارت را از سماعت موتی چہ مناسبت

محض نافہمی و جہالت ہے، ہاں بحمد اللہ تعالیٰ اس تذلیل جلیل نے شمس وامس کی طرح روشن کر دیا کہ اُس کے مقتداء صاحب مائۃ مسائل کا اُن عبارات خمس سے استدلال کرنا اور اس کی تائید میں اس وہابی جدید کا اُسی طرح کی اور عبارات نقل کر کے اوراق بھرنا سب مطلب سے نا آشنا اور موردِ نزاع سے محض بیگانہ تھا۔ وللہ الحمد

شاهد (10.12)

یونہی سید علامہ ابو السعود ازہری صاحب فتح اللہ المعین و سید علامہ طحطاوی و سید علامہ شامی محشیان درنے دربارۂ یمین وہی تقریرات ذکر کیں اور سب حضرات نے تسبیح

(☆)(مطبوع بریلی شریف میں فائدہ کے تحت ہے: "خبط تفہیم المسائل"۔)

(1)(تفہیم المسائل، عدم سماع موتی از کتب حنفیہ، ص 84)

گیاہ سے میت کو انس ملنا ذکر فرمایا۔کما تقدم۔

شاهد(13.14)

سیدین اخیرین نے تصریح فرمائی کہ انسان جو قبر کے پاس ذکر الٰہی کرے اُس سے میت کا جی بہلتا ہے(دیکھو قول 47.49)

شاهد(15.16)

یونہی دونوں حضرات نے فرمایا کہ مقابر میں پیشاب کرنے سے زندوں کی طرح مُردے کو بھی ایذا ہوتی ہے۔(دیکھو قول 38.39)

شاهد(17)

علامہ طحطاوی نے تقریر فرمائی کہ اموات کو جوتوں کی پہچل سے اذیت ہوتی ہے۔(دیکھو قول 34)

شاهد(18.20)

سید علامہ حلبی محشی دُرر بھی اس تقریر یمین میں شریک ہیں اور احراق حیوانات بعد ذبح پر وہ شبہہ فرمایا کہ میت کو ایذائے خارج سے درد پہنچنا ثابت ہے۔سیدین اخیرین نے جواب دیا کہ یہ بنی آدم میں ہے۔(دیکھو تذییل زیر قول 40)

شاهد(21)

قول 27 میں علامہ شامی کا امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ سے وہ نقل فرمانا دیکھو کہ قبر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے حضور نماز میں بسم اللہ شریف آواز نہ پڑھی۔

شاهد(22)

قول 64 میت کے سرہانے سے نہ آئے کہ اس کی نگاہ کو تکلیف ہوگی۔پائنتی سے آئے

کہ میت کے پیش نظر ہوگا۔

شاھد (23)

تکمیل جمیل میں علامہ زیادی وداؤدی واجھوری سے علامہ شامی کا وہ نقل کرنا دیکھو کہ کسی چیز کے ملنے کیلئے بلندی پر جا کر حضرت سیدی احمد بن علوان کو ندا کرے۔

شاھد (24)

علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں قبور پر سلام ذکر کرکے فرمایا:

حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شناسا قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے مُردہ اسے پہچانتا اور جواب دیتا ہے:

حیث قال: وأخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمھید بسند صحیح عن ابن عباس رضی الله عنھما قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "ما من أحد یمر بقبر أخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه إلا عرفه ورد علیه السلام. (1)

ان کی عبارت یہ ہے: ابن عبدالبر نے استذکار اور تمہید میں بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جو اُسے دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(حدیث نمبر 33 کے تحت اس کی تخریج گذر چکی)

(1) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی زیارۃ القبور، 621)

شاھد(25)

انہیں کا قول 82 دیکھو کہ اموات زائروں کا سلام سنتے، جواب دیتے، اُن سے اُنس پاتے ہیں۔ پھر فرمایا: اس میں نہ شہیدوں کی خصوصیت، نہ کسی وقت کی قید، خدارا انصاف! یہ علماء سماع روح کے منکر ہونگے، حاش للہ حاش للہ، ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون (مگر وہابیہ ایسے لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرتے ہیں۔)

پچیس شاہد ہیں اور پچیس سو ممکن مگر علماء اپنا لکھا خود نہ سمجھتے تھے۔ لاجرم قطعاً یقیناً وہ ارواح موتیٰ کیلئے سمع و بصر و علم و فہم مانتے اور بدن مردہ کو جب تک مردہ رہے ان صفات سے معزول جانتے ہیں۔

یہی بعینہٖ ہمارا مذہب اور یہی عبارات علماء کا مطلب۔ والحمد للہ رب العالمین۔

دلیل(12)

اگر یہ کلام مشائخ کرام روح پر محمول ہو تو وہ اعتراضاتِ قاہرہ وارد ہوں، جن سے رہائی ناممکن الحصول ہو۔ مثلاً:

اوّلاً: حدیث 40 سے 51 تک انہیں بارہ احادیث عظیمہ صحیحہ خفق نعال وقلیب بدر سے ایراد جلیل اور ادعائے تخصیص وقت سوال قبر یا خصوصیت کفار مقتولین بدر باطل و بے دلیل کما سمعت۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

" یَرُدُّہٗ أَنَّ الِاخْتِصَاصَ لَا یَصِحُّ إِلَّا بِدَلِیلٍ وَھُوَ مَفْقُودٌ ھُنَا بَلِ السُّؤَالُ وَالْجَوَابُ یُنَافِیَانِہٖ "۔	اس کی تردید اس سے ہوتی ہے کہ خصوصیت بغیر کسی دلیل کے صحیح نہیں اور دلیل یہاں مفقود ہے بلکہ سوال و

جواب تو اس کے منافی ہیں۔(1)

ثانیاً: یہاں خصوصیت سہی اور جو احادیث کثیرہ عموماً و مطلقاً اموات کے علم و سمع و بصر وادراک و معرفت میں وارد ہیں اُن سے کیا جواب ہوگا۔

مرقاۃ میں ہے:

"مَعَ أَنَّ مَا وَرَدَ مِنَ السَّلَامِ عَلَى الْمَوْتَى يُرَدُّ عَلَى التَّخْصِيصِ بِأَوَّلِ أَحْوَالِ الدَّفْنِ ".(2)

باوجودیکہ مُردوں پر سلام کے جواب میں جو احادیث وارد ہیں وہ اوّل وقت دفن سے تخصیص کی تردید کرتی ہیں۔

ثالثاً: بہت اچھا، جب ابتدائے دفن میں تم خود سماع کے قائل، یہاں تک کہ کلام یعقل متکلم لا یعقل اعنی تفہیم المسائل بھی معترف وقائل،

حیث قال در وقت سوال و جواب ہمہ قائل سماع اند(3)

اس کے الفاظ یہ ہیں: سوال و جواب کے وقت سبھی سماعت کے قائل ہیں۔

اُس وقت کلام کرنے سے کیوں حنث نہیں ہوتا کہ اب تو سمع وفہم سب کچھ حاصل، جس طرح انہیں امام ابن الہمام نے دربارۂ تلقین منکرین پر اعتراض کیا کہ:

"إلا أنه على هذا ينبغي التلقين بعد الموت لأنه يكون حين إرجاع الروح".(4)

امر اس بنیاد پر تو بعد موت تلقین ہونی چاہیے اس لئے کہ وہ اعادۂ روح کے وقت ہوتی ہے۔

(1۔2)(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب حکم الاسراء، 7\475)

(3)(تفہیم المسائل، عدم سماع موتیٰ از کتب حنفیہ ص 81)

(4)(فتح القدیر، باب الجنائز، 2\106)

یہ اعتراضات اس تقدیر باطل یعنی انکار سماع ارواح پر اصل سے اس کلام مشائخ کو باطل واز بیخ کندہ کرتے ہیں بخلاف اُس تقدیر حق کے کہ صرف سماع جسم سے انکار مراد ہے اب ان میں اصلا کچھ وارد نہیں ہوتا۔

فاقول وباللہ التوفیق:

تقریر کلام مشائخ اعلام یہ ہے کہ مبنائے ایمان عرف پر ہے اور خطابات (مق 5) عرفیہ متعلق بدن مگر کلام بے سمع وفہم نامتصور، لاجرم (مق 6) یہ قسم حالت حیات پر مقصور اور جسم خالی معزول ومہجور کہ بعد فراق روح بدن مردہ ہے اور اُس کے حواس ومشاعر باطل وافسردہ، عذاب قبر (مق 3) اگرچہ روح وبدن دونوں پر ہے مگر اُس کیلئے بدن کو ایک نوع حیات تازہ بقدر ادراک الم دی جاتی ہے ورنہ موت تو اس قدر احساس وادراک کے منافی ہے پھر اس حیات کا استمرار بھی ضرور نہیں، احادیث کثیرہ کہ سمع وبصر وفہم وادراک ومعرفت اموات پر ناطق ہیں ضرور صادق ہیں، اُن میں مراد ارواحِ موتی ہیں کہ ادراک حقیقتاً (مق 2) روح ہی کا کام ہے اور اُسے (مق 1) موت نہیں، نہ موت بدن سے اُس میں تغیر آئے، البتہ احایث خفق نعال ضرور سمع جسمانی بتاتی ہیں، قطع نظر اس سے کہ لفظ میت بدن میں حقیقت، اُن میں صراحتہ

"اذا وضع فی قبرہ"۔ جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے۔

ارشاد ہوا: اور قبر میں رکھا جانا بدن ہی کی شان ہے مگر یہ بھی بوجہ مذکور ہم پر وارد نہیں کہ اس وقت بغرض سوال (مق 3) بدن کی طرف اعادۂ حیات ہوتا ہے تو سماع حی کیلئے ثابت ہوا نہ کہ میت کے، اور احادیث قلیب اگرچہ حیات معادہ للسوال سے جدا ہیں کہ اوّل تو کافر مجاہر سے سوال ہونے میں کلام ہے۔

امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا: سوال یا مومن سے ہوگا یا منافق سے کہ بظاہر مسلمان بنتا تھا بخلاف کافر ظاہر کہ اس سے سوال نہیں۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی نے فرمایا:

هُوَ الْأَرْجَحُ وَلَا أَقُولُ سِوَاهُ. اھ۔ نقله فی رد المختار۔ (1)

یہی ارجح ہے اور میں اس کے سوا کا قائل نہیں اھ اسے ردالمحتار میں نقل کیا۔

شرح الصدور میں اس کی تائید کرکے فرماتے ہیں:

"وَفِي حَدِيث أَبِي هُرَيْرَة رضی الله تعالى عنه عِنْد الطَّبَرَانِيّ من قَول حَمَّاد وَأَبِي عمر الضَّرِير مَا يُصَرح بذلك"۔(2)

طبرانی کے یہاں بالفاظ حماد و ابو عمر ضریر جو حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے اُس میں اس کی تصریح ہے۔

اور اگر سوال مانئے بھی تو اُس کا وقت ابتدائے وضع ودفن ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اُن ناپاک لاشوں سے وہ گندہ کنواں پٹ جانے کے تین دن بعد وہاں تشریف لے جاکر مخاطب ہوئے تھے۔

صحیح مسلم کی روایت حدیث 48 میں گزری۔

اور صحیح بخاری شریف میں ہے:

(1)(ردالمحتار علی الدر المختار، صلوة الجنائز، مَطْلَبٌ فِي سُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ۔۔۔۔ 191\2۔وانظر:شرح الصدور، باب: فتنة القبر ،وهی سؤال الملکین ،فصل فِیهِ فَوَائِد، 199)

(2)(شرح الصدور، فصل فیه فوائد، 199)

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رضی الله تعالی عنه، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ تعالى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِأَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِيدِ قُرَيْشٍ، فَقُذِفُوا فِي طَوِيٍّ مِنْ أَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيثٍ مُخْبِثٍ، وَكَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالعَرْصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ، فَلَمَّا كَانَ بِبَدْرٍ اليَوْمَ الثَّالِثَ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَشُدَّ عَلَيْهَا رَحْلُهَا، ثُمَّ مَشَى وَاتَّبَعَهُ أَصْحَابُهُ، وَقَالُوا: مَا نُرَى يَنْطَلِقُ إِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِهِ، حَتَّى قَامَ عَلَى شَفَةِ الرَّكِيِّ، فَجَعَلَ يُنَادِيهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ: يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ، وَيَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ، أَيَسُرُّكُمْ أَنَّكُمْ أَطَعْتُمُ اللهَ وَرَسُولَهُ، فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا، فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ رضی الله تعالی عنه: يَا رَسُولَ اللهِ،

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے روزِ بدر قریش کے چوبیس سر برآوردہ اشخاص کو بدر کے کنووں میں سے ایک گندے پلید کنویں میں پھنکوا دیا، حضور کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی قوم پر فتح یاب ہوتے تو میدان میں تین دن قیام فرماتے، جب بدر کا تیسرا دن تھا تو سواری مبارک پر کجاوہ کسوایا، پھر چلے، صحابہ نے ہمرکابی کی، اور کہا ہمارا یہی خیال ہے کہ اپنے کسی کام سے تشریف لے جارہے ہیں یہاں تک کہ کنویں کے سرے پر ٹھہر کر اُن کا اور اُن کے آباء کا نام لے لے کر اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں کہہ کر پکارنے لگے، فرمایا کیا اس سے تمہیں خوشی ہوتی کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم تم نے مانا ہوتا، ہم نے تو حق پایا وہ جس کا ہمارے رب نے ہم نے

مَا تُكَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ لَا أَرْوَاحَ لَهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تعالى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ[1] لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ. قَالَ قَتَادَةُ: أَحْيَاهُمُ اللهُ حَتَّى أَسْمَعَهُمْ، قَوْلَهُ تَوْبِيخًا وَتَصْغِيرًا وَنَقِيمَةً (☆) وَحَسْرَةً وَنَدَمًا۔

وعدہ فرمایا تھا، کیا تم نے اس کو ثابت پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ان جسموں سے کلام فرما رہے ہیں جن میں جان نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ''اُس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد کی جان ہے میری بات تم اُن سے زیادہ نہیں سنتے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی توبیخ، تذلیل، کلفت، حسرت اور ندامت کیلئے انہیں حیات دے کر حضور کا کلام سنوایا۔

(☆)(في رواية: وَنِقْمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا)

(1)(أخرجه البخاري في الصحيح، بَابُ قَتْلِ أَبِي جَهْلٍ، جزء 5\76(3976)، وأحمد في مسنده 4\29(16356۔و 16359)، وابن أبي عاصم في الآحاد والمثاني 3\445(1891)، والروياني في مسنده 2\157.156(979)، وأبو يعلى في مسنده 3\21(1431)، والشاشي في مسنده 3\19.18(1065)، والطبراني في الكبير 5\96(4701)، وفي مسند الشاميين 4\23.22(2625)، والآخرون۔

اور حدیثِ مذکور نص صریح ہے کہ اُن کافروں نے گوش بدن ہی سے سنا کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: حضور کیا کلام فرماتے ہیں ان بدنوں سے جن میں روح نہیں۔ اسی کے جواب میں ارشاد ہوا کہ خدا کی قسم! تم اُن سے زیادہ نہیں سنتے۔ تو صاف ثابت ہوا کہ سماع جسمانی ہی واقع ہوا مگر جبکہ روح کا جسم سے فراق یقیناً معلوم اور بے عودِ حیات سماع جسم خالی قطعاً معدوم، تو اُن کافروں کیلئے تین دن بعد پھر عودِ زندگی ماننے سے چارہ نہیں اور پر ظاہر کہ یہ امر عموماً نہیں ہوتا، ناچار بالخصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعجاز سے ان ملاعنہ کو زیادت حسرت و ندامت وعذاب واذیت ہونے کیلئے واقع ہوا کہ روح و بدن دونوں کا اشتراک تنہا روح کے ادراک سے اشد وسخت تر ہے۔ لہذا قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے اُن کی حسرت وتوبیخ وتذلیل کیلئے اعادۂ حیات فرما کر سنوایا۔

بالجملہ جو احادیث سماعِ جسمانی میں نص ہیں اُن میں تخصیص وقت یا بعض اموات خود بسبیل واضح ہے اور جو ایسی نہیں وہ راسًا غیر وارد کہ سماعِ روح تو آپ ہی خود ثابت ولائح ہے۔ بحمد اللہ یہاں سے روشن ہوا کہ صاحب تفہیم المسائل کا خبط بے ربط (☆) کہ:

ہر چند مبنی ایمان بر عرف است مگر مقصود فقہاء از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی و حقیقی ہر دو	ہر چند کہ قسم کی بنیاد عرف پر ہے مگر یہاں سماع کی نفی سے فقہا کا مقصود عرفی و حقیقی دونوں سماع کی نفی ہے، اس لئے کہ فقہا نے سماع کی نفی مطلق کی ہے

(☆) (مطبوع بریلی شریف میں یہاں فائدہ: جہالت (صاحب) تفہیم المسائل لکھا ہوا ہے)

ست زیرا که فقها نفی سماع مطلق کرده اند نه بتقید عرف واگر نفی صرف سماع عرفی نه حقیقی متصود مے بود حاجت جواب دادن از مسئله عذاب قبر و توجیه کردن دیگر وقائع که بر سماع موتیٰ دال ست نبود۔	عرف کی قید لگا کر نہیں، اگر حقیقی نہیں صرف صرف سماع کی نفی مقصود ہوتی تو مسئلہ عذاب قبر کا جواب دینے اور سماع موتیٰ پر دلالت کرنے والے دوسرے حالات و واقعات کی توجیہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔(1)
فهل هذا الا توجیه بما لا یرضی به قائله	یہ کیا ہے؟ کلام قائل کی ایسی توجیہ جس سے قائل راضی نہیں۔

محض نافہمی وجہل واضح ہے۔

فاقول:

اولاً: یہاں عرفی وحقیقی متغائر نہیں ہے اوپر (مق 4) واضح ہو چکا کہ یہی ادراک اصوات بالآت جسمانیہ ہی حقیقت لغویہ اور یہی متعارف ہے اور وہ معنی جو وقت اضافت سمع بروح مجرد یا بحضرت عزت مراد ہوتے ہیں، محل یمین میں اُن کا احتمال ہی کیا تھا کہ اطلاق نفی انہیں بھی شامل ہو۔

ثانیاً: مشائخ کرام نے جن وقائع کی توجیہ فرمائی وہ سماع جسمانی پر دال تھے، ان کی توجیہ کی ضرور حاجت تھی اس سے سماع روح کا انکار سمجھ لینا تمہاری خوش فہمی ہے۔

(1) (تفهيم المسائل، عدم سماع موتیٰ از کتب حنفیه 83)

ثالثاً: توجیہ عذاب قبر کی بھی ایک ہی کہی، ذی ہوش کو نافع ومضر میں تمیز تک کی لیاقت نہیں مگر تصحیح المسائل کے مقابل آنا ضروری

ماذا خاضك یا مغرور فی الخطر

حتی ھلکت فلیت النمل لم نظر

اے فریب خوردہ! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈالا کہ تو ہلاکت کو پہنچا، کاش! چیونٹی پرواز ہی نہ کرتی۔

عقلمند، یہ بھی دیکھا کہ وہ توجیہ کیا کی ہے اور اُس سے روح میں کلام نکلتا ہے یا صاف بدن میں گفتگو ہونا منجلی ہے، دلیل ہفتم کو گزرے ابھی دیر نہ ہوئی اُسے ملاحظہ کیجئے اور صاحبِ تفہیم کی فہم سقیم کی داد دیجئے۔

رابعاً: کاش اس بطور خویش جماد شوندہ نابینا و ناشنوندہ یعنی اس تحریر سے پہلے مر جانے والے تفہیم نگارندہ کو زمانہ مہلت دیتا کہ ہمارے کلام میں دلیل یازدہم اور اُس کے پچیس شواہد کو آنکھوں دیکھتا کانوں سنتا اُس وقت کھلتا کہ:

توجیه القول بما لا یرضی به قائله کلامِ قائل کی ایسی توجیہ جس سے قائل راضی نہیں۔ کا ارتکاب کس نے کیا، خیر، یہ تو جملہ معترضہ تھا، اب رہا یہ کہ جب ابتدائے دفن میں سماع مسلم تو اُس وقت حنث کیوں نہیں۔

اقول: ہاں یوں نہیں کہ (مق 6) یہ یمین مقتضی حیات مخاطب ہے، اور نفس روح سے متعلق نہ تھی، اگر اُس سے تعلق ہوتا تو اُس کی حیات وادراکات تو مسترہ (مق 1) ہیں ضرور حنث ہوتا۔

فان العرض وان کان لا یبقی کیونکہ عرض اگرچہ دو زمانوں تک باقی

زمانین لکنه ما دام مستمرا بتجدد الامثال یعد شیئاً واحداً باطباق اللغة والعرف والشرع۔

نہ رہے لیکن وہ تجدد امثال کی وجہ سے مستمر ہو تو باتفاق لغت وعرف وشرع شی واحد ہی شمار ہوتا ہے۔

بخلافِ بدن کہ اُس کی حیات زائل ہو کر اب حیاتِ جدیدہ اس وقت ملی ہے اور وہ حیاتِ اولیٰ کی غیر ہے، تو جس حیات سے یمین متعلق تھی منقطع ہو چکی اور حنث کی گنجائش نہ رہی

یہی امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

"اَلْحَیَاۃَ الْمُعَادَۃَ غَیْرُ الْحَیَاۃِ الْمَحْلُوفِ عَلٰی إِذْنِهٖ فِیهَا وَقُدُومِهٖ وَهِیَ الْحَیَاۃُ الْقَائِمَۃُ حَالَۃَ الْحَلِفِ لِأَنَّ تِلْكَ عَرَضٌ تَلَاشٰی لَا یُمْكِنُ إِعَادَتُهَا بِعَیْنِهَا. وَإِنْ أُعِیدَتِ الرُّوحُ فَإِنَّ الْحَیَاۃَ غَیْرُ الرُّوحِ لِأَنَّهٗ أَمْرٌ لَازِمٌ لِلرُّوحِ فِیمَا لَهٗ رُوحٌ"۔ (1)

دوبارہ دی جانے والی زندگی اس زندگی کے علاوہ ہے جس کے اندر اجازت اور آمد کی قسم کھائی تھی اور وہ زندگی وہ ہے جو قسم کھانے کے وقت اس شخص کے ساتھ قائم تھی، کیونکہ وہ تو ایک عَرَض ہے جو ختم ہو گیا۔ بعینہٖ اس کا اعادہ ممکن نہیں، اگرچہ روح کا اعادہ ہو، اس لئے کہ حیات روح کے علاوہ ایک شی ہے، وہ ایک ایسا امر ہے جو روح کیلئے لازم ہے اُس شی میں جس کیلئے روح ہوتی ہے۔

(1) (فتح القدیر، بَابُ الْیَمِینِ فِي الْكَلَامِ، 5\150، وفي نسخة: 4\424)

تنبیہ جلیل

الحمدللہ جس طرح اس تقریر سے یہ واضح ہوا کہ ہمارے مشائخ کرام باتباعِ احادیث صحیحہ اُن عامیانہ اوہام حجاب وحائل خشت وگل قبر کو مہمل و نا قابلِ التفات جانتے ہیں کہ میت مدفون کیلئے وقتِ اعادہ روح ایسی خفی آوازہائے بیرونی کا سماع ثابت مانتے ہیں۔

یونہی یہ بھی لائح ہوا کہ یہاں سماعِ جسمانی سے مانع یہی موت تھی، ولہذا جس وقت جسم کو ایک نوع حیات ملی سماعِ اصوات کی راہ کھلی، تو ظاہر کہ روح کہ بالاجماع ہمیشہ زندہ و مستمر و بحال و نا متغیر ہے اُس کا سماع عادۃً دائم رہے کہ مصحح موجود اور مانع مفقود، اب کھلا کہ مشائخ کرام کی یہ بحث و کلام، فقط مذہبِ منکرین سے بیگانہ ہی نہ تھی بلکہ بحمد اللہ تعالیٰ صراحۃً اُن کا رد ہیں، اس تحقیق انیق کے بعد صاحبِ تفہیم المسائل کا مزاج پوچھیے کہ آپ کی اس خوش فہمی و قوت وہمی نے کہ:

در فتح القدیر نوشته که بنائے منع تلقین نزد اکثر مشائخ نا بر عدم سماع موتی است ودر آخر گفته که طائفه مشائخ در حدیث تلقین قائل بحقیقت بدیں وجه شده اند که وقت تلقین مقام ارجاع روح است برائے سوال	فتح القدیر میں مرقوم ہے کہ ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک منع تلقین کی بنیاد عدم سماع موتی پر ہے اور آخر میں کہا کہ ایک جماعت مشائخ حدیث تلقین میں حقیقت کی قائل اس وجہ سے ہوئی کہ وقت تلقین، سوال و جواب کیلئے روح لوٹائے جانے کا موقع ہے اور اس وقت روح کے عود کرنے کے باعث

وجواب وایں وقت موتیٰ رابجہت عود روح سماع حاصل است پس ایں طائفہ ہم منکر سماع موتیٰ است ودر وقت سوال وجواب ہمہ قائل سماع اند دریں صورت از عبارت فتح القدیر معلوم مے شود کہ مذہب ہمہ فقہا انکار سماع موتیٰ است۔(1)

مُردوں کو سماع حاصل ہے۔ تو یہ جماعت بھی سماع موتی کی منکر ہے اور سوال وجواب کے وقت بھی سماع کے قائل ہیں، اس طرح فتح القدیر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع موتی سے انکار تمام فقہاء کا مذہب ہے۔

کیسا حکم تیر بازگشت پیدا کیا یہ تو اسی عقلمند کے کلام سے واضح ہوا کہ وہ میت جس کیلئے فقہاء سماع نہیں مانتے بدن ہی ہے، ذرا ہوش میں آ کر بتانا کہ عودِ روح کس میں ہوتا ہے؟ پھر یہ پوچھئے کہ اے ذی ہوش! وہ روح جس کے ادنیٰ عود سے یہ مشت خاک اتنے حجابوں حائلوں میں بالاتفاق سمیع ہو جاتا ہے، وہ خود کہ حجاب وحائل سے منزہ اور ہمیشہ زندہ ہے، کیوں نہ بالاتفاق دائماً شنوا وبینا ہوگی!

اب یاد کیجئے امام ابن الحاج کا ارشاد مذکور قول (65) کہ اولیائے احیاء نورِ خدا سے دیکھتے ہیں اور نورِ خدا کو کچھ حاجب نہیں، پھر اموات کا کیا کہنا اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا مقال (7) کہ روح کے آگے مکان دور ونزدیک یکساں ہے جس طرح نظر کنویں میں آسمان برین کے ستارے دیکھتی ہے وغیر ذلک اقول کثیرہ مذکورہ۔

---

(1)(تفہیم المسائل، عدم سماع موتیٰ از کتب حنفیہ، 80.81)

دیکھ ظالم! حجت الٰہی یوں قائم ہوتی ہے۔ہاں یہ باقی رہا کہ ادراکِ روح کیلئے جسم شرط مانئے۔یہ اوپر واضح ہو چکا کہ اُس کے کون قائل ہیں، معتزلہ وغیر ہم لیام۔آگے تم جانو اور تمہارا کام۔

یہی بحمد اللہ تقریر وتفسیر وتحریر وتنویر اُس کلام حضراتِ مشائخ کرام کی، جسے مخالف اپنا کمال موافق جان کر اہل حق سے اُلجھتے اور موافق بگمان تخالف مشکل و معضل سمجھتے ، اہل بدعت اپنی سپر و پناہ ٹھہرا کر آسمان ناز پر ٹوپیاں اُچھالتے اور اصحاب سنت بظاہر مخالف عقیدہ صادقہ پا کر سلاح معارضہ ومناقضہ سنبھالتے ، اب بعونِ عزیز مقتدر عز جلالہٗ روشن ہو گیا کہ امر بالکل بالعکس ہے۔وہ کلام ہدایت نظام سراپا عقیدہ اہلسنّت کے مطابق اور مذہب مخالف کا ردونکس ہے۔بحمد اللہ تعالیٰ اب مخالف دیکھے کہ اُس کے شوشے قعرِ عدم کے کس گوشے میں گئے ،موافق نہ صرف موافق ، ہر ذی عقل منصف دیکھے کہ بفضلہٖ تعالیٰ اس تقریرِ منیر سے کیا کیا فائدے حاصل ہوئے۔

فائدہ(1)

کلامِ مشائخ بحمد اللہ تعالیٰ ہرگز عقیدہ اہلسنّت کے مخالف نہیں۔

فائدہ(2)

نہ عیاذاباللہ کسی حدیث مصطفےٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خلاف۔

فائدہ(3)

نہ تصریحات ائمہ میں اصلا تعارض۔

فائدہ(4)

نہ خود ان علماء کے کلام میں کہیں بوئے تناقض۔

فائدہ(5)

نہ وہ اس مسئلہ یمین میں اپنی ہی مقرر یعنی بنا علی العرف سے جدا چلے بلکہ اُسی جڑ سے یہ پودے کھلے۔

فائدہ(6)

نہ وہ ہرگز کسی تخصیص بے دلیل کے مرتکب ہوئے۔

فائدہ(7)

نہ اُن کی اس دلیل پر زنہار کوئی نقض وارد، نہ تفریع و تاصیل پر کچھ الزام عائد، غرض یہ سب اور دیگر مقامات میں اُن کے کلمات اور باقی ائمہ کے نصوص و تصریحات اور احادیث و آثار کے عالی ارشادات بحمد اللہ تعالیٰ سب متفق و منتظم ہیں اور ایک دوسرے سے متناسب و ملتئم۔ اور اس تقریر معقول، مستنیر و مصقول، واجب القبول کو نہ مانیے تو یہ تمام فوائد منقلب ہو کر ان کے مقابل اتنے ہی ضرر حاصل، اور نتیجہ کچھ نہیں کہ انجام یہ ٹھہرے گا کہ کلامِ مشائخ طرح طرح سے منقوض و باطل اور انواع انواع زلزلوں سے متزلزل اور آپ ہی اپنی تلوار سے گھائل، پھر کیا کسی استناد کے قابل، وھذا مما لا یرضاہ عاقل (اور اسے کوئی عاقل پسند نہ کرے گا)

اب بحمد اللہ تعالیٰ مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ سے زیادہ رخشاں و درخشاں ہوا کہ بعض کبرائے متاخرین شراح محدثین نے اس باب میں جو تقریریں فرمائیں اصل مرام مشائخ کرام پر وارد نہیں، وہ گویا بر سبیل ارخائے عنان رائحہ مخالفت مان کر جواب مخالف کی تعلیمیں تھیں اور واقعی ہمارے ائمہ کرام و مشائخ اعلام کی انظارِ غامضہ دقیقہ ایسی ہی

عالیہ واقع ہوئیں کہ بعض اوقات انظارِ ناظرین متاخرین ماہرین اُس کے مرقاۃ مدارج ومعالی معارج تک وصول میں متساہل رہیں جیسا کہ خادم ابواب وفصول فقہ واصول پر آشکارو مبین، یہ بحمد اللہ تعالیٰ حق تحقیق و تحقیق حق ہے جس سے حق حقیق بقبول وتصدیق یک سرمو متجاوز نہیں۔ ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق۔

الحمد للہ! اگر اس تمام کتاب میں اُن مقدماتِ سبعہ کی تمہید وتزئین اور اس جواب عین الصواب کی تحریر وتبیین کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو بفضل عظیم حضرت کریم عم نوالہٗ اسی قدر شافی وکافی ومغنی ووافی تھا۔

ذلك من فضل الله علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی و علی والدی وان اعمل صلحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین والحمد للہ رب العالمین۔

یہ (انعام) اللہ کے فضل سے ہے ہم پر اور لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے میرے رب! مجھے یہ عطا کر کہ میں شکر ادا کروں اُس احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا، اور یہ کہ میں نیک کام کروں جس سے تو راضی ہو، اور میری اولاد کو میرے فائدے کیلئے نیکی دے، بے شک میں تیری طرف رجوع لایا اور یقینا میں اسلام والوں سے ہوں اور سب خوبیاں اللہ کیلئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

الحمد للہ اس جواب جلیل وجمیل کے بعد اصلاً حاجت نہیں کہ اور جوابوں کی طرف توجہ کروں، دلائل نے بفضلہٖ تعالیٰ یقین قطعی دے دیا ہے کہ بلاشبہ مراد مشائخ کرام یہی ہے تو اب کیا ضرورت ہے کہ تنزلات کیجئے، ارخائے عنان سے ملہتیں دیجئے، مگر مخالف کو شکایت وحسرت نہ رہے، لہذا چالشگری کو کچھ اور بھی امتداد سہی، اسی جواب کے متعلق بعض تنبیہات مفیدہ لکھ کر دیگر اجوبہ کی طرف عطف عنان کروں، وباللہ التوفیق۔

تنبیہ اوّل (☆)

اقول: بعض مسائل میں اہل بدعت اور بعض یا کل اہلسنّت متفق ہوتے ہیں اور اُن کے ماخذ حسبِ اختلافِ مذہب مختلف مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو نام پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے اور وہابیہ تو قاطبۃً شرک کہتے ہیں اُن کا ماخذ ملوم وہی شرک موہوم اور ہمارے منع کی وجہ آیہ کریمہ

"لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا" (1) رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

تو نام پاک لے کر ندا نا جائز ہے بلکہ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیفۃ اللہ وغیرہا اوصافِ کریمہ کے ساتھ ندا چاہیے۔

یوں ہی مسئلہ تلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ تو منع کیا ہی چاہیں کہ اُن سنگ ساروں کے نزدیک اموات کی روح و بدن سب اینٹ پتھر ہیں، ولہذا وہ سُفہاء عذاب قبر وسوال

(1) (النور: 63)

(☆) (مطبوع بریلی شریف میں یہاں فائدہ: تنبیہات نافعہ مفیدہ، لکھا ہوا ہے)

نکیرین کے منکر ہیں اور حنفیہ میں جمہور مانعین وہی ہیں،قول(131)میں ایام زاہد صفار کا ارشاد سن چکے کہ منع تلقین معتزلہ پر ہے،قول(134.135)میں جوہرہ نیرہ و درمختار سے گزرا کہ تلقین اہلسنّت کے نزدیک مشروع ہے۔قول(154)

هر که تلقین نمی کند ونمی گوید بآں او بر مذهب اعتزال است که گویند میت جماد محض است۔(1)	جو تلقین کا عامل و قائل نہیں وہ مذہب معتزلہ پر ہے جو کہتے ہیں کہ میت جماد محض ہے۔

ولہذا امام ابن الہمام نے اپنا عندیہ بیان فرمایا کہ میرے گمان میں منع تلقین انکار سماع پر مبنی ہے، یہ اُن جمہور مانعین کے لحاظ سے ضرور صحیح ہے مگر بعض علمائے اہلسنّت کو منع میں شریک ہوئے اُن کا ماخذ یہ ہرگز نہیں بلکہ بعض کے نزدیک بدعت ہونا

کما مر عن سلطان العلماء۔ جیسا کہ سلطان العلماء سے گزرا۔

یا اُن کے خیال میں بے فائدہ ٹھہرنا کہ ایمان پر گیا تو کیا حاجت ورنہ کیا منفعت! ولہذا امام نسفی نے مسئلہ یمین میں وہ تصریحات فرمائیں مگر انکار تلقین میں ہرگز اُس کا نام نہ لیا بلکہ اُسے عدم فائدہ سے استناد کیا، جیسا کہ قول(154)ونکتہ جلیلہ میں گزرا ولہذا ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی محمد نے جب انکارِ تلقین اختیار کیا اُس پر اسی انعدام نفع سے استظہار اور ساتھ ہی بر بنائے انکار سماع انکار ماننے پر صریح انکار کیا۔ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں:

"المیت لا فائدۃ فی تلقینه اصلا	تلقین میت میں اصلاً کوئی فائدہ نہیں

(1)(کشف الغطاء، فصل احکام دفن، 57)

لانه ان مات مسلما فهو ثابت علی الشهادة بالتوحید والرسالة فالتلقین لغو وان مات کافرا فلا یفید التلقین لانه لا ینفعه الایمان بعد الموت وما قیل التلقین لغو لان المیت لا یسمع فهذا باطل". (1)

اس لئے کہ اگر وہ اسلام پر مرا ہے تو خود توحید و رسالت پر قائم ہے پھر تلقین بیکار ہے اور اگر کفر پر مرا ہے تو تلقین سود مند نہ ہوگی اس لئے کہ موت کے بعد ایمان لانا اسے نفع بخش نہ ہوگا اور یہ جو کہا گیا کہ تلقین اس لئے لغو ہے کہ میت سنتا نہیں تو یہ باطل ہے۔

فائدہ:

امام علام شیخ الاسلام نسفی نے جس طرح کافی میں منع تلقین پر صرف نفی نفع بروجہ مذکور سے استدلال کیا جس سے صاف مترشح کہ وہ اصل سماع کے منکر نہیں، ورنہ سرے سے یہی فرمانا تھا کہ تلقین کسے کی جائے۔ اینٹوں پتھروں کو۔

یوں ہی آیات کریمہ کی تفسیر میں نفی انتفاع ونفی قبول ذکر فرمائی، زیر کریمہ ملائکہ فرمایا:

"شبّه الکفار بالموتی، حیث لا ینتفعون بمسموعهم". (2)

کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ جو سنتے ہیں اس سے نفع یاب نہیں ہوتے۔

زیر کریمہ نمل:

(1) (رسائل الارکان، فصل فی حکم الجنازة، 150)

(2) (تفسیر النسفی (مداک التنزیل) سورة الفاطر: 22، ج3\85، وانظر: البحر المدید في تفسیر القرآن المجید لابن عجیبة 4\533)

"لما كانوا لا يعون ما يسمعون ولا به ينتفعون شبهوا بالموتى ".(1)

چونکہ کفار جو سنتے ہیں اس کو سمجھتے نہیں اور اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے اس لئے انہیں مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

زیر کریمہ روم:

"هؤلاء فی حكم الموتى فلا تطمع أن يقبلوا منك".(2)

یہ مُردوں کے حکم میں ہیں تو اس کی طمع نہ رکھو کہ وہ تمہاری بات قبول کریں گے۔

مگر صاحبِ تفہیم المسائل تو اختراع وافترا کے ماہر کامل، صاف لکھ دیا:

در تفسیر تفهیم المسائل تحت آیه کریمه "وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ" می نویسد المعنى أنهم فى حال كفرهم وتكذيبهم كمن لا يسمع ولا يتكلم. فلهذا شبه الكفار بالموتى لأن الميت لا يسمع ولا يتكلم كذا قال ابن الخازن العراقى الشافعى فى تفسيره

تفسیر مدارک میں آیت کریمہ :" جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا بہرے گونگے ہیں" کے تحت لکھتے ہیں :معنی یہ کہ وہ اپنے کفر وتکذیب کی حالت میں ان کی طرح ہیں جو سنتے بولتے نہیں اسی لیے کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی اس لیے کہ مردہ سنتا بولتا نہیں ایسے ہی ابن خازن عراقی شافعی نے اپنی تفسیر لباب التاویل فی معنی

(1)(تفسير النسفى سورة النمل:80، ج3\621، وانظر: فتح الرحمن في تفسير القرآن للعليمى 5\160)

(2)(تفسير النسفى سورة الروم:52، ج3\706، وانظر: البحر المديد 4\353)

لباب التاویل فی معنی التنزیل التنزیلمیں فرمایا۔ انتہی ، یعنی عبارت مدارک ختم۔ انتہی اھ۔(1)

مدارک شریف میں اس عبارت کا نشان نہیں، لطف یہ ہے کہ اُس میں تفسیر لباب التاویل کا حوالہ نقل کر کے انتہی لکھ دی یعنی یہاں تک عبارت مدارک تھی، حالانکہ صاحبِ مدارک کی وفات 701ھ یا 710ھ میں علی اختلاف القولین ہے اور لباب التاویل کی تالیف 725ھ میں ختم ہوئی، نہ امامِ اجل نسفی ایسے حوالے کے عادی اور وہ بھی اپنے کسی ایسے معاصر بلکہ مدارک العصر سے مگر نابینائی (☆) جو چاہے کرائے۔

تنبیہ دوم:

اقول بحمد اللہ تعالیٰ واضح (مق 7) ہو چکا کہ ہمیں بقائے حیاتِ بدن وسماعِ جسمانی سے کچھ کام نہ وہ عام لوگوں میں ہمارا دعویٰ، نہ ہمارا کوئی مسئلہ اس پر موقوف۔ تو اگر بالفرض بدن کیلئے موت مطلق دائم رہتی ہمارا کچھ حرج نہ تھا، ورِدِنصوص کے سبب ہم نے تنعیم وتعذیب قبر روح و بدن دونوں کیلئے مانی اور بشہادت عقل ونقل بدن کے واسطے بھی ایک نوع حیات ہے اس تلذذ وتألم کیلئے لازم جانی، ہاں یہ ضرور ہمارا مدعا ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ دلائل قاہرہ اس پر قائم ہو چکے کہ روح باقی ومستقر بحال ونامتغیر و سمیع ومبصر اور بدن کے ساتھ اُس کا ایک تعلق ہمیشہ مستمر، تو جو کچھ بعد فراق بھی بدن کے ساتھ کیا جائے ضرور دیکھے گی، مطلع ہوگی۔ اگر وہ فعل تعظیم ہے پسند کرے گی یا اہانت ہے ناخوش ہوگی، اذیت پائے گی۔

(1)(تفہیم المسائل، عدم سماع موتی از کتب حنفیہ، ص88)

(☆)(مطبوع بریلی شریف میں یہاں فائدہ: کذب ونابینائی تفہیم المسائل، لکھا ہوا ہے)

فصول سابقہ اس بیان کی متکفل ہوچکیں تو خارج سے بھی جو ضرب یا صدمہ بدن میت پر واقع ہو اگر بطور استہانت وتحقیر ہے۔ قطعاً روح کو ایذائے روحانی ہوگی۔ رہا یہ کہ اس سے اُسے اذیت ودردِ جسمانی بھی لاحق ہوگا یا نہیں، یعنی جس طرح عالمِ حیات میں بدن پر جو صدمہ آتا بدن اُسے روح تک پہنچانے کا آلہ وواسطہ بنتا کہ اس کے تفرق اتصال سے روح کو درد پہنچتا، آیا بعد فراق بھی مثل عذابِ الٰہی والعیاذ باللہ تعالیٰ تعذیبِ بشری سے بھی الم ہوتا ہے یا اس میں درد منتفی اور صرف وہی توہین کے باعث ناخوشی باقی ظاہر کلام مشائخ کرام جانب دوم ہے۔ ولہذا کافی میں فرمایا:

الميت لا يتألم بضرب بني آدم وانما ذلك مما يتفرد به الله تعالىٰ (1)

میت کو بنی آدم کے مارنے سے دُکھ نہیں ہوتا۔ یہ ایسا امر ہے جو خدائے تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

اور یہی مقتضائے اثر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہے۔

أخرج إبْنِ سعد عَن خَالِد بن معدان قَالَ لما انْهَزَمت الرّوم يَوْم أجنادين إنتهوا إلَى مَوضِع لَا يعبره إلَّا إنْسَان إنْسَان فَجعلت الرّوم تقَاتل عَلَيْهِ فتقدم هِشَام بن الْعَاصِ رضى الله تعالى عنه فَقَاتلهُمْ حَتَّى قتل وَوَقع

ابن سعد نے خلف بن معدان سے روایت کی وہ فرماتے ہیں جب روزِ اجنادین رومی شکست خوردہ ہونے لگے ایک ایسی تنگ جگہ پہنچ گئے جسے بس ایک ایک آدمی پار کرسکتا تھا، اسی جگہ رومی جنگ کرنے لگے، ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، لڑتے رہے

(1) (کافی شرح وافی۔۔۔۔۔)

على تِلْكَ الثلمة فسدها فَلَمَّا إنتهى الْمُسلمُونَ إِلَيْهَا هابوا أَن يوطئوها الْخَيل فَقَالَ عَمْرو بن الْعَاصِ رضى الله تعالى عنه إِن الله قد إستشهده وَرفع روحه وَإِنَّمَا هُوَ جثة فأوطئوها الْخَيل ثمَّ أوطأ هُوَ وَتَبعهُ النَّاس حَتَّى قطعوه۔(1)

یہاں تک کہ شہید ہوکر اُسی تنگ جگہ آ رہے۔ ان کے جسم سے وہ حصہ بھر گیا جب مسلمان وہاں پہنچے تو ان کے اُوپر گھوڑے چلانے سے خوف کیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت دی اور اس کی روح کو اُٹھالیا۔ اب یہ صرف جثہ ہے تو اس پر سے گھوڑے گزار دو۔ پھر انہوں نے پہل کی اور لوگوں نے آپ کی اتباع کی، یہاں تک کہ وہ جسم پارہ پارہ ہوگیا۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"هَذِه الْآثَار لَا تدل على أَن الْأَرْوَاح لَا تتصل بالأبدان بعد الْمَوْت إِنَّمَا تدل على أَن الأجساد لَا تتضرر بِمَا ينالها من عَذَاب

ان آثار میں اس پر دلیل نہیں کہ موت کے بعد بدن سے روح کا تعلق نہیں ہوتا ان کی دلالت صرف اس پر ہے کہ جسم کو اس تکلیف سے ضرر نہیں ہوتا جو انسان

(1)(أخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى، 194\4، وابن عبد البر في الاستيعاب 1540\4، وذكره السيوطي في شرح الصدور، باب أَحْوَال الْمَوْتى فِي قُبُورهم وأنسهم فِيهَا، 270)

النَّاس لَهَا وَمن أكل التُّرَاب لَهَا فَإِن عَذَاب الْقَبْر لَيْسَ من جنس عَذَاب الدُّنْيَا وَإِنَّمَا هُوَ نوع آخر يصل إِلَى الْمَيِّت بِمَشِيئَة الله وَقدرته"۔(1)

کی جانب سے اُسے پہنچائی جاتی ہے، اسی طرح مٹی کے کھا لینے سے اسے تکلیف نہیں ہوتی، اس لئے کہ عذاب قبر عذاب دنیا کی جنس سے نہیں، وہ ایک دوسری قسم کی چیز ہے جو اللہ کی مشیت و قدرت سے میت کو پہنچتی ہے۔

اور ظواہر حدیث و دیگر آثار واخبار و اقوال اخیار جانب اول ہیں، حدیث نمبر(26) میں روایت دارقطنی سے زیادت لفظ فی الالم گزری یعنی مردہ وزندہ کی ہڈی توڑنی درد میں برابر ہے۔

علامہ طیبی شرح مشکوٰہ میں فرماتے ہیں:

جم غفیر ذھبوا الی ان المراد ان کسر عظم المیت ککسر عظمه حیا فی التالم والتاذی۔(2)

جماعت عظیم علماء اس طرف گئی کہ مراد حدیث یہ ہے کہ مُردے کی ہڈی توڑنی درد وایذا میں ایسے ہی ہے جیسے زندہ کی

امام ابوعمر ابن عبدالبر و شیخ محقق کا اس باب میں ارشاد قول(40.41) میں گزرا اور تینوں سید علامہ ابراہیم حلبی واحمد مصری ومحمد شامی محشیانِ دُر کے اقوال اُسی کے بعد مذکور

---

(1)(شرح الصدور، باب احوال الموتی فی قبورھم، 199، وفیه: قال ابن رجب: هذه الآثار۔۔۔ الخ)

(2)(مرقاة شرح مشکوٰة بحواله طیبی، فصل ثالث من باب دفن المیت، 4\79، بحواله فتاوی رضویه جدید 9\904)

ہوئے، حدیث (24) میں بروایتِ صحیح مسلم شریف انہی عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ سے گزرا،

"إِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا".(1) جب مجھے دفن کرو تو مٹی مجھ پر آہستہ آہستہ نرم نرم ڈالنا۔

یہی وصیت حدیث (32) میں علاء بن الجلاج تابعی سے گزری، اور وہیں اس پر شیخ محقق کا قول کہ:

ایں اشارت است باآنکہ میت احساس می کند و درد ناک می شود بآنچہ درد ناک می شود باں زندہ۔(2) اس اقول میں اس جانب اشارہ ہے کہ میت کو احساس ہوتا ہے کہ اُسے بھی اس چیز سے درد پہنچتا ہے جس سے زندہ کو درد پہنچتا ہے۔

حدیث (16) میں امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ:

إِنَّهُ لَيُنَاشِدُ بِاللهِ غَاسِلَهُ أَلَا خَفَّفْتَ غَسْلِي.(3) مردہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ مجھ پر آسانی کرنا۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ایک عورت کی میت کو دیکھا کہ اُس کے سر

---

(1) (أخرجه مسلم فی الصحیح، بَابُ كَوْنِ الْإِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَ كَذَا الْهِجْرَةِ وَالْحَجِّ، 72\1، وقد تقدم تخريجه)

(2) (اشعة اللمعات، باب دفن الميت، 697\1)

(3) (أخرجه ابن أبي الدنيا في المنامات 16 (11)، وفي القبور 215، وابن رجب في أهوال القبور 87 (301)، والسيوطي في شرح الصدور 139)

میں زور زور سے کنگھی کی جاتی ہے فرمایا:

"عَلَامَ تَنُصُّونَ مَيِّتَكُمْ؟" کس جرم میں اپنے مُردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو؟۔

الامام محمد فی الآثار أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ ح و عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي "مُصَنَّفِهِ" واللفظ قال :أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ الثَّوْرِيِّ كلاهما عَنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله تعالی عنها أَنَّهَا رَأَتْ امْرَأَةً يَكُدُّونَ رَأْسَهَا بِمُشْطٍ. فَقَالَتْ: عَلَامَ تَنُصُّونَ مَيِّتَكُمْ؟ ". وَرَوَاهُ كمحمد أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلَّامٍ. وَإِبْرَاهِيمُ الْحَرْبِيُّ فِي "كِتَابَيْهِمَا فِي غَرِيبِ الْحَدِيثِ" عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله تعالی عنها أَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ الْمَيِّتِ. يُسَرَّحُ رَأْسُهُ. فَقَالَتْ: عَلَامَ تَنُصُّونَ مَيِّتَكُمْ؟ .(1)

اسے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا، فرمایا ہمیں ابوحنیفہ نے خبر دی اور عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا۔ الفاظ اسی کے ہیں: کہا ہمیں خبر دی سفیان نے وہ ثوری سے راوی ہیں، امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری دونوں حماد بن ابی سلیمان سے وہ ابراہیم نخعی سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے راوی ہیں انہوں نے دیکھا کہ ایک عورت کے بالوں میں کنگھا کر رہے ہیں، فرمایا: کیوں اپنی

(1) (أخرجه الامام محمد في الآثار، بَابُ الْجَنَائِزِ، وَغسلَ الْمَيِّتِ، 46، وأبو يوسف في الآثار، فِي غسلِ الْمَيِّتِ وَكَفَنِهِ، 78، وعبد الرزاق في المصنف، بَابُ شَعْرِ الْمَيِّتِ وَأَظْفَارِهِ، 3\437 (6232)، وابن السلام في غريب الحديث 4\314، وإبراهيم الحربي في غريب الحديث كما في نصب الراية للزيلعي 2\267.268)

میت کی پیشانی کے بال کھنچتے ہیں؟'' اور اسے امام محمد کی طرح ابوعبید قاسم بن سلام اور ابراہیم حربی نے اپنی اپنی کتاب غریب الحدیث میں ابراہیم نخعی سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا، اُن سے میت کے سر میں کنگھا کرنے سے متعلق سوال ہوا، فرمایا: کیوں اپنی میت کا موئے پیشانی کھینچتے ہو۔

بالجملہ رُجحان اسی جانب ہے اور بہرحال اگر الم مانئے تو مسئلہ یمین فی الضرب پر کچھ نقض نہیں کہ یہ الم پہنچے گا حیاتِ معادہ سے، اور حلف تھا حیاتِ موجودہ عندالحلف پر، کما قدمنا تحقیقه عن الفتح۔

اور نہ مانیے تو مسئلہ سماع میں کچھ نقض نہیں کہ ہمارا کلام روح سے ہے، آلیت بدن ہونا نہ ہونا یکساں۔ ولہذا امام اجل سیوطی نے باآں کہ اثباتِ سماعِ موتی میں وہ تحقیقاتِ باہرہ وقاہرہ رکھتے ہیں اس تقریر پر تقریر فرمائی۔

هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام والله سبحانه ولی الانعام وافضل الصلوٰة واکمل السلام علی سیدنا محمد اکرم الکرام واله وصحبه الی یوم القیامة۔

اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیئے اور خدائے پاک ہی انعام کا مالک ہے اور بہتر درود کامل تر سلام ہمارے آقا حضرت محمد پر جو کریموں میں سے زیادہ کریم ہیں اور ان کی آل و اصحاب پر، روزِ قیامت تک۔

جواب دوم

مانا کہ رُوح ہی میں کلام ہے مگر کہاں سے، کہ سمع منفی بمعنی ادراک بتوسط آلاتِ جسمانیہ نہیں، یوں بھی مطلب حاصل، اور تنافی زائل کہ منفی یہ ہے اور مثبت بمعنی

انکشاف تام اصوات بروجہ جزئی، اس جواب کے قریب قریب کلام تنزلی سے حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالی نے مرور فرمایا، شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

دریں جا سخن دیگر است که فرضاً اگر از ثبوت سماع تنزل کنیم باعتبار آنکه سماع بحاسه سمع می باشد وسمع بخرابی بدن خراب شد بگویم از نفی سماع نفی علم لازم نمی آید وعلم بروح بود که باقی است پس علم بمبصرات ومسموعات حاصل باشد نه بروجه ابصار وسمع چنانچه بعض متکلمان سمع وبصر الٰہی تعالی را بعلم مسموعات ومبصرات تاویل کرده اند۔(1)

یہاں ایک اور گفتگو ہے کہ بالفرض اگر ہم ثبوتِ سماع سے تنزل کریں، اس لحاظ سے کہ سننا کان سے ہوتا ہے اور کان فسادِ بدن کی وجہ سے فاسد ہو چکا تو ہم کہیں گے نفی سماع سے نفی علم لازم نہیں آتی اور علم رُوح سے ہوتا ہے جو باقی ہے تو دیکھی سنی جانے والی چیزوں کا علم حاصل ہوگا اگرچہ دیکھنے اور سننے کے طور پر نہ ہوگا، جیسا کہ بعض متکلمین نے خدائے تعالیٰ کے سمع و بصر کی تاویل مسموعات اور مرئیات کے علم سے کی ہے۔

اقول وباللہ التوفیق محصل ارشاد مبارک شیخ شیوخ علماء الہند قدس سرہٗ یہ ہے کہ سمع

(1) (اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، 3\400.401)

حقیقۃً بمعنی مطلق ادراک مخصوص اصوات ہے عام ازیں کہ آلاتِ جسمانیہ کا توسط ہو یا نہیں، ولہذا اللہ عزوجل کو سمیع ماننے میں کہ عقیدہ ایمانیہ ہے، محققین کے نزدیک کوئی تاویل وتجوز نہیں، اس لئے ہم قائل سماع حقیقی ارواحِ مفارقہ ہیں۔ اگرچہ موت تعطیل آلات کردے اور اگر سمع کیلئے یہ معنی نہ بھی مانیے بلکہ توسط آلات ہی سے مخصوص جانیے تو ہم علی سبیل التنزل کہیں گے کہ سمع نہ سہی ادراک تام بروجہ جزئی تو ہے، اسی قدر سے ہمارا مدعا حاصل، اگرچہ بنام سمع تعبیر نہ کریں جیسے متکلمین نے سمع وبصر الٰہی جل وعلا کو یونہی تاویل کیا، اور مقدمہ رابعہ میں تقریر فقیر غفرلہ المولی القدیر لیاد کیجئے تو اُس کا مسلک یہ ہے کہ بحمد للہ تعالیٰ نہ ہمیں دعویٰ سمع سے تنزل کی حاجت نہ روح مفارق، یا معاذ اللہ حضرت عزت میں ارتکاب تاویل کی ضرورت، سمع کے دونوں معنی مقرر ومسلم ہیں اور ایک دوسرے کا نافی نہیں، معنی آلیت نہ کبھی مراد تھی کہ اب تنزل کریں نہ اس معنی میں اطلاق سمع محصور ہو سکے کہ ناچار تاویل وتحمل کریں، خیر یہ طرزِ بحث کا تنوع تھا، اصل سخن کی طرف چلئے۔

فاقول جبکہ سمع کے جسمانی وروحانی دونوں معنی اور جسمانی کی نفی میں نہ ہمیں ضرر نہ مخالف کو نفع، تو احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب جسمانی ہی کا ارادہ راجح وواضح ہو، پر ظاہر کہ ادراک اصوات کا یہی طریقہ معلومہ معہودہ ہے، تو باہمی محاورات عرفیہ میں ذہن اسی طرف تبادر کرے گا، آخر نہ دیکھا جب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ذکر فضائل جمعہ ارشاد فرمایا:

"أَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ" اس دن مجھ پر درود بہت بھیجو کہ تمہارا درود مجھ پر عرض کیا جائے گا۔

صحابہ نے گزارش کی:

"يَا رَسُولَ الله وكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ" یا رسول اللہ! یہ کیونکر ہو گا حالانکہ بعد وصال جسم باقی نہیں رہتے۔

فرمایا:

"إِنَّ اللّٰه حَرَّمَ عَلَى الأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الأَنْبِيَاءِ". بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔

رواه الإمام أحمد، والدارمي، وأبوداود، والنسائي ،وابن ماجة، و ابن خزيمة، وابن حبان، والدارقطني، والحاكم، والبيهقي في الدعوات الكبير، وأبونعيم وصححه الأربعة السابقون على الأخيرين وابن دحية وغيرهم وحسنه عبدالغني والمنذري۔(1)

اِسے امام احمد، دارمی، ابوداوٗد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، دار قطنی، حاکم، دعوات کبیر میں بیہقی اور ابونعیم نے روایت کیا اور ابن خزیمہ ابن حبان، دار قطنی، حاکم اور ابن دحیہ وغیرہم نے اسے صحیح کہا اور عبدالغنی اور منذری نے حسن کہا۔

---

(1)(أخرجه أحمد في مسنده 8\4، والدارمي في السنن (1580)، وأبو داود، بَاب فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، 1\157 (1047)، وبَاب فِي الِاسْتِغْفَارِ، (1531)، والنسائي في السنن، باب : إِكْثَارُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، 203 (1374)، وفي السنن الكبرى 1\519، وابن ماجه في السنن، بَاب فِي فَضْلِ الْجُمُعَةِ، 76 (1085)، وبَاب ذِكْرِ وَفَاتِهِ وَدَفْنِهِ ﷺ، 119 (1636)، وابن أبي شيبة 2\516، والقاضي في فضل الصلاة على النبي ﷺ 11، وابن أبي عاصم في الصلاة

على النبي صلى الله عليه وآله وسلم 50(63)،وفي الآحاد والمثاني 3\217، والحربي في غريب الحديث 1\67، وأبو بكر المروزي في الجمعة وفضلها (13)، والبزار في مسنده 8\411(3485)، والحاكم في المستدرك، كتاب الجمعة 1\413(1029)، وكتاب الأهوال 4\604، وابن خزيمة في الصحيح، بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم يَوْمَ الْجُمُعَةِ، 3\118(1733)، وابن حبان في الصحيح 3\191(910)، والطبراني في الكبير 1\216(589)، وفي الأوسط 5\97(4780)، وأبو نعيم في الدلائل النبوة 2\567(509)، وفي معرفة الصحابة 2\354، والبيهقي في السنن الكبرى، كتاب الجمعة، 3\248، وفي الصغير، 1\235، وفي الشعب 2\110، وفي فضل الأوقات (275)، في حياة النبي صلى الله عليه وآله وسلم (11)، وقوام السنة في الترغيب (895)، كلهم من حديث أوس بن أوس رضي الله عنه۔

اس حدیث کے تحت قبلہ سیدی واستاذی رقمطراز ہیں

یہ صحیح روایت بھی حیاۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر واضح دلیل ہے اور اس روایت کی تصحیح کرنے والے محدثین بھی بے شمار ہیں جن میں کچھ کا ذکر ہم یہاں کرتے ہیں۔

حضرت شیخ مجد الدین محمد یعقوب الفیروزآبادی صاحب قاموس (م 817ھ)

ارشاد فرماتے ہیں:

"و نص على صحته جماعة من الحفاظ".

اور اس صحبت پر محدثین کی ایک پوری جماعت نے نص فرمائی ہے۔

(الصلات والبشر في الصلاة على خير البشر 74، وفي نسخة: 51)

مزید فرماتے ہیں:

وأمثال ذلك دلائل قاطعة على أنهم أحياء بأجسادهم ومنها ماتقدم من حديث أوس بن أوس أن الله حرم على الأرض أن تاكل أجساد الأنبياء وفيه

دلیل واضح وقد ذهب إلى ماذكرنا دليله وأوضحنا حجته جماعات من أهل العلم وصرحوا به ، الإمام البيهقي منهم والأستاذ أبو القاسم القشيري . والإمام أبو حاتم بن حبان وأبو طاهر الحسين بن على الازدستاني وصرح به أيضا الشيخ تقى الدين أبو عمرو بن الصلاح والشيخ محى الدين النووى والحافظ محب الدين الطبرى وغيرهم.

اور یہ اس طرح کی مثالیں (معراج کی رات مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملاقات) دلائل ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کی حیات کی دلیلوں میں سے ایک دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو کہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالی نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ اور اس میں (حیاۃ الانبیاء) کی واضح دلیل ہے۔ اور اس کی دلیل کہ ہم نے بیان کیا اس کو محدثین کی جماعت نے بہت وضاحت سے بیان کیا ہے ان میں سے جنہوں نے اس کی صراحت کی ہے، امام بیہقی، استاد ابوالقاسم القشیری، امام ابو حاتم بن حبان اور ابو طاہر حسین بن علی ازدستانی، اور اس کے ساتھ صراحت کی شیخ ابو عمرو بن الصلاح اور شیخ محی الدین نووی اور محب الدین طبری و دیگر بیشمار آئمہ کرام نے بھی فرمائی ہے، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

(الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر 184، وفي نسخة: 144.145)

امام حاکم فرماتے ہیں:۔

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور انھوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

(مستدرک 1\278، وفي نسخة: 1\413)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر

صحیح ہے۔انہوں نے اس تخریج نہیں کی۔

(مستدرک 4\560، وفي نسخة: 4\604)

حافظ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں دونوں مقامات کی تصحیح کو قائم رکھا۔

(تلخیص المستدرک علی المستدرک، 1\278، و 4\560)

امام عبدالغنی:

وقال الحافظ عبدالغنی انه حسن صحیح۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

علامہ عزیزی فرماتے ہیں:

قال الشیخ وهو حدیث صحیح۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر 2\141)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وقال الحافظ عبد الغني: إنه حسن صحيح، وقال المنذري: حسن، وقال ابن دحية: صحيح"۔۔۔۔(القول البدیع 309)

اور حافظ عبدالغنی نے کہا: بیشک یہ حسن صحیح ہے، اور منذری نے کہا کہ: حسن ہے، اور ابن دحیہ نے فرمایا: صحیح ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں:"وروينا في سنن أبي داود والنسائي وابن ماجه بالأسانيد الصحيحة"۔(کتاب الاذکار 106)

ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

یہی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رَوَاهُ أَبُو دَاوُد بِإِسْنَاد صَحِيح. (خلاصة الأحكام 1\441)

مزید فرماتے ہیں: رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيّ بِإِسْنَاد صَحِيح.

(خلاصة الأحكام 2\814، وانظر: رياض الصالحين 397، و 450)

حضرت علامہ شہاب الدین احمد خفاجی فرماتے ہیں:

"وهذا الحديث رواه أبوداود والنسائي وأحمد في مسنده والبيهقي وغيرهم وصححوه"۔(نسیم الریاض ،فصل فی تخصیصه صلی الله علیه وسلم بتبلیغ صلاة, 502\3)

اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی اور امام احمد نے مسند میں اور امام بیہقی وغیرہم نے روایت کیا اور تمام نے اس کی تصحیح کی ہے۔

علامہ یحیی بن ابوبکر العامری الحرضی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 893ھ)فرماتے ہیں:

"وروی ابو داود والنسائی وابن ماجه بأسانيد صحيحة عن أوس بن اويس رضي الله عنه"۔(بهجة المحافل وبغية الأماثل في تلخيص المعجزات والسير والشمائل، الفصل الخامس 411\2)

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 923ھ)فرماتے ہیں:

"وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدار قطنی."

(المواهب اللدنية 673\2)

قطب وقت حضرت مولانا الحاج فقیر اللہ جلال آبادی فرماتے ہیں:

" رواه أحمد وأبوداودوالنسائي وقد صح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدارقطني "۔(قطب الارشاد 379)

اس کو امام احمد، امام ابوداؤداور امام نسائی نے روایت کیا اور اس حدیث کو امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام دار قطنی نے صحیح کہا ہے۔

ان تمام مختصر حوالوں سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ان کے اجساد مبارکہ تروتازہ ہیں اور ان پر ہمارا درودوسلام پیش کیا جاتا ہے۔

اعتراض

اس حدیث شریف پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے جو کہ حضرت امام بخاری اور ابن ابی حاتم وغیرہ کی طرف سے وارد کیا گیا ہے اور آج کل کے منکرین حیات الانبیاء اس کو بڑے شد و مد سے بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اجسام اس طریقے سے صحیح سالم نہیں اور نہ ہی ان میں ارواح ہیں (العیاذ باللہ تعالی)

اعتراض یہ ہے کہ اس روایت میں عبدالرحمن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم ہے اور راوی حدیث حسین جعفی نے غلطی سے تمیم کی بجائے جابر کہہ دیا۔ جبکہ حسین جعفی کا ابن جعفر سے سماع ہی ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ حدیث منکر ہے۔ (اقامتہ البرھان از سجاد بخاری ص228، توحید خالص از مسعودالدین عثمانی 3.7\2، تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی از اسماعیل سلفی، 411 وغیرہم)

جواب

یہ علّت کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی بلاشک امام بخاری و ابن ابی حاتم اس فن کے امام ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی معصوم نہیں ہے کہ اس سے غلطی نہ ہو سکے۔ لہٰذا یہاں بھی ان کو سہو ہو گیا اور ان کی بیان کردہ علّت کا ملتِ اسلامیہ کے بے شمار مایہ ناز محققین نے پرزور طریقے سے رد کیا ہے۔

ابن تمیمیہ کے شاگردِ خاص جناب علامہ ابن القیم نے تحریر کیا ہے:

وَجَوَابُ هَذَا التَّعْلِيل من وُجُوه: أحدهَا أَن حُسَيْن بن عَليّ الْجعْفِيّ قد صرح بِسَمَاعِهِ لَهُ من عبد الرَّحْمَن بن يزِيد بن جَابر. قَالَ ابْن حبَان فِي صَحِيحه حَدثنَا ابْن خُزَيْمَة حَدثنَا أَبُو كريب حَدثنَا حُسَيْن بن عَليّ حَدثنَا عبد الرَّحْمَن بن يزِيد بن جَابر فَصرحَ بِالسَّمَاعِ مِنْهُ. وَقَوْلهمْ: إِنَّه ظن أَنه ابْن جَابر وَإِنَّمَا هُوَ ابْن تَمِيم، فغلط فِي اسْم جده بعيد فَإِنَّهُ لم يكن يشْتَبه على حُسَيْن هَذَا بِهَذَا مَا نَقده وَعلمه بهما، وسماعه مِنْهُمَا".

(جلاء الافهام، 36.37، وفي نسخة: 82)

اور اس علت کا جواب کئی وجوہ سے دیا گیا ہے۔اول یہ کہ حسین بن علی الجعفی نے عبد الرحمن بن یزید بن جابر سے سماع کی صراحت کی ہے۔ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا: ہم کو حدیث بیان کی ابن خزیمہ نے ان سے بیان کی ابو کریب نے انہوں نے کہا ہمیں بیان کی حسین بن علی نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد الرحمن بن یزید بن جابر نے، پس ان سے سماع کی صراحت ہے ۔اور معترضین کا یہ کہنا کہ یہاں ابن جابر نہیں بلکہ ابن تمیم ہے اور راوی کو غلطی لگی کہ اس نے ابن جابر کا گمان کیا یہ بات بہت بعید ہے کیونکہ حسین جیسے نقاد و متبحر فن پر باوجود دونوں (ابن جابر وابن تمیم) سے سماع حاصل ہونے کا اس کا مشتبہ رہنا عقل سے دور ہے۔

حضرت امام مجد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں:

"والأولى أن يذهب إلى ما ذهب إليه أبو داود والنسائي فإن شأنهم أعلى وهم علموا حال إسناده وله شواهد تقويه من عند ابن حبان وغيره"۔

بہتر یہ ہے کہ وہی موقف اختیار کیا جائے جو کہ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے اختیار کیا ہے کیونکہ ان کی شان بلند ہے اور وہ اسناد کے حال کو معترضین سے بہتر جانتے ہیں اور اس کے شواہد بھی موجود ہیں (کہ ابن جابر سے حسین کا سماع ثابت ہے) امام ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

(الصلات والبشر فی الصلوۃ علی خیر البشر، 74، طبع مکتبہ اشاعۃ القرآن، لاهور، وفي نسخة:51)

حضرت محدث جلیل امام احمد بن حجر الهیتمی المکی فرماتے ہیں:

"وفي رواية أخرى صحيحة خلافا لمن طعن فيها فقد أخرجها ابنا خزيمة وحبان والحاكم في صحاحهم۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح على شرط البخاري ولم يخرجاه ومن صححه أيضا النووي في أذكاره وحسنه عبد الغني والمنذري، وقال ابن دحية انه صحيح محفوظ بنقل العدل عن العدل، ومن قال انه منكر أو غريب لعلة خفية فقد استروح لأن الدارقطني ردها"۔

اور دوسری صحیح روایت میں ہے اس شخص کے خلاف کہ جس نے اس میں طعن کیا ہے کہ جس کا ابن خزیمہ وابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں اخراج کیا ہے اور امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور امام بخاری کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے اس کا اخراج نہیں کیا، اور امام نووی نے اذکار میں اس کو صحیح کہا اور منذری نے اس کو حسن کہا، اور امام ابن دحیہ نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور محفوظ ہے، عادل عادل سے روایت کررہا ہے اور جس نے کہا کہ یہ منکر یا غریب ہے خفیہ علّت کے سبب سے تو اس نے بے کار کلام کیا ہے کیونکہ اس کو دارقطنی نے رد کیا ہے۔

(الجوهر المنظم في زيارة القبر الشريف النبوي المكرم المعظم، ص 20، الفصل الثاني في فضائل الزيارة وفوائدها)

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

"لكن قد رد هذه العلة الدارقطني۔ وقال: إن سماع حسين من ابن جابر ثابت، وإلى هذا جنح الخطيب"۔ لیکن اس علت کا امام دارقطنی نے رد کیا ہے اور کہا ہے کہ حسین کا ابن جابر سے سماع ثابت ہے اور اسی طرف خطیب بغدادی کا رجحان ہے۔

(القول البديع، 158، وفي نسخة: 319.320)

حضرت علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

"قَالَ مِيرَكُ: وَرَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِ، وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ، وَزَادَ ابْنُ حَجَرٍ بِقَوْلِهِ وَقَالَ: صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ، وَرَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي صَحِيحِهِ۔۔۔۔۔۔قَالَ النَّوَوِيُّ: إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ، وَقَالَ الْمُنْذِرِيُّ: لَهُ عِلَّةٌ دَقِيقَةٌ أَشَارَ إِلَيْهَا الْبُخَارِيُّ نَقَلَهُ مِيرَكُ، قَالَ ابْنُ دِحْيَةَ إِنَّهُ صَحِيحٌ بِنَقْلِ الْعَدْلِ عَنِ الْعَدْلِ، وَمَنْ قَالَ: إِنَّهُ مُنْكَرٌ أَوْ غَرِيبٌ لِعِلَّةٍ خَفِيَّةٍ بِهِ، فَقَدِ اسْتَرْوَحَ; لِأَنَّ الدَّارَقُطْنِيَّ رَدَّهَا"۔

محدث عظیم امام میرک نے فرمایا کہ اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی اور امام ابن حجر نے صحیح علی شرط بخاری کے الفاظ زیادہ کیے اور

اس کو روایت کیا امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں۔ امام نووی نے فرمایا اس کی سند صحیح ہے اور منذری نے کہا اس میں دقیق علّت ہے جس کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے اور اس کو میرک نے نقل کیا ہے۔ امام ابن دحیہ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے عادل راوی عادل سے روایت کر رہا ہے اور جس نے یہ کہا کہ یہ منکر یا غریب ہے ایک خفیہ علت کے سبب تو اس کی یہ بات بالکل لغو ہے کیونکہ امام دارقطنی نے اس علت کا رد کیا ہے۔ (مرقاة المفاتيح 238.239\3، طبع ملتان، وفي نسخة: كتاب الصلاة، باب الجمعة 410\3)

تنبیہ: امام ابو حاتم کی جرح اصل میں ابو اسامہ پر تھی کہ اس نے ابن جابر سے نہیں سنا بلکہ ابن تمیم سے سنا اور غفلت سے ابن تمیم کی بجائے ابن جابر کہہ دیا اگرچہ حسین جعفی بھی ابن تمیم سے روایت کرتا ہے لیکن اس کا دونوں سے سماع ثابت ہے مگر ابو اسامہ کا صرف ابن تمیم سے ہے۔ بعض حضرات نے اس نکتہ کو نہ سمجھا اور وہ دونوں پر جرح کرنے لگے جیسا کہ ابن عبد الهادی نے کہا ہے۔

ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد الہادی شاگرد ابن تیمیہ نے کہا ہے:

"قوله حسين الجعفي روى عن عبد الرحمن بن يزيد بن تميم خطأ الذي يروي عنه حسين هو عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، وأبو أسامة يروي عن عبد الرحمن بن يزيد بن تميم فيقول ابن جابر، ويغلط في اسم الجد.

قلت: وهذا الذي قاله الحافظ أبو الحسن هو أقرب وأشبه بالصواب، وهو أن الجعفي روى عن ابن جابر ولم يرو عن ابن تميم، والذي يروي عن ابن تميم ويغلط في اسم جده هو أبو أسامة كما قاله الأكثرون، فعلى هذا يكون الحديث الذي رواه حسين الجعفي، عن ابن جابر، عن أبي الأشعث، عن أوس حديثاً صحيحاً، لأن رواته كلهم مشهورون بالصدق والأمانة والثقة والعدالة، ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كأبي حاتم بن حبان، والحافظ عبد الغني المقدسي، وابن دحية وغيرهم، ولم يأت من تكلم فيه۔۔۔۔۔۔ وما ذكره أبو حاتم الرازي في العلل لا يدل على تضغيف رواية أبي أسامة، عن ابن جابر لا على

ضعف روایۃ الجعفي عنه"۔ (الصارم المنکی 275.276)

اوران کا کہنا کہ حسین جعفی عبدالرحمن بن یزید بن تمیم سے روایت کرتا ہے یہ غلط قول ہے کیونکہ یہ روایت حسین نے عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے کی ہے اور ابواسامہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم سے روایت کرتا ہے اور وہ اس کے دادا کے نام میں غلطی کر جاتا ہے اور کہتا ہے ابن جابر۔ میں کہتا ہوں یہی بات حافظ ابوالحسن نے فرمائی ہے اور یہ زیادہ اقرب اور صحت کے زیادہ مشابہ ہے کہ حسین الجعفی ابن جابر سے روایت کرتا ہے اور ابن تمیم سے روایت نہیں کرتا ہے اور جو ابن تمیم سے ذکر کرتا ہے وہ ابواسامہ ہے اور عبدالرحمن کے دادا کے نام میں غلطی کر جاتا ہے جیسا کہ اکثر محدثین نے فرمایا ہے۔ پس یہ حدیث جس کو حسین نے ابن جابر سے انہوں نے ابوالاشعث سے انہوں نے اوس سے روایت کی۔ یہ صحیح روایت ہے کیونکہ اس کے تمام رواۃ مشہور بالصدق وامانت اور مشہور بالثقاہت وعدالت ہیں اس لیے محدثین کی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جیسا کہ ابن حبان، حافظ عبدالغنی مقدسی، ابن دحیہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات اور نہیں لائے اس کا کلام جس نے اس پر کلام کیا ہے اور امام ابو حاتم رازی نے جو علل میں بیان کیا ہے وہ صرف ابواسامہ کی روایت کی تضعیف کرتا ہے حسین جعفی کی روایت کی تضعیف نہیں کرتا۔

تو معلوم ہوا کہ یہ علت کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی اور الحمدللہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حقیقی جسمانی زندگی پر یہ روایت نص کی حیثیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر مسعودالدین عثمانی علیہ ما علیہ نے لکھا ہے:

یہ روایت صحیح نہیں ہے اگر صحیح ثابت ہو جائے تو اس طرح یہ روایت تین چیزوں کو واضح طور پر بیان کرتی ہے:

۱۔ جسد مبارک کا اپنی دنیاوی حالت پر برقرار رہنا۔

۲۔ روح کا واپس آجانا اور قیامت تک کے لیے آپ کا مدینہ والی قبر میں زندہ رہنا۔

۳۔ درود کے اعمال کا پیش کیا جانا، خاص طور پر جمعہ کے دن چونکہ یہ حدیث صحیح نہیں لہٰذا ان امور میں سے کچھ بھی ثابت نہ ہوا۔ (توحید خالص ص ۳ مخلصا)

الحمدللہ ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایت ہر لحاظ سے صحیح ہے۔ کیونکہ اس

کے تمام راوی ثقہ ہیں۔کسی پر جرح نہیں ہے۔آجا کرامام بخاری اور ابوحاتم رازی کا اعتراض صرف ابن جابر کے نام پر تھاوہ بھی الحمدللہ صاف ہوگیا۔اس طرح امام بخاری ودیگر معترضین کے اعتراضات کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے۔اب جبکہ یہ روایت ہر لحاظ سے ثابت وصحیح ہے تو مذکورہ بالاتینوں چیزیں ثابت ہوگئیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسد دنیاوی حالت پر برقرار ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف والی قبر میں زندہ موجود ہیں اور درود شریف کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسادِ مبارکہ جہاں کہیں بھی ہوں وہ اسی طرح صحیح وتروتازہ رہتے ہیں جس طرح ظاہری زندگی میں تھے۔وہ چاہیں قبروں میں ہوں یا پھر زمین سے باہر جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کا واقعہ درج ہے کہ آپ فوت ہونے کے بعد کافی عرصہ تک اپنے عصا سے ٹیک لگا کر کھڑے رہے جب تک عصا کو دیمک نے کھایا نہیں۔اس وقت تک آپ وہیں کھڑے رہے۔آپ کے جسم اقدس کو کچھ گزند نہ آئی۔دوسرا واقعہ حضرت یونس علیہ السلام کا ہے کہ آپ چالیس راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہے لیکن ان کے جسم کو کوئی گزند نہ پہنچی۔(ان کی پوری تفصیل حیاۃ النبی از حضرت غزالی زمان رازی دوراں علامہ احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں ملاحظہ فرمائیں)

انبیاء کرام کے اجسادِ مبارکہ ہر حالت میں سلامت وتروتازہ رہتے ہیں اس سلسلہ میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

یونس بن بکیر حضرت ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نے قلعہ تستر فتح کیا ہرمزان کے گھر مال ومتاع میں ایک تخت پایا جس پر ایک آدمی کی میت رکھی ہوئی تھی۔اوران کے سر کے قریب ایک مصحف تھا۔ہم نے وہ مصحف اٹھا کر دیکھا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کردیا۔حضرت عمر نے حضرت کعب کو بلایا انہوں نے اس کو عربی میں لکھ دیا عرب میں پہلا آدمی میں ہوں جس نے اسے پڑھا۔میں نے اسے قرآن کی طرح پڑھا ابوخالد بن دینار

کہتے ہیں میں نے ابوالعالیہ سے کہا اس صحیفہ میں کیا تھا انہوں نے کہا تمہارا احوال وامور اور تمہارے کلام کے لہجے ہیں ۔اور آئندہ ہونے والے واقعات ۔میں نے کہا تم نے اس آدمی (میت) کا کیا کیا۔انہوں نے جواب دیا: ہم نے دن کے وقت متفرق طور پر تیرہ قبریں کھودیں۔ جب رات آئی تو ہم نے ان کو دفن کر دیا اور تمام قبروں کو برابر کر دیا تا کہ وہ لوگوں سے مخفی رہیں اور کوئی انہیں قبر سے نکالنے نہ پائے۔میں نے انہیں کہا: ان سے لوگوں کی کیا اُمیدیں وابستہ تھیں ۔انہوں نے کہا: جب بارش رُک جاتی تو لوگ ان کے تخت کو باہر لاتے تو بارش ہو جاتی ۔میں نے کہا: تم اس نیک آدمی کے بارے میں کیا گمان رکھتے تھے کہ وہ کون ہیں ۔انہوں نے کہا انہیں دانیال کہا جاتا تھا۔

اس کے بعد یہ حدیث شریف امام ابن کثیر نے نقل کی ہے:

"قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ دَانْيَالَ دَعَا رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَدْفِنَهُ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ فَلَمَّا افْتَتَحَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ تُسْتَرَ، وَجَدَهُ فِي تَابُوتٍ، تَضْرِبُ عُرُوقُهُ وَوَرِيدَهُ" ۔(البداية والنهاية،2\41،وفي نسخة:2\49،وفي نسخة:2\377)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دانیال علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے یہ دعا کی تھی کہ انہیں امت محمد یہ دفن کرے جب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے قلعہ تستر فتح کیا تو انہیں تابوت میں اس حال میں پایا کہ ان کے تمام جسم اور گردن کی سب رگیں برابر چل رہی تھیں۔

دیگر حضرات محدثین نے بھی اس واقعہ کو مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ملاحظہ ہو:

"المصنف لابن أبي شيبة 13\28.27، و دلائل النبوة للبيهقي 1\382، و كتاب الأموال لأبي عبيد قاسم 343 ،وتاريخ طبري لابن جرير 4\220، وسيرت لابن اسحاق 1\66، وفتوح البلدان 371،و المحلى لابن حزم 5\387 ،وبدائع الزهور امام محمد بن احمد بن اياس الحنفى 156 ،وفوائد تمام الرازى 4\262۔)

ان دونوں روایتوں سے اتنی بات بلا تردّد واضح ہے کہ دانیال علیہ السلام کا جسم مبارک سینکڑوں

اسی طرح دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ. تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ. وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ، إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ. حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا". (1)	جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجا کرو کہ وہ دن حضور ملائک کا ہے۔ رحمت کے فرشتے اُس دن حاضر ہوتے ہیں اور جو مجھ تک درود بھیجتا ہے جب تک بھیجتا رہے اُس کی درود مجھ پر پیش کی جاتی ہے۔

==سال گزر جانے کے باوجود نہ صرف صحیح سالم تھا بلکہ ان کے جسم کی رگیں اور نبض بھی چل رہی تھی لیکن آج منکرین حیات الانبیاء کی حالت دیکھیں کہ مرنے کے بعد چہرے ہی تبدیل ہو جاتے ہیں اور منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے، انتہی بتصرف (واللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں 255.269)

(1) (أخرجه ابن ماجه في السنن (1637)، وابن جرير في تفسيره 30\131، وفي تهذيب الآثار 225 (345)، والمزي في تهذيب الكمال 10\23.24)

اس حدیث مبارکہ کے تحت قبلہ سیدی و استاذی مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی رقمطراز ہیں:

یہ روایت صحیح ہے اور اس کی سند جید ہے جیسا کہ بے شمار محدثین نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ پچھلی روایت اور حدیث اوس بن اوس کی بھی مؤید اور شاہد ہے۔ اس کی سند کے بارے میں محدثین فرماتے ہیں۔

حضرت امام عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (متوفی 656ھ) فرماتے ہیں:

"رواه ابن ماجه باسناد جيد۔" اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا جید سند کے ساتھ۔

(الترغیب والترھیب، 2\503)

ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟". میں نے عرض کی اور بعد انتقال اقدس؟

فرمایا:

" إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ " بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔

حضرت امام شہاب الدین احمد بن ابی بکر مکنانی البوصیری (متوفی 830ھ) فرماتے ہیں؛

ھذا اسناد رجالہ ثقات۔ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجہ 1\294 کتاب الجنائز)

امام ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

"قلت: رجالہ ثقات"۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں

(تهذيب التهذيب لابن حجر 3\398)

حضرت امام سخاوی (متوفی 902ھ) فرماتے ہیں:

"أخرجہ ابن ماجہ ورجالہ ثقات۔۔۔" (القول البديع، 158، وفي نسخة: 321)

اس کی تخریج اُبن ماجہ نے کی ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت امام علامہ نورالدین علی بن احمد السمہودی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

"وروى ابن ماجہ باسناد جيد كما قال المنذري"۔

امام ابن ماجہ نے اس کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ امام منذری نے کہا ہے۔

(وفاء الوفاء، الفصل الثانی في بقية أدلة الزيارة، 4\180)

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی (متوفی 942ھ) فرماتے ہیں:

"وروى ابن ماجہ برجال ثقات"۔ (سبل الهدى والرشاد، الباب السادس في المواطن

==التي يستحب الصلاة عليه فيها صلی اللہ علیہ والہ وسلم، 12\444)

ابن ماجہ نے ثقہ راویوں سے روایت کی ہے۔

حضرت علامہ ابن حجر مکی (متوفی 974ھ) فرماتے ہیں:

وفی اخری رجالها ثقات اور دوسری روایت (ابن ماجہ) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(الجوهر المنظم، الفصل الثانی فی فضل الزيارة، 20)

امام فاسی اور امام مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

"قال الدميري رجاله ثقات"۔ امام دمیری نے فرمایا کہ اس کے تمام کے تمام راوی ثقہ ہیں

(مطالع المسرات 32، وفيض القدير شرح الجامع الصغير 2\86، والتيسير 1\202: فيه: وَرِجالهُ ثِقَات)

حضرت امام علی بن سلطان محمد القاری (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ)، أَيْ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ نَقَلَهُ مِيرَكُ عَنِ الْمُنْذِرِيِّ، وَلَهُ طُرُقٌ كَثِيرَةٌ بِأَلْفَاظٍ مُخْتَلِفَةٍ". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح 3\248، باب: الجمعة الفصل الثاني، وفي نسخة: 3\415)

اس کی سند جید (بڑی پختہ) ہے امام میرک نے منذری سے نقل کیا ہے اس کے طرق بہت سے ہیں جو کہ مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں۔

حضرت علامہ علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم العزیزی (متوفی 1070ھ) فرماتے ہیں:

"رجاله ثقات"۔ اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(السراج المنير شرح جامع الصغير 1\282، مكتبه الايمان مدينة المنوره)

امام زرقانی (متوفی 1122ھ) فرماتے ہیں:

"روى ابن ماجه برجال ثقات عن أبي الدرداء مرفوعًا"۔

(زرقانی علی المواهب 5\236، وفي نسخة: 7\373) ==

تتمہ (☆) حدیث ہے:

"فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ" ۔(1) تو اللہ کے نبی زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

رواه أحمد و أبو داود و ابن ماجة عن أبي الدرداء رضي الله عنه۔

اسے امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

اس کو امام ابن ماجہ نے ایسے راویوں کیساتھ جو تمام کے تمام ثقہ ہیں حضرت ابوالدرداء سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

امام اسماعیل بن محمد عجلونی (متوفی 1162ھ) فرماتے ہیں:

"ورواه ابن ماجه بإسناد جيد"۔ اس کو ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے

(كشف الخفاء 1\190، وفي نسخة: 1\167)

علامہ قاضی شوکانی (م 1250ھ) نے تحریر کیا ہے:

"وَقَدْ أَخرَجَ ابنُ مَاجَهْ بِإِسنَادٍ جَيِّد"۔ ابن ماجہ نے اس کو جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(نيل الأوطار، باب فضل يوم الجمعة 3\248، وفي نسخة: 3\295)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند صحیح اور جید ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

انتہی بتصرف (واللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں 279.282)

(☆)(هكذا لأن هذه القطعة محتملة إلا دراج فأثبتها على وجه يحتمل الوجهين وهذا من دقائق حسن التعبير فليتنبه ولله الحمد ۱۲۔ میں نے اسے اس طرح ذکر کیا، اس لئے کہ اس حصہ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ راوی نے اپنے طور پر کہا ہو اور یہ بھی حضور کا کلام نقل کیا ہو تو میں نے اس طور پر اسے لکھا کہ دونوں صورتیں بن سکیں، یہ حسن تعبیر کی باریکی ہے جس پر تنبہ چاہیے اور حمد خدا ہی کیلئے ہے)

(1)(سنن ابن ماجه، ص 119، كراچی، لم أقف على رواية أحمد و أبي داود)

پر ظاہر کہ پیش ہونے کے معنی نہ تھے مگر اطلاع دی جانی، اُس سے صحابہ کرام کے ذہن ادراک واطلاع بذریعہ آلاتِ جسمانی ہی کی طرف گئے۔ لہذا وہ سوال عرض کئے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیاتِ بدن ہی سے جواب دیئے۔

صاحب تفہیم المسائل کی جہالت (☆) کہ یہ حدیثیں ذکر کر کے لکھا:

دریں ہر دو حدیث دلیل ست برآنکه موتی را سماع نیست وبرآنکه ایں امر مستقر بود نزد صحابه زیرا که ایشاں برعرض وسماعِ درود بعد موت استعجاب کرده استفسار نمودند آنحضرت (☆) جواب دادند که چوں انبیاء را حیات دنیاوی حاصل وجسد ایشاں نیز باقیست لہذا محل استبعاد سماع وعرض نیست۔(1)

ان دونوں حدیثوں میں اس پر دلیل ہے کہ مُردوں کو سماع حاصل نہیں، اور اس پر کہ یہ امر صحابہ کے نزدیک قرار یافتہ تھا اس لئے کہ ان حضرات نے بعد موت درود پیش ہونے اور سننے پر تعجب کر کے سوال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جب انبیاء کو حیاتِ دُنیاوی حاصل ہے اور ان کا جسم بھی باقی ہے تو سننے اور پیش ہونے کو بعید سمجھنے کا موقع نہیں۔

(☆)(مطبوع بریلی شریف میں حاشیہ پر فائدہ: جہالت تفہیم المسائل لکھا ہوا ہے۔)

(☆)(اقول: صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ)

(1)(تفہیم المسائل، عدم سماع موتی از کتب حنفیہ، 84.85)

اقول اولاً: اگر یہ مراد کہ اُن سے عام لوگوں کیلئے بعد موت ادراکِ جسمانی نہ رہنا مستفاد، تو ہمیں مسلّم اور تمہیں کیا مفاد اور ادراک روح کا انکار ماننا اور اسی کو اذہان صحابہ میں مستقر جاننا معاذ اللہ انہیں بدمذہب ٹھہرانا اور حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اُس پر سکوت تقریر و تسلیم بتانا ہے، ذی ہوش نے اتنا نہ دیکھا کہ صحابہ کرام نے فنائے جسد و بقائے ادراک میں تنافی ظاہر کی اور سیدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نفی تنافی سے جواب نہ دیا بلکہ نفی منافی سے کہ انبیاء کے اجسام بھی زندہ ہیں، اب یہاں ادراک روح میں کلام ہو تو دو ہی صورتیں ہیں:

(1) یا تو صحابہ موت جسد سے روح کو بھی مردہ مانتے۔

(2) یا ادراک روح کیلئے بقائے بدن شرط جانتے۔

فصول سابقہ و نیز مباحث قریبہ میں بار بار تکرار واضح ہو چکا کہ یہ دونوں قول اہل بدعت وضالین معتزلہ وغیرہم مخذولین کے ہیں، قول (15) میں مقاصد و شرح مقاصد سے گزرا کہ بدن کو شرط ادراک جاننا اہلسنّت کے خلاف معتزلہ کا اعتساف ہے اسی طرح عامہ کتب عقائد و تفسیر کبیر وغیرہا میں تصریح منیر۔

افسوس کہ اپنی بدمذہبی بنانے کیلئے معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو عقائدِ فاسدہ کا معتقد و مظہر اور سیدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اُن پر ساکت و مقر بتاؤ اور دل میں خوف خدا نہ لاؤ۔

ثانیاً: کیا خوب! میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نسبت صرف سکوت بتانا کہہ رہا ہوں، وہ صراحۃً کلامِ اقدس کے معنے بتا چکا کہ از آنجا کہ انبیاء کے اجسام باقی ہیں۔ لہذا سننے میں استبعاد نہیں کیا ظلم ہے کہ صاف صاف رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ

وسلم کو ادراکِ روح کیلئے بقائے جسم کا شرط ماننے والا بتاؤ، خدا بد مذہبی کی بلا سے بچائے۔

ثالثاً: طرفہ یہ کہ یہاں پیشی درود بذریعہ ملائکہ مقصود، حدیث دوم میں شہودِ ملائک کی تصریح موجود، اور خود اس کے ترجمے میں لکھا:

گفت ابو درداء گفتم بطریق استفہام و استبعاد کہ پس از موت نیز عرض می کنند۔	ابودرداء فرماتے ہیں میں نے بطریق استفہام واستبعاد عرض کی کہ کیا یہ انتقال اقدس بھی وہ درود پیش کریں گے۔ (1)

ذرا اس ''می کنند'' کا مرجع تو بولئے مگر اذہان صحابہ میں فنا وخرابی بدن کے بعد روح کی بے ادراکی تمہاری مقررہ بے ادراکی سے بھی فزوں تر تھی کہ ملائکہ کی بات سننے سمجھنے پر بھی تعجب واستبعاد فرماتے مگر امثال آیہ کریمہ: "النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا " سے کہ مکیہ ہے اور اظہار فضل جمعہ وتنزیل فرض درود سے بہت پہلے نازل ہوئی، اُن کے کان بے خبر تھے، ہاں بدن کی یہ حالت ضرور ہے کہ اُسی کو وہ موت عارض ہوتی ہے جو مطلقاً منافی شعور ہے، تن مردہ جب تک مردہ ہے، نہ ملک کی بات سن سکتا ہے نہ بشر کی، اور وقت سوال وغیرہ عودِ سماع بعودِ حیات ہے، اُس کا بھی استمرار ضرور نہیں، تو بر قیاس عامۂ ناس کہ اس وقت تک خاصہ اجسام طیبہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰہ والثناء کا علم نہ تھا، بحال فنائے بدن بقائے ادراکِ جسمانی میں اشکال ہوا جس پر وہ سوال اور اس کا وہ جواب کاشف حقیقۃ الحال ہوا، الحمد اللہ اتنی حقیقت تھی آپ کے اس نئے نازکی جس پر

(1) (تفہیم المسائل، سماع موتیٰ از کتب حنفیہ، 84)

بڑی دھوم سے دکان فخر باز کی کہ:

چوں از جواب مغالطات معترض فراغت دست داد۔ لہذا تحقیق ایں مسئلہ بطور دیگر ضرور افتاد۔(1)	چونکہ معترض کے مغالطات سے فراغت دستیاب ہوئی، اس لئے اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے طور پر ضرور ہوئی۔

ماشاء اللہ اس شرط و جزا کے ربط کو تو دیکھئے، یہی بتا رہا ہے کہ سخت گھبرائے ہوئے اور اعتراضات علامہ معترض قدس سرہٗ کو لاحل سمجھ رہے ہو، اگر واقعی اعتراض اُٹھ جائے تو اگلی ہی تحقیق کی جان بچ جاتی، آپ کے اس فراغت دست کے بعد پچھلی ضرورت پر ضرور افتاد کی افتاد کیوں آتی۔

ع......نطق کا حوصلہ معلوم ہے بس جانے دو

فائدہ جلیلہ:

جب محاوراتِ باہمی میں مطلق سمع سے یہ تبادر تو حدیث قلیب کا ذکر ہی کیا ہے کہ اُس کا تو سماعِ جسمانی میں نص صریح ہونا اوپر مبین ہو چکا اور اُم المومنین محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلیھا اجمعین حاضر واقعہ نہ تھیں، اوپر ظاہر کہ آیاتِ کریمہ متعلق باجسام ہیں۔ خصوصاً "وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ"۔اگرچہ نفی سماع نہیں فرماتے مگر نفی اسماع ظاہر ہے اور اس واقعہ سے صراحۃً اسماع اجسام مفہوم، لہذا اُم المومنین نے اُسے منافی آیات خیال فرما کر وہم وسہو کا حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے " یعلمون" فرمایا یعنی ان کی روحیں جانتی ہیں، راوی کو

(1)(تفہیم المسائل، سماع موتی از کتب حنفیہ 84)

"یسمعون" یادرہا کہ ان کے جسم سنتے ہیں، پرظاہر کہ علم صفت خاصۂ روح ہے جس میں وہ بدن کی محتاج نہیں بخلاف سمع متعارف بذریعہ آلاتِ بدنیہ کہ بے حیاتِ بدن ناممکن اور یہ وقت اُن کافروں کی حیاتِ جسمانی کا نہ تھا۔ تو اس وقت اثباتِ اسماع اجسام منافی آیات ہے، ہاں علم حاصل ہے کہ وہ روح سے ہے اور روح باقی ہے، یہ حاصل ارشادِ اُم المومنین صلی اللہ تعالیٰ علی بعلھا الکریم وعلیہا وسلم ہے۔

اور اسی بناء پر مشائخ کرام نے کہ قطعاً دربارۂ ابدان کلام فرمارہے تھے اُس سے استناد کیا کما قدمنا۔ اور یہ اصلاً ان منکرین ومخالفین کو مفید نہیں کہ سماعِ جسمانی نہ ہمارے دعوے میں مقصود ومنظور نہ انکارِ منکرین اُس پر مقصور۔

رہا ادراکِ روح کا انکار حاشا نہ وہ کلامِ ام المومنین سے مستفاد، نہ ہرگز کسی دلیل سے ظاہر کہ یہ اُن کی مراد تو منکرین کا اُس سے استناد محض رجماً بالغیب وخرط القتاد، بلکہ اُس کے ضلالت وبطلان اور اُن کے بطلالت وخذلان پر خود ارشاداتِ صحیحہ صریحہ اُم المومنین احسن الاشہاد الاول تو اسی حدیث میں جب علم مان رہی ہیں تو ادراکِ روح کی خود قائل ہوئیں، پھر انکار سمع روح کے کیا معنے، اور حدیث:"علام تنصون میتکم" ابھی گزری کہ میت کے سر میں زور سے کنگھی کرتے دیکھا تو فرمایا کاہے پر اُس کے بال کھینچتے ہو۔ اس سے قطع نظر کیجئے تو حدیثِ جلیل صحیح بستم کہ ابتدائے نوعِ دوم مقصدِ دوم میں مذکور ہوئی، جس میں اُم المومنین قسم کھا کر فرماتی ہیں:''واللہ! جب سے امیر المومنین عمر دفن ہوئے میں اُن کی شرم سے بے تمام کپڑے پہنے مزاراتِ طیبہ پر حاضر نہ ہوئی''۔ قطعاً لاجواب ہے، جب اُم المومنین بعد دفن ابصار مانتی ہیں تو روح کو قطعاً باقی ومدرک اور اُس کے ادراکات کو شامل، امورِ دُنیویہ بھی جانتی ہیں، پھر انکار

سماع ظاہر الامتناع، بلکہ محل قرب میں حالِ سماع حالِ ابصار سے بداہۃً اخف ہے کہ اس کے شرائط اُس کے شرائط سے ازید ہیں، شاہد میں معہود ومشہود تو یہ ہے کہ باوصف حائل وحجاب ابصار زائل اور سماع حاصل، جب اُم المومنین ایسے کثیف وکثیر پردوں سے دیکھنا مانتی ہیں تو سننا کیونکر نہ مانیں گی معہذا کوئی قائل بالفصل نہیں، جو ابصار مانتا ہے سماع بھی مانے گا اور جو سماع نہیں جانتا ابصار بھی نہ جانے گا۔

تیسری حدیث جلیل اُم المومنین منقول بہ نقل ائمہ اجلۂ ثقات وعدول رجالِ بخاری و مسلم مروی جامع ترمذی شریف یہ ہے:

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ (ثقة من رجال الشيخين)(1) نا عِيسَى بْنُ يُونُسَ (ثقة مأمون من رجال الستة كسائر السند) (2)عَنِ	ہم سے حدیث بیان کی حسین بن حریث نے (یہ ثقہ رجال بخاری ومسلم سے ہیں) انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عیسٰی بن یونس نے

(1) (امام بخاری نے اس سے اپنی صحیح میں ,,باب اثم من كاد أهل المدينة،، (1778) میں روایت لی ہے اور مسلم نے اس سے اپنی صحیح میں باب الاستئذان (2153.2154) میں اور باب دعاء النبی ﷺ لغفار و أسلم میں (2516) اور (2865) روایت لی ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے 8\178 اور ابن عدی نے اس کو ,,من روی عنهم البخاری فی الصحیح،، میں صفحہ 116 (68) میں ذکر کیا ہے)

(2) (اس سے امام بخاری نے اپنی صحیح میں (15) سے زائد مقامات پر اخراج کیا ہے اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں (45) سے زائد مقامات پر اخراج کیا ہے اور امام حاکم نے اس کو ,,تسمية من اخرجهم البخاري و مسلم،، 198 (1298) میں ذکر کیا ہے اور کلاباذی نے ,,رجال صحيح البخاري،، میں 2\580 میں ذکر کیا ہے)

ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ: تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ تعالی عنہما بِالْحُبْشِيِّ قَالَ: فَحُمِلَ إِلَى مَكَّةَ، فَدُفِنَ فِيهَا. فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ تعالی عنہا أَتَتْ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَتْ :

(ثقہ مامون، اور باقی رجال سند کی طرح صحاح ستہ کے رجال سے ہیں) وہ راوی ہیں ابن جریج سے، وہ عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے، انہوں نے فرمایا۔) یعنی حضرت سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہما برادرِ حقیقی اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مکہ معظّمہ کے قریب موضع حبشی میں انتقال فرمایا، اُن کی نعش مبارک مکہ معظّمہ لائے، جنت المعلی میں دفن ہوئے، جب اُم المومنین مکہ معظّمہ آئیں اُن کی مزار مبارک پر گئیں۔

دو شعر (کہ تمیم بن نویرہ نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے) پڑھے

وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً ... مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّي وَمَالِكًا ... لِطُولِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعَا

کہ ایک مدت دراز تک جذیمہ (بادشاہ عرب وعراق وجزیرہ مقتول ملک جزیرہ زبا) کے دونوں مصاحبوں کی طرح (کہ چالیس سال تک صحبت بادشاہ میں یکجا رہے تھے) ساتھ رہے، یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ ہرگز جدا نہ ہوں گے اب کہ جدا

ہوئے، گویا اس قدر طول یکجائی پر کسی شب ایک جگہ نہ رہے تھے۔

ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ إِلاَّ حَيْثُ مُتَّ، وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ.(1)

پھر اپنے برادرِ مکرم رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر یہ باتیں کیں خدا کی قسم! اگر میں آپ کے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو آپ وہیں دفن ہوتے، جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا اور اگر میں اُس وقت آپ کے پاس ہوتی تو اب آپ کی زیارت کو نہ آتی۔

(1) (أخرجه الترمذي في السنن، كتاب الجنائز 328(1056) دار ابن حزم بيروت وابن أبي شيبة في المصنف 3\29(11811)، والبلاذري في أنساب الأشراف 5\145، والفاكهي في أخبار مكة 4\204.205(2513)، و5\96(2903)، وابن الأعرابي في معجمه 2\832(1714)،، والحاكم في المستدرك 3\541 (6013)، وابن عساكر في تاريخ دمشق 35\40۔ وذكره الهيثمي في المجمع 3\60 (4314)، و قال: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ. قال النووي في خلاصة الأحكام 2/ 1034: رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ بِإِسْنَاد عَلَى شَرط الصَّحِيحَيْنِ.۔ وقال: عمر بن علي بن أحمد الأندلسي: رواه الترمذي بإسناد على شرط الصحيح ورواه الحاكم في مستدركه في ترجمته وفي رواية للبيهقي بإسناد صحيح ۔۔۔ تحفة المحتاج 2\35، دار حراء، مكة المكرمة۔ وقال ابن العربي في المسالك 3\620: وقد ثبتَ أنّ عبدالرّحمن بن أبي بكرٍ تُوُفِّي في حُبْشِيَ۔۔۔ الخ)

وہیں دفن ہونا اسی لئے کہ یہی سنت ہے، نعش کو دور لے جانا نہ چاہیئے اور زیارت کو نہ آنا یوں کہ زیارت قبور میں عورات کا حصہ کم ہے۔ ام المومنین اگر معاذ اللہ ادراک وسماع ارواح کی منکر ہوتیں تو اس کلام وخطاب کے کیا معنے تھے؟ کیا کوئی عاقل اینٹوں پتھروں سے باتیں کرتا ہے؟ اور کیونکر منکر ہوتیں حالانکہ دیکھتی سنتی جاتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہوسلم اموات سے سلام وکلام وخطاب فرمایا کرتے تھے، خود روایت فرماتی ہیں کہ میری ہر شب نوبت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم آخر شب مقبرہ بقیع پر تشریف لے جاتے اور فرماتے:

"السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا،مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا، إِنْ شَاءَ اللهُ، بِكُمْ لَاحِقُونَ" رواه مسلم ولفظ النسائی مكان قوله: أَتَاكُمْ الى مُؤَجَّلُونَ۔" وَإِنَّا وَإِيَّاكُمْ مُتَوَاعِدُونَ غَدًا أَوْ مُوَاكِلُونَ" ولابن ماجة من وجه اخر واشار اليه النسائی أيضا بعد السلام "أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ، وَإِنَّا بِكُمْ لَاحِقُونَ"۔ (1)

سلام تم پر اے ان گھروں والے مسلمانو! اب تم کو ملا چاہتا ہے جس کا تم سے وعدہ ہے تمہاری میعاد کل کے دن ہے، اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا اور نسائی میں اتاکم سے مؤجلون تک کی جگہ یہ الفاظ ہیں: ہم اور تم آپس میں کل کے وعدے پر ہیں اور اسی پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ اور ابن ماجہ کے الفاظ دوسرے ہیں، نسائی نے بھی لفظ سلام کے بعد اسی طرف اشارہ کیا ہے

(1الف) (أخرجه علي بن حجر في أحاديث إسماعيل بن جعفر (392)، وأحمد في=

تم ہم سے پہلے پہنچ گئے اور خدا چاہے تو

ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

کیونکر منکر ہوتیں، حالانکہ خود دریافت کر چکی تھیں کہ یارسول اللہ ﷺ جب میں مدفونانِ

=مسنده (25471)، وابن راهويه في مسنده 3\1013.1014 (1756.1757)، ومسلم في الصحيح، في الجنائز، بَابُ مَا يَقَالُ عِنْدَ دُخولِ الْقُبُورِ وَالدُّعَاءِ لِأَهْلِهَا، (974)، والنسائی في السنن، في الجنائز، الْأَمْرُ بِالِاسْتِغْفَارِ لِلْمُؤْمِنِينَ 307 (2041)، وفي الكبرى 2\468، والطحاوي في مشكل الآثار 9\417، والخلال في السنة (1175)، وأبو يعلى في مسنده 8\199 (4758)، و249 (4831)، وابن حبان في الصحيح 7\444 (3172)، و10\382 (4523)، وابن السني في عمل اليوم والليلة (592)، وابن بطة في الأبانة (1197)، والبيهقي في السنن الكبرى 4\79، و5\249، واللالكائي في شرح أصول إعتقاد أهل السنة (1761)، كلهم من طريق شَرِيكٍ وَهُوَ ابْنُ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها۔

(ب) (انظر: أحاديث إسماعيل بن جعفر ص 456، والسنن النسائي، ص 307، والسنن الكبرى 2\468، وعمل اليوم والليلة (1092)، وشرح السنة بغوي 5\471، وغيرهم۔

(ج) (أخرجه ابن ماجه في السنن، بَابُ مَا جَاءَ فِيمَا يَقَالُ إِذَا دَخَلَ الْمَقَابِرَ (1546)، والنسائي في السنن الكبرى 8\161 (8863)، وابن سعد في الطبقات 2\302، وأحمد في مسنده (24425)، وابن السني في عمل اليوم والليلة (591)، وأبو يعلى في مسنده 8\69 (4593)، و8\87 (4620)، و8\190 (4748)، كلهم من طريق شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها۔

بقیع کی زیارتوں کو جاؤں تو اُن سے کیا کہوں؟ حکم ہوا تھا سلام کر کے یوں کہو کہ: ان شاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

مسلم والنسائی وغیرهما عنها فی حدیث طویل، قَالَتْ: قُلْتُ: كَيْفَ أَقُولُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ " قُولِي: السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ". (1)

مسلم ونسائی وغیرہما نے حضرت صدیقہ سے ایک حدیثِ طویل میں روایت کیا: انہوں نے عرض کیا میں ان سے کیا کہوں یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا یوں کہو: تم پر سلام اے قبرستان والو مومنین مسلمین سے! خدا ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے۔ بے شک ہم تم سے ملنے والے ہیں اگر اللہ نے چاہا۔

بالجملہ اُم المومنین صرف سماعِ جسمانی کا انکار فرماتی ہیں مگر از انجا کہ احادیثِ ثقات عدول، شاہدانِ واقعہ کے رد کی طرف سبیل نہیں، جمہور علماء نے اس مسئلہ میں اُن کا انکار قبول نہ کیا اور یہی مانا کہ اگرچہ تین دن گزر گئے اُن خبیثوں کے ناپاک جسم پھول پھٹ گئے تھے اور شک نہیں کہ جسم مردہ ہرگز سننے کے قابل نہیں مگر پھر بھی انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسی گوش سر سے سنا کہ اللہ عزوجل نے اُن

(1) (أخرجه عبد الرزاق في المصنف 3\572.571 (6712)، و576 (6722)، وأحمد في مسنده 6\221 (25855)، ومسلم في الصحيح، بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ دُخُولِ الْقُبُورِ وَالدُّعَاءِ لِأَهْلِهَا، (974)، والنسائي في السنن 306.307 (2037)، وابن حبان في الصحيح 16\45.46 (7110)، والبيهقي في السنن الكبرى 4\79)

کی زیادتِ حسرت کیلئے اُن خالی جسموں کو اُس وقت پھر زندہ فرمایا تھا اور اُس میں آیات کی کچھ مخالفت نہ ہوئی کہ سنانا اللہ عزوجل کی طرف سے ہوا، نہ وہ جلاتا نہ یہ ان کانوں سے سنتے، وصف موتی آیت میں ملحوظ ہے یعنی میت جب تک میت ہے اُسے سنا نہیں سکتے اور بعد اعادۂ روح، اب وہ میت ہی نہیں، تو آیات کا اصلاً محل ورود نہ رہا۔

اقول:

یہ تقریرِ کلام جانبین بحمد اللہ تعالیٰ سب تکلفات سے مجانب ومنزہ ہے، اور اب اُم المومنین پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب علم مانتی ہیں سماع کیوں نہیں مانتیں، علم روح کیلئے ہے سمع جسمانی بحالت موت جسم کیونکر ہو، اور اب خود اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ امام احمد نے بسندِ حسن اُن سے اسی قصۂ بدر میں یہی لفظ روایت کئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما انتم باسمعِ لما اقول منھم تم میرا فرمانا کچھ اُن سے زیادہ نہیں سنتے

(جسے علماء نے بشرط محفوظی رجوع اُم المومنین پر محمول کیا تھا کہ جب متعدد صحابہ کرام حاضرانِ واقعہ سے روایت سنی انکار سے رجوع فرمائی) ممکن کہ اثباتِ سماع روح پر محمول ہو کر نفی واثبات میں تنافی نہ رہے کہ شاذ ومحفوظ کا قصہ چلے یعنی اُم المومنین اُن لفظوں پر انکار نہیں کرتیں اُنہیں تو خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں بلکہ انکار (☆) اس معنی پر ہے جو اوروں نے سمجھے یعنی سمع جسمانی نہ مانو کہ

(☆) (امام عینی کا بھی ایک کلام اس مسلک کی طرف ناظر:

" فإن أم المومنين لما وهمت عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهم فى حديث تعذيب الميت ببكاء أهله وشبهت وهمه فيه بوهمه فى حديث القليب قال==

خلافِ آیت ہے بلکہ مراد حضورِ سمع روح ہے، میں بحمد اللہ تعالیٰ بعد اتضاح مراد اس کی حاجت نہیں رکھتا کہ قول اُم المومنین کے جواب میں امام اسمٰعیلی و امام بیہقی و امام سہیلی و امام سبکی و امام عسقلانی و امام سیوطی و امام قسطلانی و مولانا قاری و شیخ محقق و علامہ زرقانی وغیرہم اکابر کے کلام نقل کروں اگرچہ یہ سب اس وقت میرے پیشِ نظر ہیں، مگر ہاں امام عینی کی بعض عبارات نقل کروں گا کہ یہ وہی عینی شارح کنز ہیں جن سے اس مسئلہ میں مخالف نے جہلاً استناد کیا۔

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر میں فرماتے ہیں:

"فَإِن قلت: مَا وَجه ذکر حَدِيث ابْن عمر وَحَدِيث عَائِشَة رضی الله تعالٰی عنهم وهما متعارضان فی	یعنی بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لاشوں

== العینی: وجه المشابهة بَينهمَا حمل ابْن عمر على الظَّاهِر، وَالْمرَاد مِنْهُمَا أَي: من الْحَدِيثين غير الظَّاهِر، الخ. بید ان الأظهر من کلامها رضی الله تعالی عنها هو المسلك الأول والله تعالی أعلم ۱۲منه (م) (عمدة القاری شرح البخاری، 93\7)

تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی "میت کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دینے" والی حدیث کے بارے رائے کو وہم قرار دیا اور ان کی اس رائے کو قلیب والی حدیث میں ان کے وہم کی طرح قرار دیا، اس پر علامہ عینی نے فرمایا: دونوں حدیثوں میں وجہ مشابہت یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں حدیثوں کا ظاہری مفہوم مراد لیا جبکہ ان دونوں کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے۔الخ۔ مگر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے کلام سے پہلا مسلک ہی زیادہ واضح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فِي تَرْجَمَة عَذَاب الْقَبْرِ؛ قلت: لما ثَبت من سَماع أهل القليب كَلَامه وتوبيخه لَهُم دلّ إدراكهم كَلَامه بحاسة السّمع على جَوَاز إدراكهم ألم الْعَذَاب بِبَقِيَّة الْحَواس فَحسن ذكرهمَا فِي هَذِه التَّرْجَمَة ثمَّ التَّوْفِيق بَين الْخَبَرَيْنِ أَن حَدِيث ابْن عمر مَحْمُول على أَن مُخَاطبَة أهل القليب كَانَت وَقت المسئلة ووقتها وَقت إِعَادَة الرّوح إِلَى الْجَسَد... وَان حَدِيث عَائِشَة مَحْمُول على غير وَقت المسئلة. فَبِهَذَا يتَّفق الخبران".(1)	سے خطاب کیا اور فرمایا سنتے ہیں، اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانتے ہیں، دونوں اس عذاب قبر میں اس لئے ذکر کیں کہ جب انہوں نے حسِ گوش سے کلام سن لیا تو باقی حواس سے عذاب کا الم بھی ادراک کر لیں گے، اور ان حدیثوں میں موافقت یوں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثِ خطاب وقتِ سوال نکیرین پر محمول ہے اُس وقت بدن میں روح آجاتی ہے اور اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث اور وقت پر محمول ہے جب بدن خالی رہ جاتا ہے یوں دونوں حدیثیں متفق ہو جائیں گی۔

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ سارا کلام و نقض و ابرام سماعِ جسمانی کے بارہ میں ہے، اُسی میں ہے:

---

(1) (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب ماجاء فی عذاب القبر، 8\202)

"قلت: هَذَا من عَائِشَة يدل على أَنَّهَا ردَّتْ رِوَايَة ابْن عمر الْمَذْكُورَة، وَلَكِن الْجُمْهُور خالفوها فِي ذَلِك وقبلوا حَدِيث ابْن عمر، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ، لموافقة من رَوَاهُ غَيره". (1)	یعنی میں کہتا ہوں یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ اُم المومنین نے روایتِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا رَد فرمایا۔ مگر جمہور علماء نے اس بات میں اُم المومنین کا خلاف کیا اور حدیثِ ابن عمر مقبول رکھی کہ اور صحابہ نے بھی اُس کے موافق روایت کی۔

اُسی میں ہے:

"سَامِعين أيا مَا كَانَ باذان روسهم، كَمَا هُوَ قَول الْجُمْهُور"(2)	یعنی اُن لاشوں نے وہ ارشادِ اقدس جسے جسمانی کان سے سنا، جمہور کا قول یہی ہے۔

جواب سوم جامع الجوابین۔

اقول: قولِ مشائخ کہ میت یا زید بعد موت نہیں سنتا، چار معنی کو محتمل کہ میت حقیقی بدن (مق 1) ہے اور روح پر بھی اطلاق کرتے اور زید عرفی بدن (مق 5) ہے اور روح متعلق بالبدن بھی اُس کے معنی۔ بہر حال موضوع میں بدن و روح دو احتمال ہوئے، یونہی سماع (مق 4) عرفی سمع آلاتِ بدن ہے، اور اُس کے دوسرے معنی ادراک تام اصوات بروجہ جزئی اگرچہ بے ذریعہ آلات تو محمول میں بھی دو احتمال

(1) (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، باب ماجاء فی عذاب القبر، 8\202)

(2) (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، باب ماجاء فی عذاب القبر، 8\202)

ہوئے اور حاصل ضرب چار:

(1) بدنِ مردہ کو سمع آلات نہیں۔

(2) بدنِ مردہ کو ادراک اصوات نہیں۔

(3) روحِ مردہ کو سمع آلات نہیں۔

(4) روحِ مردہ کو ادراک اصوات نہیں۔

پہلے تینوں معنے حق ہیں اور ہمارے (مق 7) کچھ مخالف نہیں، نہ مخالف کو اصلاً مفید۔ کلام کے اگر دو ہی معنے ہوتے ایک موافق ایک مخالف تو مخالف کو اُس سے سند لانے کا کوئی محل نہ تھا، نہ احتمالی بات پر مشائخ کرام کو منکرِ سماع متنازع فیہ کہنا صحیح ہوسکتا، نہ کہ تین احتمالات صحیحہ چھوڑ کر از پیش خویش چوتھا احتمال جمالینا اور کلام کو بزورِ زبان خواہی نخواہی اپنی سند بتادینا کیسی جہالت واضحہ ہے!

جواب چھارم

مذہبِ حنفیہ میں معتزلہ بکثرت پیرے ہوئے ہیں، یہ مشائخ کہ برخلاف عقیدۂ اہلسنّت منکرِ سماع ہیں وہی معتزلہ ہیں۔ یہ جواب سیف اللہ المسلول مولانا المحقق معین الحق فضل الرسول قدس سرہٗ نے تصحیح المسائل میں افادہ فرمایا۔

اقول: کلامِ مشائخ سے استناد مخالف دو مقدموں پر مبنی تھا، صغریٰ یہ کہ امتناع سماع متنازع فیہ قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے جس کے ثبوت میں وہ عبارات خمسہ پیش کیں اور کبریٰ مطویہ مستورہ یہ کہ جو قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے فی نفسہٖ حق ہے یا ہم پر اُس کی تسلیم واجب ہے، تقدیر اوّل پر دلیل تحقیقی ہوگی اور دوسرے پر الزامی۔ بہرحال اسکا ثبوت کچھ نہیں۔ اگلے تین جواب ان کے صغریٰ کی ناز برداری میں تھے یعنی کلام

مشائخ میں سماع متنازع فیہ کا انکار ہرگز نہیں، اب یہ جواب اور باقی اجوبہ کبریٰ مستورہ کی خدمت گزاری کو ہیں کہ اگر مکابرہ واصرار وعناد واستکبار سے کسی طرح باز نہ آؤ اور خواہی نخواہی معانی صادقہ صحیحہ موافقہ احادیثِ صریحہ وعقیدہ اہلسنّت وکلمات ائمہ کرام وخود اقوالِ مشائخِ اعلام کو چھوڑ کر بے دلیل بلکہ خلاف دلائل واضحہ معنی کلام مشائخ یہی گھڑو کہ ارواح موتی کو کسی طرح ادراک کلام نہیں ہوتا، تو اب ہم ہرگز نہیں مانتے کہ اس قول کے قائل مشائخ اہلسنّت ہوں۔ جن کے ارشاد ہم پر حجت ہوں، کیا مشائخ مذہب میں معتزلہ نہیں؟ درمختار کتاب النکاح فصل محرمات میں ایک مسئلہ کشاف زمخشری معتزلی سے نقل کیا اُس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا:

"نَقَلَ ذٰلِكَ عَنْهُ لِأَنَّ الزَّمَخْشَرِيَّ مِنْ مَشَايِخِ الْمَذْهَبِ وَهُوَ حُجَّةٌ فِي النَّقْلِ".(1)

یہ مسئلہ اُس سے اس لئے نقل کیا کہ زمخشری مشائخ مذہب سے ہے اور اُس کی نقل پر اعتماد ہے۔

پھر یہ منع بے شاہد نہیں بلکہ اُس کی صاف سند واضح موجود، خود یہی امام ابن الہمام جن کے کلام سے اکثر مشائخ کی طرف انکارِ سماع کی نسبت نقل کرتے ہو اسی کلام میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اکثر مشائخ کا تلقین موتی سے انکار کرنا اس پر مبنی ہے کہ وہ سماع موتی سے منکر ہیں اور خود اسی کلام میں تلقین مذکور کو فرمایا:

"نسب إلى أهل السنة والجماعة وخلافه إلى المعتزلة"۔(2)

اس تلقین کا مطلوب ہونا اہلسنّت و جماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا

(1) (ردالمحتار علی الدر المختار، 3\31، وانظر: البحر الرائق 3\100)

(2) (فتح القدیر، باب الجنائز، 2\104، وانظر: تبیین الحقائق 1\234)

انکار معتزلہ کی طرف۔

اور کلام امام صفار سے صاف صریح تصریح گزری کہ منع تلقین مذہب معتزلہ ہے۔ کشف الغطا کا قول گزرا کہ جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے، جوہرہ و درمختار کی عبارت گزری کہ اہلسنّت کے نزدیک تلقین امر شرعی ہے، تو صاف ظاہر ہوا کہ یہ اکثر مشائخ منکرانِ سماع وہی منکرانِ تلقین معتزلی ہیں۔ یہ سند واضح بتفصیل تام تصحیح المسائل میں مذکور تھی یا اینہمہ صاحب تفہیم المسائل نے منہ زوری سے۔۔۔۔کہا:

از اکثر مشائخنا که ابن همام مشائخ را نسبت بخود کرده معتزله مراد گرفتن از بس مستبعد ست ودر کلام کدامی اهلسنّت چنیں واقع نشده وابن همام را معتزلی قرار دادن کار معترض است وآں مسئله که خلاف عقیده حنفیه اهلسنّت باشد دراں هر گز علی الاطلاق نخواهند گفت که ایں قول علمائے حنفیه است کما لا

اکثر مشائخنا سے کہ ابن ہمام نے مشائخ کو اپنی طرف نسبت کیا۔ معتزلہ مراد لینا بہت مستبعد ہے اور کسی سُنی کے کلام میں ایسا واقع نہ ہوا۔ ابن ہمام کو معتزلی ٹھہرانا معترض کا کام ہے، جو مسئلہ حنفیہ اہلسنّت کے عقیدے کے خلاف ہو اس میں علی الاطلاق ہرگز نہ کہیں گے کہ یہ علمائے حنفیہ کا قول ہے، جیسا کہ کتابوں کی طرف ادنیٰ رجوع رکھنے والے پر مخفی نہیں تو جب تک کہ کلام اہلسنّت میں اکثر مشائخنا آنا اور اس سے معتزلہ کا مراد ہونا ثابت نہ کریں، یہ توضیح۔

یخفی علی من له ادنیٰ رجوع الی الکتب پس ما دامیکه وقوع لفظ اکثر مشائخنا در کلام اهلسنّت ومراد بودن ازاں معتزله ثابت نکنند چگو نه ایں توجیه بمعرض تسلیم درآید۔(1)	کیسے تسلیم کی جاسکتی ہے۔

اقول: اس ساری تطویل لاطائل کا صرف اس قدر حاصل بے حاصل کہ کلام اہلسنّت میں اکثر مشائخنا سے معتزلہ کا ارادہ مستبعد وخلاف ظاہر ہے، یہ کہنا اُس وقت اچھا معلوم ہوتا کہ یہ تو علامہ معترض نے یونہی بے سند فرمادیا ہوتا کہ یہاں معتزلہ مراد ہیں یا آپ جواب سند سے عہدہ برآ ہو لیتے اور جب کچھ نہیں تو منع مؤید بسند واضح صرف استعبادو مخالفت ظاہر سے مندفع نہیں ہوسکتا۔

ہر ادنیٰ خادم علم جانتا ہے کہ ظاہر صالح دفع ہے نہ حجت استحقاق، تو اُس سے مقدمہ ممنوعہ پر اقامت دلیل چاہنا جہالت کہ وہ محل استحقاق ہے اور مقام دفع میں آکر منع سند مقصود ہوتو اور سخت تر جہالت کما لا یخفی علی اهل العلم۔ ہاں جواب سند کی طرف بھی ایک عجیب نزاکت سے توجہ کی، فرماتے ہیں:

وانکار تلقین را نسبت بمعتزله بعض علمائے	بعض علمائے شافعیہ نے انکار تلقین کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے نہ کہ

(1)(تفہیم المسائل، عدم سماع موتی از کتب حنفیہ، 81)

شافعیه زعم کرده اند نه حنفیه چنانچه در برجندی نوشته ولا یلقن بعد الدفن عندنا وعند الشافعی یلقن وزعم بعض أصحابه انه مذهب اهل السنة والاول مذهب المعتزلة وایشاں انکار تلقین را مطلقا نسبت بمعتزله کرده اند نه انکار بخصوصیت ایں وجه که سماعِ موتیٰ را نیست کما زعم المعترض۔	حنفیہ نے، جیسا کہ برچندی میں لکھا ہے ۔ ہمارے نزدیک بعد دفن تلقین نہ ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک تلقین ہوگی۔ ان کے بعض اصحاب نے فرمایا ہے کہ یہ اہلسنّت کا مذہب ہے اور اوّل معتزلہ کا مذہب ہے اور انہوں نے مطلقا انکار تلقین کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے، نہ خاص اس وجہ سے انکار کہ مردوں کو سماع نہیں جیسا کہ معترض نے گمان کیا ۔(1)

اقول اوّلاً: اس نابینائی کی کچھ حد ہے، بھلا جوہرہ و درمختار و کشف الغطا وغیرہا تصانیف حنفیہ کو ملاجی کہہ سکتے ہیں کہ میرے پیش نظر نہ تھیں تلخیص ادلّہ کی عبارت تو خود ہی اپنے خصم کے کلام سے نقل کی کہ: "امام زاهد صفار که در طبقه ثانیه از مجتهدین فی المذہب ست در کتاب تلخیص الادله نوشته :وینبغی ان یلقن المیت علی مذهب الامام الاعظم والمقتدی المکرم و من لم یلقن فهو علی مذهب الاعتزال(2)

(1) (تفہیم المسائل، عدم سماعِ موتیٰ از کتب حنفیه، 81)

(2) (تفہیم المسائل، عدم سماعِ موتیٰ از کتب حنفیه، 80)

یعنی امام اعظم وپیشوائے مکرم رضی اللہ تعالی عنہ کے مذہب پر میت کو تلقین کرنا چاہیے جو تلقین نہ مانے معتزلی ہے اور آنکھیں بند کر کہہ دیا کہ بعض شافعیہ زعم کردہ اند نہ حنفیہ، مگر امام اجل مجتہد فی المذہب زاہد صفار کہ صرف دو واسطے سے امام ابو یوسف وامام محمد کے تلمیذ رشید ہیں سرکار کے نزدیک علمائے حنفیہ سے نہیں۔

ثانیاً: شافعیہ کا نسبت کرنا حنفیہ کے نسبت کرنے کا کیا نافی ومنافی ہے کہ عبارت برجندی سے "نہ حنفیہ" بھی نکال لیا، خود سرکار اسی تفہیم کے صفحہ ۱۱۷ پر فرماتے ہیں:

از تخصیص شی بذکر نفی عما عداہ لازم نیاید در توضیح نوشتہ تخصیص الشیٔ باسمہ لا یدل علی نفی الحکم عما عداہ۔(1)	کسی خاص چیز کو ذکر کرنے سے اس کے ماسوا کی نفی لازم نہیں آتی، توضیح میں ہے: کسی خاص چیز کا نام لینا یہ نہیں بتاتا کہ اس کے ماسوا سے حکم کی نفی ہے۔

انہوں نے کلام شافعیہ میں دیکھ کر اُن کی طرف نسبت کیا اس سے کب لازم کہ حنفیہ نے نسبت نہ کیا اور بالفرض اُن کا لازم سخن یہ ہو بھی تو جب صراحۃً آنکھوں کے سامنے اجلّہ حنفیہ کی تصریحات موجود تو کیا بعض علماء کے کلام سے نفی مفہوم ہونا محسوسات کو مٹادے گا، قاعدہ اجماعیہ عقل ونقل میں تو مثبت کو نافی پر مقدم رکھتے ہیں۔ دو علمائے معتمدین سے ایک فرماتا حنفیہ نے ایسا نہ لکھا، دوسرا فرماتا لکھا، تو لکھتا ہی ثابت ہوتا کہ اُس نے نہ دیکھا۔ لہذا انکار کیا اور نہ دیکھنا کوئی حجت نہیں۔

ومن علم حجۃ علی من لم یعلم۔	علم والا حجت ہے اس پر جسے علم نہیں۔

(1) (تفہیم المسائل، معانقہ روز عید، ص 114)

نہ کہ ثبوت عیانی کونفی بیانی سے دیدہ نادیدہ کردیں یعنی اگرچہ ہم آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ اکابر علمائے حنفیہ نے لکھا مگر فاضل برجندی جولکھ چکے ہیں کہ شافعیہ نے کہالہذا مجبوری ہے اب حس ومشاہدہ کی تکذیب ضروری ہے۔ سچ ہے آدمی وہابی ہوکر جماد لا یسمع ولا یفھم ہوجاتا ہے۔

ثالثاً: طرفہ جہالت یہ کہ مطلق انکار جانب معتزلہ منسوب ہے، نہ اس خصوصیت سے تصحیح المسائل میں کب فرمایا تھا کہ انکار بایں خصوصی منسوب بہ معتزلہ ہے۔ اے ذی ہوش! حاصل کلام تو یہی تھا کہ انکارِ تلقین مذہب معتزلہ ہے اور امام ابن ہمام اس کا مبنیٰ بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منکر سماع تھے۔ لہذا تلقین سے منکر ہوئے تو ظاہر ہوا کہ منکرین سماع معتزلہ ہیں اگر سرے سے بخصوص انکار سماع جانب معتزلہ نسبت ہوتی تو اس توسیط کی کیا حاجت تھی۔ ویسے ہی نہ کہہ دیا جاتا کہ دیکھو انکار سماع قول معتزلہ بتایا گیا، ہاں اس پر ایک شبہہ ہوتا تھا کہ بعض اہلسنّت (☆) بھی تو منع تلقین کی طرف گئے اور جب اس کا مبنیٰ وہ ہے تو یہ بھی اس کے قائل ٹھہریں گے۔

(☆) **اقول:** سابقاً مذکور ہوا کہ ظاہر الروایۃ سے منع ثابت نہیں اور امام صفار خود امام اعظم پر تلقین مانتے اور منکر کو معتزلی جانتے ہیں اور شک نہیں کہ معتزلہ قدیم سے شامل اہل مذہب ہیں اور اُنہیں پر بنائے جمادیت موتی انکار تلقین لازم، ابتداءً وہی لوگ اپنے مذہب فاسد کی بنا پر منکر تھے، لہذا امام صفار اُس حصر پر حاکم بعد کو بمرورِ زمان بعض متاخرین اہلسنّت نے کلماتِ مشائخ مذکورین میں انکار اور ظاہر الراویۃ میں عدمِ ثبوت دیکھ کر انکار کیا اور عدمِ فائدہ یا عدمِ ثبوت سے رنگ توجیہ دیا۔ لہذا اب انکار دو طرف منقسم ہو گیا بوجہ جمادیت خاص بمعتزلہ اور بعض اہلسنّت کا بوجوہ دیگر جیسا کہ کلام امام نسفی وغیرہ سے گزرا فاعلمہ فعسی ان لا یتجاوز الواقع عنہ ۱۲ منہ۔ (اسے اچھی طرح جان لے ہوسکتا ہے واقعہ اس سے متجاوز نہ ہو۔)

تصحیح میں اس وہم کے دفع کو توجیہ فرمادی کہ ان کا انکار انکارِ سماع پر مبنی نہیں بلکہ اُن کے نزدیک تلقین کا بیکار یا ثابت ہونا ذی ہوش نے اس نسبت بایں خصوص کا دعویٰ سمجھ لیا یہ فہم سقیم اور ادعائے تفہیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ھذا وانا اقول: وباللہ التوفیق سب ایں وآں سے درگزری تو اب دلائل ساطعہ قاطعہ حاکم ہیں کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ ہے۔ مثلاً

حجتِ اولیٰ کلام کا ہے میں مفروض ہوا روح میں۔ سماع سے کیا مراد لیا، ادراک مطلق اگرچہ بے ذریعہ آلات، اور یہ مشائخ دلیل کیا لا رہے ہیں کہ وہ مردہ ہے، بے حس ہے، فہم وادراک کے قابل نہیں۔ کئی ہزار بارسن چکے ہو کہ روح کی نسبت ان اعتقادات سے اہلسنّت پاک ومنزہ ہیں، یہ معتزلہ وغیرہم ضالین ہی کے خیالات بدمزہ ہیں، خود آپ ہی اسی تفہیم میں فرماتے ہیں:

مذہب بعض معتزلہ آن است که میت جماد ست دران حیات وادراک نیست

بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ میت جماد ہے اُس میں حیات و ادراک نہیں۔(1)

اور اس میں فرمایا:

بعض معتزلہ که از آیه کریمه وما انت بمسمع من فی القبور در انکار تعذیب استدلال می کردند عینی در

آیت کریمہ: ''تم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں'' سے بعض معتزلہ کا انکارِ تعذیب پر استدلال تھا، عینی نے اسی شرح میں ان کا جواب

(1) (تفہیم المسائل، عدم سماع موتی، ص 81)

همیں شرح بجواب ایشان نوشته که عدم استماع مستلزم عدم ادراک نیست

لکھا کہ نہ سنانا عدمِ ادراک کو مستلزم نہیں۔(1)

افسوس صاحب تفہیم المسائل کی بیہوشی ص ۶۳ پر یہ انکی بھی بلوا گئی:

هر چند بعضے گویند که شهدا را هم حیات مثل انبیا بجسد است مگر این قول مختار اهل تحقیق نیست انچه تحقیق ست این ست که حیات انبیاء بسلامت جسد وروح هر دوست وحیات شهداء صرف ببقائے روح است بلکه تخصیص شهدا نیز بایں معنی لغوست۔ زیرا که ارواح را مطلقاً خواه روح شهید باشد یا روح عامهٔ مومنین یا روحِ کافر یا فاسق بایں معنی

بعض کہتے ہیں کہ انبیاء کی طرح شہداء کیلئے بھی جسم کے ساتھ زندگی ہے۔ مگر یہ قول اہل تحقیق کا مختار نہیں، تحقیق یہ ہے کہ انبیاء کی زندگی جسم وروح دونوں کی سلامتی کے ساتھ ہے اور شہداء کی زندگی صرف بقائے روح کے ساتھ ہے بلکہ اس معنی میں شہداء کی تخصیص لغو ہے۔ اس لئے کہ ارواح کو مطلقاً، خواہ شہید کی روح ہو یا عام مومنین کی روح، یا کافر وفاسق کی روح، کسی کو اس معنی میں مردہ نہیں کہہ سکتے، موت بدن کی صفت ہے، کہ شعور و ادراک اور حرکات و تصرفات روح کے تعلق کی وجہ سے اس سے ظاہر ہوتے تھے اور اب نہیں

(1) (تفہیم المسائل، عدم سماع موتی، ص83)

مردہ نتواں گفت مردگی صفت۔ بدن است کہ شعور وادراک وحرکات و تصرفات بسبب تعلق روح باوے ازوے ظاہر می شدند وحالا نمیشوند کذافی تفسیر العزیزی وبعضے گویند کہ تحقیق همیں است کہ شہداء راهم حیات مثل انبیاء بجسد است چنانچہ در تفسیر روض الجنان تحت آیہ کریمہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء می نویسد علماء در تفسیر آیت واحوال شہداء خلاف کردند ، عبد اللہ بن عباس وحسن بصری گفتند ایشاں زندہ اند باروا حھم واجسادھم بامداد وشبانگاہ

ہوتے۔ ایسا ہی تفسیر عزیزی میں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تحقیق یہی ہے کہ شہداء کیلئے بھی انبیاء کی طرح جسم کے ساتھ زندگی ہے، جیسا کہ آیہ کریمہ ”اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں“ کے تحت تفسیر روض الجنان میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر اور شہداء کے احوال میں علماء کا اختلاف ہے۔ عبد اللہ بن عباس اور حسن بصری فرماتے ہیں: شہداء جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں صبح و شام انہیں رزق ملتا ہے اور یہ اُس پر خوش ہیں جو خدا انہیں دیتا ہے، جیسا کہ دوسری آیت میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہیں رزق دیا جاتا ہے وہ اس پر خوش ہیں جو اللہ نے اپنا فضل انہیں عطا کیا۔ بعض دیگر کہتے ہیں اُن کی روحیں زندہ ہوتی ہیں اور ان ہی پر صبح و شام رزق پیش کرتے ہیں، جیسے فرعونیوں

روزی بایشاں می رسد وایشاں خرم اند بانچه خدا بایشاں می دھد چنانچه در دیگر آیت فرمود من قوله تعالیٰ یرزقون فرحین بما اتاهم الله من فضله وبعضے دیگر گفتند ارواح ایشاں زنده باشد وروزی برایشاں عرض مے کنند بامداد و شبانگاه چنانکه برا رواح آلِ فرعون آتش عرضه می کنند فی قوله تعالیٰ النار یعرضون علیها غدوا وعشیا وعلمائے محققان بیشتر برقول اول اندانتھی۔(1)	کی روحوں پر آگ پیش کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے :وہ صبح وشام آگ پر پیش ہوتے ہیں اور اکثر علمائے محققین پہلے قول پر ہیں۔ختم

کیوں ملاجی !اب نسبت کی خبریں کہیے جب اہلسنّت کے نزدیک ہر فاسق وکافر کی روح زندہ ہے موت صرف بدن کیلئے ہے اُسی کے ادراکات زائل ہوتے ہیں، تو اب سماع موتی میں کیا مجال مقال رہی، جوابات سابقہ کی تقریر کیسی روشن طور پر ثابت ہوگئی۔

(1)(تفہیم المسائل، استمداد صاحب قبر، ص58.59)

تفہیم المسائل کی ساری عرق ریزی کیسی خاک میں ملی، اب یہ کلام مشائخ جس میں موت و بےفہمی و بے حسی کی تصریحیں ہیں، روح پر محمول ہو کر مشائخ اہلسنّت کا کلام نہ ہونا کیسا واضح ومنجلی والحمد للہ العظم العلی

اور **عجیب لطیفہ** یہ کہ ساتھ ہی خوش وقتی میں آ کر تفسیر روض الجنان کی عبارت بھی نقل فرما گئے جس نے رہی سہی ڈھول سے کھال بھی کھوئی، اُس میں صاف تصریح ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس وحضرت امام حسن بصری و اکثر علمائے محققین شہداء کے اجسام بھی زندہ مانتے ہیں اور اسی کو ظاہر آیۂ کریمہ سے مؤکد کیا اور بعض کی طرف سے اُس کا جو جواب نقل کیا پر ظاہر کہ نری تاویل ہی تاویل ہے، کہاں ارشاد الٰہی میں "یرزقون" روزی دیئے جاتے ہیں اور کہاں یہ معنی کہ روزی اُنہیں دیتے نہیں دکھا دیتے ہیں، ع

شربت بنماید و چشیدن نگزارند

یہ یوں ہی ہے کہ شربت پی لیا ہے اور چکھا نہیں

اب خدارا اپنے انکاری دھرم کی ایک ٹانگ تو توڑیئے، شہداء ہی کیلئے سماع ثابت مانیے، اُنہیں سے استمداد جائز جانیے کہ یہاں تو جسم و روح سب کچھ زندہ ہے، کسی جھوٹے حیلے کی بھی گنجائش نہیں۔ جس طرح کہ تم خود اسی تفہیم کے صفحہ ۸۸ پر لکھ چکے ہو:

در سماعِ انبیاء علیہم السلام کلا مے نیست کہ ایشاں را حیات حاصل است۔(1)	انبیاء علیہم السلام کے سننے میں کوئی کلام نہیں ان حضرات کو حیات حاصل ہے۔

(1)(تفہیم المسائل، عدمِ سماعِ موتی از صاحبِ قبر، 83)

نیز ص ۸۹ پر:

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جواب دادند کہ چوں انبیاء را حیاتِ دنیاوی حاصل وجسد ایشاں نیز باقی است لہذا محل استبعاد سماع و عرض نیست۔(1)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جب انبیاء کو حیاتِ دنیاوی حاصل ہے اور ان کا جسم بھی باقی ہے تو سماعت اور پیشی کو بعید سمجھنے کا موقع نہیں ہے۔

طرفہ بکف چراغ دیکھیے، عبارت تو یہ نقل کی اور دعویٰ وہ کیا کہ

بعضے گویند تحقیق ہمیں است۔ بعض کہتے ہیں تحقیق یہی ہے۔

خیر وہ بعض ہی سہی اب اُس اجماع کی خیر نہ رہی جو بکمال وقاحت ص ۹۳ پر فرمایا:

بالجملہ از کتاب وسنت واجماع اُمت ثابت کہ موتیٰ راسماع حاصل نیست۔(2)	بالجملہ کتاب وسنت اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے کہ مردوں کو سماعت حاصل نہیں ہے۔

مگر تم کیا شرماؤ ہر رنگ کی کہہ دینے کے قدیم دھنی ہو ص ۸۷ پر یہی جو لکھ گئے:

وآنکہ از عبارتِ مرقات سماع سائر اموات سلام وکلام را در عرض اعمال	مُردوں پر بعض ایام میں اہل قرابت کے اعمال پیش ہونے کے تحت مرقات کی عبارت سے تمام مُردوں کیلئے سلام

(1)(تفہیم المسائل، عدمِ سماعِ موتیٰ از صاحبِ قبر، ص 85)

(2)(تفہیم المسائل، عدمِ سماعِ موتیٰ از صاحبِ قبر، ص 88)

اقارب برآنہا در بعض ایام	سلام وکلام سننا نقل کرتے ہیں۔اس کا
آرند جوابش آنکہ مراد از	جواب یہ ہے کہ سلام و کلام سے مراد
سلام وکلام سلام کلام	زیارت کرنے والوں کا سلام وکلام ہے
زائران است نہ دیگران۔(1)	دوسروں کا نہیں۔

سچ ہے بوکھلائے ہوؤں کا کیا کہنا:

وہ شرمائی ہوئی نظریں وہ گھبرائی ہوئی باتیں

نکل کر گھر سے وہ گھرنا ترا اُمیدواروں میں

حجت ثانیہ: پھر مشائخ نے جب وقتِ سوال سماع مانا تو اُس کی وجہ یہ بتائی کہ اب روح جسم میں دوبارہ آئی جب کلام روح کی طرف آئے تو اس جواب کا صاف یہ حاصل کہ روح جب تک بدن سے جدا تھی بے حس و بے ادراک تھی جسم میں آنے کی باعث اس وقت پھر مدرک ہوگئی یہ صراحۃً بدن کو شرطِ ادراک ماننا ہے کہ سو بار سن چکے کہ یہ مذہب نامہذب معتزلہ ہے، اب یا تو اکثر مشائخنا کی طرف نسبت غلط مانیے تو اپنی ہی سند بگاڑیئے، اپنے ہی پاؤں پر تیشہ ماریئے، ورنہ یقیناً قطعاً اُن سے وہی معتزلہ مراد ہیں بعد قیام حج قاطعہ کے حیلوں حوالوں ٹالے بالوں کی کیا گنجائش ہے۔ نہ اب اس سوال کا موقع کہ پھر یہ شراح اُسے کیوں بے اظہار خلاف نقل کر لائے۔

اقول: ویسے ہی نقل کر لائے جس طرح امام عبد الرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی و امام طاہر بن احمد بخاری وغیرہما اجلہ کرام نے بشر مریسی معتزلی کا قول یوں نقل کر دیا گویا یہی اصل مذہب ہے، جس طرح علامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم و فہامہ مدقق علاء

---

(1)(تفہیم المسائل، استمداد از صاحب قبر، ص 72)

الدین محمد دمشقی نے ابوعلی جبائی معتزلی کا قول یوں ذکر کر دیا گویا یہی مذہب مشائخ ہے جس کا بیان فائدہ جمیلہ فصل سیزدہم میں گزرا۔

خود انہیں امام ابن الہمام نے فتح القدیر باب نکاح الرقیق میں ایک مسئلہ محیط سے نقل کیا پھر فرمایا: "ھکذا توارد ھا الشارحون"۔(1)

شارحین یکے بعد دیگرے یونہی لکھتے چلے آئے۔

پھر فرمایا: یہاں مقتضائے نظر اس کے خلاف ہے۔ پھر اُسے بیان کر کے فرمایا:

" فھذا ھو الوجه و کثیرا ما یقلد الساھون الساھین "۔(2)

سخن موجہ یہی ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کر لیتے ہیں۔

علامہ بحر نے بحر الرائق آخر کتاب البیوع، باب المتفرقات میں ایک مسئلہ پر اعتراض کیا کہ اس میں مصنفین نے خطا کی اور یہاں خطا زیادہ قبیح واقع ہوئی، پھر فرمایا:

وَأَنَا مُتَعَجِّبٌ لِكَوْنِهِمْ تَدَاوَلُوا هٰذِهِ الْعِبَارَاتِ مُتُونًا وَشُرُوحًا وَفَتَاوٰى وَلَمْ يَتَنَبَّهُوا لِمَا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْخَطَأِ بِتَغَيُّرِ الْأَحْكَامِ. وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ. وَقَدْ يَقَعُ كَثِيرًا أَنَّ مُؤَلِّفًا يَذْكُرُ

یعنی مجھے تعجب ہے کیونکر ان عبارتوں کو متون و شروع و فتاویٰ سب میں ایک دوسرے سے لیتے نقل کرتے چلے آئے اور اُس میں خطا پر متنبہ نہ ہوئے کہ احکام بدلے جاتے ہیں اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے، اور کبھی

(1)(فتح القدیر، باب نکاح الرقیق، 3\398)

(2)(فتح القدیر، باب نکاح الرقیق، 3\398)

شَيْئًا خَطَأً فِي كِتَابِهِ فَيَأْتِي مَنْ بَعْدَهُ مِنَ الْمَشَايِخِ فَيَنْقُلُونَ تِلْكَ الْعِبَارَةَ مِنْ غَيْرِ تَغْيِيرٍ وَلَا تَنْبِيهٍ فَيَكْثُرُ النَّاقِلُونَ لَهَا وَأَصْلُهَا لِوَاحِدٍ مُخْطِئٍ كَمَا وَقَعَ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ وَلَا عَيْبَ بِهَذَا عَلَى الْمَذْهَبِ؛ لِأَنَّ مَوْلَانَا مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ ضَابِطَ الْمَذْهَبِ لَمْ يَذْكُرْ ... عَلَى هَذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ نَبَّهْنَا عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ فِي الْفَوَائِدِ الْفِقْهِيَّةِ فِي قَوْلِ قَاضِي خَانْ وَغَيْرِهِ ... ثُمَّ نَبَّهْت عَلَى أَنَّ أَصْلَ هَذِهِ الْعِبَارَةِ لِلنَّاطِفِيِّ أَخْطَأَ فِيهَا. ثُمَّ تَدَاوَلُوهَا (ملخصاً)(1)

بکثرت واقع ہوتا ہے کہ ایک مصنف براہِ خطا ایک بات اپنی کتاب میں ذکر فرماتا ہے پھر بعد کے آنے والے مشائخ اُسے ویسے ہی بلا تنبیہ نقل کرتے چلے جاتے ہیں تو اُس کے ناقل بکثرت ہو جاتے ہیں، حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی تھی، جیسا یہاں واقع ہوا اور اس سے مذہب پر کوئی طعن نہیں آتا کہ ہمارے سردار امام محمد محرر مذہب نے اس طور پر ذکر نہ کیا اور اسی طرح کے ایک واقعے پر ہم نے فوائد فقہیہ میں تنبیہ کی کہ امام قاضی خاں وغیرہ یعنی صاحب خلاصہ وصاحب ولواجیہ وغیرہم نے ایک حصر فرمایا اور وہ غلط تھا، پھر میں نے آگاہ کر دیا کہ یہ اصل خطا ناطفی سے واقع ہوئی اُن کے بعد مشائخ اُسے یونہی لیتے نقل کرتے رہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ کہ اس قسم کا ایک واقعہ عظیمہ امام اجل ابوجعفر طحاوی کی طرف

(1) (البحر الرائق، باب المتفرقات، 6\201، وفي نسخة: 6\309)

ایک ترجیح وافتا کی نسبت واقع ہوا جس میں تداول وتوارد نقول آج تک چلا آیا اور ہمارے زمانے تک کسی نے اس پر متنبہ نہ فرمایا یہاں تک کہ سب میں متاخر محقق مبصر علامہ شامی کو بھی وہی راستہ بھایا، مگر فقیر غفر اللہ المولی القدیر نے بدلائل ساطعہ قاطعہ امام طحاوی کا فتویٰ نہ اس پر بلکہ قطعاً اس کے برعکس ہونا خود کلامِ امام ممدوح کے اٹھارہ نصوص ودلائل سے ثابت کر دکھایا اور اس بارے میں محض بغرض اظہارِ حق و حفظ مذہب و دفع تشنیع مخالفین ایک خاص رسالہ "**الزهرالباسم فی حرمة الزكوة على بنی هاشم**" معرض تصنیف میں لایا۔

وللہ الحمد حمدا کثیرا علی ما وھب من جزیل العطایا مانحن فیہ

اور اللہ ہی کیلئے حمد ہے، کثیر حمد اس پر جو اس نے جزیل عطاؤں سے نوازا۔

میں اگر کلام مشائخ کے یہ معنی لوں جس سے موت و بے ادراکی روح ثابت ہو تو یہاں تو امر آسان تر ہے کہ اصل مسئلہ میں کوئی دقت نہیں صرف بیان دلیل میں محض بے حاجت یہ تخلیط واقع ہوئی۔ اس تقدیر پر یہاں بھی قطعاً جزماً یہی ہوا کہ مشائخ مذہب سے معتزلہ نے یہ دلیل ذکر کی، پھر بعض مشائخ اہلسنّت نے سہواً نقل کر دی، پھر نقول درنقول ہوتی چلی گئیں، تنقیح وتنبیہ کی طرف توجہ رہ گئی۔

اب متاخرین اکثر مشائخنا کہا ہی چاہیں، یہی وجہ ہے کہ خود ان علمائے اعلام اہلسنّت کے کلام جا بجا اس کے خلاف واقع ہوئے جس کے پچیس شواہد دلیل 11 میں سن چکے، یہاں سہواً معتزلہ کا قول لکھ گئے اور خود یہیں اور دیگر مواقع میں جا بجا اپنا عقیدہ حقہ متعدد وجوہ سے ظاہر ہوا وللہ الحمد۔

کیوں ملاّ تفہیمی صاحب! اب اپنے اعذار باردہ واستعبادات کاسدہ دیکھیے کدھر گئے

وباللہ التوفیق اور حقیقتاً یہ سب تمہاری خوبیاں ہیں، نہ تم معانی حقہ صحیحہ صادقہ چھوڑ کر بزورِ زبان وزور وبہتان یہ معنی باطل گھڑو، نہ اس جواب کی حاجت ہو۔ انصافاً اپنے استعبادوں کو آپ ہی بیٹھ کر روؤ۔ ہمارے نزدیک نہ مشائخ کرام نے خطا کی نہ اُن کا کلام حاشا کسی عقیدہ اہلسنّت نہ اپنے کسی کلام دیگر کے معارض، نہ یہاں باہم متعارض ومتناقض جس کی تحقیق قاہر اوپر سن چکے، وللہ الحمد۔

جلیله عظیمه:

رہی ملا جی کی پچھلی نزاکت کہ:

انکارِ سماع موتیٰ بطوریکه	جس طرح ہم سماعِ موتیٰ کا انکار کرتے
مامی کنیم مذہب معتزله	ہیں اسے معتزلہ کا مذہب سمجھنا محض غلط
فہمیدن محض غلط است	ہے۔ اس لئے کہ معتزلہ کا مذہب یہ ہے
زیرا که مذہب بعض معتزله	کہ میت جماد ہے اس میں حیات و
آں ست که میت جماد است	ادراک نہیں تو اس کی تعذیب محال ہے
در آں حیات وادراک نیست	اور اہلسنّت کہتے ہیں کہ ہر چند کہ میت
پس تعذیب آں محال است	میں حیات نہیں مگر ہوسکتا ہے کہ خدائے
واهلسنّت گویند که هر چند	تعالیٰ اس میں ایک نوعِ حیات پیدا کر
در میت حیات نیست مگر	دے اس قدر کہ الم پہنچانے اور عذاب
جائز است که خدائے تعالیٰ	دینے کے وقت عذاب کی تکلیف اور
انکارِ سماع موتیٰ بطوریکه	آسائش کی لذت کا ادراک کرے اور
مامی کنیم مذہب معتزله.	یہ سماع کو مستلزم نہیں۔

فہمیدن محض غلط است
زیرا کہ مذہب بعض معتزلہ
آن ست کہ میت جماد است
در آں حیات وادراک نیست
پس تعذیب آں محال است
واھلسنّت گویند کہ ھر چند
در میت حیات نیست مگر
جائز است کہ خدائے تعالیٰ
ولذت وتنعم عند الایلام
والتعذیب پیدا کند و آں
مستلزم سماع نیست۔(1)

ہمارے کلماتِ سابقہ کے ناظر پر اس عذر بدتر از گناہ کی حقیقت خوب منکشف ہے پھر بھی ملا جی کی خاطر کیجئے کلام کو چند عوائد جلیلہ سے ترصیف تازہ دیجئے اور باذنہٖ تعالیٰ ازالہ ہر گونہ اوہام کا ذمہ لیجئے۔

فاقول وبحول اللہ اصول

عائدۂ اولیٰ:

نجدی صاحبو! ناحق اہلسنّت کا دامن پکڑتے اور اپنے مذہب کی جان زار کے پیچھے پڑتے ہو، اہلسنّت کے یہاں تمہاری گزر نہیں، وہ کہ وقت (مق 3) تنعیم وتعذیب

(1) (تفہیم المسائل، عدمِ سماع موتیٰ از کتبِ حنفیہ، ص 81)

اعادۂ حیاتِ کاملہ خواہ ناقصہ مانتے ہیں، بدن کیلئے مانتے ہیں نہ روح کیلئے کہ وہ تو اُن کے نزدیک مرتی ہی نہیں، اگر تم لوگ صرف سماعِ جسم یا سماع جسمانی بذریعہ آلات جسم کے منکر اور سماع روح بے توسطِ بدن کے معترف و مقر ہوتے تو ضرور اہلسنّت سے موافق اور اُن کے اس مسئلہ سے انتفاع کے مستحق ہوتے، مگر یوں خلاف ہی کب باقی رہتا یہ تو خاص ہمارا مذہب وعین مرادچشم ماروشن دل ماشاد تھا، مگر حاشا تم ہرگز اس کے قائل نہیں۔ اس میں تمہارا مطلب کہ اولیائے مدفونین سے طلب دعا پتھر کو ندا ہے کب برآتا۔ کیوں ملّا جی! ذرا نگاہ روبرو، کیا آپ وہی نہیں ہیں جو اسی تفہیم کی اسی مبحث میں بکمال وقاحت وشوخ چشمی اپنا مذہب نامہذب بزورزبان بنانے کیلئے ایک گھڑی ہوئی فرضی کتاب خیالی تصنیف غرائب فی تحقیق المذاہب سے سند لائے اور اُس کی وساطت سے سیدنا امام اعظم وہمام اقدام رضی اللہ عنہ پر جیتے افترا اُٹھائے۔ آپ اگرچہ خیالی (☆) علماء گھڑ لینے فرضی (☆) کتابوں کی ساختہ عبارتیں پیش کردینے کے پختہ ماہر کار ہیں۔

جن کے حال صواعق وتفہیم وغایۃ الکلام کے مطالعہ سے آشکار ہیں۔ بعض احبابِ فقیر نے خاص آپ حضرات کی ایسی ہی دیانتوں کے بیان میں رسالہ **سیف**

(☆) مثل ناصر فا کہانی جس کے مطالبہ پر بکمال حیاداری صاف کہہ دیا گو ناصر فا کہانی نباشد کلام درکلام است ۱۲ منہ۔ (گو ناصر فا کہانی نہیں ہے کلام درکلام ہے۔)

(☆) مثل القول المعتمد فی الکلام مع عمل المولد جس میں تک بھی ٹھیک ملانی نہ آئی، معتمد بفتح میم اور مولد بکسر لام اور پھر عمل مولد پر یا اس میں کلام کی جگہ عمل مولد کے ساتھ گفتگو وکلام، ع:

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن ۱۲ منہ (م)

المصطفیٰ علی ادیان الافترا لکھا اور اُس میں ایک سو ساٹھ دیانات کبرائے طائفہ کو جلوہ دیا مگر اس گھڑت کی ابتداء شاید سرکار سے نہ ہو، تفہیم سے پہلے ایک سہسوانی وہابی صاحبِ رسالہ سراج الایمان میں اس کے بادی ہوئے ہیں۔ بہر حال یہ گندی بو کا عطر فتنہ سہسوان کی گھانی سے ہو یا قنوج کی، ذرا ایمان سے بتائیے کہ آپ حضرات کی اس خانگی ساخت پر دنیا میں کوئی اور بھی مطلع ہے، کہیں اس کتاب کا نام ونشان بھی ہے، کسی اور نے بھی اس سے استناد کیا یا کہیں اس کا نام لیا ہے؟

اللہ اللہ صدہا سال سے مسئلہ سماع و مسئلہ استمداد زیر بحث رہے، صدہا کتابوں میں ان کے بیاں آئے آج تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ خود امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان میں نص صریح موجود ہے، اب گیارہ سو برس بعد ان حضرات کو امام کا ارشاد معلوم ہوا اور وہ بھی کس کتاب میں، جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے اُس کا نام سنا، خیر اب تو یہ باحیا متدین حضرات کب کے مر کر جماد لا یفہم ولا یتکلم ہو گئے، اہلسنّت نے ان کی حیات ہی میں مطالبہ کیا تھا کہ حضرت! یہ ساختہ عبارت فتاویٰ غرائب میں تو ہے نہیں، جواب دیا کہ یہ اور رسالہ غرائب فی اختلاف المذاہب ہے، اور کبھی کہا: فی تحقیق المذاہب ہے۔ عرض کی گئی آپ کے پاس ہے یا کہیں اور دیکھا؟ کہا: مفتی سعد اللہ صاحب کے یہاں ہے۔ مفتی صاحب مرحوم سے پوچھا گیا انہوں نے فرمایا: میں اصلاً اس کتاب سے واقف نہیں۔

اللہ اللہ حیاء کا پایا یہاں تک پہنچا اور پھر

ع...... عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

مقدس متدینوں کو عبارت بھی گھڑنی نہ آئی، سہل سہل محاورہ وقواعد کی مطابقت نہ پائی،

اُس کے الفاظ و بندش کی رکاکت خود ہی کافی شہادت ہے کہ بے علم ہندیوں کی اُوندھی گھڑت ہے۔عبارت (☆) حاشیہ پر ہے ہر صاحبِ ذوقِ سلیم دیکھے اور دادِ انصاف

(☆)(در غرائب فی تحقیق المذاہب رای الامام ابوحنیفة من یأتی القبور بأھل الصلاح فیسلم و یخاطب و یتکلم ویقول یا أھل القبور ھل لکم من خبر وھل عندکم من اثرالی ان اتیتکم ونادیتکم من شھور ولیس سوالی منکم الا الدعاء فھل دریتم ام غفلتم فسمع ابوحنیفة یقول مخاطبة لھم فقال ھل اجابوا لك قال لا فقال له سحقا لك وتربت یداك کیف تکلم اجسادا لا یستطیعون جوابا ولا یملکون شیئا ولا یسمعون صوتا وقرأ وما انت بمسمع من فی القبور انتھی ۱۲(تفھیم المسائل، عدم سماعِ موتیٰ، ص 87)

غرائب فی تحقیق المذاہب میں ہے، امام ابوحنیفہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اہل صلاح کی قبروں کے پاس آتا ہے تا کہ سلام کرے اور خطاب کرے اور کہے اے اہل قبور! کیا تمہیں کچھ خبر ہے اور کیا تمہارے پاس کچھ اثر ہے یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آیا اور مہینوں سے تم کو پکارا اور میرا سوال تم سے صرف دُعا کا ہے، تو کیا تمہیں پتا چلا یا تم غافل رہے تو ابوحنیفہ نے اُن سے خطاب کرتے ہوئے کہنے والے کو سنا فرمایا کیا انہوں نے تجھے جواب دیا؟ اس نے کہا نہیں۔ تو اس سے فرمایا: تیری بربادی ہو اور تیرے ہاتھ خاک آلودہوں تو کیسے کلام کرتا ہے ایسے جسموں سے جو جواب نہیں دے سکتے اور کچھ اختیار نہیں رکھتے اور کوئی آواز نہیں سنتے اور یہ پڑھا: تم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں۔ ختم

تفہیم المسائل ص ۹۱ جو لفظ سرخی سے لکھے ہیں تفہیم میں یونہی ہیں انہیں کوئی غلطی ناسخ نہ سمجھے نہ وہ ناسخ تفہیم کی خطاء ہیں بلکہ خود مصنف تفہیم وضاع اوّل کی، اس لئے کہ غلط نامہ تفہیم میں بھی ان کی تصحیح نہ کی اور تفہیم صفحہ ۶۸ میں ہے:

احتمال غلطی کاتب ہم مرتفعه در صحیح نامه و غلط نامه کتاب ==

دے۔ بعض اصحابِ فقیر سلمہم اللہ تعالیٰ نے ایک لحیم شحیم وہابی ہیڈ مولوی کے رد میں مبسوط رسالہ **نشاط المسکین علی حلق البقر السمین** لکھا۔ اُس میں اُس عبارت غرائب کی دھجیاں بروجہ احسن اُڑا کر اخیر میں ملا قنوجی کے اُسے نقل کر کے انتہی لکھ دینے پر عجیب لطیفہ لکھا ہے جس کا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا، قال سلمہ اللہ تعالیٰ ابھی سے انتہا لکھ دی اس کے بعد تو فرضی صاحبِ غرائب نے اس قول کی محدثانہ سند گھڑی ہے:

حیث قال بعد ما نقلتم حدثنا بذلك المعدوم بن مسلوب العدمی ثنا ابوالفقدان الخیالی ثنا موهوم بن مفروض اللیسحی ح ثنا الکذاب بن المفتری نا الوضاع الزوری انا من (☆) لا یتق به الا

مطبوعہ ہم بلغطی این لفظ تعرض نہ کردہ اھ

کتاب کی غلطی کا احتمال بھی مرتفع ہے کہ مطبوعہ کتاب کے غلط نامہ اور صحیح نامہ میں اس لفظ کے غلط ہونے پر توجہ نہیں کی گئی۔

بھلے مانس کو ینطق و یتفوہ و یذکر و یحدث و یشافہ و یجاور وغیرہا یاد نہ تھے ورنہ انہیں بھی یخاطب و یتکلم و یقول کے ساتھی نتھی کر دیتا۔ ۱۲ منہ (م)

(☆) (هذا وان کان مبهما لکن لا یضر لانه فی المتابعات فقد رواه عن الضلالی موهوم بن مفروض کما سمعت منفی بن مفقود وآخرون خرائب فی شرح الغرائب ۱۲ منہ (م)

یہ راوی اگر مبہم ہے مگر کوئی ضرر نہیں اس لئے کہ وہ متابعات میں ہے کیونکہ ضلالی سے اس کو موہوم بن مفروض نے روایت کیا ہے جیسا کہ آپ نے سنا، نیز منفی بن مفقود اور کچھ دوسرے لوگوں نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۲ خرائب شرح غرائب۔

نجدی کلاھما عن ابی التلبیس الضلالی من بنی ضلال قبیلة من بنی المختلق قال سمعت ھاتفا من الھواء یھتف بذلك. فلا ادری احفظت ام نیست لکن اشھدوا ان الذی یحدثکم بھذا کذاب مبین۔

(تمہاری منقولہ عبارت کے بعد ہے: ہم سے بیان کیا معدوم بن مسلوب عدمی نے کہا ہم سے بیان کیا ابوالفقد ان خیالی نے، کہا ہم سے بیان کیا موہوم بن مفروض لیسی نے دوسری سند: ہم سے بیان کیا کذاب بن مفتری نے، کہا ہم سے بیان کیا وضاع زُوری نے، کہا ہمیں خبر دی اس نے جس پر کوئی نجدی ہی اعتماد کرے۔ دونوں (موہوم اور یہ مجہول) راوی ہیں ابوالتلبیس ضلالی سے۔ جو بنی مختلق کے ایک قبیلہ بنی ضلال سے ہے۔ اس نے کہا: میں نے ہوا سے ایک ہاتف کو یہ پکارتے سنا تو مجھے پتانہیں کہ مجھے یاد ہے یا میں بھول گیا لیکن اس پر گواہ رہو کہ تم سے جو شخص یہ بیان کر رہا ہے کھلا ہوا کذاب ہے۔) ہم کہتے ہیں الکذوب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے۔) بے شک یہ پچھلا فقرہ اُس نے سچ کہا ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم اھ کلامہ سلمہٗ ربہٗ۔

اچھا یہ سب جانے دو، اگر سچے ہو تو لکھ دو کہ ہاں مُردے احیاء کا کلام ضرور سنتے ہیں مگر نہ گوشِ بدن بلکہ قوتِ روح سے۔ کیا تم اسے کہہ سکتے ہو؟ ہرگز نہ کہو گے۔ اب پردہ کھل گیا اور صاف ادراکِ روح کا انکار ظاہر ہوا اور اپنے اسی دعویٰ پر کلام مشائخ ڈھالا اور وہ موت و بے ادراکی و بے حسی کا سارا نزلہ روح پر لاڈالا۔ تو اب کیا محل انکار ہے کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ فجار ہے۔

رہا یہ کہ وہ منکر عذاب ہیں تم قائل عذاب، اس تفرقے سے تمہارا اُن کا وہ اتفاق زائل

نہیں ہوتا مثلاً (☆) کوئی پورا وہابی اپنی نیچریت کے زور میں دعویٰ کر بیٹھے کہ سیدنا عیسیٰ نبی اللہ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ ضرور سُولی دیئے گئے، یہود عنود نے اُنہیں قتل کیا، تو اُس سے یہی کہا جائے گا کہ تیرا یہ قول مذہب نصاریٰ ہے۔ کیا وہ اُس کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ سُولی دیا جانا جس طرح وہ مانتا ہے مذہبِ نصاریٰ سمجھنا محض غلط ہے اس لئے کہ مذہبِ نصاریٰ یہ ہے کہ وہ کفارہ ہونے کیلئے سُولی دیئے گئے، معاذ اللہ تین دن جہنم میں رہ کر خدا کے دہنے ہاتھ پر جا بیٹھے، اور وہ شخص کہتا ہے کہ ہر چند سُولی دیئے گئے مگر کفارہ وغیرہ خرافات ہیں۔ کیا اس فرق کے سبب اُس کا وہ قول مذہبِ نصاریٰ ہونے سے خارج ہو جائے گا!

عائدہ ثانیہ:

وکانھا الاولی بعبارۃ اخصر (گویا یہ زیادہ مختصر عبارت میں پہلا ہی ہے۔) میت میں حیات نہیں، اس سے مراد روح ہے یا بدن، اگر بدن تو بحث سے محض بیگانہ اور اگر روح تو تم یہی مان کر اہلسنّت سے خارج وبری اور اُن کی طرف اُس کی نسبت کر کے کذاب ومفتری ہوئے، اہلسنّت ہرگز روح کو بے حیات نہیں مانتے، اگر کہئے موت مجازی تو مانتے ہیں۔

اقول: ہاں مگر اُس کا اثر ادراکاتِ روح پر اصلاً نہیں کما مرارًا۔

خود ملّاجی کی عبارت بیہوشی مظہر حوالہ تفسیر عزیزی ابھی گزری اور تم صراحۃً وہ موت مان رہے ہو جو نافی ومنافی ادراک ہے اسی کو کلامِ مشائخ سے نقل کرتے اور اسی پر انکارِ سماع کی بناء رکھتے ہو تو قطعاً موت حقیقی مراد لیتے ہو اور اسے روح کے لیے ماننا یہی

(☆) (وہابیت کا کمال وہی نیچریت ہے ۱۲ منہ (م))

اعتزال ہے۔ اگر کہیے معتزلہ تو روح کے لیے موت منافی مطلق ادراک مانتے ہیں، ولہذا عذابِ قبر محال جانتے ہیں اور یہاں مراد وہ موت ہے جسے صرف ادراکِ صور و اصواتِ دُنیاوی سے تنافی ہونہ برزخیہ سے۔

اقول اولاً: یہ تخصیص محض بے دلیل و باطل ہے، موت بھی مانو منافی ادراک بھی جانو جیسا کہ کلام مشائخ میں مصرح ہے، پھر اُسے ادراک بعض دُون بعض سے خاص کرو یہ جہل اقبح ہے موت کہ منافی ادراک ہے، ہر ادراک کے منافی ہے اور نہیں تو کسی کے نہیں، خود اسی تفہیم المسائل میں براہ جہالت اپنی سند سمجھ کر نقل کیا:

در مدارک نوشه توفیها اماتتها وهو ان یسلب ما هی به (☆)حیة حساسة دراکة۔(1)	مدارک میں لکھا ہے توفی کا معنی انہیں موت دینا، وہ یہ کہ جس امر کی وجہ سے یہ زندہ، حساس، با ادراک ہیں اُسے سلب کرلیا جائے۔

پھر لکھا:

امام راغب در مفردات گفته که الموت زوال القرة الحساسة(2)	امام راغب نے مفردات میں فرمایا: موت قوتِ احساس کے زوال کا نام ہے۔

(1-2)(تفقیم المسائل، عدم سماع موتی از کتب حنفیه، 82)

(☆)(صحیح هم چناں است ودر تفهیم المسائل ایں را ما هی جثة ساخته ودر غلط نامه هم به تصحیحش نه پرداخته پر غلط است ۱۲ منه

(م) صحیح بھی اسی طرح ہے(ما ھی بہ حیة) تفہیم المسائل میں اسے ما ھی جثة بنادیا اور غلط =

کیوں حضرت! جب راساً حس وادراک کی قوت ہی زائل ہوگئی مدرکہ ہی چل دی تو اب ادراک بعض کا ہے سے ہوگا۔ یارب! یہ موت کون سی کہ آدھی کی شنوا، آدھی سے بہری، آدھی کی بینا، آدھی سے اندھی، ایک فرد ادراک بھی باقی ہے۔ توحیات ثابت ہے اور موت منتفی کہ حیات باجماع (☆) عقلاً شرطِ ادراک ہے اور موت منافی، مشروط نہ بے شرط متحقق ہوگا نہ منافی منافی سے ملتصق۔

ثانیاً: یوں بھی اعتزال سے مفر کہاں، جب باوصف موت ادراکات امور برزخ علم وسمع وبصر باقی مانے تو اور معتزلہ کا مذہب نہ سہی، طوائف معتزلہ سے فرقہ صالحیہ کا مشرب سہی، جس کا ذکر آپ نے اسی تفہیم المسائل میں بشدتِ سفاہت مقابل اہلسنت کیا تھا کہ:

در شرح مواقف نوشته که تجویز قیام علم وقدرت واراده وسمع وبصر میت مذہب فرقه صالحیه از معتزله است۔(1)

شرح مواقف میں لکھا ہے کہ میت کے ساتھ علم، قدرت، ارادہ اور سمع وبصر قائم ماننا معتزلہ کے فرقہ صالحیہ کا مذہب ہے۔

= نامہ میں بھی اس کی تصحیح نہ کی جبکہ یہ بالکل غلط ہے۔

(☆)(ای: ومن خالف فقد خرج من المعقول فکان لم یبق من اهل العقول وهم الشرذمه الذلیلة الصالحة ۱۲ منه (م) یعنی جو مخالف ہوا وہ معقول سے خارج ہوا تو اہل عقول سے نہ رہا اور یہ فرقہ ذلیلہ صالحیہ والے چند افراد ہیں۔)

(1)(تفہیم المسائل، عدم سماع موتی، ص88)

ذی ہوش کو اتنی نہ سوجھی کہ اہل سنت (مق 7) نے کس دن موصوف بالموت کو بحال موصوفی بالموت موصوف بالا دراک مانا تھا، وہ تو جس کیلئے ادراکات مانتے ہیں اُسے ہرگز میت نہیں کہتے ہمیشہ زندہ جانتے ہیں۔ مگر ہاں اب آپ نے روح کو میت بھی مانا اور عذابِ قبر ٹھیک کرنے کیلئے ادراکات بزرخیہ بھی ثابت کئے، یہ عین مذہب طائفہ صالحیہ ہے وہ بھی اسی طور پر قائل عذاب قبر ہوئے ہیں۔

اُسی مستخلص الحقائق مستند مائۃ مسائل کی عبارت جواب اوّل کی دلیل ہفتم میں گزری کہ صالحی کے نزدیک میت باوصف موت معذب ہوتا ہے۔ نیز اُسی کفایہ کی اسی بحث میں ہے:

عن ابی الحسن الصالحی یعذب المیت من غیر حیاۃ اذا لحیاۃ عندہ لیست بشرط لثبوت الالم۔(1)	ابوالحسن صالحی سے منقول ہے کہ میت کو بغیر حیات کے عذاب ہوتا ہے، اس لئے کہ اس کے نزدیک ثبوت الم کیلئے حیات شرط نہیں۔

نیز وہی امام عینی عمدۃ القاری میں بعد ذکر مذہبِ صالحی فرماتے ہیں:

وَهَذَا خُرُوج عَن الْمَعْقُول لِأَن الجماد لَا حس لَهُ فَكيف يتَصَوَّر تعذيبه۔(2)	اور یہ معقول سے خروج ہے اس لئے کہ جماد کے پاس حس ہوتی تو اس کی تعذیب کیونکر مقصود ہوگی۔

(1) (کفایة مع فتح القدیر، باب الیمین فی الضرب الخ، 4\461 بحواله فتاوي رضويه جديد 9\931)

(2) (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، الميت يسمع خفق النعال، 8\147)

اگر کہئے ہم یہ ادراکات بعودِ حیات مانتے ہیں بخلاف صالحی۔

اقول ذرا ہوش میں آکر بھلا اس عودِ حیات سے پہلے بھی روح کو ادراک امورِ برزخیہ تھا یانہیں، اگر نہیں تو حجاب منکشف اور عذر منکسف، ثابت ہوا کہ تم نے رُوح کو وہی موت مانی جو منافی مطلق ادراک ہے اب عام معتزلہ میں جا ملے، اور اگر ہاں تو عودِ حیات کا حیلہ اُٹھ گیا، روح میت بحال ممات بے عودِ حیات صاحب ادراکات تھی، اب معتزلہ صالحیہ میں جا ملے، مفر کدھر، کیا یاد کرو گے کہ کسی سے پالا پڑا تھا۔

ہاں مفر اس میں ہے کہ ان سب اقوال و ابحاث کو دوبارۂ بدن مانئے اور روح کو اس تمام بردومات سے پاک وصاف جانئے۔ بدن ہی کو مشائخ مردہ و بے فہم کہتے اور اُسی کے سماع بحال موت سے انکار رکھتے ہیں۔ اب ٹھکانے سے آگئے مگر ہیات کہاں تم اور کہاں حق کا قبول،

والله المستعان علی کل مستکبر جهول — ہر متکبر جاہل کے برخلاف اللہ تعالیٰ حامی و مددگار ہے۔

ثالثاً: صریح جھوٹے ہو، کلامِ مشائخ میں نشان تخصیص مفقود، بلکہ اُس کے بطلان پر تنصیص موجود، کیا اُنہوں نے موت کو منافی ادراک بتا کر شبہ عذاب قبر وارد نہ کیا؟ کیا عودِ حیات سے اس کا جواب نہ دیا؟ کیا خود ملّا تفہیمی نے اپنے پاؤں میں تیشہ زنی کو نہ کہا کہ:

مقصود فقہاء از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی — اس مقام پر نفی سماع سے فقہاء کا مقصود سماع عرفی و حقیقی دونوں کی نفی ہے اس

وحقیقی هر دوست زیرا که فقهـا نفی سماع مطلق کرده اند نه بتقیید عرف واگر نفی صرف سماع عرفی نه حقیقی مقصود می بود حاجت جواب دادن از مسئله عذاب قبر نبود وتوجیه کردن دیگر وقائع که بر سماعِ موتیٰ دال است فهل هذا الا توجیه بما لا ترضیٰ به قائله۔(1)

اس لئے کہ فقہاء نے سماع کی نفی مطلق کی ہے نہ کہ عرف کی قید لگا کر۔ اگر حقیقی نہیں صرف عرفی سماع کی نفی مقصود ہوتی تو مسئلہ عذاب قبر کا جواب دینے کی ضرورت نہ تھی اور دوسرے وقائع جو سماعِ موتیٰ پر دلالت کرتے ہیں نہ ان کی توجیہ کی ضرورت تھی یہ ایسی توجیہ ہے جس پر اس کا قائل راضی نہ ہو۔

تو قطعاً ثابت کہ وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک مانتے اور اُس کے ہوتے امورِ برزخ کا ادراک بھی منتفی جانتے ہیں تو جب کلام روح پر محمول ہوا قطعاً آفت اعتزال سے نامعزول ہوا۔

عائدہ ثالثہ: بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے واضح ہوا کہ عدم ادراک امور دنیویہ میں عذر باطل حجاب وحائل خشت وگل اور ملاّ تفہیمی صاحب کا عذر طمطراق اشتغال واستغراق کہ صفحہ ۶۲، ۶۳ میں لکھا:

ارواحِ طیبه مجرده از ابدان   اجسام سے مجرد ارواحِ طیبہ رب حقیقی کی

(1) (تفهيم المسائل، عدم سماع موتیٰ از کتب حنفیه، ص83)

بجہت اشتغال عبادت رب	عبادت میں اشتغال اور اس کی کیفیت
حقیقی واستغراق بکیفیت	میں استغراق کے باعث اس دُنیا کے
آن التفات باکوان وحوادث	موجودات وحوادث کی جانب التفات
این عالم ندارند۔(1)	نہیں رکھتیں۔

محض مہمل ونارواو پادر ہوا ہے۔

اقول: جب تم لوگ کلام مشائخ سے مستدل اور اُس کے اُس معنی محال پر حامل ہوتو تمہیں ان اعذارِ باردہ کی کیا گنجائش!

اوّلاً: مشائخ تو نفس موت کو منافی ادراک اور اُس کی وجہ انتفائے اصل قوت حساس وادراک مان رہے ہیں اور ان اعذار کا یہ حاصل کہ قوت مدرکہ تو موجود وکامل مگر حجاب حائل یا التفات زائل۔

ثانیاً: وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک بے تخصیص امور دنیویہ جان رہے ہیں اور تمہارے اعذار انہی امور خارجہ سے خاص۔

ثالثا: حائل وحجاب بدن پر ہے اور کلام روح میں۔

رابعاً: پردہ وحیلولت صرف مدفون کیلئے ہے صرف بعد دفن صرف تا عدم انکشاف اور کلام عام بلاخلاف۔

خامساً: تمہارے حاجب وحائل کا پردہ تو اُسی دن چاک ہو چکا جس دن مشائخ نے وقت سوال سماع آوازِ نعال تسلیم کیا اور ملا تفہیمی نے در وقت سوال وجواب همه قائل سماع اند(2) (سوال وجواب کے وقت سب سماع کے قائل ہیں)

---

(1)(تفهیم المسائل، ص58) (2)(تفهیم المسائل، ص81)

کا مژدہ دیا۔

سادساً: عبادت سے اشتغال اور اُس کی کیفیت میں استغراق تو سب اموات کو عام نہ مانئے گا یوں کہئے کہ منعم ہے تو لذت نعمت، یا معاذ اللہ معذب ہے تو عذاب کی شدت میں مستغرق ہونا مانع سماع ہے۔

میں کہتا ہوں (☆) اس لذت یا الم کی حالت میں سوال محال ہے یا ممکن بر تقدیر اول دلیل استحالہ ارشاد ہو اور زیادہ تفصیل چاہیے تو مقصد اوّل نوع اوّل سوال اوّل کی تقریر یاد ہو بر تقدیر ثانی ممکن کی جانبیں وجود وعدم یکساں اور برزخ غیب اور غیب پر رجماً بالغیب حکم لگانا ضلالت وعیب امام الحرمین ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

لا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوته فیما غاب عنا الا بسمع (1) جو چیزیں ہم سے غائب ہیں ان میں کسی ممکن الثبوت امر کے ثابت ہو

(☆) (**تنبیہ اقول**: بقائے روح وادراکات روح بعد فراق میں اگر استصحاب نا کافی سمجھ کر ہمیں مدعی بھی مانیے تو یہ دعویٰ ایسے نصوص قواطع واجماع ساطع سے ثابت جس میں موافق مخالف کسی کو مجال تامل نہیں، آخر مخالفین بھی تنعیم وتعذیب وادراکاتِ امور برزخیہ مانتے ہیں اس کے بعد مسئلہ نزاعیہ میں بداہتہً ظاہر ہمارے ساتھ ہے کہ جب مدرک باقی ادراک باقی پھر جو نفی بعض مانے مدعی تخصیص وہ ہے دلیل پیش کرے، اور اگر بالفرض بنظر ظاہر الفاظ عکس ہی مانیے تو ہمارا دعویٰ سماع ہے اور دلیل سمع جس کا وجوب تسلیم واجب التسلیم اور ورود مقصد دوم وسوم میں روشن ہو گیا تو کسی مقدمہ پر منع کی گنجائش نہیں اور دعویٰ پر تو منع کے منع ہی نہیں خصوصاً بعد اقامت دلیل، لا جرم یہ اعذار بغصب منصب استدلال ہیں اور اب یہ قانون مناظرہ وظائف منعکس فاحفظ تحفظ ۱۲ منہ (م)

(1) (الارشاد فی علم الکلام۔۔۔۔۔)

جانے کا حکم دلیل سمعی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

شرح عقائد نسفی میں ہے:

القضایا منها ما هی ممکنات فلا طریق الی الجزم باحد جانبیها فکان من فضل الله ورحمته ارسال الرسول لبیان ذلك۔(1)

قضایا میں سے ممکنات بھی ہیں ان کی دو جانبوں میں سے کسی ایک جزم کی کوئی سبیل نہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے بیان کیلئے اپنے فضل و رحمت سے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔

تفسیر کبیر میں ہے:

"كُلَّ مَا جَازَ وُجُودُهُ وَعَدَمُهُ عَقْلًا لَمْ يَجُزِ الْمَصِيرُ إِلَى الْإِثْبَاتِ أَوْ إِلَى النَّفْيِ إِلَّا بِدَلِيلٍ"۔(2)

عقلاً جس کا وجود اور عدم دونوں ممکن ہو اس میں دلیل سمعی کے بغیر اثبات یا نفی کی طرف جانے کا جواز نہیں۔

لا جرم اشتغال کے سبب عدم سماع کا شگوفہ مہمل و بیکار ہو کر رہ گیا اور شرع مطہر سے جداگانہ دلیل کی حاجت رہی کہ یہ تلذذ و تالم مانع سماع ہیں، اگر دلیل نہیں اور بے شک نہیں تو آپ کا خذلان و خسران ظاہر وعیاں ورنہ وہ دلیل ہی نہ دکھایئے۔ عبث و ناتمام باتوں میں کیوں وقت گنوایئے۔

سابعاً: اگر یہ اشتغال مانع سماع ہوتا خواہ تمہاری ہوسات عاطلہ خواہ جہال فلاسفہ

(1)(شرح عقائد نسفی، بحث فی ارسال الرسل، ص 98)

(2)(تفسیر کبیر، البقرۃ:80، ج3\568)

کے مقدمہ باطلہ سے جس کی دھجیاں امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء اُڑا چکے کہ نفس آن واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرسکتا تو واجب کہ اہل برزخ کو کلام ملائک کا بھی سماع نہ ہوتا کہ استغراق مانع کے آگے سماع سماع سب ایک سے، حالانکہ تالی قطعاً باطل ہے تو یوں ہی مقدم، غرض استغراق کو امور برزخیہ ودُنیویہ میں فارق بنانا چاہا تھا وہ خود محتاج فارق ہے۔

ثامناً: العظمة لله والضراعة الى الله ۔(عظمت و بزرگی اللہ کیلئے ہے اور ضعف وذلالت اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے) وہ موت کا تازہ صدمہ اُٹھائے ہوئے روح جس کا ادنیٰ (☆) جھٹکا سو ضرب شمشیر کے برابر، جس کا صدمہ (☆) ہزار

(☆) (ابن ابی الدنیا عن الضحاك بن حمزة مرسلا عن النبی ﷺ ۱۲)۔ اسے ابن ابی الدنیا نے ضحاک بن حمزہ سے مرسلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

قلت: ذكره السيوطی فی شرح الصدور ،باب من دنا أجله و كيفيه الْمَوْت وشدته وقال: وَأخرج عَن الضَّحَّاك بن حَمْزَة قَالَ سُئِلَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَن الْمَوْت فَقَالَ أدنى جبذات الْمَوْت بِمَنْزِلَة مائَة ضَرْبَة بِالسَّيْفِ۔ وهو ضعيف۔

(☆) (الخطيب فی التاريخ عن انس بن مالك عن النبی ﷺ، والحارث ابن ابی اسامة بسند جيد عن عطاء بن يسار مرسلا ۱۲ ۔) اسے خطیب نے تاریخ میں حضرت انس بن مالک سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، اور حارث بن ابی اسامہ نے بسند جید عطاء بن بسیار سے مرسلاً روایت کیا۔

قلت: أخرجه الخطيب فی تاريخه 16\4 :بسنده عَنْ كَثِيرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَمُعَالَجَةُ مَلَكِ الْمَوْتِ أَشَدُّ مِنْ أَلْفِ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ ".ومن طريقه ابن الجوزی فی الموضوعات 220\3 ۔ وأخرجه الحارث فی=

ضرب تیغ سے سخت تر، بلکہ ملک الموت (☆) کا دیکھنا ہی ہزار تلوار کے صدمہ سے بڑھ کر

وہ نئی جگہ، وہ نری تنہائی، وہ ہر طرف بھیانک بے کسی چھائی، اُس پر وہ نکیرین کا اچانک

= =مسنده (بغية) 358\1: بسنده عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مُعَالَجَةُ مَلَكِ الْمَوْتِ أَشَدُّ مِنْ أَلْفِ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ وَمَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَمُوتُ إِلَّا وَكُلُّ عِرْقٍ مِنْهُ يَأْلَمُ عَلَى حِدَةٍ. وأيضا أبو نعيم فى الحلية 201\8، وقال: كَذَا رَوَاهُ عَنْ عَطَاءٍ، مُرْسَلًا وَمَا كَتَبْتُهُ عَالِيًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ عَنْهُ رَوَاهُ غَيْرُهُ فَقَالَ: عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ.

وذكره ابن عراق فى تنزيه الشريعة 365\2، وعزاه للخطيب البغدادى فى تاريخه من حديث أنس وقال: لا يصح: فيه محمّد بن القاسم البلخي. وتعقبه السيوطى بأنه ورد بهذا اللفظ من مرسل عطاء، أخرجه الحارث بن أبى أسامة فى مسنده بسند جيد، وله شواهد من مرسل الحسن والضحاك بن حمزة وعن على موقوفًا، أخرجها ابن أبى الدنيا فى كتاب ذكر الموت.

(☆)(ابونعیم فی الحلیة عن واثلة بن الاسقع عن النبی ﷺ ۱۲۔)

اسے ابونعیم نے حلیہ میں واثلہ بن اسقع سے انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا۔

قلت: أخرجه أبو نعيم فى الحلية 186\5: بسنده عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " احْضُرُوا مَوْتَاكُمْ وَلَقِّنُوهُمْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَبَشِّرُوهُمْ بِالْجَنَّةِ، فَإِنَّ الْحَلِيمَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ يَتَحَيَّرُونَ عِنْدَ ذَلِكَ الْمَصْرَعِ، وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَأَقْرَبُ مَا يَكُونُ مِنِ ابْنِ آدَمَ عِنْدَ ذَلِكَ الْمَصْرَعِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَمُعَايَنَةِ مَلَكِ الْمَوْتِ أَشَدُّ مِنْ أَلْفِ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا تَخْرُجُ نَفْسُ عَبْدٍ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى يَأْلَمَ كُلُّ عِرْقٍ مِنْهُ عَلَى حِيَالِهِ" وقال: غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ مَكْحُولٍ، لَمْ نَكْتُبْهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ.

آنا وہ سخت ہیبت ناک صورتیں دکھانا کہ آدمی دن کو ہزاروں مجمع میں دیکھے تو حواس بجا نہ رہیں، کالا رنگ (☆)

(☆) (حدیث) الترمذی وحسنه وابن ابی الدنیا والاجری فی الشریعة وابن ابی عاصم فی السنة والبیهقی عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم ۔) اسے ترمذی نے بافادۂ تحسین روایت کیا اور ابن ابی الدنیا نے، اور شریعہ میں آجری نے، اور سنہ میں ابن ابی عاصم نے اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا۔

قلت : أخرجه الترمذی فی السنن ،بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ القَبْرِ (1071)، والآجری فی الشریعة (858)، وابن ابی عاصم فی السنة (864)، والبیهقی فی اثبات عذاب القبر (56)،والآخرون۔

قال الترمذی :حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ، أَوْ قَالَ: أَحَدُكُمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ، يُقَالُ لأَحَدِهِمَا: الْمُنْكَرُ، وَلِلآخَرِ: النَّكِيرُ،...الحدیث ۔ وقال : وَفِي البَاب عَنْ عَلِيٍّ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَالبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَأَنَسٍ، وَجَابِرٍ، وَعَائِشَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، كُلُّهُمْ رَوَوْا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَذَابِ القَبْرِ. حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

وذکره السیوطی فی شرح الصدور ،بَاب فتْنَة الْقَبْر وسؤال الْملكَيْن، 134وقال : وَأخرج التِّرْمِذِيّ وَحسنه وابن أبي الدُّنْيَا والآجری فِي الشَّرِيعَة وَابْن أبي عَاصِم فِي السّنة وَالْبَيْهَقِيّ فِي عَذَاب الْقَبْر عَن أبي هُرَيْرَة......

(۲) (البیهقی فی عذاب القبر عن ابن عباس عن النبی ﷺ ۔) بیہقی نے عذاب قبر میں حضرت ابن عباس سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

نیلی آنکھیں (☆) دیگوں (☆) کے برابر بڑی، برق (☆) کی طرح شعلہ زن،

(☆) (حدیث اوّل و ۳ وابن المبارك فی الزهد وابن ابی شیبة والاجری والبیهقی عن ابی الدرداء من قوله ۱۲) حدیث اوّل و ۳، اور ابن المبارک نے زہد میں اور ابن ابی شیبہ، آجری اور بیہقی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ان کے کلام میں (موقوفا) روایت کیا

قلت: أخرجه ابن المبارك فی الزهد (1590)، وابن أبی شیبة فی المصنف 53\3 (12015)، والآجری فی الشریعة (860)، والبیهقی فی اثبات عذاب القبر (229)، وفیه: ثُمَّ جَاءَكَ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ جَعْدَانِ، أَسْمَاؤُهُمَا مُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ...الخ۔

(☆) (حدیث 4) البطرانی فی الاوسط و ابن مردویة عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم ۱۲۔) حدیث ۴ طبرانی نے معجم اوسط میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

قلت: أخرجه الطبرانی فی الأوسط 44\5 (4629)، وفیه: أَتَاهُ مُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ، أَعْيُنُهُمَا مِثْلُ قُدُورِ النُّحَاسِ، وَأَنْيَابُهُمَا مِثْلُ صَيَاصِي الْبَقَرِ....الحدیث .وذکره السیوطی فی شرح الصدور 135 وعزاه الی الطبرانی فی الأوسط وابن مردویه۔

(☆) (حدیث ۲و۵، ابویعلی و ابن ابی الدنیا عن تمیم الداری۔ (۶) وابن ابی داود فی البعث والحاکم فی التاریخ والبیهقی فی عذاب القبر عن امیر المومنین عمر، (۷) و ابن ابی الدنیا عن ابی هریره، (۸) وهو و ابونعیم و لآجری والبیهقی عن عطاء بن یسار مرسلا کلهم عن النبی صلی الله علیه وسلم ۱۲۔)

حدیث (۲،۵) اور ابویعلی وابن ابی الدنیا نے تمیم داری سے روایت کیا۔ حدیث (۶) ابوداؤد نے بعث میں، حاکم نے تاریخ میں اور بیہقی نے عذاب قبر میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ حدیث (۷) ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی۔ حدیث (۸) ابن ابی الدنیا، ابونعیم، آجری اور بیہقی سب نے عطاء بن یسار سے مرسلا نبی ﷺ سے راویت کی۔ ==

=قلت : أخرجه أبو يعلى فى مسنده كما فى المطالب العالية (4558)، ومن طريقه ابن عساكر فى تاريخ دمشق 11\54.56، لكن لم أجده فى مسند أبى يعلى المختصر، ولا فى المقصد العلى، ولعله فى مسنده الكبير. وذكره السيوطى فى شرح الصدور 63.65، وعزاه الى أبي يعلىٰ وابن أبي الدنيا ۔ وقال الحافظ :هَذَا حَدِيثٌ عَجِيبُ السِّيَاقِ، وَهُوَ شَاهِدٌ لِكَثِيرٍ مِمَّا ثَبَتَ فِي حَدِيثِ الْبَرَاءِ رَضِيَ الله عَنْه الطَّوِيلِ الْمَشْهُورِ، وَلَكِنَّ هَذَا الإِسْنَادَ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُ أَحَدًا رَوَى عَنْ أَنَسٍ، عَنْ تميم الدارى رَضِيَ الله عَنْهما إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، ويزيد الرقاشى سَيِّءُ الْحِفْظِ جِدًّا، كَثِيرُ الْمَنَاكِيرِ، كَانَ لَا يَضْبُطُ الْإِسْنَادَ فَيُلْزِقُ بِأَنَسٍ رَضِيَ الله عَنه كُلَّ شَيْءٍ يَسْمَعُهُ مِنْ غَيْرِهِ، وَدُونَهُ أَيْضًا مَنْ هُوَ مِثْلَهُ، أَوْ أَشَدَّ ضَعْفًا.

وابن أبي داود فى البعث (7)، وقوام السنة فى الحجة (324)، و(325)، والبيهقى فى اثبات عذاب القبر (105)، وفى الاعتقاد 223، من طريق الحاكم . وقال البيهقى فى الاعتقاد : غَرِيبٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ تَفَرَّدَ بِهِ مُفَضَّلٌ هَذَا وَقَدْ رُوِّينَاهُ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمِنْ وَجْهٍ آخَرَ صَحِيحٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا فِي قِصَّةِ عُمَرَ.

وذكره السيوطى فى شرح الصدور 138، وقال : وَأخرج إِبْنِ أبي الدُّنْيَا عَن أبي هُرَيْرَة رضى الله عنه ۔ الحديث ۔

وأخرجه الحارث بن أبي أسامة فى مسنده كما فى بغية الباحث 1\379(281)، والآجرى فى الشريعة (366)، والبيهقى فى عذاب القبر (105)، وذكره السيوطى فى شرح الصدور 131، وقال : وَأخرج أَبُو نعيم وإبن أبي الدُّنْيَا والآجرى فِي الشَّرِيعَة وَالْبَيْهَقِيّ عَن عَطاء بن يسَار قَالَ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ۔۔ الحديث ۔

وأخرجه ابن أبي الدنيا فى كتاب القبور كما فى المغنى عن حمل الأسفار فى ==

سانس (☆) جیسے آگ کی لپیٹ، بیل (☆) کے سینگوں کی طرح لمبے نوک دار کیلے، زمین (☆) پر گھسٹتے سر کے پیچیدہ (☆) بال، قدوقامت جسم وجسامت بلا قیامت کہ ایک شانے (☆) سے دوسرے تک منزلوں کا فاصلہ، ہاتھوں میں (☆) لوہے کا وہ گرز کہ اگر ایک بستی سے لوگ بلکہ جن وانس (☆) جمع ہوکر اُٹھانا چاہیں نہ اُٹھا سکیں، وہ گرج کڑک (☆) کی ہولناک آوازیں، وہ دانتوں (☆) سے زمین چیرتے ظاہر ہونا، پھر ان آفات پر آفت یہ کہ سیدھی طرح بات نہ کرنا، آتے ہی جھنجوڑ ڈالنا (☆)

== الأسفار بذيل الإحياء (4/535).

وأخرجه عبد الرزاق في المصنف 3\582.583 من حديث عمرو بن دينار مرسلًا فالحديث روى مرفوعًا ومرسلا من طرق متعددة كما ذكرها في التخريج، فالخلاصة أن الحديث بهذه الشواهد حسن لغيره. والله أعلم.

(☆) (حدیث پنجم ۱۲)

(☆) (حدیث چہارم وپنجم ۱۲)

(☆) (دوم وششم وہفتم ۱۲)

(☆) (حدیث سوم ۱۲)

(☆) (حدیث پنجم ۱۲)

(☆) (حدیث ششم وہفتم ۱۲)

(☆) (حدیث پنجم ۱۲)

(☆) (حدیث دوم، چہارم، پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم ۱۲)

(☆) (حدیث دوم، ششم، ہفتم ۱۲)

(☆) (حدیث دوم وہشتم ۱۲)

مہلت نہ دینا کڑکتی جھڑکتی (☆) آوازوں میں امتحان لینا

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ارحم ضعفنا یا کریم یا جمیل صل وسلم علی نبی الرحمۃ والہ الکرام وسائر الامۃ امین امین یا ارحم الراحمین۔

ایسے عظیم وقت میں شاید آپ کا استغراقی خیال تو یہی حکم لگائے کہ کھلے میدان میں توپ کی آواز بھی سننے میں نہ آئے مگر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کہ ایسی حالت میں اتنے پردوں میں مردہ ایسی خفی آواز جوتوں کی پہچل سنتا ہے جس کا تمہیں خود اعتراف ہے، اور وہی امام عینی مستند مائۃ مسائل شرح صحیح

(☆)(حدیث ۹) أحمد و الطبرانی فی الأوسط والبیهقی وابن أبی الدنیا عن جابر، (حدیث ۱۰)وابن أبی عاصم وابن مردودیة والبیهقی بوجه آخر عنه، (حدیث ۱۱) والآجری فی الشریعة عن ابن مسعود کلاهما عن النبی صلی الله علیه وسلم و رضی الله عنهم اجمعین ۱۲ منه۔ (حدیث۹) امام احمد نے اور معجم اوسط میں طبرانی نے اور بیہقی وابن ابی الدنیا نے حضرت جابر سے روایت کی۔ (حدیث ۱۰) ابن ابی عاصم، ابن مردویہ اور بیہقی نے ان ہی سے ایک دوسرے طریق سے روایت کی۔ (حدیث ۱۱) آجری نے شریعہ میں حضرت ابن مسعود سے، دونوں حضرات نے نبی ﷺ سے روایت کیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ۱۲۔)

قلت: أخرجه أحمد فی مسنده (14722)، والطبرانی فی الأوسط 9\38(9076)، والبیهقی فی عذاب القبر (216)، وعبد الرزاق فی المصنف 3\585(6744)، والآخرون. وأخرجه ابن أبی عاصم فی السنة 2\419(866)، والبیهقی فی عذاب القبر (215)، وذکره السیوطی فی شرح الصدور 123 وعزاه إلی ابن أبی عاصم وابن مردویه والبیهقی.

وأخرجه الآجری فی الشریعة (863)، والطبری فی تهذیب الآثار 2\511.

بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

فِيه: ذُهُول عَمَّا ورد فِي بعض الْأَحَادِيث أَن صَاحب الْقَبْر. كَانَ يسْأَل فَلَمَّا سمع صرير السبتتين أصغى إِلَيْهِ فكاد يهْلك لعدم جَوَاب الْملكَيْنِ فَقَالَ لَهُ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إلقهما لِئَلَّا تؤذى صَاحب الْقَبْر ذكره أَبُو عبد الله التِّرْمِذِيّ.(1)

یعنی اس قائل کو یاد نہ رہا وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر والے سے سوال ہو رہا تھا اتنے میں جوتوں کی پچپل اُس نے سنی، اُدھر کان لگائے جواب میں دیر ہوئی، قریب تھا کہ ہلاک ہو جائے، سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اُس جوتا پہن کر چلنے والے سے فرمایا انہیں اُتار ڈال کہ مُردے کو ایذا نہ پہنچے۔ یہ حدیث ابو عبداللہ ترمذی نے ذکر فرمائی۔

اور پھر وہ سننا بھی کا ہے سے، گوشِ سر جس کا ادراک بہ نسبت ادراکِ روح بہت قاصر و مقصود، تو بداہۃً ثابت کہ احوالِ برزخ آپ کے اوہامِ عادیہ سے منزلوں دور، اور عاداتِ معہودہ دارِ دُنیا پر ان کا قیاس باطل و مہجور۔

عائدہ رابعہ: ادراکِ روح مشروط بجسم ہیں یا نہیں، علی الاوّل صریح اعتزال وعلی الثانی تعلقاتِ بدنیہ کی کمی بیشی سے اُس کے ادراکات میں تفاوت کس لئے، توضیحِ مقام یہ کہ وہ جو ملاّ تفہیمی نے اہلسنّت سے نقل کیا کہ ادراکِ الم ولذت کیلئے وقتِ تنعیم وتعذیب (جسے ایلام وتعذیب کہا اور اُن کی نصیبوں لذت کے حصے کا بھی الم ہی رہا)

(1) (عمدة القارى، باب الميت يسمع خفق النعال، 147\8)

ایک نوع حیات میت آجاتی ہے اور اس سے سماع لازم نہیں (قطع نظر اس سے کہ فقرۂ آن مستلزم سماع نیست عبارات مستندہ میں نہیں) یہ قولِ اہلسنّت بھی قطعاً بدن ہی کے حق میں ہے کہ قبر میں عودِ حیات (مق 3) اُسی کیلئے ہوتا ہے اور اگر حدوثِ زیادت تعلق بالبدن وقتِ انعام وایلام وسوال کو روح کیلئے عودِ حیات سے تعبیر بھی کیجئے تو اس سے اگر فرق پڑے گا تو ادراکاتِ جسمانیہ میں جس کا حاصل تفاوت آلیت بدن کی طرف آئل مگر اہلسنّت کے نزدیک ادراکات روح بدن پر موقوف نہیں تو وہ ان تعلقاتِ حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ عالمہ مبصرہ سامعہ تھی جیسی ان کے بعد یہ تفاوت کہ ایک نوعِ حیات ملتی ہے جس سے ادراکِ لذت والم تو ہو اور سماع نہ ہو وہاں ماشی نہیں آخر یہاں گھٹا بڑھا کیا یہی بدن سے تعلق، پھر اس سے ادراکاتِ روح کو کیا علاقہ تھا کہ اُس کے تفاوت سے وہ متفاوت ہوں بخلافِ بدن کہ اُس کے ادراکات بنفسہٖ نہیں بلکہ تعلقِ روح ہی کے باعث ہیں اور تعلقات متفاوت تو وقتِ مفارقت سلب کلی ادراک ہوگا اور جتنا تعلق بڑھتا جائے گا ادراک بڑھے گا، لہٰذا ممکن کہ تعذیب و تنعیم کیلئے تعلق کے مدارج متوسط سے وہ درجہ دیا جائے کہ بدن صرف ادراکِ لذت والم کا آلۂ قرار پائے اُس کے ذریعہ سے سماع و ابصار ہاتھ نہ آئے اور سوال وکلام کیلئے اس سے اعلیٰ درجہ ملے جس کے باعث سمع بدن کا بھی رستہ کھلے اور وجہ وہی کہ یہ سب (مق 3) امور روح وجسم دونوں سے متعلق ہیں، تنعیم وتعذیب میں مشارکتِ بدن کو صرف اُسی قدر درکار، اور سوال میں شرکت کو سمع بھی مطلوب، غرض کلامِ اہلسنّت بدن پر محمول کیجئے اور یقیناً یہی ہے تو آپ کا مطلب فوت، محنت رائگاں اور خواہ مخواہ روح کے گلے باندھیے تو ضلال اعتزال نقدِ وقت ہے مفر کہاں!

بالجملہ بحمد اللہ تعالی توفیق الٰہی رفیق اہلسنّت اور خذلان وحرماں نصیب اہل بدعت ہے جو تیر اُن کی کمان سے وصل پاتے ہیں فصل سے پہلے اُنہیں کے منہ پر پلٹا کھاتے ہیں علمائے اعلام کے جتنے کلام بہزار جانکاہی اپنی دلیل بنا کر لاتے ہیں وہ انہیں کے دشمن قاتل اور اہلسنّت کے سچے دلائل بن جاتے ہیں۔

الحمدللہ اب ملّا جی کا ہاتھ یکسر خالی ہوگیا، اس ساری بحث میں اُن کی تمام چہ می گوئیوں کا حرف بحرف قلع قمع ہولیا۔ ملّا جی! اب تو ہمیں اجازت دیجئے کہ آپ ہی کے صفحہ عکس (☆) حلق کے شکم زاد بول آپ ہی کے مونھ پر پلٹ دیں کہ:

بے چارہ (قنوجی) عیارہ پختہ جنون خام کارہ کہ ازروی کیش خویش کور وکربل خشت وحجر بلکہ از انھم بتر شدہ است بتصور اینکہ من ہر چہ خواھم نگاشت عامۂ مومنین بران اعتماد خواھند ساخت ہر چہ در شکم داشت از دھان برآورد افسوس کہ ما مردمان رعایت این بیچارہ کہ شبہا

بے چارہ (قنوجی) عیار، پختہ جنوں، خام کار، جو اپنے مذہب کی رُو سے اندھا، بہرا بلکہ اینٹ پتھر، بلکہ ان سے بھی بدتر ہو چکا ہے، اس خیال سے کہ میں جو کچھ لکھ دوں گا عام مسلمان اس پر اعتماد کرلیں گے، جو کچھ شکم میں رکھتا تھا زبان پر لایا، افسوس کہ یہ بے چارہ جس نے اس باب میں کئی رات مشقت جھیلی ہم لوگوں نے اس کی رعایت نہ کر کے اس کی تغلیط ظاہر کردی تو یہ معاملہ طشت ازبام ہوگیا۔

(☆) (ارقام نجومیہ میں ۱۳۸ کو قلح لکھتے ہیں جس کا عکس حلق ۱۲ منہ (م)

دریں باب محنت کشیدہ نہ کردہ تغلیظ وے ظاہر کردیم پس ایں معاملہ طشت ازبام شد۔

والحمد للہ رب العالمین و قیل بعد اللقوم الظالمین۔

اور ساری تعریف اللہ کیلئے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور کہا گیا ہلاکت ہو ظالموں کیلئے۔

جواب پنجم: فرض کیا کہ وہ معتزلہ نہیں مشائخ اہلسنّت ہی ہیں مگر یہ مسئلہ کچھ فقہیہ نہیں، صاحب مائۃ مسائل کو اقرار ہے کہ فقہ سے جدا متعلق بہ اخبار ہے، سائل نے سوال کیا تھا:

سماعت موتٰی کلام احیا در شرح جائز است یا گناہ کدام گناہ؟	مُردوں کا، زندوں کا کلام سننا شریعت میں جائز یا گناہ، کون سا گناہ؟

آپ اُس کے جواب میں اظہار علم فرماتے ہیں کہ:

عادت وتکیہ کلام سائل آنست کہ در ہر جا می پرسد جائز است یا گناہ کدام گناہ دریں مقام پرسیدن بایں	سائل کی عادت اور تکیہ کلام یہ ہے کہ ہر جگہ پوچھتا ہے جائز ہے یا گناہ؟ کون سا گناہ؟ یہاں ان الفاظ سے سوال مناسب نہیں اس لئے کہ جواز اور گناہ

عبارت نمی سز د زیرا که جواز و گناه در افعال و اعمال مے شود و این متعلق باخبار است که این امر ثابت است یا نه۔ ملخصاً(1)	افعال واعمال میں ہوتا ہے اور یہ اخبار سے متعلق ہے کہ یہ امر ثابت ہے یا نہیں؟ ملخصاً

اور جب مسئلہ علم فقہ سے ہے ہی نہیں تو حنفیت وشافعیت کی تخصیص یا تقلید، بعض یا اکثر مشائخ سے اُسے تعلق یعنی چہ۔ متعلق باخبار ہے اخبار واحادیث کے خلاف غیر ماخذ سے اخذ کیا معنے، غرض تمہید یہ اُٹھا کر برخلاف نصوصِ صریحہ، احادیثِ صحیحہ جواب یوں دینا:

پس جواب این ست که نزد اکثر حنفیه سماعت موتٰی ثابت نیست۔	پس جواب یہ ہے کہ اکثر حنفیہ کے نزدیک سماع موتٰی ثابت نہیں۔

اور پھر اُس میں بھی تصریحاتِ جلیلہ اصل ماخذ کے مقابل یہ توسع کہ:

چنانکه از کافی و فتح القدیر حاشیه هدایه صراحةً و اشارةً که قریب بتصریح است معلوم می شود ۔ ملخصاً۔(3)	جیسا کہ کافی، فتح القدیر حاشیہ ہدایہ سے صراحتہً اور اشارةً جو تصریح کے قریب ہے، معلوم ہوتا ہے ملخصاً۔

---

(1) (مائة مسائل، مسئله 26، ص 61)

(2۔3) (تفهیم المسائل، عدم سماع موتی از کتب حنفیه، ص 73)

محض بے جا وبے محل واقع ہوا، اس جواب کی طرف بھی تصحیح المسائل میں اشارہ فرمایا:

حیث قال ودر حقیقت این مسئله از علم فقه هم نیست چنانچه مجیب نیز دریں جا اقرار نموده۔

جیسے فرمایا: درحقیقت یہ مسئلہ علم فقہ سے بھی نہیں جیسا کہ مجیب نے اسی مقام پر اقرار کیا ہے۔

اقول: صدرِ کلام میں واضح ہو چکا کہ یہ کلام ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں، استدلال مسئلہ منصوصہ میں طبع آزمائی مشائخ ہے، فقیہات میں ائمہ کرام کے بعد مشائخ اعلام کی تقلید بھی علی الرأس والعین کہ:

علینا اتباع ما رجحوه وصححوه کما لو افتوا فی حیاتهم۔(1)

ہمارے ذمہ اسی کا اتباع ہے جسے ان حضرات نے راجح وصحیح قرار دیا، جیسے وہ اپنی زندگی میں ہمیں فتویٰ دیتے تو ہماری ذمہ داری یہی ہوتی۔

مگر ع

هر سخن نکته و هر نکته مکانے دارد

(ہر بات میں کوئی نکتہ اور ہر نکتہ کا کوئی موقع ہوتا ہے۔)

موافق مخالف سب اہل عقول کا قدیمی معمول کہ ہر فن کی بات اُسی کی حد تک محدود و مقبول، تحقیق حلال وحرام میں فقہ کی طرف رجوع ہوگی، اور صحت وضعفِ حدیث میں تحقیقات فنِ حدیث کی طرف، طبی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے، نہ نحوی طلب سے، علماء

(1) (الدار المختار، مقدمة الکتاب، ص 7)

فرماتے ہیں شروحِ حدیث میں جو مسائل فقہیہ کے خلاف ہوں مستند نہیں، بلکہ تصریح فرمائی کہ خود اصول فقہ کی کتابوں میں جو مسئلہ خلاف کتب فروع ہو معتمد نہیں، بلکہ فرمایا جو مسئلہ کتب فقہ ہی میں غیر باب میں مذکور ہو مسئلہ مذکور فی الباب کا مقادم نہ ہوگا کہ غیر باب میں کبھی تساہل راہ پاتا ہے

وقد بيننا كل ذلك فی رسالتنا المبارکة ان شاء الله تعالیٰ فصل القضاء فی رسم الافتاء

یہ سب ہم نے اپنے رسالہ فصل القضاء فی رسم الافتاء میں بیان کیا ہے جو بابرکت ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

تو جو فرق مراتب گما کر خلطِ مبحث کرے جاہل ہے یا غافل ذاہل، برزخ ومعاد امور غیبیہ ہیں۔ جن میں قیاس واجتہاد کو دخل نہیں، اُن کا پتا تو نبی امین الغیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے چل سکتا ہے نہ مشائخ کی رائے سے، بلکہ علمائے کرام کو اس میں اختلاف ہے کہ عقائد میں تقلید مقبول بھی ہے یا نہیں۔ اللہ کو ایک، رسول کو سچا، جنت ونار کو موجود، سوال وعذاب ونعیمِ قبر کو حق جاننے میں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض اُن کے اعتبار پر مان لیا ہے۔

ہاں عقائد میں کتاب وسنت واجماعِ اُمت وسوادِ اعظم اہلسنّت کا اتباع ہے اس لئے کہ خدا اور رسول نے ہمیں بتادیا کہ اجماع ضلالت پر ناممکن اور سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔ اب کتاب مجید دیکھئے تو بلاشبہ ثابت فرمارہی ہے کہ رُوح میت نہیں، روح بے ادراک نہیں، روح کے ادراک بدن پر موقوف نہیں، روح فنائے بدن کے بعد باقی ومدرک رہتی ہے۔ برخلاف ان عبارات مشائخ کے، جنہیں تم نے روح پر عمل کر کے صریح کتاب اللہ کے خلاف کر دیا۔ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ

وسلم سنیے تو کیسی صریح و صحیح و جلیل و جزیل حدیثیں سماعِ موتی ثابت فرما رہی ہیں۔ جنہیں سن کر پتھر بھی موم ہو جائے۔ اجماع مانگیے تو اُس کی نقول اوپر منقول۔ سوادِ اعظم درکار تو اُس کا نمونہ مقصدِ سوم سے آشکار۔ یا رب! پھر خلاف کی طرف راہ کدھر، بھلا یہ تو برزخ و معاد کا مسئلہ ہے جن کیلئے کوئی فصل و باب کتب فقہ میں نہ پایئے گا کہ وہ بحث فقیہ سے یکسر جدا ہیں، کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعال مکلفین ہی سے بحث ہے، اُس کے بیان کو کتب فقہ میں ''باب الردۃ'' مذکور اور صدہا اقوال و افعال پر انہی مشائخ کے بے شمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط تارکین تفریط و افراد باآنکہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام کے خادم و معتقد ہیں، زینہار اُن پر فتویٰ نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی دربارۂ اسلام مل جائے گی اُسی پر عمل کریں گے اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہو لے کافر نہ کہیں گے، وہی درمختار جس میں امانحن فعلینا اتباع مارجحوہ (1) (الخ) تھا اُسی میں ہے:

الفاظه تعرف فی الفتاویٰ بل افردت بالتالیف مع انه لا یفتی بالکفر بشی منها الا فیما اتفق المشائخ علیه کما سیجئ قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشی منها۔

یعنی الفاظِ کفر کتبِ فتاویٰ میں معروف ہیں بلکہ اُن کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں، اُس کے ساتھ ہی یہ کہ اُن میں سے کسی کی بناء پر فتویٰ کفر نہ دیا جائے گا مگر جہاں سب مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ

(1) (الدار المختار، مقدمۃ الکتاب، ص 7)

عنقریب کلامِ مصنف میں آتا ہے، بحر الرائق میں فرمایا: میںؒ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ اُن میں سے کسی پر فتویٰ نہ دوں (1)

تنویر الابصار میں ہے:

لا یفتی بکتفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولو روایة ضعیفة۔(2)

کسی مسلمان کے کفر پر فتویٰ نہ دیا جائے جبکہ اُس کا کلام اچھے پہلو پر اُتار سکیں یا کفر میں خلاف ہو، اگرچہ ضعیف ہی روایت ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قَالَ الْخَيْرُ الرَّمْلِيُّ: أَقُولُ وَلَوْ كَانَتْ الرِّوَايَةُ لِغَيْرِ أَهْلِ مَذْهَبِنَا. وَيَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ اشْتِرَاطُ كَوْنِ مَا يُوجِبُ الْكُفْرَ مُجْمَعًا عَلَيْهِ۔(3)

یعنی علامہ خیر الدین رملی استاد صاحبِ دُر مختار نے فرمایا اگرچہ وہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہو اس لئے کہ تکفیر کیلئے اُس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔

یہ علامہ بحر صاحبِ بحر و علامہ خیر رملی و مدقق علائی در بارۂ تقلید جیسا تصلب شدید حق و

(1) (الدر المختار و باب المرتد، 1\280.281)

(2) (الدر المختار في شرح تنوير الابصار،، باب المرتد، 1\281)

(3) (رد المحتار علی الدر المختار، باب المرتد، 4\230)

سدید رکھنے والے ہیں، اُن کی تصانیف جلیلہ بحر واشباہ ورسائل زینیہ ودر وفتاویٰ خیریہ وغیر ہا کے مطالعہ سے واضح مگر یہاں اُن کے کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہ ہو فتوائے مشائخ پر عمل نہ کریں گے، ہم نے التزام کیا ہے کہ اُس پر فتوی نہ دیں گے تو وجہ کیا وہی کہ یہ بحث اگرچہ افعال مکلفین سے متعلق ہے مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہو گیا، آگے کفر واسلام، اگرچہ یہ اعظم فرض وہ اخبث حرام، مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد وکلام، وہاں تحقیق ہو چکا ہے کہ جب تک ضروریاتِ دین سے کسی شے کا انکار نہ ہو کفر نہیں تو اُن کے غیر میں اجماع ہر گز نہ ہو گا، اور معاذ اللہ اُن میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع رُک نہیں سکتا، لہذا اتمام فتاویٰ ونقول سے قطع نظر کر کے مسائل اجماعیہ میں حصر فرما دیا۔ جب یہاں یہ حال ہے تو ہمارا مسئلہ جس میں نہ فعل مکلف نہ حلت وحرمت بلکہ ایک امر برزخ کے ثبوت وعدم ثبوت کی بحث ہے کیوں کتاب وسنت واجماع اُمت وسوادِ اعظم ساداتِ ملت سے منقطع ہو کر مرہون نقول بعض کتب فقہیہ ہونے لگا، وھذا ھو حق التحقیق والحق احق بالتصدیق۔ (یہی حق تحقیق ہے اور حق اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے۔)

جواب ششم

اقول: سب جانے دو، یہ بھی مانا کہ قولِ مشائخ یہاں حجت اور فی نفسہٖ قابلِ قبول ومتابعت ہے، اب اس سے زیادہ تو تنزل کا کوئی درجہ نہیں تاہم ہم پر اُس سے احتجاج اصلاً موجہ نہیں، کسی دلیل کا فی نفسہٖ کافی وصالح تعویل ہونا اور بات، اور اُس سے ثبوت واتمامِ حجت ہونا اور مثلاً قیاس دلیل شرعی ہے مگر نص کے آگے نامقبول، حدیث صحیح آحاد حجت شرعیہ ہے مگر اجماع کے سامنے غیر معمول، وعلیٰ ہذا القیاس، ولہذا احادیث

کی صحتِ حدیثی وصحتِ فقہی میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔جس کی تحقیق انیق فقیر کے رسالہ **الفضل (☆) الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی** میں ہے، ان مشائخ کے اگر یہ قول ہیں تو صدہا اکابر اعلام کے ارشاداتِ جلیلہ ہماری طرف ہیں، جن کا ایک نمونہ مقصدِ سوم نے ظاہر کیا اور اُن میں اجلہ ائمہ و مشائخ وعلمائے حنفیہ بھی ہیں، تم نے پانچ متاخرین کے قول ذکر کئے ہم نے پچاس سے زائد ائمہ وعلمائے حنفیہ مجتہدین فی المذہب وفقہاء النفس وعمائد محققین سلف وخلف کے ارشادات دکھادیے جن میں خود اُن پانچ سے بھی امام نسفی و امام عینی و امام ابن الھمام شامل، اُدھر اگر ایک کتاب میں اکثر مشائخنا کا لفظ لکھا ہے تو ادھر متعدد کتب میں اجماع اہلسنّت مذکور ہوا ہے، اب دو (2) راہیں ہیں، تطبیق وترجیح۔ان میں تطبیق ہی اولیٰ واول اور بتصریح علماء حتی الوسع اُسی پر معول، اسے اختیار کیجئے تو بحمد اللہ سبیل واضح ہے کہ اثباتِ سماع روح کیلئے ہے اور انکارِ سماع بدن پر محول، اس کی تقریر اور اس کے منافع وفوائد کی تذکیر جواب اوّل میں مفصلاً تحریر اور اگر توفیق توفیق بھی نہ ملے تو بہت خوب بابِ ترجیح کھلے، یوں بھی باذنہٖ تعالیٰ میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا۔

اوّلا: ہماری طرف احادیثِ کثیرہ ہیں تمہاری طرف ایک بھی نہیں، کتنی حدیثوں میں

(☆) (اس کا سوال شہر ارکاٹ سے آیا تھالہذا تاریخی لقب "اعز النکات بجواب سوال ارکات" ہے۔یہ رسالہ غیر مقلدوں کے اُس مشہور مغالطہ کے ردبلیغ میں ہے کہ امام اعظم نے خود فرمادیا ہے جب حدیث صحیح ہوجائے تو وہی میرا مذہب ہے، ایک غیر مقلد نے یہ اعتراض بہت طمطراق سے چھاپا اور حنفیہ سے طالبِ جواب ہوا یہاں بھی وہ پرچہ بھیجا جس کے جواب میں بفضلہٖ تعالیٰ یہ مختصر ونافع رسالہ تحریر ہوا۔ ۱۲ منہ (م)

سن چکے کہ:

"ان المیت لیسمع" بے شک مردہ سنتا ہے۔

یہ بھی حدیث میں آیا کہ "المیت لا یسمع "مردہ نہیں سنتا۔

اور یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ:

لَا یَعْدِلُ عَنِ الدِّرَایَۃِ مَا وَافَقَتْھَا رِوَایَۃٌ۔ کما فی الغنیۃ ورد المحتار (1)۔

درایت سے عدول نہ ہو گا جب کوئی روایت بھی اس کے موافق ہو، جیسا کہ غنیّہ وردالمحتار میں ہے۔

ثانیاً: رُوح کی موت و بے ادراکی اور اُس کے ادراکات کا جسم پر توقف کہ تمہارے طور پر مفاد کلامِ مشائخ ہے کتاب اللہ کے خلاف ومعارض ہے۔

ثالثاً: اجماعِ اہلسنّت کے مناقض ہے۔

رابعاً: خود اُن کا کلام مضطرب ومتناقض ہے۔

خامساً: بوجوہ قاہرہ مجروح ومرجوح ہے۔

سادساً: حمل علی البدن نہ مانو تو محتمل تو ہے اور محتمل صالح معارضہ نہیں۔

سابعاً: اگر کوئی حدیث اثباتِ سماع میں نہ ہوتی تو سلام خود منصوص و مجمع علیہ ہے اور کلام کا ظاہر سے صرف وعدول باجماع علماء مردود ومخذول۔

ثامناً: تم خود مان چکے کہ مُردے زائروں کا سلام سنتے ہیں (مائۃ مسائل جواب سوال ۱۹)

---

(1) (رد المحتار علی الدر المختار، مقدمۃ، 1\71، وواجبات الصلاۃ، 1\464، وسجود السھو، 2\82، والرضاع 3\222، ومنحۃ الخالق علی حاشیۃ البحر الرائق ، المُحرمات بِسَبَبِ الرَّضَاعِ، 3\243، فیھما: لَا یَعْدِلُ عَنِ الدِّرَایَۃِ إِذَا وَافَقَتْھَا رِوَایَۃٌ)

پھر ثبوت سماعِ موتی میں کیا محل کلام رہا جب قوتِ سماع حاصل اور خود خارج کی آواز سننا سمجھنا ثابت تو آواز آواز سب ایک سی اور فرق تحکم باطل وعلی التنزل یہ ایجاب جزئی اُس سلب کلی مشائخ کا ضرور نقیض ومبطل، تو جس کلام کو خود باطل مان چکے اُس سے استنادِ ہوس عاطل۔

تاسعاً: بحث ایک امر کے وجود وعدمِ نفس الامری میں ہے وہ مشائخ نافی اور یہ ائمہ مثبت ہیں، مثبت مقدم۔

عاشراً: اگر بالفرض دونوں پلے ہر طرح برابر ہوں تو امر مستوی رہا، اور سماع ماننے میں نفع بے ضرر ہے کہ جب مُردوں کو مدرک جانیں گے قبور کے پاس کلام بے جا سے باز رہیں گے، افعالِ منکرہ سے حیا کریں گے اور پتھر جانا تو بے باک ہوں گے، یوں بھی انکارِ سماع میں ضرر واندیشہ ضیر ہے اور اثباتِ سماع محض نفع وخیر ہے۔

ختم اللہ تعالیٰ لنا علی محض نفع وخیر وحفظنا من کل ضر وضیر والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد آلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ محض نفع و خیر پر کرے اور ہر ضرر ونقصان سے ہمیں بچائے۔ اور سب خوبیاں اللہ کیلئے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اللہ تعالی ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کے تمام آل و اصحاب پر درود نازل فرمائے۔ الٰہی قبول فرما۔

وہ تین جواب ان کے صغریٰ پر عائد تھے، یہ تین ان کے کبریٰ پر وارد۔

اور او پر گزارش ہو چکا کہ یہ ارخاے عنان ہے۔ حق تحقیق وحقیقتِ حق جواب اوّل

سے عیاں ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

فقیر نے اس مسئلہ یمین وکلامِ اُم المومنین کے متعلق بحث کو زیرِ حدیث (45) و حدیث (51) بشرط جواب مولوی مجیب صاحب دورِ آئندہ پر محول رکھا تھا، مگر اللہ عزوجل دارین میں جزائے خیر وافی ووافر عطا فرمائے مولانا المکرم ذی الفضل والکرم، ناصرِ سنن، کاسرِ فتن، محب دین متین، صدیقنا مولوی محمد عمر الدین سنی حنفی قادری مجیدی نزیل بمبئی سلمہ اللہ تعالٰی کو کہ اس بحثِ نفیس وجلیل ومہم کی تحریر وتحبیر پر مصر ہوئے جس کے باعث ہنگام طبع کتاب دونوں مقام مذکور میں ان مباحث کی طرف عود کے وعد بڑھائے گئے، خیال تھا کہ ایک آدھ جز لکھ دیا جائے گا جو مقصدِ سوم کی کسی فصل میں بطور فائدہ اندراج پائے گا۔ طبیعت علیل، ذہن کلیل، مدت معالجات طویل، جس کے سبب قوتِ ضعف معاذ اللہ تاحدِ تعطیل۔ باایںہمہ نام فرصت معدوم وقلیل، روزانہ امصار واقطار سے ورود فتاوائے کثیر وجزیل، مگر جب لکھنا آغاز ہوا بارگاہ واہب الفیض عز جلالہ سے در فیوض باز ہوا، بحمد اللہ تعالٰی وہ جواہر عالیہ وزواہر غالیہ عطا ہوئے کہ فقیر حقیر کی حیثیت ولیاقت سے بدرجہا وراتھے لہذا اس تذییل جلیل کو رسالہ مستقلہ کیا اور بلحاظِ تاریخ **الوفاق المتین بین سماع الدفین و جوب الیمین** لقب دیا جو بانصاف بے اعتساف اسے دیکھے گا ان شاء اللہ تعالٰی بدلِ صاف شہادت دے گا کہ مسئلہ یمین آج حل ہوا جسے مخالف موافق، موافق مخالف سمجھا کرتے تھے، اُس کا عقدہ اب منحل ہوا، جن کلمات کو مخالفین اپنی دلیل بنایا کرتے، اب وہ کلمے خود اُنہی کو ذلیل بنائیں گے، جن اقوال کو موافقین محتاجِ جواب سمجھے اب اُنہی کو اپنی دلیل بنائیں گے اور اس کے ساتھ بفضلہٖ تعالٰی تفہیم المسائل کی ساری بالا

پھر ثبوت سماعِ موتی میں کیا محل کلام رہا جب قوتِ سماع حاصل اور خود خارج کی آواز سننا سمجھنا ثابت تو آواز آواز سب ایک سی اور فرق تحکم باطل وعلی التنزل یہ ایجاب جزئی اُس سلب کلی مشائخ کا ضرور نقیض و مبطل، تو جس کلام کو خود باطل مان چکے اُس سے استناد ہوس عاطل۔

تاسعاً: بحث ایک امر کے وجود وعدمِ نفس الامری میں ہے وہ مشائخ نافی اور یہ ائمہ مثبت ہیں، مثبت مقدم۔

عاشراً: اگر بالفرض دونوں پلے ہر طرح برابر ہوں تو امر مستوی رہا، اور سماع ماننے میں نفع بے ضرر ہے کہ جب مُردوں کو مدرک جانیں گے قبور کے پاس کلام بے جا سے باز رہیں گے، افعال منکرہ سے حیا کریں گے اور پتھر جانا تو بے باک ہوں گے، یوں بھی انکارِ سماع میں ضرر واندیشہ ضیر ہے اور اثباتِ سماع محض نفع وخیر ہے۔

ختم اللہ تعالیٰ لنا علی محض نفع وخیر وحفظنا من کل ضر وضیر والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد آلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ محض نفع و خیر پر کرے اور ہر ضرر و نقصان سے ہمیں بچائے۔ اور سب خوبیاں اللہ کیلئے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اللہ تعالی ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کے تمام آل و اصحاب پر درود نازل فرمائے۔ الٰہی قبول فرما۔

وہ تین جواب ان کے صغریٰ پر عائد تھے، یہ تین ان کے کبریٰ پر وارد۔

اور اوپر گزارش ہو چکا کہ یہ ارخاے عنان ہے۔ حق تحقیق وحقیقتِ حق جواب اوّل

سے عیاں ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

فقیر نے اس مسئلہ یمین و کلامِ اُم المومنین کے متعلق بحث کو زیر حدیث (45) و حدیث (51) بشرط جواب مولوی مجیب صاحب دور آئندہ پر محول رکھا تھا، مگر اللہ عزوجل دارین میں جزائے خیر وافی ووافر عطا فرمائے مولانا المکرم ذی الفضل والکرم، ناصر سنن، کاسرِ فتن، محب دین متین، صدیقنا مولوی محمد عمر الدین سنی حنفی قادری مجیدی نزیل بمبئی سلمہ اللہ تعالیٰ کو کہ اس بحثِ نفیس وجلیل ومہم کی تحریر وتحبیر پر مصر ہوئے جس کے باعث ہنگام طبع کتاب دونوں مقام مذکور میں ان مباحث کی طرف عود کے وعد بڑھائے گئے، خیال تھا کہ ایک آدھ جز لکھ دیا جائے گا جو مقصدِ سوم کی کسی فصل میں بطور فائدہ اندراج پائے گا۔ طبیعت علیل، ذہن کلیل، مدت معالجات طویل، جس کے سبب قوتِ ضعف معاذ اللہ تاحدِ تعطیل۔ بااینہمہ نام فرصت معدوم وقلیل، روزانہ امصار و اقطار سے ورود فتاوائے کثیر و جزیل، مگر جب لکھنا آغاز ہوا بارگاہ واہب الفیض عز جلالہ سے در فیوض باز ہوا، بحمد اللہ تعالیٰ وہ جواہر عالیہ وزواہر غالیہ عطا ہوئے کہ فقیر حقیر کی حیثیت ولیاقت سے بدرجہا وراتھے لہذا اس تذییل جلیل کو رسالہ مستقلہ کیا اور بلحاظِ تاریخ **الوفاق المتین بین سماع الدفین و جوب الیمین** لقب دیا جو بانصاف بے اعتساف اسے دیکھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ بدلِ صاف شہادت دے گا کہ مسئلہ یمین آج حل ہوا جسے مخالف موافق، موافق مخالف سمجھا کرتے تھے، اُس کا عقدہ اب منحل ہوا، جن کلمات کو مخالفین اپنی دلیل بنایا کرتے، اب وہ کلمے خود اُنہی کو ذلیل بنائیں گے، جن اقوال کو موافقین محتاجِ جواب سمجھے اب اُنہی کو اپنی دلیل بنائیں گے اور اس کے ساتھ بفضلہٖ تعالیٰ تفہیم المسائل کی ساری بالا

خوانیاں بھی نیچی پڑیں، صبح سنت شرق حق سے چمکی، باطل کی ظلمتیں دھواں بن کر اُڑیں۔

یہ سب بحمد اللہ تعالیٰ ادنیٰ تصدیق کفش برداری اعلیٰ حضرت سید العلماء المحققین، سند الفضلاء المدققین، حامی السنن، ماحی الفتن، حجۃ الخلف، بقیۃ السلف، اعلم علماء العالم، سیدنا الوالد الماجد المکرم حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب حنفی قادری برکاتی وکمترین برکات خاک بوسی آستان فیض نشان اقدس حضرت امام العرفاء الکاملین، سنام الاولیاء الواصلین، بدر الطریقۃ، بحر الحقیقہ، حبر الشریعۃ، اقوی الذریعہ، سیدی ومولای ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی حضور سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ عنہما واتم نورھما ونور قبورھما وقدس سرھما واعاد علینا فی الدارین برکاتھما ورزقنا بمنہ برھما آمین الہ الحق امین (اللہ تعالیٰ دونوں حضرات سے راضی ہو اور ان کا نور کامل فرمائے، ان کی قبروں کو منور کرے، دارین میں ہمارے اوپر ان کی برکتیں عائد فرمائے اور اپنے کرم سے ہمیں ان کی فرمانبرداری نصیب کرے، قبول فرما اے الٰہ برحق قبول فرما۔) ہے .والحمد للہ رب العالمین۔

جو اہلسنّت ان حروف سے نفع پائیں مامول کہ دونوں حضرات عالیہ کو ایصالِ ثواب فاتحہ ٔ فاتحہ سے شاد فرمائیں اور اس فقیر حقیر اور مولانا مولوی محمد عمر الدین صاحب موصوف کو کہ اس نفیسہ ٔ جلیلہ کے محرک تالیف اور الدال علی الخیر کفا علہ (خیر کی راہ بتانے والا اُسی کی طرح ہے جو خیر کو عمل میں لانے والا ہے۔) کے مصداق منیف ہوئے اور عالی ہمتان زمن محبانِ دین وسنن حاجی اسحاق آدم صاحب صباغ پلبندری و

حاجی ابو حاجی حبیب صاحب پلبندری میمن ایمن حفظهما الله تعالیٰ عن الفتن والمحن کو جن کی ہمت بلند سے اصل کتاب اور جامع فضائل، قامع رذائل مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب قادری نقشبندی شاذلی سلمہ العلی الولی کو جن کی سعی جمیل سے یہ اجزائے تذییل جلیل منطبع اور اہلسنّت ان جواہر دینیہ سے منتفع ہوئے، دعائے عفوو عافیت وخیرو برکات دنیاو آخرت سے یاد فرمائیں۔

صحیح حدیث میں ہے: پس پشت اپنے بھائی مسلمان کیلئے دُعا پر ملائکہ کہتے ہیں آمین ولک بمثلہ تیری یہ دُعا قبول اور اس کے مثل تجھے بھی حصول والحمد لله رب العالمین و صلی الله تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

الحمد لله! آج اس رسالہ سے تصانیف فقیر کا عدد ایک سو اسی (180) ہوا اکرم الاکرمین جل جلالہ قبول فرمائے اور فقیر حقیر و اہلسنت کے لیے دارین میں حجت نجات بنائے آمین !حسن اتفاق یہ کہ یہ رسالہ سمع ارواح کے باب میں ہے۔ اور شمار تصانیف میں ایک سو اسی اور اسمائے الٰہیہ میں صفت سمع پر دال اسم پاک سمیع ہے۔ اُس کے عدد بھی یہی۔

نسئل السمیع ان یسمع دعواتنا ویستر عوراتنا ویؤمن روعاتنا ویقضی حاجاتنا ویغفر سیآتنا ویصلی ویسلم ویبارك علی سیدنا الکریم النبی المکین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ کان ذلك لیوم هو اوّل (☆) نصف الآخر من آخر النصف الاوّل من اوّل النصف الآخر من العشر الثانیة من المائة الرابعة من الالف الثانی من هجرة سید

(☆) (یہ اجتماع بھی حسن اتفاق سے ہے ہزار دوم کی صدی چہارم کا عشرہ دوم ۱۳۱۱ھ کے شروع سے ۱۳۱۶ھ کے آغاز تک ہے اور اس عشرہ کے نصف اخیر کا اول ابتدائے ۱۳۰۶ھ اور سال کے

خوانیاں بھی نیچی پڑیں، صبح سنت شرق حق سے چمکی، باطل کی ظلمتیں دھواں بن کر اُڑیں۔

یہ سب بحمد اللہ تعالیٰ ادنیٰ تصدیق کفش برداری اعلیٰ حضرت سید العلماء المحققین، سند الفضلاء المدققین، حامی السنن، ماحی الفتن، حجۃ الخلف، بقیۃ السلف، اعلم علماء العالم، سیدنا الوالد الماجد المکرم حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب حنفی قادری برکاتی وکمترین برکات خاک بوسی آستان فیض نشان اقدس حضرت امام العرفاء الکاملین، سنام الاولیاء الواصلین، بدر الطریقۃ، بحر الحقیقہ، حبر الشریعۃ، اقوی الذریعہ، سیدی ومولای ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی حضور سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ عنہما واتم نورھما ونور قبورھما وقدس سرھما واعاد علینا فی الدارین برکاتھما ورزقنا بمنہ برھما آمین الہ الحق امین (اللہ تعالیٰ دونوں حضرات سے راضی ہو اوران کا نور کامل فرمائے، ان کی قبروں کو منور کرے، دارین میں ہمارے اوپر ان کی برکتیں عائد فرمائے اور اپنے کرم سے ہمیں ان کی فرمانبرداری نصیب کرے، قبول فرما اے الٰہ برحق قبول فرما۔) ہے .والحمد للہ رب العالمین۔

جو اہلسنّت ان حروف سے نفع پائیں ماموں کہ دونوں حضرات عالیہ کو ایصالِ ثواب فاتحہ فاتحہ سے شاد فرمائیں اور اس فقیر حقیر اور مولانا مولوی محمد عمر الدین صاحب موصوف کو کہ اس نفیسہ جلیلہ کے محرک تالیف اور الدال علی الخیر کفا علہ (خیر کی راہ بتانے والا اُسی کی طرح ہے جو خیر کو عمل میں لانے والا ہے۔) کے مصداق منیف ہوئے اور عالی ہمتان زمن محبانِ دین وسنن حاجی اسحاق آدم صاحب صباغ پلبندری و

حاجی ابو حاجی حبیب صاحب پلبندری میمن ایمن حفظھما اللہ تعالیٰ عن الفتن والمحن کو جن کی ہمت بلند سے اصل کتاب اور جامع فضائل، قامع رذائل مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب قادری نقشبندی شاذلی سلمہ العلی الولی کو جن کی سعی جمیل سے یہ اجزائے تذییل جلیل منطبع اور اہلسنّت ان جواہر دینیہ سے منتفع ہوئے، دعائے عفوو عافیت وخیر وبرکات دنیاوآخرت سے یادفرمائیں۔

صحیح حدیث میں ہے: پس پشت اپنے بھائی مسلمان کیلئے دُعا پر ملائکہ کہتے ہیں آمین ولک بمثلہ تیری یہ دُعا قبول اور اس کے مثل تجھے بھی حصول والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

الحمد للہ! آج اس رسالہ سے تصانیف فقیر کا عدد ایک سواسی (180) ہوا اکرم الاکرمین جل جلالہ قبول فرمائے اور فقیر حقیر واہلسنت کے لیے دارین میں حجت نجات بنائے آمین !حسن اتفاق یہ کہ یہ رسالہ سمع ارواح کے باب میں ہے۔اور شمارِ تصانیف میں ایک سواسی اور اسمائے الٰہیہ میں صفت سمع پردال اسم پاک سمیع ہے۔اُس کے عدد بھی یہی۔

نسئل السمیع ان یسمع دعواتنا ویستر عوراتنا ویؤمن روعاتنا ویقضی حاجاتنا ویغفر سیآتنا ویصلی ویسلم ویبارك علی سیدنا الکریم النبی المکین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، کان ذلك لیوم ھو اوّل (☆) نصف الآخر من آخر النصف الاوّل من اوّل النصف الآخر من العشر الثانیة من المائة الرابعة من الالف الثانی من ھجرة سید

(☆) (یہ اجتماع بھی حسن اتفاق سے ہے ہزار دوم کی صدی چہارم کا عشرہ دوم ۱۳۱۱ھ کے شروع سے ۱۳۱۶ھ کے آغاز تک ہے اور اس عشرہ کے نصف اخیر کا اول ابتدائے ۱۳۰۶ھ اور سال کے

المرسلین مولی الامال ومولی الامانی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و بارك علیه و علیٰ آله و صحبه وذریته وجزبه وعیاله قدر حسنه وجماله و جوده ونواله آمین آمین. والحمد لله رب العالمین سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفر واتوب الیك سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین. والحمد لله رب العالمین۔

رب سمیع سے سوال ہے کہ ہماری دُعائیں سن لے، ہمارے عیوب چھپائے، ہمارے خوف کی چیزوں کو امن دے، ہماری حاجتیں پوری فرمائے، ہمارے گناہ مٹائے، اور ہمارے کریم آقا بزرگ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی سب آل واصحاب پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے، یہ اُمیدوں کے عطا فرمانے والے، آرزوؤں کے مولا، حضرت سیّد المرسلین کی ہجرت کے ہزارۂ دوم کی چوتھی صدی کے دوسرے عشرے میں سے نصف آخر کے اوّل (۱۳۱۶ھ) میں سے نصف اوّل کے ماہ آخر (جمادی الآخرۃ) کے نصف آخر کے روزِ اوّل (۱۶) کو ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے اور ان کی آل، اصحاب، اولاد، جماعت اور عیال پر بھی، ان کے حسن وجمال اور جود ونوال کے بقدر قبول فرما۔ اور تمام تعریف اللہ کیلئے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں، اور شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری بارگاہ میں توبہ و استغفار کرتا ہوں، پاکی ہے تیرے ربّ کے لئے جو عزت کا مالک ہے، ان باتوں سے جو وہ بناتے ہیں اور سلام ہو رسولوں پر، اور تمام حمد اللہ کیلئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

= = نصف اوّل کا نصف اوّل اخیر ماہ جمادی الآخیر اُس کے نصف اخیر کا اوّل تاریخ ۱۶ تو حاصل یہ ہوا کہ ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ ہجریہ قدسیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیہ آمین، ۱۲۔)

قَصِیدَہ بُردَہ شریف

از: شیخ العرب والعجم امام محمد شرف الدین بوصیری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اے میرے مالک و مولیٰ درود و سلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور ملجاء ہیں دنیا و آخرت کے اور جن و انس کے اور عرب و عجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن و اخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم و کرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَکُلُّھُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا

فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا

وَالرُّسْلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصی میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرٰى لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا

مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو ابڑی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا

وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ

اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْٓ اٰجَامِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دوجہاں ﷺ کی مدد حاصل ہوا سے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکا لیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ

بِاَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امام اہلسنت مجددِ دین و ملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ
امام احمد رضا محقق، محدث قادری، برکاتی، حنفی، بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گُلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان و دِل
یعنی مُہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام















بزمِ علم و دانش (انٹرنیشنل)